شیخ عجم

اور

آپ کے شاگرد

سید مسعود احمد
ابن حضرت سید میر محمد اسحٰق صاحب

فہرست مضامین

باب چھارم:

سوانح حیات مولوی نعمت اللہ خان شہید افغانستان

واقعہ شہادت بہ زمانہ سیدنا خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۳۱/اگست ۱۹۲۴ء

باب پنجم:

قاری نور علی اور مولوی عبدالحلیم کی شہادت کے حالات

باب ششم:

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف شہید افغانستان کے شاگرد مولوی عبدالستار خان معروف بہ بزرگ صاحب اور ان کے بھائی مولوی عبدالغفار صاحب اور مُلّا میرو صاحب کے حالات

☆☆☆☆☆

باب اوّل

شہید اوّل افغانستان

جوان صالح مولوی عبدالرحمٰن ؓ

واقعہ شہادت دَرُ کابل

۲۰ / جون ۱۹۰۱ء

مولوی عبدالرحمٰنؓ کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب انجام آتھم میں اپنے تین سو تیرہ صحابہ کی فہرست شائع فرمائی تھی - اس فہرست میں مولوی عبدالرحمٰن صاحب کابلی کا نام ایک سو گیارہ نمبر پر اس طرح درج فرمایا ''شیخ محمد عبدالرحمٰن صاحب ،عرف شعبان کابلی'' انجام آتھم ۲۲ جنوری ۱۸۹۷ء کو شائع ہوئی تھی - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب ۱۸۹۷ء سے قبل قادیان آ چکے تھے اور حضور اقدسؑ کی بیعت سے مشرف ہو چکے تھے - (۱)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں :

''واضح رہے کہ براہین احمدیہ کی پیشگوئی میں دو شہادتوں کا ذکر ہے- اور پہلی شہادت میاں عبدالرحمٰن ،مولوی صاحب موصوف (یعنی حضرت صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب - ناقل) کے شاگرد کی تھی - جس کی تکمیل امیر عبدالرحمٰن یعنی اس امیر کے باپ سے ہوئی - اس لئے ہم بلحاظ ترتیب زمانی پہلے میاں عبدالرحمٰن مرحوم کی شہادت کا ذکر کرتے ہیں'' (۲)

بیان شہادت میاں عبدالرحمٰن مرحوم شاگرد
مولوی صاحبزادہ عبداللطیف صاحب رئیس اعظم خوست مُلک افغانستان

''مولوی صاحبزادہ عبداللطیف صاحب مرحوم کی شہادت سے تخمیناً دو برس پہلے ان کے ایماء اور ہدایت سے - میاں عبدالرحمٰن شاگردِ رشید اُن کے قادیان میں شاید دو یا تین دفعہ آئے - اور ہر ایک مرتبہ کئی کئی مہینہ تک رہے اور متواتر صحبت اور تعلیم اور دلائل کے سننے سے ان کا ایمان شہدا کا رنگ پکڑ گیا - اور آخری دفعہ جب کابل واپس گئے تو وہ میری تعلیم سے پورا حصّہ لے چکے تھے اور اتفاقاً ان کی حاضری کے ایّام میں بعض کتابیں میری طرف سے جہاد کی ممانعت میں چھپی تھیں جن سے ان کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ سلسلہ جہاد کا مخالف ہے- پھر ایسا

اتفاق ہوا کہ جب وہ مجھ سے رخصت ہوکر پشاور میں پہنچے تو اتفاقاً خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر سے جو پشاور میں تھے اور میرے مرید ہیں ملاقات ہوئی اور انہیں دنوں میں خواجہ کمال الدین صاحب نے ایک رسالہ جہاد کی ممانعت میں شائع کیا تھا- اس سے ان کو بھی اطلاع ہوئی اور وہ مضمون ایسا ان کے دل میں بیٹھ گیا کہ کابل میں جاکر جابجا انہوں نے یہ ذکر شروع کیا کہ انگریزوں سے جہاد کرنا درست نہیں کیونکہ وہ ایک کثیر گروہ مسلمانوں کے حامی ہیں اور کئی کروڑ مسلمان اَمن وعافیت سے ان کے زیرِسایہ زندگی بسر کرتے ہیں- تب یہ خبر رفتہ رفتہ امیر عبدالرحمٰن کو پہنچ گئی اور یہ بھی بعض شریر پنجابیوں نے جو اُس کے ساتھ ملازمت کا تعلق رکھتے ہیں- اس پر ظاہر کیا کہ یہ ایک پنجابی شخص کا مرید ہے جو اپنے تئیں مسیح موعود ظاہر کرتا ہے اور اس کی یہ بھی تعلیم ہے کہ انگریزوں سے جہاد درست نہیں- بلکہ اس زمانہ میں قطعاً جہاد کا مخالف ہے- تب امیر یہ بات سن کر بہت برافروختہ ہوگیا اور اس کو قید کرنے کا حکم دیا تا مزید تحقیقات سے کچھ زیادہ حال معلوم ہو- آخر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ضرور یہ شخص مسیحِ قادیانی کا مرید اور مسئلہ جہاد کا مخالف ہے- تب اس مظلوم کو گردن میں کپڑا ڈال کر اور دم بند کر کے شہید کیا گیا- کہتے ہیں کہ اس کی شہادت کے وقت بعض آسمانی نشان ظاہر ہوئے-'' (۳)

موجودہ زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنگ اور قِتال کے جہاد کی ممانعت میں فتویٰ

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قِتال
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

……………

کیوں چھوڑتے ہو لوگو! نبیؐ کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اُس خبیث کو
کیوں بھولتے ہوتم یَضَعُ الْحَرْب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چکا ہے سیّد کونینِ مصطفٰیؐ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کردے گا اِلتوا

....

یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائے گا
اک معجزہ کے طور سے یہ پیشگوئی ہے
کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے
القِصَّہ یہ مسیح کے آنے کا ہے نشاں
کردے گا ختم آ کے وہ دیں کی لڑائیاں

....

ایسا گُماں کہ مہدیٔ خُونی بھی آئے گا
اور کافروں کے قتل سے دیں کو بڑھائے گا
اے غافلو! یہ باتیں سراسر دروغ ہیں
بہتاں ہیں ، بے ثبوت ہیں اور بے فروغ ہیں
یارو! جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

....

تم میں سے جس کو دین و دیانت سے ہے پیار
اب اسکا فرض ہے کہ وُہ دل کر کے اُستوار
لوگوں کو یہ بتائے کہ وقتِ مسیح ہے
اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے
ہم اپنا فرض دوستو! اب کر چکے ادا
اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائیگا خدا

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں:

''عبدالرحمٰن شہید کے وقت سے یہ بات امیر اور مولویوں کو خوب معلوم تھی کہ قادیانی جو مسیح موعود کا دعویٰ کرتا ہے۔ جہاد کا سخت مخالف ہے اور اپنی کتابوں میں بار بار اس بات پر زور دیتا ہے کہ اس زمانہ میں تلوار کا جہاد درست نہیں اور اتفاق سے اس امیر کے باپ نے جہاد کے واجب ہونے کے بارے میں ایک رسالہ لکھا تھا جو میرے شائع کردہ رسالوں کے بالکل مخالف ہے اور پنجاب کے شر انگیز بعض آدمی جو اپنے تئیں مُوَحّد یا اہلِ حدیث کے نام سے موسوم کرتے تھے امیر کے پاس پہنچ گئے تھے۔ غالباً ان کی زبانی امیر عبدالرحمٰن نے جو امیر حال کا باپ تھا۔ میری اُن کتابوں کا مضمون سُن لیا ہوگا۔ اور عبدالرحمٰن شہید کے قتل کی بھی یہی وجہ ہوئی تھی کہ امیر عبدالرحمٰن نے خیال کیا تھا کہ یہ اُس گروہ کا انسان ہے۔ جو لوگ جہاد کو حرام جانتے ہیں۔'' (۴)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں:

''ذِکر اُس پیشگوئی کا جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۱ میں درج ہے مَع اُس پیشگوئی کے جو براہین کے صفحہ ۵۱۰ میں مندرج ہے۔ یعنی وہ پیشگوئی جو صاحبزادہ مولوی محمد عبداللطیف صاحب مرحوم اور میاں عبدالرحمٰن مرحوم کی شہادت کی نسبت ہے اور وہ پیشگوئی جو میرے محفوظ رہنے کی نسبت ہے۔

واضح ہو کہ براہین احمدیہ کے صفحہ پانچ سو دس اور صفحہ پانچ سو گیارہ میں یہ پیشگوئیاں ہیں۔

وَاِن لَّـم یَـعـصِـمکَ النّاسُ – یعصُمُک اللّٰہ من عِندہ –
وَاِنْ لَّمْ یعصمک النّاسُ–

شَـاتَـانِ تُـذبَـحَـانِ و کُـلُّ مَـن عَـلَـیۡھَا فَانٍ– وَلَا تھِنوا وَلَا تَـحزَنُوا– اَلیس اللّٰہُ بِکَافٍ عَبدہٗ– اَلَم تَعلم اَنَّ اللّٰہ عَلٰی کُلّ شیئٍ قَـدِیـر– وَجِـئنَا بِکَ علٰی ھٰؤلاء شھیدًا...... وَعسیٰ اَن تُحبّوا شیًٔا وھـو شـرٌّ لـکـم وعَسیٰ ان تَکۡرَھُوۡا شَیئاً وَھُوَ خَیۡرُ لَّکُمْ واللّٰہُ یَعلَمُ واَنْتُمۡ لَا تعلمُون–

ترجمہ:- اگر چہ لوگ تجھے قتل ہونے سے نہ بچائیں لیکن خدا تجھے بچائے گا- خدا تجھے ضرور قتل ہونے سے بچائے گا- اگر چہ لوگ نہ بچائیں-

''یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ لوگ تیرے قتل کے لئے سعی اور کوشش کریں گے- خواہ اپنے طور سے اور خواہ گورنمنٹ کو دھوکا دے کر- مگر خدا اُن کو ان کی تدبیروں میں نامراد رکھے گا...... خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر چہ میں تجھے قتل سے بچاؤں گا مگر تیری جماعت میں سے دو بکریاں ذبح کی جائیں گی- اور ہر ایک جو زمین پر ہے آخر فنا ہوگا- یعنی بے گناہ اور معصوم ہونے کی حالت میں قتل کی جائیں گی- یہ خدا تعالیٰ کی کتابوں میں محاورہ ہے کہ بے گناہ اور معصوم کو بکرے یا بکری سے تشبیہ دی جاتی ہے......سو خدا تعالیٰ نے اس جگہ انسان کا لفظ چھوڑ کر بکری کا لفظ استعمال کیا- کیونکہ بکری میں دو ہنر ہیں- وہ دودھ بھی دیتی ہے- اور پھر اس کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے- اور یہ پیشگوئی شہید مرحوم مولوی محمد عبداللطیف اور ان کے شاگرد عبدالرحمٰن کے بارے میں ہے کہ جو براہین احمدیہ کے لکھے جانے کے بعد پورے تیئس برس بعد پوری ہوئی......جیسا کہ ابھی میں نے لکھا ہے کہ بکری کی صفتوں میں سے ایک دودھ دینا ہے......مولوی صاحب موصوف نے مباحثہ کے وقت انواع واقسام کے معارف اور حقائق بیان کر کے مخالفوں کو دودھ دیا- گو بدقسمت مخالفوں نے وہ دودھ نہ پیا اور پھینک دیا اور پھر شہید مرحوم نے اپنی جان کی قربانی سے اپنا گوشت دیا اور خون بہایا...... اور میاں

عبدالرحمٰن بھی بکری سے مشابہت رکھتا تھا۔ اس لئے ان کو بکری کے نام سے یاد کیا گیا۔

''اور چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ اِس راقم اور اِس کی جماعت پر اس ناحق کے خون سے بہت صدمہ گذرے گا۔ اس لئے اس وحی کے مابعد آنیوالے فقروں میں تسلی اور عزاپُرسی کے رنگ میں کلام نازل فرمایا......جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اس مصیبت اور اس سخت صدمہ سے تم غمگین اور اداس مت ہو کیونکہ اگر دو آدمی تم میں سے مارے گئے تو خدا تمہارے ساتھ ہے۔ وہ دو کے عوض ایک قوم تمہارے پاس لائے گا اور وہ اپنے بندہ کے لئے کافی ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے اور یہ لوگ جوان دو مظلوموں کو شہید کریں گے۔ ہم تجھ کو ان پر قیامت میں گواہ لائیں گے کہ کس گناہ سے انہوں نے شہید کیا تھا......

''پھر بعد اس کے فرمایا کہ ان شہیدوں کے مارے جانے سے غم مت کرو ان کی شہادت میں حکمت الٰہی ہے اور بہت باتیں ہیں جو تم چاہتے ہو کہ وہ وقوع میں آویں۔ حالانکہ ان کا واقع ہونا تمہارے لئے اچھا نہیں ہوتا اور بہت امور ہیں جو تم چاہتے ہو کہ وہ واقع نہ ہوں۔ حالانکہ ان کا واقع ہونا تمہارے لئے اچھا ہوتا ہے اور خدا خوب جانتا ہے کہ تمہارے لئے کیا بہتر ہے۔ مگر تم نہیں جانتے۔

''اس تمام وحی الٰہی میں یہ سمجھایا گیا ہے کہ صاحبزادہ مولوی عبداللطیف مرحوم کا اس بے رحمی سے مارا جانا اگرچہ ایسا امر ہے کہ اس کے سننے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے......لیکن اس خون میں بہت برکات ہیں کہ بعد میں ظاہر ہوں گی اور کابل کی زمین دیکھ لے گی کہ یہ خون کیسے کیسے پھل لائے گا۔ یہ خون کبھی ضائع نہیں جائے گا۔ پہلے اس سے غریب عبدالرحمٰن میری جماعت کا ظلم سے مارا گیا۔ اور خدا چپ رہا۔ مگر اس خون پر اب وہ چپ نہیں رہے گا اور بڑے بڑے نتائج ظاہر ہوں گے۔'' (۵)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام براہین احمدیہ حصہ پنجم میں تحریر فرماتے ہیں:

''پیشگوئی کر کے فرمایا کہ دو بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ یعنی میاں عبدالرحمٰن اور مولوی عبداللطیف جو کابل میں سنگسار کئے گئے اور ہر ایک جو زمین پر ہے آخر مرے گا۔ پر ان

دونوں کا ذبح کیا جانا آخر تمہارے لئے بہتری کا پھل لائے گا...... اوران واقعات شہادت کے مصالح جو خدا کو معلوم ہیں جو تمہیں معلوم نہیں یعنی خدا جانتا ہے کہ ان موتوں سے اس ملکِ کابل میں کیا کیا بہتری پیدا ہوگی۔''(۶)

''پیشگوئی میں جو دو بکریوں کے ذبح کئے جانے کا ذکر ہے۔ یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ جو سرزمین کابل میں ظہور میں آیا۔ یعنی ہماری جماعت میں سے ایک شخص عبدالرحمٰن نام جو جوان صالح تھا اور دوسرے مولوی عبداللطیف صاحب جو نہایت بزرگوار آدمی تھے۔ امیر کابل کے حکم سے سنگسار کئے گئے۔محض اس الزام سے کہ کیوں وہ دونوں ہماری جماعت میں داخل ہو گئے۔''(۷)

''واقعہ شہادت اخویم مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم اور شیخ عبدالرحمٰن صاحب مرحوم ایک ایسا دوراز قیاس واقعہ تھا کہ جب تک وقوع میں نہ آ گیا۔ ہمارے ذہن کا اس طرف التفات نہ ہوا کہ دراصل وحیٔ الٰہی کے یہ معنی ہیں کہ دو ہمارے صادق مرید سچ مچ ذبح کئے جائیں بلکہ اس حالت کو مُستَبعَدسمجھ کر محض اجتہاد کے طور پر تاویل کی طرف میلان ہوتا رہا۔ اور تاویلی مصداق خیال میں گذرتے رہے کیونکہ انسان کا اپنا علم اور اپنا اجتہاد غلطی سے خالی نہیں لیکن جب یہ دونوں واقعات بَعَیْنِہٖ ظہور میں آ گئے اور دو بزرگ اس جماعت کے بڑی بے رحمی سے کابل میں شہید کئے گئے۔ تو حقُ الیقین کی طرح وحی الٰہی کے معنی معلوم ہو گئے اور جب اس وحی کی تمام عبارت کو نظر اٹھا کر دیکھا تو آنکھ کھل گئی اور عجیب ذوق پیدا ہوا اور معلوم ہوا کہ جہاں تک تصریح ممکن ہے۔ خدا نے تصریح سے اس پیشگوئی کو بیان کر دیا ہے اور ایسے الفاظ اختیار کئے ہیں اور ایسے فقرات بیان فرمائے ہیں کہ وہ دوسرے پر صادق آ ہی نہیں سکتے -سبحان اللّٰہ! اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کیسے اس نے ان پوشیدہ باتوں کو ایک زمانہ دراز پہلے براہین احمدیہ میں بتصریح بیان کر دیا۔''(۸)

''میری جماعت میں اکثر لوگ ایسے ہیں۔ جنہوں نے اس سلسلہ کے لئے بہت دکھ اٹھائے ہیں......اور جان دینے تک فرق نہیں کیا۔ کیا وہ ابدال نہیں ہیں؟

''شیخ عبدالرحمٰن، امیر عبدالرحمٰن کے سامنے اس سلسلہ کے لئے گلا گھونٹ کر مارا گیا- اور اس نے ایک بکری کی طرح اپنے تئیں ذبح کرا لیا- کیا وہ ابدال میں داخل نہ تھا؟ ایسا ہی مولوی صاحبزادہ عبداللطیف جو محدث اور فقیہ اور سرآمد علماء کابل تھے اس سلسلہ کے لئے سنگسار کئے گئے اور بار بار سمجھایا گیا کہ اس شخص کی بیعت چھوڑ دو- پہلے سے زیادہ عزت ہو گی- لیکن انہوں نے مرنا قبول کیا اور بیوی اور چھوٹے چھوٹے بچوں کی بھی کچھ پرواہ نہ کی- اور چالیس دن تک پتھروں میں ان کی لاش پڑی رہی- کیا وہ ابدال میں سے نہ تھے؟''(۹)

''براہین احمدیہ کی یہ پیشگوئی ہے- **شَاتَانِ تُذبَحانِ ط وَکُلُّ مَن عَلیها فَانٍ** یعنی دو بکریاں ذبح کی جائیں گی اور ہر ایک جو زمین پر ہے آخر مرے گا- یہ پیشگوئی براہین احمدیہ میں درج ہے- جو آج سے پچیس برس پہلے شائع ہو چکی ہے- مجھے مدت تک اس کے معنی معلوم نہ ہوئے بلکہ اور اور جگہ کو محض اجتہاد سے اس کا مصداق ٹھہرایا- لیکن جب مولوی صاحبزادہ عبداللطیف مرحوم اور شیخ عبدالرحمٰن ان کے تلمیذ سعید امیر کابل کے ناحق ظلم سے قتل کئے گئے- تب روز روشن کی طرح کھل گیا کہ اس پیشگوئی کے مصداق یہی دونوں بزرگ ہیں- کیونکہ شاۃ کا لفظ نبیوں کی کتابوں میں صرف صالح انسان پر بولا گیا ہے اور ہماری تمام جماعت میں ابھی تک بجز ان دونوں بزرگوں کے کوئی شہید نہیں ہوا-''(۱۰)

''صاحبزادہ مولوی عبداللطیف کی شہادت بھی میری سچائی پر ایک نشان ہے کیونکہ جب سے خدا نے دنیا کی بنیاد ڈالی ہے کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ کوئی شخص دیدہ دانستہ ایک جھوٹے مکار مفتری کے لئے اپنی جان دے اور اپنی بیوی کو بیوہ ہونے کی مصیبت میں ڈالے اور اپنے بچوں کا یتیم ہونا پسند کرے اور اپنے لئے سنگساری کی موت قبول کرے- یوں تو صدہا آدمی ظلم کے طور پر قتل کئے جاتے ہیں- مگر مَیں جو اس جگہ صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب کی شہادت کو ایک عظیم الشان نشان قرار دیتا ہوں- وہ اس وجہ سے نہیں کہ ظلم سے قتل کئے گئے اور شہید کئے گئے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ شہید ہونے کے وقت انہوں نے وہ استقامت دکھائی کہ اس سے بڑھ کر کوئی کرامت نہیں ہو سکتی ......اسی طرح شیخ عبدالرحمٰن بھی کابل میں ذبح کیا

گیا اور دم نہ مارا اور یہ نہ کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں بیعت کو توڑتا ہوں- اور یہی سچے مذہب اور سچے امام کی نشانی ہے کہ جب کسی کو اُس کی پوری معرفت حاصل ہو جاتی ہے اور ایمانی شیرینی دل و جان میں رَچ جاتی ہے تو ایسے لوگ اس راہ میں مرنے سے نہیں ڈرتے-'' (۱۱)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہئے کہ جب تک وہ بزدلی کو نہ چھوڑے گی اور استقلال اور ہمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ہر ایک راہ میں ہر مصیبت و مشکل کو اٹھانے کے لئے تیار نہ رہے گی وہ صالحین میں داخل نہیں ہوسکتی...... صاحبزادہ عبداللطیف کی شہادت کا واقعہ تمہارے لئے اسوہ حسنہ ہے- تذکرۃ الشہادتین کو بار بار پڑھو اور دیکھو کہ اس نے اپنے ایمان کا کیسا نمونہ دکھایا- اس نے دنیا اور اس کے تعلقات کی کچھ بھی پرواہ نہ کی- بیوی بچوں کا غم اس کے ایمان پر کوئی اثر نہ ڈال سکا- دنیوی عزت اور تنعُّم نے اس کو بزدل نہیں بنایا- اس نے جان دینی گوارا کی مگر ایمان کو ضائع نہیں کیا...... براہین احمدیہ میں ۲۳ برس پہلے سے اس شہادت کے متعلق پیشگوئی تھی- وہاں صاف لکھا ہے- **شَاتَانِ تُذبَحانِ** ط **وَ کُلّ مَن عَلیھا فَان** کیا اس وقت کوئی منصوبہ ہوسکتا تھا کہ ۲۳ یا ۲۴ سال بعد عبدالرحمٰن اور عبداللطیف افغانستان سے آئیں گے اور پھر وہاں جا کر شہید ہوں گے...... پہلے عبدالرحمٰن جو مولوی عبداللطیف کا شاگرد تھا- سابق امیر نے قتل کروایا- محض اس وجہ سے کہ وہ اس سلسلہ میں داخل ہے اور یہ سلسلہ جہاد کے خلاف ہے اور عبدالرحمٰن جہاد کے خلاف تعلیم افغانستان میں پھیلاتا تھا اور اب اس امیر نے مولوی عبداللطیف کو شہید کرا دیا-'' (۱۲)

رسالہ شہید اوّل افغانستان

اس رسالہ کے پہلے باب میں مولوی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم کے بارہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات اور ملفوظات درج کئے گئے ہیں-

اب اس دوسرے باب میں دیگر اصحاب کی تحریرات اور روایات پر مبنی واقعات

درج کئے جائیں گے۔

سید احمد نور کابلیؒ بیان کرتے ہیں کہ ''شہید عبدالرحمٰن خوبصورت نوجوان تھے، میانہ قد، جسم کچھ پتلا، تعلیم یافتہ تھے۔ آپ کو مولوی کہہ کر پکارا جاتا تھا۔'' (۱۳)

''عبدالرحمٰن سرکاری ملازم تھے اُن کو ایک سوبیس روپیہ سالانہ سرکار کی طرف سے ملتے تھے۔قوم منگل کے معزز خاندان سے تھے۔'' (۱۴)

سید محمود احمد احمدی افغانی جو شگہ صوبہ پکتیا کے رہنے والے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب کا آبائی وطن قریہ گُندرخیل، غتمہ ونہ سید کرم تھا۔ یہ بستی شہر گردیز کے متصل ہے۔ جو آج کل صوبہ پکتیا کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب کا قبیلہ احمد زئی تھا۔ (۱۵)

ڈیورنڈ لائن کا معاہدہ

۱۸۹۳ء میں امیر عبدالرحمٰن خان اور انگریزوں کے درمیان افغانستان اور برٹش انڈیا کی سرحدات کا معاہدہ کابل میں طے پا گیا تھا۔ جس میں دونوں فریق ان علاقوں کی تقسیم پر راضی ہو گئے تھے۔ جو معاہدہ کے مطابق ان کے حصہ میں آئے تھے۔ اس معاہدہ کے لئے سر مارٹیمر ڈیورنڈ نے کابل کا سفر کیا اور امیر عبدالرحمٰن خان سے مل کر معاہدہ کی تمام تفصیلات طے کر لیں۔

اس سے اگلے سال ۱۸۹۴ء میں اس معاہدہ کے مطابق دونوں حکومتوں کے نمائندوں نے سرحد کی نشان دہی کی۔ اس غرض کے لئے ایک کمیشن کا قیام کیا گیا۔ جس کی نمائندگی انگریزوں کی طرف سے۔ سر مارٹیمر ڈیورنڈ، صاحبزادہ سر عبدالقیوم خان آف ٹوپی صوبہ سرحد، مسٹر جے ایس ڈَونلڈ سی آئی ای آفیسر آن سپیشل ڈیوٹی کرم۔ کمشنر صاحب پشاور ڈویژن اور بعض دیگر افسران نے کی۔

افغانستان کی طرف سے جب بنوں، کوہاٹ، ٹل، پاڑہ چنار، کرم اور پیواڑ کوتل کے

علاقہ کی نشان دہی کی گئی تو خوست کے گورنر سردار شیریں دل خان اور حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف شہید نمائندہ مقرر ہوئے۔

پشاور میوزیم میں ایسا ریکارڈ موجود ہے۔ جس سے اس کام میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی شرکت ثابت ہوتی ہے۔ تاریخ احمدیت جلد نمبر ۳ میں ایسے تین خطوط کی نقل موجود ہے۔ ان میں سے ایک خط سردار شیریں دل خان گورنر خوست کا ہے۔ جس کی تاریخ ۱۸ جون ۱۸۹۴ء ہے۔ دوسرا خط، مسٹر جے ایس ڈونلڈ کا ہے۔ جو کمشنر پشاور ڈویژن کے نام ہے۔ اس کی تاریخ ۲۸ جولائی ۱۸۹۴ء ہے۔ تیسرا خط بھی مسٹر ڈونلڈ کا ہے اور وہ بھی پشاور ڈویژن کے کمشنر کے نام ہے اور اس کی تاریخ ستمبر ۱۸۹۴ء کی ہے۔ ان تینوں خطوں میں حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف کا ذکر موجود ہے۔ (۱۶)

ڈیورنڈ لائن کی حد بندی کا سید احمد نور صاحب نے بھی ذکر کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

''میں اس زمانہ میں صاحبزادہ صاحب کے پاس چلا گیا تھا اور ان سے سبق پڑھتا تھا۔ خوست، ٹل، دوڑ کی سرحد بندی کے بعد آپ پیواڑ کوتل اور پاڑہ چنار کے علاقہ میں پہنچے۔ اس دوران ٹل کے مقام پر ایک شخص نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک کتاب حضرت صاحبزادہ صاحب کو دی۔ میں اس وقت موجود نہیں تھا یہ کتاب میرے سامنے نہیں دی گئی تھی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب یہ کتاب لے کر اپنے گاؤں سیّدگاہ آئے اور بڑی خوشی کا اظہار کیا اور اپنے شاگردوں سے کہا کہ اسی کی ہمیں انتظار تھی۔ اس کتاب کے اندر سب باتیں بالکل سچ ہیں۔ ہمارے ساتھ اس وقت شہید مولوی عبدالرحمٰن بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے بھی یہ باتیں سُنیں مولوی عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں جاؤں گا اور پتہ لاؤں گا۔ اس پر حضرت صاحبزادہ صاحب نے مولوی عبدالرحمٰن کو قادیان بھیج دیا اور تاکید کی کہ پوری تفتیش کرو اور پتہ لے کر آؤ۔'' (۱۷) چنانچہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب قادیان گئے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملے اور چند ماہ بعد خوست واپس گئے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کو تمام حالات سنائے اور حضورؑ کی جو کتب وہ قادیان سے لے گئے تھے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب

کو دیں - اس کے بعد بھی مولوی عبد الرحمٰن صاحب متعدد بار قادیان آئے - سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دستی بیعت کا شرف حاصل کیا - اور حضور علیہ السلام نے ان کو اپنے تین سو تیرہ صحابہ میں شامل فرمایا - (۱۸)

مولوی عبد الرحمٰن صاحب کے قادیان آنے کے بارہ میں سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر اور روایات میں ذکر

۱) ملک غلام حسین صاحب رُہتاسی کارکن لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روایت ہے کہ

''مولوی عبد الرحمٰن صاحب شہید افغانستان سے آئے - حضورؑ سے ملاقات کرنی چاہی - کسی شخص نے ان کو بتایا کہ میاں غلام حسین صاحب ملاقات کروا دیں گے ان کو کہیں - چنانچہ وہ مجھے ملے - میں نے انہیں کھانا کھلایا - اس وقت ایک بجے کا وقت تھا - میں اندر گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا - کسی لڑکے نے ایک کھڑکی کھولی - میں نے عرض کیا - حضرت جی ! اس پر حضورؑ نے فرمایا - جی - میں نے عرض کیا کہ ایک صاحب کابل سے آئے ہیں - ان کا نام مولوی عبد الرحمٰن ہے - حضورؑ کو ملنا چاہتے ہیں - فرمایا - ابھی اذان ہوگی - مسجد میں مل لیں گے - میں نے عرض کیا حضورؑ وہ الگ ملنا چاہتے ہیں - حضورؑ اندر تشریف لے گئے - تھوڑی دیر کے بعد واپس آ کر فرمایا کہ جاؤ انہیں بلالو - میں ان کو اندر لے گیا - وہ ڈرتے ڈرتے اندر گئے - ان کے ساتھ ایک بڑا اَسر دا کچھ بادام کچھ چلغوزے اور کچھ اور میوہ جات تھے - وہ انہوں نے حضور کی خدمت میں پیش کئے - حضور اس وقت ایک تخت پوش پر تشریف فرما تھے - آپؑ نے فرمایا - مولوی صاحب اتنی تکلیف آپ نے کیوں کی - آپ کو تو بہت فاصلہ سے یہ چیزیں اٹھانی پڑی ہونگی - انہوں نے عرض کیا کہ حضور ! ہرگز کوئی تکلیف نہیں ہوئی - میں تو بڑی خوشی سے آیا ہوں - ریل گاڑی پر بھی کم ہی سوار ہوا - حضورؑ نے دریافت فرمایا کہ مولوی صاحب چائے پئیں گے یا شربت - انہوں نے کہا کہ حضور اس وقت میں کھانا کھا چکا ہوں -

آپؑ تکلیف نہ کریں- آپؑ نے فرمایا-نہیں تکلیف بالکل نہیں- پھر مجھے فرمایا - میاں غلام حسین ان کو شربت پلاؤ - میں اندر گیا - حضرت اُمُّ المومنینؓ سے عرض کی - انہوں نے فرمایا - اس وقت ٹھنڈا پانی نہیں ہے- بڑی مسجد کے کوئیں سے لے آئیں- میں نے پانی لا کر دیا - حضرت اُمُّ المومنین نے شربت بنا کر مجھے دیا - میں نے باہر آ کر مولوی صاحب کو پیش کیا - انہوں نے ایک گلاس پیا تو حضورؑ نے فرمایا اور پئیں- چنانچہ انہوں نے ایک گلاس اور پی لیا - کچھ شربت بچ گیا تھا - میں نے حضورؑ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ بھی پی لیں -فرمایا نہیں لے جاؤ - حضرت صاحب نے بعد میں مجھے فرمایا کہ یہ بہت دور سے آئے ہیں ان کے لئے کھانا الگ تیار کیا کرو اور اچھا کھانا ان کو کھلایا کرو -مولوی صاحب قریباً دو ماہ قادیان رہے - میں ان کے لئے ایک وقت پلاؤ پکایا کرتا تھا - میں نے ان کی خوب اچھی خاطر مدارات کی - مولوی صاحب مجھ سے بہت خوش تھے اور حضرت صاحب بھی ان کی خاطر کی وجہ سے مجھ پر بہت خوش تھے - پھر مولوی صاحب واپس چلے گئے -''(۱۹)

۲) ملک غلام حسین صاحب رُہتاسی کی ایک اور روایت ہے کہ

''مولوی عبدالرحمٰن صاحب کابلی قریباً چھ ماہ یا ایک برس کے بعد پھر قادیان تشریف لائے - اس دفعہ بھی حضورؑ کے لئے بہت سی چیزیں لائے - ان میں سے ایک پوستین بھی تھی - میں نے ان کے آنے کی حضورؑ کو اطلاع کی - حضرت صاحب نے انہیں اندر ہی بلا لیا - انہوں نے وہ چیزیں اور پوستین حضورؑ کی خدمت میں پیش کی - حضرت صاحب نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا - اور فرمایا کہ مولوی صاحب آپ نے بہت تکلیف کی - انہوں نے عرض کیا کہ حضور! یہ پوستین حضور کی خاطر لایا ہوں اور دل چاہتا ہے کہ حضور میرے سامنے پہنیں -حضرت صاحب کھڑے ہو گئے اور وہ پوستین پہنی وہ حضور کے ٹخنوں تک آتی تھی - شام کے کھانے کے دوران خواجہ کمال الدین صاحب نے عرض کیا کہ حضور! مولوی عبدالرحمٰن صاحب ایک پوستین لائے ہیں - بڑا قیمتی اور گرم ہے اور نہایت اعلیٰ درجہ کی تیار ہوئی ہے -حضورؑ نے فرمایا - خواجہ صاحب! آپ کو بہت پسند ہے - آپ ہی لے لیں - خواجہ صاحب نے عرض کیا حضور بڑی

مہربانی ہوگی - چنانچہ حضورؑ نے وہ پوستین خواجہ صاحب کو دے دی -''(۲۰)

۳) محمد رحیم الدین صاحب احمدی، متوطن حبیب والا ضلع بجنور یوپی بیان کرتے ہیں کہ وہ ماہ اگست ۱۸۹۶ء میں قادیان حاضر ہوکر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے - اور ایک ہفتہ قادیان میں قیام کیا تھا - ان دنوں میں مولوی عبدالرحمٰن کابلی بھی قادیان آئے تھے اور حضورؑ کے واسطے ایک جوڑا جوتا جو کامدار اور قیمتی تھا، لائے تھے - محمد رحیم الدین صاحب نے احباب سے ان کے بارہ میں پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں تو انہیں بتایا گیا کہ یہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب ہیں جو کابل سے آئے ہیں - (۲۱)

مولوی عبدالرحمٰن صاحب گورداسپور میں

۴) اگست ۱۸۹۷ء میں عیسائی پادری ڈاکٹر مارٹن کلارک نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف ایک جھوٹا فوجداری مقدمہ کیا اور یہ شکایت کی کہ مرزا نے مجھے قتل کرنے کے لئے ایک آدمی بھجوایا ہے - اس موقعہ پر آریہ سماج کے لیڈر لالہ رام بھج دت اور پنجاب کے اہل حدیث کے لیڈر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے عیسائیوں سے تعاون کیا اور ہر ممکن کوشش کی کہ حضورؑ کو سزا دلوائیں - لالہ جی نے پادری صاحب کی پیروی خودخواہش کر کے مفت کی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے رضاکارانہ طور پر عدالت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں بیان دینے پر کمر باندھی - لیکن اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام انّی مھینٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانتکَ کے مطابق مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی ذلت کا سامان کمرۂ عدالت میں ہی کر دیا -

جونہی مولوی محمد حسین صاحب کمرۂ عدالت میں داخل ہوئے تو انہوں نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ مسٹر ولیم مانٹیگو ڈگلس سے اپنے بیٹھنے کے لئے کُرسی کا مطالبہ کیا - جسے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے منظور نہ کیا - لیکن مولوی صاحب نے اصرار کیا - اس پر ڈگلس صاحب نے مولوی صاحب کو اونچی آواز میں نہایت سخت الفاظ میں ڈانٹ پلائی - اس وقت عدالت میں اور اس

کے کمرہ کے باہر بہت سے احمدی احباب اور دیگر لوگ موجود تھے- جنہوں نے یہ توہین آمیز الفاظ سنے اور مولوی محمد حسین صاحب کی ذلت کے بارہ میں پیشگوئی کے پورا ہونے کے گواہ بن گئے- اس موقعہ پر منجملہ اور احمدی احباب کے مولوی عبدالرحمٰن صاحب کابلی بھی عدالت کے باہر موجود تھے- اخبار الحکم میں اس کا ذکر ہے اور دیگر احباب کے ناموں کے ساتھ جو اس موقعہ پر موجود تھے- مولوی عبدالرحمٰن صاحب کا نام بھی اخبار میں درج ہے- (۲۲)

۵) اخبار الحکم قادیان مؤرخہ ۱۹ مئی ۱۸۹۹ء میں ایک فہرست اُن احباب کی شائع ہوئی ہے- جنہوں نے تعلیم الاسلام ہائی سکول کے بورڈنگ ہاؤس کی تعمیر کے لئے چندہ دیا تھا- اس فہرست میں ایک نام اس طرح درج ہے:

''میاں عبدالرحمٰن صاحب کابلی''

اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب ۱۸۹۹ء میں بھی قادیان آئے تھے- (۲۳)

۶) جناب قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت احمدیہ صوبہ سرحد تحریر کرتے ہیں کہ آخری دفعہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب دسمبر ۱۹۰۰ء میں قادیان آئے اور واپسی پر براستہ پشاور افغانستان گئے- قیام پشاور کے دوران جناب خواجہ کمال الدین صاحب وکیل کے بالا خانہ پر بیرون کابلی دروازہ رہائش رکھی اور کچھ عرصہ قیام کر کے وطن روانہ ہوئے- ان دنوں میں سرحدی علاقوں کے قبائلی جہاد کے نام پر بے گناہ انگریزوں کو جو سرحد میں مختلف مقامات پر رہائش رکھتے تھے- ان کے ناحق قتل وخون میں مصروف رہتے تھے اور اپنے آپ کو غازی قرار دیتے تھے- یہ حالات دیکھ کر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک رسالہ لکھ کر شائع فرمایا تھا- جس میں اسلامی تعلیم کی رو سے جہاد کی حقیقت واضح کی گئی تھی اور مسلمانوں کو غلط قسم کے جہاد بالسیف سے منع کیا گیا تھا-

اسی طرح انجمن حمایت اسلام لاہور اور بعض غیر احمدی علماء نے بھی اس قسم کے قتل و غارت کو غلط اور ناجائز قرار دیا تھا اور اپنے موقف کی اشاعت کے لئے فتاویٰ عربی، فارسی

اور اردو، زبانوں میں چھوٹے چھوٹے رسالوں کی صورت میں چھاپ کر انہیں قبائلی علاقوں میں تقسیم کروانے کا انتظام کیا تھا۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب افغانستان جاتے ہوئے یہ رسائل اور پمفلٹس اپنے ساتھ لے گئے اور افغانستان جا کر ان کو وہاں پر تقسیم کیا اور وہاں کے علماء سے بھی اس زمانہ میں جہاد بالسیف کے بارہ میں گفتگو کی۔ اس کی رپورٹ امیر عبدالرحمٰن خان کو کی گئی۔ اس نے مولوی عبدالرحمٰن کو بلا کر بیان لیا اور پھر ان کو جیل میں ڈال دیا اور مولوی صاحب کے عقائد اور ان کتابوں کے مضمون کو اپنے خیالات کے خلاف پا کر ان کے قتل کا حکم دے دیا۔ چنانچہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب کو جیل میں ہی دم بند کر کے شہید کر دیا گیا۔ (۲۴)

۷) سید محمود احمد افغانی شکّہ صوبہ پکتیا کی تحقیق کے مطابق حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب کی شہادت ۲۰ جون ۱۹۰۱ء کو ہوئی۔

۸) مولوی عبدالرحمٰن صاحب کی شہادت کے بارہ میں سید احمد نور صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

''امیر عبدالرحمٰن کے پاس کسی نے رپورٹ کی کہ مولوی عبدالرحمٰن جو منگل قوم کے ہیں اور جو آپ سے دوسو چالیس روپیہ پاتے ہیں۔ کسی غیر ملک میں چلے گئے ہیں۔ امیر عبدالرحمٰن خان کی طرف سے گورنر خوست کے نام حکم پہنچا کہ مولوی عبدالرحمٰن کو گرفتار کیا جاوے۔ گورنر نے شہید مرحوم کو اطلاع دی کہ ایسا حکم امیر کی طرف سے آیا ہے۔ جب مولوی عبدالرحمٰن کو معلوم ہوا تو وہ چھپ گئے۔ اس کے بعد دوبارہ حکم ہوا کہ اس کا مال و اسباب ضبط کیا جاوے اور اس کے تمام اہل و عیال کو یہاں بھیج دیا جائے۔ جب مال و اسباب ضبط ہو گیا اور اہل و عیال کو کابل بھیجا گیا۔ تو عبدالرحمٰن شہید خود امیر کے پاس چلا گیا۔ امیر نے پوچھا کہ تم غیر علاقہ میں کیوں گئے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ سرکار کی خدمت کے لئے قادیان گیا تھا اور جس شخص نے دعویٰ مسیحیت کا کیا ہے۔ اس کی کتابیں اپنے ساتھ لایا ہوں۔ امیر نے ان سے کتابیں لے کر ان کو قید میں بھیج دیا۔ اس کے بعد کچھ معلوم نہیں ہوا کہ وہ کہاں گئے اور کیا حال ان کا ہوا یا اندر ہی غائب ہو گئے۔ اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے۔ اور افواہ اس کی یہ ہے کہ ان کے منہ پر تکیہ رکھ کر ان کا سانس بند کر کے مار دیا گیا۔'' (۲۵)

سید احمد نور نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ''آپ ڈیڑھ دو ماہ قید خانہ میں رہے اور پھر قید خانہ میں ہی شہید کر دیئے گئے۔'' (۲۶)

مولوی عبد الرحمٰن صاحب کی شہادت کی اطلاع قادیان میں ملنا

اگر چہ مولوی عبد الرحمٰن صاحب کو ۲۰ جون ۱۹۰۱ء کو کابل میں شہید کر دیا گیا تھا۔ لیکن ان کی شہادت کی اطلاع قادیان آ کر مولوی عبد الستار خان معروف بہ بزرگ صاحب نے نومبر ۱۹۰۱ء میں دی اسبارہ میں اخبار الحکم رقمطراز ہے کہ

''خوست علاقہ غزنی سے حضرت اقدسؑ کے ایک مخلص مرید مولوی عبد الستار صاحب مع اپنے تین رفیقوں کے تشریف لائے۔ مولوی عبد الستار صاحب کی زبانی ہمیں معلوم کر کے از بس افسوس ہوا کہ ہمارے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک مخلص دوست مولوی عبد الرحمٰن صاحب جو اس علاقہ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اشاعت کا موجب ہوئے۔ کسی ناخدا ترس کے اشارہ سے شہید کئے گئے۔ اِنّا لِلّٰه وَاِنّا الیهِ راجِعُون'' (۲۷)

مولوی عبد الرحمٰن صاحب کی شہادت کے بعد

حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف کا شہر کابل میں قیام

سید احمد نور کا بیان ہے کہ مولوی عبد الرحمٰن صاحب کی شہادت کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب کی شکایت بھی امیر عبد الرحمٰن خان کے پاس کی گئی کیونکہ مولوی عبد الرحمٰن صاحب حضرت صاحبزادہ صاحب کے شاگرد تھے۔ امیر عبد الرحمٰن خان نے آپ کو کابل بلوا لیا اور آپ نے وہاں رہائش اختیار کر لی۔ مستوفی الملک مرزا محمد حسین کوتوال آپ کا نگران تھا۔ کابل میں آپ کے شاگرد اور اہل و عیال بھی ساتھ تھے۔ کابل میں آپ نے تدریس کا کام جاری رکھا۔ آپ ایک مسجد میں تعلیم دیا کرتے تھے جو شور بازار کے آخر میں واقع تھی۔ (۲۸)

مولوی عبد الستار خان صاحب کا بیان آپ کے کابل جانے کے بارہ میں کچھ مختلف ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز والئی خوست نے صاحبزادہ صاحب سے ذکر کیا کہ اس

ملک میں بڑا بگاڑ پیدا ہو چکا ہے- لوگ شیطان سیرت ہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کا کوئی دشمن آپ کی شکایت امیر عبدالرحمٰن خان کے پاس کر دے- اور وہ آپ کو کابل بلوائے اس لئے بہتر ہے کہ آپ خود ہی امیر کے پاس ہو آئیں- تا کہ کوئی آپ کی رپورٹ نہ کر سکے- آپ معزز اور پوزیشن والے آدمی ہیں- آپ سے مل کر امیر بہت خوش ہو گا اور آپ سے عزت و احترام سے پیش آئے گا- چنانچہ آپ کچھ آدمیوں کے ساتھ کابل چلے گئے- وہاں ان دنوں امیر کا دربار رات کو ہوا کرتا تھا- آپ چند دن کابل میں ٹھہرے- جب دربار میں حاضر ہوئے تو امیر عبدالرحمٰن خان آپ سے مل کر بہت خوش ہوا اور کہا کہ آپ کے بارے میں مجھے رپورٹیں تو ملی تھیں مگر میں نے ان کو نظر انداز کر دیا اور میں آپ کے آنے سے بہت خوش ہوا ہوں- جب امیر سے ملاقات ہو چکی تو صاحبزادہ صاحب کو گھر واپس جانے کا خیال آیا لیکن بعض درباریوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ یہ امیر قابو میں نہیں- ایسا نہ ہو کہ آپ گھر پہنچیں اور پیچھے آپ کو واپس بلانے کے لئے آدمی بھجوا دیئے جائیں- اسلئے بہتر ہے کہ آپ یہیں ٹھہر جائیں- اس پر آپ نے امیر عبدالرحمٰن خان سے کہا کہ میں کابل میں ہی رہنا چاہتا ہوں- یہ سن کر امیر نے اس پر بہت پسندیدگی کا اظہار کیا اور آپ کابل میں رہنے لگے-(۲۹)

امیر عبدالرحمٰن خان کی وفات

مولوی عبدالرحمٰن ۲۰ جون ۱۹۰۱ء کو شہید کئے گئے- اس کے جلد بعد امیر عبدالرحمٰن خان پر فالج کا حملہ ۱۰ ستمبر ۱۹۰۱ء کو ہوا- جس سے اس کا داہنا پہلو بے کار ہو گیا- ماہر ڈاکٹروں اور طبیبوں نے اس کے علاج میں بہت کوشش کی لیکن اس کی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی- امیر عبدالرحمٰن خان، حضرت صاحبزادہ صاحب کو بزرگ سمجھتا تھا- اس واسطے اس بیماری میں اس کی خواہش تھی کہ آپ اس کے پاس موجود رہا کریں- چنانچہ آپ روزانہ امیر کو ملنے جایا کرتے تھے- ایک روز آپ امیر کو دیکھ کر آئے تو سید احمد نور سے فرمایا کہ امیر سخت بیمار ہے- جانے والا ہے صرف آج کی رات زندہ رہے گا- صبح حضرت صاحبزادہ صاحب کو بلوایا گیا- ان دنوں

امیر کی رہائش باغ بالا میں تھی- آپ اندر گئے اور جلدی باہر آ گئے اور سید احمد نور سے فرمایا کہ امیر تو سچ مچ مر گیا- اسی روز امیر حبیب اللہ خان کو دلکشا سلام خانہ میں دستار بندی کے لئے لایا گیا- حضرت صاحبزادہ صاحب نے امیر حبیب اللہ کی خواہش پر اس کے سر پر دستار باندھی آخر میں چندبَل قاضی نے باندھے- یہ کاروائی ایک خاص دربار میں ہوئی- لوگوں کی تعداد محدود تھی- عام لوگوں کو نہ بلایا گیا تھا- سید احمد نور صاحب حضرت صاحبزادہ صاحب کے ساتھ اندر چلے گئے تھے- امیر عبدالرحمٰن خان کی وفات سے حضرت صاحبزادہ صاحب کی کابل میں نظر بندی ختم ہو چکی تھی- جو مولوی عبدالرحمٰن کی شہادت کے بعد شروع ہوئی تھی- امیر حبیب اللہ خان نے آپ سے کہا کہ اگر آپ وطن جانا چاہتے ہیں- تو خوشی سے جا سکتے ہیں اور آپ کی درخواست پر آپ کو حج پر جانے کی اجازت بھی دے دی- چنانچہ آپ امیر عبدالرحمٰن خان کی وفات کے قریباً چار ماہ بعد کابل سے اپنے وطن سیّدگاہ واپس آ گئے-(۳۰)

ببلیو گرافی

۱ کتب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام تذکرۃ الشہادتین، انجام آتھم، براہین احمدیہ حصہ پنجم، حقیقۃ الوحی، کتاب البرّیہ

۲ ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، جلد سوم

۳ (حضرت صاحبزادہ عبداللطیف) شہید مرحوم کے چشمدید واقعات، حصہ اوّل مصنفہ سید احمد نور کابلی

۴ شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ دوم بیان کردہ مولوی عبدالستار صاحب معروف بہ بزرگ صاحب شائع کردہ سید احمد نور کابلی

۵ قلمی مسودہ روایات، سید احمد نور صاحب، صاحبزادہ ابوالحسن قدسی صاحب، مولوی شان محمد صاحب بتوسط مولوی شہزادہ خان صاحب یہ مسودہ قادیان میں ۳۱/اگست ۱۹۴۷ء کو مکمل کیا گیا۔

۶ تاریخ احمدیت افغانستان مرتبہ سید محمود احمد افغانی، ۱۹۹۳ء بزبان پشتو، بصورت مسودہ

۷ اخبار الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۱ء

۸ تاریخ احمدیت، جلد سوم

حوالہ جات

(۱)انجام آتھم صفحہ۴۲ روحانی خزائن جلد۱۱صفحہ ۳۲۶
(۲) تذکرۃ الشہادتین صفحہ۴۵ روحانی خزائن جلد۲۰صفحہ ۴۷
(۳) تذکرۃ الشہادتین صفحہ۴۵ - ۴۶ مطبوعہ روحانی خزائن جلدنمبر۲۰صفحہ ۴۷ - ۴۸
(۴) تذکرۃ الشہادتین صفحہ۵۱ روحانی خزائن جلدنمبر۲۰، صفحہ۵۳
(۵) تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۷ - ۷۲، روحانی خزائن جلدنمبر۲۰، صفحہ۶۹ - ۷۴
(۶) براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۶۶، روحانی خزائن جلدنمبر۲۱صفحہ ۸۵
(۷) براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ۶۶، روحانی خزائن جلدنمبر۲۱، صفحہ۸۵
(۸) براہین احمدیہ حصہ پنجم حاشیہ صفحہ۶۶ - ۶۷، روحانی خزائن جلدنمبر۲۱، صفحہ۸۵ - ۸۶
(۹)ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۶روحانی خزائن جلدنمبر۲۱صفحہ ۳۵۷
(۱۰)حقیقۃ الوحی صفحہ۲۶۲، روحانی خزائن جلدنمبر۲۲صفحہ ۲۷۴
(۱۱)حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۴۶ - ۳۴۷، روحانی خزائن جلدنمبر۲۲صفحہ ۳۵۹ - ۳۶۰
(۱۲) اخبارالحکم مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۴ء ملفوظات جلد سوم صفحہ ۵۱۱ - ۵۱۲
(۱۳)قلمی مسودہ صفحہ ۱۶
(۱۴)قلمی مسودہ صفحہ۱۵
(۱۵) تاریخ احمدیت افغانستان بزبان پشتو قلمی مسودہ
(۱۶) تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۱۶۶ - ۱۶۷
(۱۷)ملخص از قلمی مسودہ صفحہ۱۲ تا صفحہ۱۴
(۱۸)ملخص از رسالہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۴۱، و تذکرہ الشہادتین صفحہ ۴۶ - ۴۷، و قلمی مسودہ روایات، و تاریخ احمدیت افغانستان مصنفہ سید محمود احمد افغانی بہ زبان پشتو
(۱۹) رجسٹر روایاتِ صحابہ جلد نمبر ۱۰، صفحہ ۳۶۵ - ۳۶۶

(۲۰) رجسٹر روایاتِ صحابہ جلد نمبر ۱۰، صفحہ ۳۲۶ - ۳۲۷

(۲۱) رجسٹر روایاتِ صحابہ جلد نمبر ۵، صفحہ ۱۶۰ - ۱۶۵

(۲۲) اخبار الحکم ۲ مارچ ۱۸۹۸ء و کتاب البریہ صفحہ ۲۹، روحانی خزائن جلد نمبر ۱۳، صفحہ ۲۹ - ۳۰

(۲۳) اخبار الحکم ۱۹ مئی ۱۸۹۹ء

(۲۴) ملخّص از رسالہ عاقبۃ المکذ بین حصہ اوّل صفحہ ۳۱ - ۳۲، مصنفہ جناب قاضی محمد یوسف صاحب

(۲۵) شہید مرحوم کے چشمد ید واقعات حصہ اول صفحہ ۴ - ۵

(۲۶) قلمی مسودہ صفحہ ۱۶

(۲۷) اخبار الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۱ء، صفحہ ۱۵

(۲۸) ملخّص از قلمی مسودہ صفحہ ۱۶ - ۱۷

(۲۹) شہیدِ مرحوم کے چشمد ید واقعات حصہ دوم صفحہ ۱۴ - ۱۵

(۳۰) ملخّص از قلمی مسودہ صفحہ ۱۶ - ۱۹

رف سکیچ افغانستان صوبہ سرحد صوبہ پنجاب

باب دوم
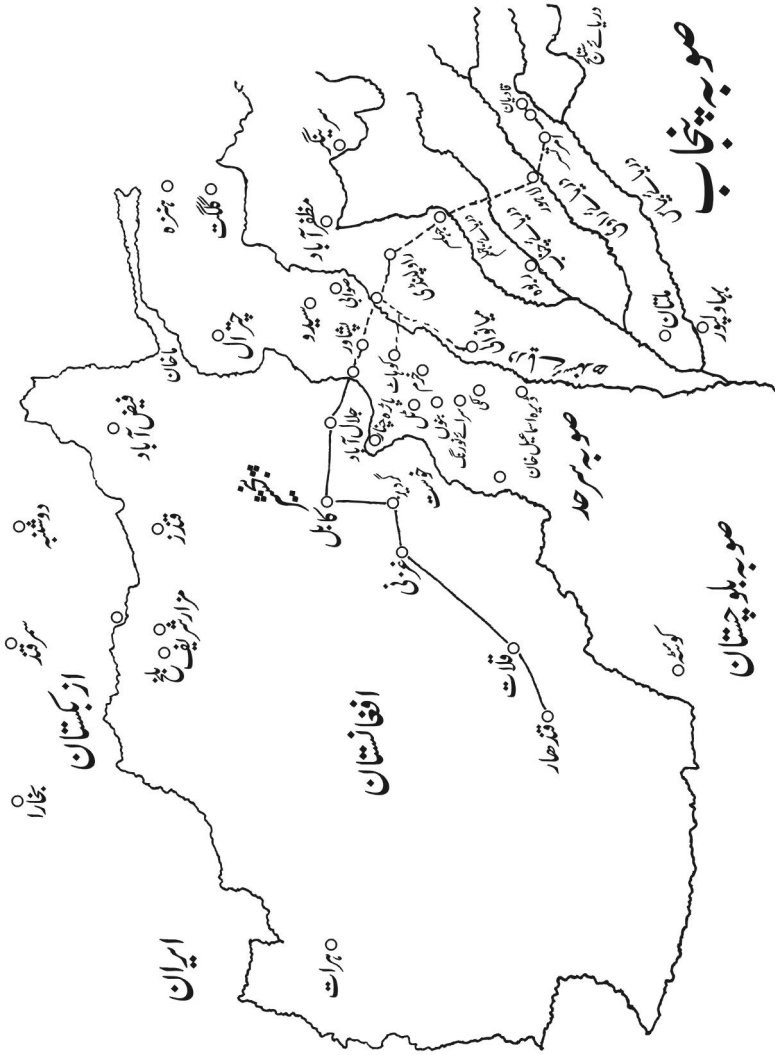
شیخ عجم

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شہید افغانستان کی سوانح حیات

(۱۸۵۳ء-۱۹۰۳ء)

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیفؓ کا وطن، خاندان اور پیدائش

حضرت صاحبزادہ صاحب افغانستان کے صوبہ پکتیا کے علاقہ خوست کے رہنے والے تھے- اُن کے گاؤں کا نام سیّدگاہ ہے جو دریائے شمل کے کنارہ پر آباد ہے- پکتیا میں چند گاؤں آپ کی ملکیت تھے- زرعی اراضی کا رقبہ سولہ ہزار کنال تھا- اس میں باغات اور پَن چکیاں بھی تھیں- اس کے علاوہ ضلع بنّوں میں بھی بہت سی زمین تھی- آپ کے والد صاحب کا نام سید محمد شریف تھا- حضرت صاحبزادہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا شجرۂ نسب تو جل کر ضائع ہو گیا لیکن میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ ہم حضرت سید علی ہجویریؒ المعروف بہ داتا گنج بخش کی اولاد ہیں- ہمارے آباء دہلی کے بادشاہوں کے قاضی ہوتے تھے- خاندان کی ایک بڑی لائبریری تھی جس کی قیمت نو لاکھ روپیہ بتائی جاتی ہے- جب ہمارے بزرگوں نے حکومت میں عہدے حاصل کر لئے تو ان کی توجہ کتب خانہ کی طرف نہ رہی اور یہ کتابیں ضائع ہوگئیں- میرا اپنا یہ حال ہے کہ جائیداد چونکہ مجھے ورثہ میں ملی ہے اس لئے اسے رکھنے پر مجبور ہوں ورنہ میرا دل دولت کو پسند نہیں کرتا-

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے کہ صاحبزادہ صاحب کی عمر ۵۰ سال تھی- حضورؑ فرماتے ہیں:

''قریباً پچاس برس کی عمر تک تنعم اور آرام میں زندگی بسر کی تھی''-(۱)

حضرت صاحبزادہ صاحب کی شہادت ۱۹۰۳ء میں ہوئی اس طرح ان کا سن پیدائش ۱۸۵۳ء بنتا ہے- جناب قاضی محمد یوسف صاحب مرحوم امیر جماعت احمدیہ صوبہ سرحد نے ۱۹۰۲ء کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر قادیان میں حضرت صاحبزادہ صاحب کو دیکھا تھا- وہ لکھتے ہیں:

''حضرت شہید مرحوم کا قد درمیانہ تھا- ریش مبارک بہت گھنی نہ تھی- بال اکثر سیاہ تھے اور ٹھوڑی پر کچھ کچھ سفید تھے''-(۲)

حضرت صاحبزادہ صاحب کے شاگرد سید احمد نور صاحب کابلی نے محرم ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے حالات شائع کئے تھے۔ انہوں نے آپ کی عمر ساٹھ اور ستّر سال کے درمیان لکھی ہے۔ میری رائے میں یہ اندازہ کی غلطی ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کی عمر شہادت کے وقت جیسا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تذکرۃ الشہادتین میں تحریر فرمایا ہے پچاس سال ہی تھی۔ (۳)

تحصیل علم کے سفر

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف نے ہندوستان میں مندرجہ ذیل مقامات پر علوم مروّجہ کی تعلیم حاصل کی:

امرتسر، لکھنؤ، دیوبند اور ضلع پشاور۔ ان جگہوں پر ان کا مجموعی قیام کئی سال رہا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب عربی، فارسی، پشتو اور اردو زبانیں جانتے تھے۔

جب آپ کا حصول علم کے لئے سفر کا ارادہ ہوا تو پہلے بنوں آئے۔ یہاں کچھ عرصہ قیام کیا اس دوران میں علاقہ کے نمبردار آپ کے پاس آیا کرتے تھے اور آپ کی خاطر گھڑ سواری اور نیزہ بازی وغیرہ کھیل کھیلا کرتے تھے۔ آپ نے ان سے مشورہ کیا تو انہوں نے عرض کی کہ اب برسات کا موسم ہے اسے گزر لینے دیں۔ بارشوں کے بعد ہندوستان کا سفر کریں۔ آپ نے یہ مشورہ قبول نہیں کیا اور اسی موسم میں روانہ ہو گئے۔ آپ کے پاس بہت سا سامان اور نقدی تھی۔ جب کُرّم دریا پر پہنچے تو وہ بہت چڑھا ہوا تھا۔ پانی نہایت گدلا تھا۔ آپ نے کپڑے اور سامان گھوڑے پر رکھا اور تہہ بند باندھ کر سوار ہو گئے اور گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ ہم سفروں کے گھوڑے تو دریا عبور کر گئے لیکن آپ کا گھوڑا لہروں کی تاب نہ لا سکا اور ڈوبنے لگا۔ آپ دریا میں کود گئے۔ آپ کو تیرنا نہ آتا تھا، غوطے کھانے لگے۔ اس دوران آپ کے لبوں پر یہ الفاظ تھے "یا رحیم، یا رحیم، یا رحیم"۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور آپ دوسرے کنارے تک پہنچ گئے۔ سامان اور نقدی سب ضائع ہو گئی۔

پاس ہی ایک گاؤں تھا جس میں ایک صاحب مولوی جان گُل رہتے تھے وہ آپ کے واقف تھے۔ ان کے ہاں چلے گئے۔ صاحبزادہ صاحب نے ان سے حصول علم کے لئے سفر کرنے کا ذکر کیا۔ مولوی صاحب نے عرض کی کہ میں بھی ساتھ چلتا ہوں۔ آپ نے فرمایا میرے پاس تو اس وقت ایک تہہ بند ہے۔ فقیرانہ بھیس میں جاؤں گا اگر آپ میرے ساتھ جانا چاہتے ہیں تو ایسے ہی لباس میں جانا ہوگا اور ملنگ بن کر سفر کرنا ہوگا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کو سینہ ننگا رکھنا پسند نہ تھا اس لئے دوران سفر ایک رومال سے سینہ ڈھانک لیا کرتے تھے۔

امرتسر میں کشمیری محلّہ کے ایک حنفی المذہب مولوی صاحب کے پاس قیام کیا۔ وہاں ایک بڑی لائبریری تھی اس سے آپ نے بہت استفادہ کیا۔ رات دن مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ امرتسر میں عام لوگوں سے واقفیت نہیں پیدا کی۔ گمنامی کی حالت میں رہتے تھے۔ کبھی کبھی تارک الدنیا فقراء کے پاس چلے جاتے تھے۔ صاحبزادہ صاحب کو گھر سے خرچ کے لئے روپیہ آیا کرتا تھا اس سے غریبوں کی مدد کر دیا کرتے تھے اور خود سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔

امرتسر میں آپ پر عجیب وغریب حالات گزرتے تھے فرماتے تھے وہاں مجھے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کی ایسی خوشبو آتی تھی جیسے کسی باریک رومال میں کوئی خوشبو پاس ہی رکھی ہوئی ہو۔ خاکسار کی رائے میں یہ خوشبو قُربِ قادیان کی وجہ سے آتی تھی جہاں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بنفس نفیس موجود تھے۔

فرمایا کرتے تھے کہ امرتسر کے مولوی صاحب سے میں نے تدریس کے طور پر تعلیم نہیں پائی البتہ ان کی لائبریری سے بہت استفادہ کیا اور کبھی کوئی بات پوچھنی ہوتی تو ان سے پوچھ لیا کرتا تھا۔

ایک دفعہ ایک اہل حدیث مسلک کے کسی عالم کی طرف سے دہلی سے ایک رسالہ حنفی مولوی صاحب کے نام آیا۔ انہوں نے صاحبزادہ صاحب سے اس کا ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ دہلی سے بعض علماء اختلافی مسائل پر بحث کرنے کے لئے امرتسر آرہے ہیں کیا کرنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اپنا وکیل بنا دیں۔ ان کے آنے پر میں خود ہی انہیں جواب دے لوں

گا - جب دہلی سے اہل حدیث مولوی صاحبان آئے تو آپ ان سے بحث کرنے کے لئے تیار ہوکر آ گئے - اس موقعہ پر جو سوالات کئے گئے حضرت صاحبزادہ صاحب نے ان کے ایسے جواب دئے کہ آنے والے مولوی حیران رہ گئے اور خاموشی سے دہلی واپس چلے گئے -

لکھنو میں حضرت صاحبزادہ صاحب مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلّی کے شاگرد تھے - مولانا عبدالحی صاحب دوسرے طالبعلموں کی نسبت آپ کی طرف زیادہ توجہ فرماتے تھے - اس کا دوسرے شاگردں نے شکوہ کیا اس پر مولانا نے فرمایا: اس کا نام لطیف، قوم لطیف، زمین لطیف، رنگ لطیف - جب اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنے لطف جمع کر دئے ہیں تو ایک لطف میرا بھی سہی - تم کیوں برا مانتے ہو - اس موقعہ پر ضمناً یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مولانا عبدالحی فرنگی محلّی کے ممتاز شاگردوں میں دو اور احمدی بزرگ بھی تھے جو کسی زمانہ میں ان سے تعلیم پاتے رہے - یعنی حضرت مولانا سید عبدالواحد صاحب امیر بنگال اور حضرت مولانا سید عبدالماجد صاحب امیر بہار -

حضرت صاحبزادہ صاحب ایام طالب علمی میں صوبہ سرحد کے ایک مقام بازید خیل میں بھی مقیم رہے تھے - یہ گاؤں جناب صاحبزادہ سیف الرحمٰن صاحب مرحوم کا ہے - بازید خیل میں بہت سے بزرگ عالم گزرے ہیں اور تحصیل علم کے لئے دور دور سے طالب علم یہاں آتے تھے - جناب صاحبزادہ غلام احمد صاحب نے بتایا کہ حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب سے ان کے خاندان کی جدی رشتہ داری بھی ہے - (۴)

تحصیل علم کے بعد وطن میں قیام اور مصروفیات

تحصیل علم کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب اپنے وطن واپس آ گئے اور سید گاہ میں قیام کر کے علوم دینیہ کی تعلیم و تدریس، اصلاحِ احوال، قیام سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور تربیت خَلق میں مصروف ہو گئے - اس وقت وہاں کے رواج کے مطابق ان کی سوتیلی مائیں ان کے آبائی گھر میں بیوگی کی حالت میں اپنا وقت گزار رہی تھیں - ان کو کہیں آنے جانے کی

اجازت نہ تھی- پہلا کام آپ نے یہ کیا کہ ان سے کہا کہ اگر وہ شادی کرنا چاہیں تو کر سکتی ہیں اور اگر اپنے گھروں کو جانا چاہیں تو جتنا سامان چاہیں ساتھ لے کر جا سکتی ہیں، ان کی طرف سے اجازت ہے-اس پر وہ اپنی خواہش کے مطابق رخصت ہو گئیں-

جب آپ کی برادری کے لوگوں کو اس کا علم ہوا تو وہ آپ سے ناراض ہوئے اور کہا کہ آپ نے تو ہماری ناک کاٹ ڈالی ہے- حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ اگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر عمل کرنے سے ناک کٹتی ہے تو کٹے مجھے ایسی ناک کی ضرورت نہیں-

سید احمد نور بیان کرتے ہیں کہ آپ کے مہمان خانہ میں عموماً تیس چالیس آدمی رہتے تھے- آپ بہت مہمان نواز تھے- ان سب لوگوں کے کھانے کا انتظام آپ کی طرف سے ہوتا تھا- آپ کی ایک وسیع بیٹھک تھی جس میں دوصد افراد بیٹھ سکتے تھے- جب لوگ نماز کے لئے آتے تو پہلے بیٹھک میں مجلس ہوتی، قرآن وحدیث کا درس دیا جاتا تھا اور دینی امور پر گفتگو ہوتی تھی- جب نماز کا وقت ہوتا تو سب مسجد میں آ جاتے اور نماز ادا کرتے تھے-مسجد میں نماز سے پہلے یا بعد میں کوئی بات چیت نہیں ہوتی تھی-مسجد کے احاطہ میں حجرے بنے ہوئے تھے جن میں آپ کے شاگرد رہا کرتے تھے- جانب شمال ایک نہر تھی جو آپ کے گھر کے صحن میں سے گزرتی تھی-

آپ نہایت سخی تھے اور غرباء کا خاص خیال رکھتے تھے- جب قحط سالی ہوتی تو آپ اپنا تمام غلہ فروخت کر کے اس سے حاصل شدہ آمد غریبوں کی امداد میں صرف کر دیا کرتے تھے-

اس زمانہ میں خوست میں تین قسم کے لوگ تھے- ایک طبقہ حاکموں کا تھا، دوسرے عام مولوی اور تیسرے شیخان جو تصوف کا رنگ رکھتے تھے اور اپنے آپ کو قادری سلسلہ کی طرف منسوب کرتے تھے-

حضرت صاحبزادہ صاحب فرمایا کرتے تھے جب میں نے ان تینوں گروہوں کو دیکھا

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کے خلاف پایا- حاکم نہایت ظالم تھے اور لوگوں سے ناجائز طریق سے روپیہ وصول کر کے دولت سمیٹتے تھے- مولویوں کو دیکھا تو انہیں ایسا پایا کہ ہر ایک سے جھگڑتے ہیں اور فتویٰ بازی کرتے رہتے ہیں- شیخان کو دیکھا کہ ان کے ہاتھوں میں لمبی لمبی تسبیحیں پائیں- وہ بہت سے امور میں قرآن وحدیث کے خلاف تعلیم دیتے تھے مثلاً یہ کہ پٹے رکھنا حرام ہے-نسوار کا استعمال حرام ہے جس زمین میں نسوار کا پودہ کاشت کیا جائے پلید ہو جاتی ہے اور تین سال تک اس میں لگائی گئی فصل کا استعمال حرام ہوتا ہے-نسوار استعمال کرنے والے کی بیوی بغیر اس کے کہ اسے طلاق دی جائے مطلّقہ ہو جاتی ہے- وہ لوگ مانڑکی (مانکی) کے پیر صاحب کے متبع تھے- ان کا عقیدہ تھا کہ ان کے پیر کو آسمان میں، زمین کے نیچے اور دریاؤں کے اندر جس قدر بھی مخلوق ہے اس کا علم ہے-

آپ کے شاگرد مولانا عبدالستار خان بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی صحبت میں آنے سے پہلے میں بھی شیخان سے تعلق رکھتا تھا لیکن جب میں نے اپنے پہلے استاد کو چھوڑ کر حضرت صاحبزادہ صاحب کی شاگردی اختیار کی اور آپ سے بہت سے حقائق و معارف سنے تو ان کا میرے دل پر بہت اثر ہوا- ایک مرتبہ میں نے آپ سے شیخان کے عقائد کے بارہ میں سوال کیا تو آپ نے ان کی تردید فرمائی اور سمجھایا کہ جو بھی پیر و مرشد دنیا میں ہیں وہ خدا تعالیٰ کے بندے ہیں اور اس کے حکم کے تابع ہیں وہ خدا کے رسول کے قدم پر ہوتے ہیں اور یہی ان کی بزرگی ہے- ولایت، قطبیت یا غوثیت اس سے زیادہ کچھ نہیں-

مولانا عبدالستار خان صاحب نے بیان کیا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب اور دوسرے عالموں کے کلام میں یہ امتیاز ہوتا تھا کہ جب عام مولویوں سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو وہ یوں جواب دیتے تھے کہ ان کے خیال میں یہ مسئلہ اس طرح ہوگا- وہ لوگ ظنّی باتیں کرتے تھے، انہیں یقین حاصل نہیں تھا- لیکن آپ جب جواب دیتے تو پورے یقین اور وثوق کے ساتھ دیا کرتے تھے-

چونکہ شیخان افغانستان میں بکثرت پھیلے ہوئے تھے اس لئے حضرت صاحبزادہ

صاحب نے ان کے حالات کی تحقیق کی ضرورت محسوس کی۔ چنانچہ آپ نے ان سے نرمی اور محبت کا تعلق رکھنا شروع کیا۔ جو لوگ آپ کے پاس آتے آپ انہیں قرآن و حدیث کی طرف دعوت دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ شیخان کا ایک عالم آپ کے پاس آیا اور عرض کی کہ صاحبزادہ صاحب آپ کو ہمارے استاد پیر صاحب مانڑکی سے ملنا چاہئے جو اس وقت سوات کے آخون صاحب کے مؤذن ہیں۔ چنانچہ صاحبزادہ صاحب ان سے ملنے کے لئے روانہ ہوئے۔ اثناء سفر میں جگہ جگہ شیخان آپ کو ملتے رہے۔ وہ آپ کی بہت عزت کرتے تھے اور اس بات پر خوش ہوتے تھے کہ اتنا بڑا آدمی ہمارے پیر کا شاگرد بننے کے لئے جارہا ہے۔ حالانکہ آپ کا مقصد ان کے حالات معلوم کرنا تھا۔ وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ کیا شیخان کے مولوی جن مخصوص عقائد کی افغانستان میں تعلیم دیتے ہیں وہ واقعی پیر صاحب مانڑکی کے عقائد ہیں یا یہ امور ان کی طرف غلط منسوب کئے جاتے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب فرماتے تھے کہ جب میں پیر صاحب سے ملا تو معلوم ہوا کہ بظاہر وہ اچھے آدمی ہیں اور ان کے منہ سے میں نے کوئی ایسی بات نہیں سنی جو شیخان ان کی طرف منسوب کیا کرتے تھے۔ میں چند روز ان کے پاس رہ کر واپس آ گیا۔

جب حضرت صاحبزادہ صاحب واپس آئے تو شیخان پہلے سے زیادہ تعداد میں آپ کے پاس آنے لگے۔ ان کا خیال تھا کہ آپ ان کے پیر سے مل کر آئے ہیں اس لئے ان کی باتیں سننی چاہیں۔ جب شیخان کے مخصوص مسائل کے بارہ میں فتویٰ پوچھا جاتا تو حضرت صاحبزادہ صاحب کی رائے سن کر ان کو تعجب ہوتا اور وہ کہتے کہ مانکی کے پیر صاحب تو یوں کہتے ہیں لیکن آپ اُن کی رائے کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں۔

اس پر حضرت صاحبزادہ صاحب نے ایک دفعہ پھر سفر کیا۔ آپ اس امر کی تحقیق کرنا چاہتے تھے کہ آیا ان باتوں کی پیر صاحب خود تعلیم دیتے ہیں یا یہ لوگ ان کی طرف غلط طور پر منسوب کرتے ہیں۔ جب آپ دوسری مرتبہ ان کے پاس پہنچے تو معلوم ہوا کہ مانکی صاحب کے پاس ایک اور مولوی صاحب آئے ہوئے ہیں جو سوٹا کے پیر صاحب کے نام سے مشہور

ہیں- سوٹا صوبہ سرحد میں صوابی کے نزدیک ایک مقام ہے- ان دونوں پیروں کے درمیان مذکورہ بالا اختلافی مسائل پر جھگڑا ہورہا تھا- بحث کے مقام پر دونوں فریقوں کے ہزار ہا حامی موجود تھے- بالآخر باہم یہ طے پایا کہ تصفیہ کے لئے کسی تیسری جگہ جانا چاہئے اور صحیح مسلک معلوم کرنا چاہئے- دریں اثنا حضرت صاحبزادہ صاحب وہاں پہنچ گئے- انہوں نے جھگڑا سن کر کہا کہ یہیں پر کتابیں دیکھ کر معلوم کر لیتے ہیں کہ صحیح راستہ کون سا ہے، جھگڑا کرنے کی کیا ضرورت ہے- آپ نے متنازع فیہ مسائل کے حل کے لئے بہت سی کتابوں کے حوالے پیش کئے لیکن پیر صاحب مانکی نے انہیں ماننے سے انکار کر دیا- تب حضرت صاحبزادہ صاحب کا دل ان سے پھر گیا اور ان کو یقین ہو گیا کہ وہ صداقت کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہونگے -مجلس مباحثہ میں حضرت صاحبزادہ صاحب نے ان مولویوں کو کشفاً بندروں کی شکل میں دیکھا تھا-

انگریزی حکومت کو رپورٹ ملی کہ جھگڑا بڑھ گیا ہے، ہزاروں لوگ جمع ہیں اور فساد کا اندیشہ ہے تو اس نے حکم دے کر تمام مجمع منتشر کروا دیا- حضرت صاحبزادہ صاحب بھی واپس روانہ ہو گئے- پشاور میں آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤیا میں دیکھا، حضورؐ نے فرمایا کہ یہ لوگ تو مبتدع ہیں ان کو یونہی کیوں چھوڑ کر آ گئے- اس پر حضرت صاحبزادہ صاحب واپس گئے اور ان کو یہ پیغام پہنچایا کہ میں تمہارے غلط عقائد اور تمہاری لمبی لمبی تسبیحوں سے بیزار ہوں- یہ پیغام دے کر واپس وطن کی طرف روانہ ہو گئے- راستہ میں جا بجا شیخان کے غلط عقائد کی تردید بیان کرتے رہے-

بعض لوگوں نے آپ سے عرض کی کہ آپ کی باتیں تو درست ہیں لیکن شیخان اس علاقے میں بکثرت پھیلے ہوئے ہیں ان کی مخالفت کرنا خطرناک دشمنی مول لینا ہے لیکن حضرت صاحبزادہ صاحب اپنے طریق پر جرأت سے قائم رہے-

جب آپ وطن پہنچے تو شیخان کی تردید میں بہت کام کیا- اپنے شاگردوں کو متعلقہ مسائل لکھوا دئے تا کہ وہ ضرورت پڑنے پر شیخان سے گفتگو کر سکیں اور ان کے غلط اور خلاف اسلام عقائد کا رد کر سکیں- شیخان آپ کے شاگردوں کو بہت تنگ کرتے تھے-

پیر صاحب مانکی کا ایک شاگرد مولوی الہ دین ملاّ ءِ لنگ تھا جو خلافِ قرآن وحدیث فتوے دینے میں پیش پیش تھا۔ اس کی رپورٹ امیر عبدالرحمٰن خان کو کی گئی تو اس نے اسے شریعت کے مطابق تصفیہ کرنے کے لئے کابل بلوایا لیکن اس نے جانے سے انکار کر دیا۔ ایک مرتبہ مقامی حکام نے اسے گرفتار بھی کیا لیکن وہ دھوکہ دے کر فرار ہو گیا اور حکومت کابل سے باغیانہ زندگی گزارنے لگا۔(۵)

افغانستان کے سیاسی حالات

اس زمانے میں امیر عبدالرحمٰن خان ابن امیر محمد افضل خان ابن امیر دوست محمد خان افغانستان کا بادشاہ تھا۔ اس کا تعلق ابدالی، بارک زئی، محمد زئی قبیلہ سے تھا۔ ۱۸۳۰ء میں کابل میں پیدا ہوا۔ اور کئی سال روس میں جلا وطن رہا بالآخر روسی حکومت کی مدد سے ۳۰ رجولائی ۱۸۸۰ء کو افغانستان کا بادشاہ بنا لیکن انگریزوں سے تعلقات استوار کر لئے اور ان سے وظیفہ لینے لگا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مارچ ۱۸۸۲ء میں اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر اپنے مامور من اللہ اور نذیر ہونے کا اعلان فرمایا اور ۱۸۹۱ء میں مسیح موعودؑ ہونے کا اعلان فرمایا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب امیر عبدالرحمٰن خان کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی اطلاع دی گئی تو اس نے کہا کہ:

''مارا عمرؓ یابد نہ عیسٰیؑ ۔عیسٰیؑ در زمانِ خود چہ کردہ بود کہ بارے دیگر خواہد کرد''۔

یعنی ہمیں تو اس وقت حضرت عمرؓ کی ضرورت ہے۔ حضرت عیسٰیؑ کی ضرورت نہیں۔ حضرت عیسیؑ نے اپنے وقت میں کیا کر لیا تھا کہ اب دوبارہ آ کر کریں گے۔

یہ امر ناقابل یقین ہے کہ ایک مسلمان کہلانے والے بادشاہ نے ایسا گستاخانہ کلمہ حضرت عیسٰیؑ کی شان میں کہا ہو۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو یہ نہ صرف حضرت مسیح ناصریؑ پر حملہ ہے

بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کا بھی استخفاف ہے جوحضورؐ نے مسیح کی آمد ثانی کی بابت فرمائی تھی۔

معلوم ہوتا ہے اگرچہ امیر عبدالرحمٰن خان انگریزوں کا وظیفہ خوار تھا اور اُسے اُن کی فوجی مدد بھی حاصل تھی لیکن درحقیقت وہ جہاد بالسیف کے ان غلط تصورات کا دلدادہ تھا جو اس زمانہ میں مسلمانوں میں رواج پا چکے تھے اور جن کی تردید سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی متعدد کتب میں فرمائی ہے۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ امیر عبدالرحمٰن خان کے منشاء کے مطابق ایک رسالہ تقویم الدین کے نام سے شائع کر کے سرحدی قبائل میں تقسیم کیا گیا تھا جس میں انہیں انگریزوں سے جہاد بالسیف کرنے کی ترغیب دی گئی تھی جس سے یہ لوگ بے گناہ انگریزوں کو قتل کر کے اپنے زعم میں غازی بنتے تھے۔(۶)

افغانستان کے جنوبی علاقوں میں بغاوت اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی پرحکمت کارروائی

افغانستان کی زازی، منگل، جدران اور چمکنی اقوام، کابل کی مرکزی حکومت کے خلاف بغاوت کرتی رہتی تھیں۔منگل قبیلہ کی بغاوت کے دوران جب یہ شورش بہت زور پکڑ گئی تو امیر عبدالرحمٰن خان نے اپنے ایک رشتہ دار سردار شیریں دل خان کو اس کے رفع کرنے کے لئے لشکر دے کر بھجوایا۔ اس نے خوست آ کر بڑے رعب اور دبدبہ سے بغاوت فرو کرنا شروع کی۔ حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب نے ہر طرح اس سے تعاون کیا۔ سردار شیریں دل خان بھی آپ سے مشورہ اور مدد لیا کرتا تھا۔بعض اوقات لڑائی کے دوران سرکاری فوج کو مشکلات کا سامنا ہوتا اور سردار صاحب پریشان ہو جاتے اور تذبذب میں پڑ جاتے کہ ان حالات میں کیا کارروائی کی جائے۔ ایسے موقعہ پر حضرت صاحبزادہ صاحب ایسی کاروائی کرتے کہ سردار صاحب کی عقل دنگ رہ جاتی۔ ایک مرتبہ ایک تنگ درّہ میں

سرکاری فوج اتری ہوئی تھی۔ جدران قبیلہ کے لوگ بڑی تعداد میں جمع ہو گئے اور فوج کو گھیرے میں لے لیا۔ رات کا وقت تھا جہاں بھی روشنی ہوتی قبائلی وہاں فائر کرتے اور کچھ لوگوں کو زخمی کر دیتے۔ آخر تمام روشنیاں اور آگیں بجھا دی گئیں۔ جدران قبیلہ کے لوگ قریب آ گئے اور گھیرا تنگ کر دیا۔ وہ لوٹ مار کرنا چاہتے تھے۔ سردار شیریں دل خان پریشان ہو گیا۔ اس موقعہ پر حضرت صاحبزادہ صاحب نے فوری کاروائی کی ہدایت دی۔ فوج کے چاروں طرف توپیں نصب کروا دیں اور باغیوں پر فائر کرنے کا حکم دیا۔ باغی اس قدر بدحواس ہوئے کہ انہوں نے فرار کا راستہ اختیار کیا اور فوج محفوظ ہو گئی۔

اس طرح کی پرحکمت کارروائیوں سے وہ تمام قبائل جو کبھی بھی رعایا بن کر نہ رہتے تھے بالآخر مطیع ہو گئے۔ اس کام میں مولوی عبدالرحمٰن صاحب شہید جو حضرت صاحبزادہ صاحب کے شاگرد تھے ساتھ شامل ہوتے تھے۔ جب امیر عبدالرحمٰن خان کو بغاوت کے فرو ہونے کی اطلاع ملی اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے کردار سے باخبر ہوا تو اس نے حضرت صاحبزادہ صاحب اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے لئے سالانہ انعام کی رقم مقرر کئے جانے کا حکم دیا۔ سید احمد نور لکھتے ہیں کہ حضرت صاحبزادہ صاحب بندوق چلانے میں بہت ماہر تھے۔ (۷)

ڈیورنڈ لائن کا تصفیہ

امیر عبدالرحمٰن خان نے انگریزوں کے ساتھ سرحدات کی تقسیم کا معاہدہ ۱۸۹۳ء میں کابل میں کیا تھا۔ Sir Olaf Caroc نے اپنی کتاب "The Pathans" میں اس معاہدہ کے واقعات امیر عبدالرحمٰن خان کے حوالہ سے بیان کئے ہیں جن کا مختصر ذکر درج ذیل ہے:

امیر نے لکھا کہ ڈیورنڈ، پشاور سے کابل کے لئے ۱۹؍ستمبر ۱۸۹۳ء کو روانہ ہوا۔ کابل میں جرنیل غلام حیدر خان چرخی نے مشن کا استقبال کیا۔ ان کو میرے بیٹے حبیب اللہ خان کے مکان میں ٹھہرایا گیا۔ روایتی دربار کے بعد ہم نے جلد ہی معاملہ پر گفتگو شروع کر دی۔ ڈیورنڈ ایک ہوشیار سیاست دان تھا اور فارسی زبان خوب جانتا تھا۔ اس لئے گفتگو اچھے طریق سے

ہونے لگی- میں نے اپنے میر منشی سلطان محمد خان کو پردہ کے پیچھے اس طرح بٹھا دیا کہ اسے میرے سوا کوئی نہ دیکھ سکتا تھا- اس نے تمام گفتگو خواہ وہ انگریزی میں تھی یا فارسی میں اُس کو لفظاً لفظاً لکھ لیا- یہ کاغذات ہمارے ریکارڈ آفس میں محفوظ ہیں- ہمارے مابین سرحدات کا جو تصفیہ ہوا اسکی رو سے واخان، کافرستان، اسمار، لال پورہ کے مہمند علاقے اور وزیرستان کا ایک حصہ اور برمال میری حکومت میں شامل ہوئے اور میں نے چمن، چاغائی، بقیہ وزیری علاقہ، بلند خیل کرم، آفریدیوں کے علاقہ، سوات، باجوڑ، بنیر، دیر، چیلاس اور چترال پر اپنا دعویٰ چھوڑ دیا- انگریزی مشن ۱۴رنومبر ۱۸۹۳ء کو کابل سے واپس چلا گیا- سرحد کے بارہ میں تمام غلط فہمیاں اور تنازعات ختم کر دئے گئے اور بعد میں اوپر بیان شدہ معاہدہ کے مطابق دونوں حکومتوں کے مقرر کردہ کمشنروں نے سرحد کی نشان دہی کر دی- اس طرح ایک عام امن اور اتفاق رائے عمل میں آ گیا- میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ یہ ہمیشہ جاری رہے-(۸)

اس معاہدہ کے مطابق جب کُرّم اور پاڑا چنار کے پاس حد بندی ہوئی تو گورنمنٹ ہند کی طرف سے سر مارٹیمر ڈیورنڈ اور نواب سر عبدالقیوم خان آف ٹوپی نمائندے مقرر ہوئے اور افغانستان کی طرف سے سردار شیریں دل خان گورنر سمت جنوبی اور حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف کا تقرر ہوا-

جب یہ کمیشن ضلع بنوں اور کوہاٹ کے علاقہ میں حد بندی کا کام کر رہا تھا تو انگریزوں نے ایک نقشہ پہلے ہی تیار کروایا ہوا تھا جس میں اس علاقے کی حدود کی نشان دہی کی ہوئی تھی- جب حضرت صاحبزادہ صاحب نے یہ نقشہ دیکھا تو انہیں معلوم ہوا کہ کابل کے معاہدہ کے خلاف سینکڑوں میل علاقہ ناجائز طور پر انگریزوں کے حوالہ کر دیا گیا ہے- حضرت صاحبزادہ صاحب نے اس نقشہ کے مطابق سرحد کی نشان دہی کرنے سے انکار کر دیا- جب یہ امر انگریز نمائندوں کو بتایا گیا تو انہوں نے اس غلطی کی درستی پر آمادگی کا اظہار کیا اور ایک نیا نقشہ تیار کروانے کا وعدہ کیا-

سردار شیریں دل خان کی طبیعت میں غصہ بہت تھا لیکن حضرت صاحبزادہ صاحب

حلیم طبیعت کے تھے اس لئے مصلحتاً بعض اوقات حضرت صاحبزادہ صاحب ہی انگریزوں سے مل کر سرحد کی نشان دہی کا کام کیا کرتے تھے۔

سردار شیریں دل خان نے حضرت صاحبزادہ صاحب سے کہا جب تک ہمیں ترمیم شدہ صحیح نقشہ نہیں مل جاتا ہم اس زمین پر قابض نہیں ہو سکتے جو افغانستان کے حصہ میں آئی ہے۔ پرانے نقشہ کی بنا پر جھگڑا شروع ہو جائے گا کچھ کرنا چاہیئے۔ اس پر حضرت صاحبزادہ صاحب کچھ سواروں کے ساتھ پاڑہ چنار آئے اور یہاں کے انچارج انگریز افسر سے ملے۔ اس نے آپ کا بہت احترام کیا اور نیا نقشہ تیار کروا کر آپ کے حوالہ کر دیا۔(۹)

سردار شیریں دل خان، حاکم خوست سے حضرت صاحبزادہ صاحب کے تعلقات

جب سردار شیریں دل خان سمت جنوبی کا حاکم ہو کر آیا تو اس کا رابطہ حضرت صاحبزادہ صاحب سے ہوا۔ اس نے آپ کا پر اثر کلام سنا، آپ کے علم اور تقویٰ کا مشاہدہ کیا، آپ کی مہمان نوازی کی شان دیکھی اور آپ کی سیاسی اور فوجی بصیرت سے آگاہ ہوا تو ان باتوں نے اس کے دل پر گہرا اثر کیا۔ اس کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ حضرت صاحبزادہ صاحب ہمیشہ اس کے ساتھ رہیں اور وہ ان کی نیک صحبت سے متمتع ہوتا رہے۔ جب وہ کہیں جاتا تو حضرت صاحبزادہ صاحب کو گھر سے بلوا کر ساتھ لے جایا کرتا تھا۔ اس کو آپ سے ایسی محبت ہوگئی کہ آپ کے بغیر چین نہ آتا تھا اور ایک بچہ کی طرح آپ کے زیر سایہ رہتا تھا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حکام کی صحبت پسند نہیں۔ یہ لوگ ظلمت میں زندگی بسر کرتے ہیں اور لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔ لیکن میں شیریں دل خان کے ساتھ اس لئے رہتا ہوں کہ جب غریبوں پر ظلم ہوتا ہے تو میری کوشش ہوتی ہے کہ لوگ اس کے پنجۂ ظلم سے بچ جائیں۔ جب آپ شیریں دل خان کے پاس جاتے اور اس کی صحبت میں وقت گزارتے تھے تو اپنا کھانا ساتھ لے جاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آپ لوگ حرام وحلال مال میں فرق نہیں کرتے اس لئے میں آپ کے ہاں کھانا نہیں کھاتا۔

ایک مرتبہ سردار شیریں دل خان نے بہت اصرار کیا کہ آپ اس کے ہاں چائے پئیں- ہندو تاجر اپنی خوشی سے ہمیں چائے کی پتی دیتے ہیں، ہم زبردستی ان سے نہیں لیتے اس لئے آپ کبھی کبھی اس کے ساتھ چائے پی لیا کرتے تھے-

حضرت صاحبزادہ صاحب جب حکام سے ملتے تو ان کو نصیحت کیا کرتے تھے کہ تم کہتے تو یہ ہو کہ ہم شریعت کے مطابق عدل کے ساتھ حکومت کرتے ہیں- اگر یہ صحیح ہے تو رعایا تم سے ناراض کیوں رہتی ہے اور کس لئے تنگ آئی ہوئی ہے- شریعت تو اس قدر نرم ہے کہ اگر اس پر قائم رہ کر حکومت کی جائے تو حکومتِ انگریزی کے ماتحت رہنے والے ہندو بھی پکار اٹھیں کہ کاش ہم پر یہ مسلمان حکومت کرتے- اس کے برعکس آپ کی اپنی رعایا تو یہ کہتی ہے کہ اگر انگریزی حکومت ہم پر ہوتی تو اچھا ہوتا-

ایک دفعہ سردار شیریں دل خان نے ایک کوٹھی بنوائی اور حضرت صاحبزادہ صاحب سے عرض کیا کہ اگر اس میں کوئی نقص نظر آئے تو بتائیں- آپ کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ میں کیا بتاؤں اگر کوئی نقص نکالوں گا تو آپ جبراً کسی کاریگر کو بلا کر درست کروالیں گے- اس وقت افغانستان میں کاریگروں سے بیگار لینے کا عام رواج تھا- جب آپ نے یہ بات کی تو باہر ایک نجار کھڑا ہوا تھا اس نے آپ کی بات سن لی- وہ حاضر ہوا اور عرض کی صاحبزادہ صاحب آپ نقص بتادیں میں اپنی خوشی سے درست کردوں گا- تب آپ نے عمارت کے بعض نقائص بتائے-

ایک دفعہ ایک غریب آدمی کا قاضی کے ساتھ تنازع ہوا- حاکم نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو فیصلہ کے لئے مقرر کر دیا- وہ آدمی تاریخ مقررہ پر حاضر ہوا اور صاحبزادہ صاحب سے لجاجت سے کلام کرنے لگا- اسے خوف تھا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب قاضی سے رعایت برتیں گے اور اس کے حق میں فیصلہ کردیں گے- اس پر آپ جوش میں آ گئے اور اسے کہا کہ اگر کسی غریب ہندو کا گورنر کے ساتھ تنازع ہو اور اس کا مقدمہ پیش ہو تب بھی میں کسی کی طرفداری یا رعایت نہیں کروں گا-

ایک بار گورنر نے ایک بوڑھے آدمی کو سزا دینے کے لئے بلایا- اس نے حکم دیا کہ اس بوڑھے کو لٹا کر بید ماریں جائیں- حضرت صاحبزادہ صاحب نے خیال کیا کہ یہ بوڑھا اس سخت سزا کی برداشت نہیں کر سکے گا اور گورنر بھی غصّہ میں ہے سزا دے کر ہی رہے گا- آپ نے اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ لیا اور اس بوڑھے کے اوپر رکھ دئے تاکہ بید آپ کے ہاتھوں پر لگیں- گورنر نے یہ دیکھا تو اپنے بیٹے سے کہا کہ اس شخص کو باہر لے جا کر سزا دلوائے تاکہ حضرت صاحبزادہ صاحب نہ دیکھ سکیں- بیٹے نے اس خیال سے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب اسے سزا نہیں دلوانا چاہتے ، اسے باہر لے جا کر چھوڑ دیا-

ایک دفعہ خوست کے ایک جرنیل نے رعایا پر بہت مظالم کئے- لوگوں سے رشوت لی اور اطراف میں بہت سے لوگوں کے زبردستی ختنے بھی کروا دئے- ان کاموں سے فارغ ہو کر اس نے سید گاہ کے قریب ڈیرہ آ لگایا- جمعہ کے روز اس نے پیغام بھجوایا کہ میرا انتظار کیا جائے تاکہ میں شامل ہو سکوں لیکن حضرت صاحبزادہ صاحب نے پرواہ نہیں کی اور وقت پر جمعہ شروع کر دیا- جرنیل خطبہ کے دوران پہنچا- بعد میں اس نے صاحبزادہ صاحب سے عرض کی میں نے دین کی بہت خدمت کی ہے- ختنے کروا کے اتنے لوگوں کو مسلمان بنایا- آپ نے فرمایا کہ خدمتِ دین کی ہے تو کیا ہوا- تم نے ظلم کیا ، رشوت لی ، غریبوں کی چمڑی اتاری ، تمہارا لباس بھی حرام مال سے تیار ہوا ہے- اس میں نماز نہیں ہوتی - وہ جرنیل شرمندہ ہو کر خاموش سا رہ گیا-

سردار شیریں دل خان کے علاوہ اس کے اہل و عیال بھی حضرت صاحبزادہ صاحب سے عقیدت رکھتے تھے- ایک مرتبہ حضرت صاحبزادہ صاحب سردار شیریں دل خان کے پاس بیٹھے تھے کہ اندرون خانہ سے ایک خادم کے ہاتھ شیرینی کی ایک قاب آپ کے لئے بھجوائی گئی- آپ نے خوان پوش اٹھایا تو دیکھا کہ شیرینی کے اوپر ایک لفافہ پڑا ہے- آپ نے لفافہ کھولا تو اس میں ایک خط تھا جو سردار صاحب کی بیگم صاحبہ نے آپ کے نام لکھا تھا جس میں یہ تحریر تھا کہ آپ کی بڑی مہربانی ہو گی اگر آپ مجھے اپنی بیعت سے مشرف فرمائیں- حضرت

صاحبزادہ صاحب نے یہ خط سردار شیریں دل خان کو دکھایا تو وہ بہت خوش ہوا اور کہا الحمدللہ ہمارے گھر والوں کو بھی خدا سے ملنے کا شوق پیدا ہوا -

سردار شیریں دل خان کے دو بیٹوں کے نام معلوم ہو سکے ہیں- ایک کا نام سردار عطاء اللہ جان تھا جو امیر امان اللہ خان کے زمانہ میں خوست کا گورنر تھا- دوسرے کا نام سردار عبدالرحمٰن جان تھا جو امیر حبیب اللہ خان کا برادر نسبتی تھا- اس نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی شہادت کے بعد جب آپ کی نعش پتھروں سے نکالی گئی تو کابل کے ایک قبرستان میں تدفین سے قبل آپ کا جنازہ پڑھایا تھا اور انہی دنوں میں احمدیت قبول کر لی تھی- اس کا مفصل ذکر آگے آئے گا- (۱۰)

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف کی وجاہت اور بلند علمی وروحانی مقام

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''وہ امیر کابل کی نظر میں ایک برگزیدہ عالم اور تمام علماء کے سردار سمجھے جاتے تھے''- (۱۱)

اسی طرح فرمایا:

''یہ بزرگ معمولی انسان نہیں تھا بلکہ ریاست کابل میں کئی لاکھ کی ان کی اپنی جاگیر تھی اور انگریزی عملداری میں بھی بہت سی زمین تھی اور طاقت علمی اس درجہ تک تھی کہ ریاست نے تمام مولویوں کا ان کو سردار قرار دیا تھا- وہ سب سے زیادہ عالم، علم قرآن اور حدیث اور فقہ میں سمجھتے جاتے تھے- اور نئے امیر کی دستار بندی کی رسم بھی انہی کے ہاتھ سے ہوتی تھی ...... ریاست کابل میں پچاس ہزار کے قریب ان کے معتقد اور ارادتمند ہیں- جن میں سے بعض ارکان ریاست بھی تھے- غرض یہ بزرگ ملک کابل میں ایک فرد تھا- اور کیا علم کے لحاظ سے اور کیا تقویٰ کے لحاظ سے اور کیا جاہ اور مرتبہ کے لحاظ سے اور کیا خاندان کے لحاظ سے اُس ملک میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا اور علاوہ مولوی کے خطاب کے صاحبزادہ اور اخون

زادہ اور شاہزادہ کے لقب سے اُس ملک میں مشہور تھے اور شہید مرحوم ایک بڑا کتب خانہ حدیث اور تفسیر اور فقہ اور تاریخ کا اپنے پاس رکھتے تھے اور نئی کتابوں کے خریدنے کے لئے ہمیشہ حریص تھے اور ہمیشہ درس تدریس کا شغل جاری تھا اور صدہا آدمی ان کی شاگردی کا فخر حاصل کر کے مولویت کا خطاب پاتے تھے۔لیکن باایں ہمہ کمال یہ تھا کہ بےنفسی اور انکسار میں اس مرتبہ تک پہنچ گئے تھے کہ جب تک انسان فنا فی اللہ نہ ہو یہ مرتبہ نہیں پا سکتا۔ ہر ایک شخص کسی قدر شہرت اور علم سے محجوب ہو جاتا ہے اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھنے لگتا ہے اور وہی علم اور شہرت حق طلبی سے اس کو مانع ہو جاتی ہے۔مگر یہ شخص ایسا بےنفس تھا کہ باوجودیکہ ایک مجموعۂ فضائل کا جامع تھا مگر تب بھی کسی حقیقت حقّہ کے قبول کرنے سے اس کو اپنی علمی اور عملی اور خاندانی وجاہت مانع نہیں ہوسکتی تھی''۔(۱۲)

جناب قاضی محمد یوسف صاحب کا بیان ہے کہ امیر عبدالرحمٰن خان نے آپ کے متعلق ایک فرمان میں اپنے قلم سے لکھا ہے کہ کاش افغانستان میں آپ جیسے ایک دو عالم اور بھی ہوتے اور خوست کے تمام خوانین، وکلاء اور معتبرین کا آپ کے متعلق اقرارنامہ موجود ہے کہ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کو ہم پر ہر لحاظ سے فوقیت حاصل ہے اور انہیں ہم اپنا سرکردہ تسلیم کرتے ہیں۔(۱۳)

سید احمد نور بیان کرتے ہیں کہ:''حضرت صاحبزادہ صاحب کو کئی ہزار حدیثیں یاد تھیں۔امیر عبدالرحمٰن خان بھی اس بات کا معترف تھا کہ ہمارے ملک میں آپ ہی ایسے عالم باعمل ہیں جن کو اتنی حدیثیں یاد ہیں''۔

حالات زمانہ کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت صاحبزادہ صاحب کو کسی مصلح کے ظہور کا انتظار تھا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''جب وہ میرے پاس پہنچا تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ کن دلائل سے آپ

نے مجھے شناخت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ سب سے پہلے قرآن ہے جس نے آپ کی طرف میری رہبری کی اور فرمایا کہ میں ایک ایسی طبیعت کا آدمی تھا کہ پہلے سے فیصلہ کر چکا تھا کہ یہ زمانہ جس میں ہم ہیں اس زمانہ کے اکثر مسلمان اسلامی روحانیت سے بہت دور جا پڑے ہیں- وہ اپنی زبانوں سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مگر اُن کے دل مومن نہیں- اور اُن کے اقوال اور افعال بدعت اور شرک اور انواع و اقسام کی معصیت سے پُر ہیں- ایسا ہی بیرونی حملے بھی انتہا تک پہنچ گئے ہیں- اور اکثر دل تاریک پردوں میں ایسے بےحس وحرکت ہیں کہ گویا مر گئے ہیں اور وہ دین اور تقویٰ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے، جس کی تعلیم صحابہ رضی اللہ عنہم کو دی گئی تھی اور وہ صدق اور یقین اور ایمان جو اس پاک جماعت کو ملا تھا بلا شبہ اب وہ بباعث کثرت غفلت کے مفقود ہے اور شاذ نادر حکم معدوم کا رکھتا ہے- ایسا ہی میں دیکھ رہا تھا کہ اسلام ایک مردہ کی حالت میں ہو رہا ہے اور اب وہ وقت آ گیا ہے کہ پردۂ غیب سے کوئی منجانب اللہ مجدّد دِین پیدا ہو- بلکہ میں روز بروز اس اضطراب میں تھا کہ وقت تنگ ہوتا جاتا ہے- انہی دنوں میں یہ آواز میرے کانوں تک پہنچی کہ ایک شخص نے قادیان ملک پنجاب میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے-'' (۱۴)

سید احمد نور صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحبزادہ صاحب بڑے محقق انسان تھے- آپ ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ یہ زمانہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس وقت کوئی مصلح مبعوث کیا جائے-

مولوی شان محمد صاحب سے روایت ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب، حضرت امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ اور علامات کا ذکر فرمایا کرتے تھے- فرماتے تھے زمانہ تو یہی ہے اب دیکھو خدا تعالیٰ کسے مامور کرتا ہے- بعض دفعہ یہ بھی فرماتے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ ان کے دانتوں کے درمیان کچھ فاصلہ ہوگا پھر مسکرا کر کہتے کہ فاصلہ تو میرے دانتوں کے درمیان بھی ہے مگر پتہ نہیں خدا کو کیا منظور ہے- آپ یہ باتیں اپنی خاص مجلسوں میں اپنے خاص خاص شاگردوں سے کیا کرتے تھے- (۱۵)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی اطلاع ملنا

اور حضرت صاحبزادہ صاحب کا بلاتوقّف ایمان لانا

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جب خدا تعالیٰ نے زمانہ کی موجودہ حالت کو دیکھ کر اور زمین کو طرح طرح کے فسق اور معصیت اور گمراہی سے بھرا ہوا پا کر مجھے تبلیغ حق اور اصلاح کے لئے مامور فرمایا...... بذریعہ وحی الٰہی میرے پر بتصریح کھولا گیا کہ وہ مسیح جو اس امت کے لئے ابتداء سے موعود تھا اور وہ آخری مہدی جو تنزل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانہ میں براہ راست خدا سے ہدایت پانے والا اور اس آسمانی مائدہ کو نئے سرے سے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیر الٰہی میں مقرر کیا گیا تھا- جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی وہ میں ہی ہوں ......''

پھر فرمایا:

''انہیں دنوں میں جبکہ متواتر یہ وحی خدا کی مجھ پر ہوئی اور نہایت زبردست اور قوی نشان ظاہر ہوئے اور میرا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا دلائل کے ساتھ دنیا میں شائع ہوا خوست علاقہ حدود کابل میں ایک بزرگ تک جن کا نام اخوندزادہ مولوی عبداللطیف ہے کسی اتفاق سے میری کتابیں پہنچیں ...... چونکہ وہ بزرگ نہایت پاک باطن اور اہل علم اور اہل فراست اور خدا ترس اور تقویٰ شعار تھے اس لئے ان کے دل پر ان دلائل کا قوی اثر ہوا اور ان کو اس دعویٰ کی تصدیق میں کوئی دقت پیش نہ آئی اور ان کی پاک کانشنس نے بلاتوقف مان لیا کہ یہ شخص من جانب اللہ ہے اور یہ دعویٰ صحیح ہے- تب انہوں نے میری کتابوں کو نہایت محبت سے دیکھنا شروع کیا اور ان کی روح جو نہایت صاف اور مستعد تھی میری طرف کھینچی گئی- یہاں تک کہ ان کے لئے بغیر ملاقات کے دور بیٹھے رہنا نہایت دشوار ہو گیا-

''...... جب وہ میرے پاس پہنچا تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ کن دلائل سے

آپ نے مجھے شناخت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ سب سے پہلے قرآن ہے جس نے آپ کی طرف میری رہبری کی ...... میں دیکھ رہا تھا کہ اسلام ایک مردہ کی حالت میں ہو رہا ہے اور اب وہ وقت آ گیا ہے کہ پردۂ غیب سے کوئی منجانب اللہ مجدّدِ دین پیدا ہو...... انہیں دنوں میں یہ آواز میرے کانوں تک پہنچی کہ ایک شخص نے قادیان ملک پنجاب میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میں نے بڑی کوشش سے چند کتابیں آپ کی تالیف کردہ بہم پہنچائیں اور انصاف کی نظر سے ان پر غور کر کے پھر قرآن کریم پر ان کو عرض کیا تو قرآن شریف کو ان کے ہر ایک بیان کا مصدق پایا''۔(۱۶)

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

جن ایام میں ڈیورنڈ لائن کے معاہدہ کے مطابق حد بندی کا کام ہو رہا تھا ان دنوں دونوں طرف کے نمائندے دن کو تو حد بندی کا کام کرتے تھے اور رات کو باہم ملاقات اور دعوتوں کی مجلسیں ہوتی تھیں جن میں مختلف موضوعات پر تبادلۂ خیالات بھی ہوتا تھا۔ جب پاڑہ چنار کے علاقہ میں کام ہو رہا تھا تو پشاور کے ایک صاحب جن کا نام سید چن بادشاہ تھا اور جو بطور محرّر انگریزی وفد کے ساتھ منسلک تھے ان کی حضرت صاحبزادہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے آپ سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور اور دعویٰ کا ذکر کیا۔ اس میں حضرت صاحبزادہ صاحب نے بہت دلچسپی لی اور حضورؑ کی کوئی تصنیف دیکھنے کی خواہش کی۔ یہ واقعہ غالباً ۱۸۹۴ء کا ہے کیونکہ ڈیورنڈ لائن کی حد بندی کا کام ۲۹رمئی ۱۸۹۴ء سے شروع ہو کر ۳رستمبر ۱۸۹۴ء تک جاری رہا تھا۔

سید احمد نور کا بیان ہے کہ حد بندی کے دوران جب دوڑ، خوست اور ٹل وغیرہ کی سرحدات متعین ہو گئیں اور پاڑہ چنار اور پیواڑ کوتل کے علاقہ میں کام ہو رہا تھا تو ٹل کے مقام پر ایک شخص نے حضرت مولانا غلام حسن صاحب پشاوری کی دی ہوئی ایک کتاب حضرت صاحبزادہ صاحب کو دی جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف تھی۔ یہ کتاب میری موجودگی میں نہیں دی گئی۔ بعد میں آپ یہ کتاب سیدگاہ لے آئے اور ہم سے اس کا ذکر کیا

اور بڑی خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ اسی کا مجھے انتظار تھا- اس کتاب میں بیان فرمودہ تمام باتیں سچی ہیں- یہ وہی شخص ہے جس کا انتظار دنیا کر رہی تھی- وہ آ گیا ہے- خدا نے مصلح بھیج دیا ہے- یہ وہی ہے جس کے بارہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ جہاں بھی نازل ہو اس کی طرف دوڑ و اور آپ نے اس پر سلام بھیجا تھا- میں زندہ رہوں یا فوت ہو جاؤں لیکن جو شخص میری بات مانتا ہے میں اس کو وصیت کرتا ہوں کہ ضرور اس کے پاس جائے-

یہ بات آپ نے اپنی مجلس میں اپنے خاص دوستوں سے کی تھی- آپ نے اپنے شاگردوں کو اشتیاق دلایا کہ وہ جائیں اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملیں اور آپ کے حالات معلوم کر کے واپس آئیں- اس مجلس میں مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب بھی موجود تھے- صاحبزادہ صاحب کی باتیں سن کر انہوں نے کہا کہ میں جاؤں گا اور پتہ لاؤں گا- صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ ہاں تم جاؤ اور تاکید کی کہ پوری تفتیش کر کے پتہ لے کر آؤ- اس پر مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب قادیان آئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملے اور آپ کے حالات معلوم کر کے اور آپ کی بعض کتب لے کر واپس آئے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کو جملہ حالات سے خبر دی- مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب متعدد بار قادیان آئے- ان کے علاوہ صاحبزادہ صاحب کے شاگردوں میں سے مولوی عبدالستار خان صاحب معروف بہ بزرگ صاحب، مولوی سید غلام محمد صاحب اور سید حکیم صاحب بھی مختلف اوقات میں چند بار قادیان گئے اور وہاں کئی ماہ قیام کر کے واپس ہوئے- واپس آ کر یہ لوگ حضرت صاحبزادہ صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات بتاتے تھے اور حضور کی نئی شائع شدہ کتب ساتھ لے کر آتے تھے-

بعض دفعہ یہ شاگرد بعض سوال بھی پیش کرتے جن کے جواب حضرت صاحبزادہ صاحب ان کو سمجھایا کرتے تھے- غالباً ۱۸۹۷ء کا واقعہ ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنی بیعت کا خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھجوایا اور بعض تحائف بھی حضورؑ کی

خدمت میں پیش کرنے کے لئے ارسال کئے - آپ کے بعض شاگردوں نے بھی اپنی بیعت کے خطوط لکھے اور ارسال کئے - ان میں مولوی عبدالستار خان صاحب، سید حکیم صاحب، سید احمد نور صاحب اور مولوی سید غلام محمد صاحب شامل تھے - (۱۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب بعض اور مواقع اور ذرائع سے بھی حضرت صاحبزادہ صاحب کو ملیں ان کا ذکر بعض روایات میں آتا ہے -

مولوی عبدالستار خان صاحب کا بیان ہے کہ ڈیورنڈ لائن کی حد بندی کے دوران ایک شخص حضرت صاحبزادہ صاحب کو ملا - وہ پڑھا لکھا تھا اس نے ایک کتاب حضرت صاحبزادہ صاحب کو دی اور عرض کی کہ میں نے بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے لیکن اس کتاب کا مجھے پتہ نہیں چلتا - ایک شخص نے مسیح زمان ہونے کا دعویٰ کیا ہے - میں نے اس کتاب کا کچھ رد لکھا ہے - آپ بڑے عالم و فاضل ہیں آپ اس کا بہتر جواب لکھ سکیں گے - آپ نے فرمایا کہ یہاں تو مصروف ہوں گھر جا کر یہ کتاب دیکھوں گا - (۱۸)

حضرت صاحبزادہ صاحب کے ایک شاگرد کا حج پر جانا اور راستہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر سن کر قادیان جانا

مولوی عبدالستار خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے ایک شاگرد براستہ ہندوستان حج کے لئے روانہ ہوئے - جب دہلی پہنچے تو کسی شخص نے ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی اطلاع دی اور حضور کی بہت تعریف و توصیف کی - اس شاگرد کے دل میں اشتیاق پیدا ہوا اور وہ قادیان آ گئے - سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملے، آپ کی باتیں سن کر اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے حضور کی بیعت کر لی - جب وہ اپنے ملک واپس جانے لگے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے افغانستان کے امیر عبدالرحمٰن خان کے نام ایک تبلیغی خط لکھنے کی آرزو کی - حضورؑ نے پہلے تو یہ فرمایا کہ تمہارا امیر نافہم اور ظالم ہے وہ ایمان نہیں لائے گا - لیکن اس شاگرد کے اصرار پر حضور نے انہیں ایک خط فارسی

زبان میں لکھ دیا- اس کا کچھ حصہ عربی میں تھا- اس خط کا اردو ترجمہ سیرت المہدی حصہ سوم روایت نمبر ۶۱۷ میں چھپا ہوا ہے-

اس خط میں حضور نے امیر عبدالرحمٰن خان کو لکھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں مامور و مصلح بنا کر مبعوث کیا ہے- جو کچھ میں کہتا ہوں وہ خود نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت کہتا ہوں- میں اس زمانہ کا مجدد ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق مسیح ومہدی بنا کر بھیجا گیا ہوں- اس کے علاوہ آپ نے امیر عبدالرحمٰن خان کو اس خط میں بعض نصائح بھی فرمائیں- یہ خط ماہ شوال ۱۳۱۳ھ مطابق مارچ ۱۸۹۶ء میں لکھا گیا تھا-

جب یہ شاگرد خوست پہنچے تو انہوں نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو وہ خط دے دیا- آپ نے فرمایا کہ یہ بات تو سچی ہے اور یہ کلام ایک عظیم الشان کلام ہے لیکن امیر عبدالرحمٰن خان اتنی سمجھ نہیں رکھتا کہ وہ اسے سمجھ سکے اور ایمان لے آئے اس لئے یہ خط اس کو بھجوانا بے سود ہوگا- یہ خط حضرت صاحبزادہ صاحب کے پاس پڑا رہا- ایک موقعہ پر آپ نے یہ خط سردار شیریں دل خان کو دکھایا تو اس نے خط پڑھ کر کہا کہ یہ بات تو سچی ہے مگر امید نہیں کہ امیر اسے مانے-

سردار شیریں دل خان نے یہ بھی بتایا کہ ایک شخص انگریزوں کی طرف سے سفیر بن کر آیا- امیر اس وقت قندھار میں تھا اس نے امیر کو بہت سی باتیں بتائیں اور مرزا صاحب کا بھی ذکر کیا امیر ناراض ہو گیا اور اس نے سفیر کو واپس بھجوا دیا اور انگریزی حکومت کو لکھا کہ ایسا شخص میری طرف سفیر بنا کر کیوں بھیجا گیا ہے جو مجھے میرے دین سے برگشتہ کرنا چاہتا ہے سردار شیریں دل خان نے یہ واقعہ سنا کر کہا کہ میں یہ خط امیر عبدالرحمٰن خان کو پیش نہیں کرسکتا-

حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ آپ مجھے اجازت دے دیں کہ میں قادیان جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملوں لیکن سردار نے کہا کہ جس طرح میں اپنے بیٹے کو اجازت نہیں دے سکتا آپ کو بھی اجازت نہیں دے سکتا- آپ بڑے آدمی ہیں، امیر ہی اجازت دے تو دے-

یہ شاگرد کون تھے اور کب قادیان آئے اس بارہ میں وضاحت نہیں مل سکی - عام طور پر معروف تو یہی ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے وہ شاگرد جو پہلی دفعہ قادیان گئے وہ مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب شہید تھے جن کو حضرت صاحبزادہ صاحب نے خود تحقیق احوال کے لئے قادیان بھجوایا تھا - (۱۹)

افغانستان کے دو صحابی جو ۳۱۳ صحابہ کی فہرست میں شامل ہیں

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنوری ۱۸۹۷ء میں اپنی کتاب انجام آتھم شائع فرمائی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق اپنے ۳۱۳ صحابہ کے نام درج فرمائے - اس فہرست میں نمبر ۱۱۱ پر ایک نام یوں درج ہے:

''شیخ محمد عبدالرحمٰن صاحب عرف شعبان کابلی'' -

یہ صحابی مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب شہید اول افغانستان معلوم ہوتے ہیں -

دوسرا نام نمبر ۳۱۶ پر یوں درج ہے:

''مولوی شہاب الدین صاحب غزنوی کابلی'' -

یہ دوسرے صحابی کون تھے اور کب قادیان آئے اور احمدی ہوئے اس بارہ میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے - ممکن ہے یہ وہی شاگرد ہوں جن کا ذکر مولوی عبدالستار خان صاحب نے کیا ہے کہ وہ حج کرنے گئے تھے اور دہلی میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر سن کر قادیان چلے گئے اور حضورؑ کی بیعت کا شرف حاصل کیا اور قادیان سے واپس آتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے درخواست کر کے امیر عبدالرحمٰن خان کے نام خط لے کر واپس آئے اس کا ذکر پہلے آ چکا ہے - (۲۰)

واقعہ شہادت میاں عبدالرحمٰن صاحب شاگرد حضرت صاحبزادہ محمد عبداللطیف صاحب

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

''مولوی صاحبزادہ عبداللطیف صاحب مرحوم کی شہادت سے تخمیناً دو برس پہلے ان

کے ایماء اور ہدایت سے میاں عبدالرحمٰن شاگر درشیدان کے قادیان میں شاید دو یا تین دفعہ آئے اور ہر یک مرتبہ کئی کئی مہینے تک رہے- اور متواتر صحبت اور تعلیم اور دلائل کے سننے سے ان کا ایمان شہداء کا رنگ پکڑ گیا اور آخری دفعہ جب کابل واپس گئے تو وہ میری تعلیم سے پورا حصہ لے چکے تھے اور اتفاقاً ان کی حاضری کے ایام میں بعض کتابیں میری طرف سے جہاد کی ممانعت میں چھپی تھیں جن سے ان کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ سلسلہ جہاد کا مخالف ہے...... جب وہ مجھ سے رخصت ہو کر پشاور میں پہنچے تو اتفاقاً خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر سے جو پشاور میں تھے اور میرے مرید ہیں ملاقات ہوئی اور انہیں دنوں میں خواجہ کمال الدین صاحب نے ایک رسالہ جہاد کی ممانعت میں شائع کیا تھا اس سے ان کو بھی اطلاع ہوئی اور وہ مضمون ایسا ان کے دل میں بیٹھ گیا کہ کابل میں جا کر جا بجا انہوں نے یہ ذکر شروع کیا کہ انگریزوں سے جہاد کرنا درست نہیں کیونکہ وہ ایک کثیر گروہ مسلمانوں کے حامی ہیں اور کئی کروڑ مسلمان امن وعافیت سے اُن کے زیر سایہ زندگی بسر کرتے ہیں- تب یہ خبر رفتہ رفتہ امیر عبدالرحمٰن کو پہنچ گئی اور یہ بھی بعض شریر پنجابیوں نے جو اس کے ساتھ ملازمت کا تعلق رکھتے ہیں اس پر ظاہر کیا کہ یہ ایک پنجابی شخص کا مرید ہے جو اپنے تئیں مسیح موعود ظاہر کرتا ہے اور اس کی یہ بھی تعلیم ہے کہ انگریزوں سے جہاد درست نہیں بلکہ اس زمانہ میں قطعاً جہاد کا مخالف ہے- تب امیر یہ بات سن کر بہت برافروختہ ہو گیا اور اس کو قید کرنے کا حکم دیا- تامزید تحقیقات سے کچھ زیادہ حال معلوم ہو- آخر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ضرور یہ شخص مسیح قادیانی کا مرید اور مسئلہ جہاد کا مخالف ہے- تب اس مظلوم کو گردن میں کپڑا ڈال کر اور دم بند کر کے شہید کیا گیا- کہتے ہیں اس کی شہادت کے وقت بعض آسمانی نشان ظاہر ہوئے'' -(۲۱)

سید احمد نور صاحب بیان کرتے ہیں کہ مولوی عبدالرحمٰن خان جب آخری دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت سے واپس افغانستان آئے تو پہلے سید گاہ میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور انہیں حضورؑ کی وہ تصنیفات دیں جو وہ قادیان سے لے کر آئے تھے- اسکے بعد وہ اپنے وطن چلے گئے جو قبیلہ منگل کے علاقہ میں ہے- اس پر

کسی شخص نے امیر عبدالرحمٰن خان کے پاس ان کی شکایت کی اور ان کے قادیان جانے کا بھی ذکر کیا- امیر عبدالرحمٰن خان نے حاکم کے نام حکم بھیجا کہ مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب کو گرفتار کر کے کابل بھجوایا جائے- حاکم خوست نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو اطلاع دی کہ ایسا حکم آیا ہے- جب مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب کو علم ہوا تو وہ روپوش ہو گئے- اس پر امیر عبدالرحمٰن خان نے حکم دیا کہ ان کا تمام مال و اسباب ضبط کر لیا جائے اور ان کے اہل وعیال کو گرفتار کر کے کابل بھجوا دیا جائے- جب مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب کو اپنے اہل و عیال کی گرفتاری کے متعلق حکم کا علم ہوا تو خود ہی کابل چلے گئے اور امیر عبدالرحمٰن خان کے پیش ہو گئے- امیر نے ان سے پوچھا کہ تم افغانستان سے بلا اجازت باہر کیوں گئے تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ میں سرکار کی خدمت کے لئے قادیان گیا تھا اور وہاں سے آپ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں لایا ہوں- امیر نے ان سے کتابیں لے کر انہیں قید خانہ بھجوا دیا-

امیر عبدالرحمٰن خان کو شکایت کئے جانے کا سبب یہ تھا کہ مولوی صاحب نے علی الاعلان حاکموں، افسروں اور عوام تک یہ خبر پہنچانا شروع کر دی تھی کہ قادیان میں ایک مصلح کا ظہور ہو گیا ہے- مجھے صحیح معلوم نہیں کہ ان سے قید میں کیا سلوک کیا گیا- سنا یہی ہے کہ ان کے منہ پر تکیہ رکھ کر دم بند کر کے مار دیا گیا- (۲۲)

جناب قاضی محمد یوسف صاحب بیان کرتے ہیں کہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب آخری دفعہ دسمبر ۱۹۰۰ء میں قادیان گئے تھے اور واپسی پر پشاور کے راستہ اپنے ملک گئے- پشاور میں وہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب احمدی وکیل کے بالا خانہ پر بیرون کابلی دروازہ میں مقیم رہے- ان دنوں میں سرحدی علاقوں میں افغان غازی جہاد بالسیف کے غلط تصور کی وجہ سے بے گناہ انگریزوں کے ناحق قتل میں مصروف رہتے تھے- انہیں ایام میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک رسالہ جہاد کے بارہ میں لکھا تھا جس میں قرآن و حدیث کی روشنی میں جہاد کی حقیقت واضح کی گئی تھی اور اس قسم کے قتال کو خلاف منشاء اسلام ثابت کیا تھا-

مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب یہ رسالہ اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ اس کے علاوہ اور بھی لٹریچر موجودہ زمانہ میں جہاد بالسیف کے خلاف ان کے پاس تھا اور انہوں نے افغانستان جا کر یہ لٹریچر اور کتابیں تقسیم کی تھیں۔

اس پر امیر عبدالرحمٰن خان نے ان کے لئے قید کا حکم دیا اور تحقیقات کے بعد مولوی صاحب کے عقائد اور ان کتب اور رسائل کے مضمون کو جو وہ اپنے ساتھ لے گئے تھے اپنے عقیدہ جہاد کے خلاف پایا تو ان کو شہید کروا دیا۔

سید محمود احمد صاحب افغانی کا بیان ہے کہ مولوی صاحب کی شہادت ۲۰/جون ۱۹۰۱ء کو ہوئی تھی۔ (۲۳)

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیفؓ کا کابل شہر میں قیام

مولوی عبدالرحمٰن خان صاحبؓ کی شہادت کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب کو مشورہ دیا گیا کہ وہ مصلحتاً کابل چلے جائیں اور امیر عبدالرحمٰن خان کو ملیں۔ صاحبزادہ صاحبؓ ابھی سیدگاہ میں ہی تھے کہ ایک روز سردار شیریں دل خان حاکم خوست نے ان سے کہا کہ ہمارے ملک میں بہت فساد پڑا ہوا ہے۔ لوگ شیطان سیرت ہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی دشمن مولوی عبدالرحمٰن خان کی طرح آپ کی رپورٹ بھی امیر کے پاس کر دے اور امیر خود آپ کو تحقیقات کی غرض سے بلوائے۔ آپ بڑی عزت اور پوزیشن والے ہیں جب آپ خود اس کے پاس جائیں گے تو امید ہے کہ وہ آپ سے مل کر بہت خوش ہوگا اور عزت و توقیر سے پیش آئے گا چنانچہ آپ اپنے بعض شاگردوں کے ساتھ کابل تشریف لے گئے۔ کابل میں دربار رات کو ہوا کرتا تھا۔ جب آپ دربار میں حاضر ہوئے اور امیر سے ملے تو وہ بہت خوش ہوا اور کہا کہ آپ کے بارہ میں مجھے بعض رپورٹیں ملی تھیں لیکن میں نے انہیں نظر انداز کر دیا اور میں آپ کے یہاں آنے سے بہت خوش ہوں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب فرماتے تھے کہ کچھ عرصہ کے بعد میں نے گھر واپس جانے

کا ارادہ کیا تو دربار کے بعض معزز لوگوں نے مجھے مشورہ دیا کہ یہ امیر کسی کے قابو میں نہیں، ایسا نہ ہو کہ آپ گھر پہنچیں اور آپ کو واپس کابل لانے کے لئے آدمی بھجوا دئے جائیں اس لئے بہتر یہی ہے کہ آپ کابل ہی میں قیام کریں- تب میں امیر کو ملا اور اسے کہا کہ میں کابل میں ہی آپ کے پاس رہنا چاہتا ہوں- امیر نے اس پر بہت خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ بہت اچھا آپ کابل ہی میں قیام رکھیں- بعد میں آپ کے اہل وعیال بھی کابل آ گئے- کابل میں آپ نے درس وتدریس کا شغل جاری رکھا- آپ امیر عبدالرحمٰن خان اور اس کے بیٹے سردار حبیب اللہ خان سے ملتے رہتے تھے- ان کے علاوہ حاجی باشی اور بریگیڈئر مرزا محمد حسین کوتوال سے بھی آپ کی ملاقات رہتی تھی- (۲۴)

امیر عبدالرحمٰن خان کی بیماری اور وفات

امیر عبدالرحمٰن خان کی صحت پہلے بھی اچھی نہیں تھی لیکن اب اس کا مرض شدت اختیار کر گیا- وہ حضرت صاحبزادہ صاحب کو بزرگ سمجھتا تھا اور اس کی خواہش کے مطابق حضرت صاحبزادہ صاحب اکثر اس کو ملنے جایا کرتے تھے- ایک دن جب آپ امیر کو مل کر آئے تو فرمایا کہ امیر سخت بیمار ہے- اچھا ہے چلا ہی جائے اس طرح لوگ اس کے مظالم سے محفوظ ہو جائیں گے- ان دنوں میں امیر باغ بالا میں مقیم تھا- ایک دن صبح کے وقت آپ کو بلوایا گیا- وہاں پہنچے اور اپنا گھوڑا سید احمد نور کے حوالے کر کے خود اندر چلے گئے- لوگوں پر خاموشی اور خوف کی حالت طاری تھی- آپ اندر جا کر فوراً باہر آ گئے اور سید احمد نور کو بتایا کہ امیر فوت ہو گیا ہے اور یہ کہ نماز جنازہ ظہر کے بعد ہو گی- سردار حبیب اللہ خان کی خواہش تھی کہ اس کے باپ کا جنازہ حضرت صاحبزادہ صاحب پڑھائیں- مصلحتاً امیر عبدالرحمٰن خان کی وفات کو خفیہ رکھا گیا تھا-

آپ واپس اپنی رہائش گاہ پر آ گئے- رستہ میں سید احمد نور سے فرمایا کہ اگر حبیب اللہ خان نے جنازہ پڑھانے کے لئے پھر کہا تو دیکھا جائے گا ورنہ کیا پڑھانا ہے- ظہر کے وقت

حضرت صاحبزادہ صاحب جنازہ کے لئے چلے گئے- جنازہ میں محدود تعداد میں لوگ شامل ہوئے- عام لوگوں کونہیں بلایا گیا تھا- جنازہ کی امامت سردار حبیب اللہ خان نے کی-

امیر عبدالرحمٰن خان پر ۱۰ رستمبر ۱۹۰۱ء کو فالج کا حملہ ہوا تھا جس سے اس کا دایاں پہلو بیکار ہو گیا تھا- باوجود ہر قسم کے علاج کے حالت دن بدن بد سے بدتر ہوتی گئی آخرکار ۳ راکتوبر ۱۹۰۱ء کو انتقال کر گیا اور شہر کابل دِہ افغانان کے بازار شاہی کے بستان سرائے میں دفن کیا گیا-(۲۵)

امیر حبیب اللہ خان کی دستار بندی

امیر عبدالرحمٰن خان نے اپنے بیٹے سردار حبیب اللہ خان کو اپنا جانشین نامزد کیا تھا لیکن چونکہ بغاوت کا خطرہ تھا اسلئے امیر حبیب اللہ خان نے اپنی امارت کا عام اعلان فوری طور پر نہیں کیا- لاکھوں روپیہ فوجی افسران اور سپاہیوں میں تقسیم کروایا- دو تین دن شور رہا اس کے بعد فوج نے حبیب اللہ خان کو امیر تسلیم کر لیا-

امیر حبیب اللہ خان نے دلکشا سلام خانہ میں خاص دربار کیا- جب لوگ نئے امیر کی بیعت کے لئے آئے تو اس نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو بھی بیعت کے لئے بلایا آپ نے فرمایا کہ میں اس شرط پر بیعت کروں گا کہ آپ اقرار کریں کہ شریعت کے خلاف کچھ نہیں کریں گے- جب حبیب اللہ خان نے اس کا اقرار کر لیا تو آپ نے اس کی بیعت کی- تبرکاً حضرت صاحبزادہ صاحب کو شاہی دستار باندھنے کے لئے کہا گیا- چنانچہ آپ نے امیر حبیب اللہ خان کو دستار باندھی- جب دو تین پیچ باندھے جانے سے رہ گئے تو قاضی القضاۃ نے عرض کی کہ کچھ پیچ میرے لئے باقی رکھے جائیں تا کہ میں بھی کچھ برکت حاصل کر لوں- تب کچھ پیچ قاضی القضاۃ نے باندھے-(۲۶)

امیر حبیب اللہ خان کی دربار عام میں تخت نشینی

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف نے ۳ راکتوبر ۱۹۰۱ء کو دربار خاص میں امیر

حبیب اللہ خان کی رسم دستار بندی ادا کی تھی - اس کے بعد مورخہ ۶ /اکتوبر کو ایک دربار عام منعقد کیا گیا اس میں جملہ امراء وارا کین سلطنت جو کابل میں موجود تھے نے امیر حبیب اللہ خان کو اپنا امیر تسلیم کر لیا - امیر حبیب اللہ خان امیر عبدالرحمٰن خان کا بڑا بیٹا تھا جو ملکہ گل ریز ساکن واخان کے بطن سے سمرقند میں ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوا تھا - اس کی عمر تخت نشینی کے وقت تیس برس کی تھی - سردار نصر اللہ خان اس کا چھوٹا بھائی تھا - اس کی عمر اس وقت ۲۷ سال تھی -

سردار نصر اللہ خان کو امیر حبیب اللہ خان نے اسی دربار عام میں اپنا نائب السلطنت مقرر کرنے کا اعلان کیا - اس دربار میں تاج پوشی کی رسم سردار نصر اللہ خان نے ادا کی - (۲۷)

حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب کی کابل سے وطن واپسی

کچھ عرصہ کے بعد امیر حبیب اللہ خان نے حضرت صاحبزادہ صاحب سے کہا کہ میرے والد آپ کی بہت عزت کرتے تھے اس لئے میں بھی آپ کی عزت کرتا ہوں - آپ ہمارے محسن اور مہربان ہیں - اگر آپ اپنے وطن جانا چاہتے ہیں تو خوشی سے جا سکتے ہیں - اس پر آپ نے یہ ارادہ کر لیا کہ وطن واپس جا کر حج کے لئے ہندوستان کے راستہ سے روانہ ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملاقات کے لئے قادیان بھی ہوتے جائیں -

پہلے آپ نے سید احمد نور کی ہمراہی میں اپنے اہل وعیال کو کابل سے سید گاہ بھجوایا - سید احمد نور ان کو وطن چھوڑ کر واپس آ گئے - حضرت صاحبزادہ صاحب نے امیر حبیب اللہ خان سے حج پر جانے کی اجازت مانگی تو امیر نے خوشی سے اجازت دی اور آپ کو سواری کے لئے دو اونٹ اور نقد روپیہ دیا اور بڑی عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا - (۲۸)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

''ان کی روح جو نہایت صاف اور مستعد تھی میری طرف کھینچی گئی یہاں تک کہ ان کے لئے بغیر ملاقات کے دور بیٹھے رہنا نہایت دشوار ہو گیا - آخر اس زبردست کشش اور محبت اور اخلاص کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اس غرض سے کہ ریاست کابل سے اجازت حاصل ہو

جائے حج کے لئے مصمم ارادہ کیا اور امیر کابل سے اس سفر کے لئے درخواست کی- چونکہ وہ امیر کابل کی نظر میں ایک برگزیدہ عالم اور تمام علماء کے سردار سمجھے جاتے تھے اس لئے نہ صرف ان کو اجازت ہوئی بلکہ امداد کے طور پر کچھ روپیہ بھی دیا گیا''-(۲۹)

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب کی حج کے ارادہ سے روانگی

سید احمد نور صاحب کا بیان ہے کہ کابل سے سیدگاہ واپس آنے کے قریباً ایک ماہ کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے- ان کے ہمراہ مولوی عبدالستار خان، مولوی سید غلام محمد صاحب، آپ کے خادم خاص مولوی عبدالجلیل صاحب اور وزیری ملّا صاحب تھے- سید احمد نور روانگی کے وقت ساتھ نہیں تھے کیونکہ وہ صاحبزادہ صاحب کی اجازت سے اپنے گاؤں گئے ہوئے تھے- حضرت صاحبزادہ صاحب نے ضلع بنوں والا راستہ اختیار کیا جہاں سرائے نورنگ میں آپ کی ملکیت جائیداد تھی-

لکی مقام پر ایک صاحب علم آدمی آپ کو ملا جو تحصیلدار تھا اس سے آپ کی گفتگو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں ہوئی- اس شخص کے بشرہ سے ایسا ظاہر ہوتا تھا کہ وہ حضورؑ پر ایمان لے آیا ہے- اس نے آپ کی باتوں پر بہت خوشی کا اظہار کیا- حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنی سواری کا گھوڑا اس کو تحفۃً دے دیا-

لکی میں ایک اور مولوی صاحب آپ کو ملے- انہوں نے آپ کی بہت عزت اور احترام کیا اور حضرت صاحبزادہ صاحب سے چند روز ان کے مہمان کے طور پر ٹھہرنے کی خواہش کی- ان مولوی صاحب نے آپ کی خدمت میں بعض مسائل پیش کئے اور کہا کہ لوگ ان کی وجہ سے مجھے کافر ٹھیراتے ہیں- آپ نے ان کو ایک تحریر لکھ کر دے دی کہ یہ مسائل درست ہیں اور اس پر اپنے دستخط کر دئے-

کچھ عرصہ کے بعد آپ لاہور کی طرف روانہ ہوئے- لاہور پہنچنے پر آپ کو معلوم ہوا کہ ہندوستان میں طاعون کی وجہ سے قرنطینہ (Quarantine) کی پابندی لگی ہوئی ہے اور حج

کے لئے روانہ ہونے میں مشکلات پیدا ہوگئی ہیں۔ لاہور میں کچھ عرصہ قیام کے بعد آپ قادیان روانہ ہو گئے۔(۳۰)

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف کی قادیان میں آمد اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''وہ اجازت حاصل کر کے قادیان میں پہنچے اور جب مجھ سے ان کی ملاقات ہوئی تو قسم اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ان کو اپنی پیروی اور اپنے دعویٰ کی تصدیق میں ایسا فنا شدہ پایا کہ جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں اور جیسا کہ ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ ایسا ہی میں نے ان کو اپنی محبت سے بھرا ہوا پایا اور جیسا کہ ان کا چہرہ نورانی تھا ایسا ہی ان کا دل مجھے نورانی معلوم ہوتا تھا''۔(۳۱)

اخبار البدر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب ۱۸/نومبر ۱۹۰۲ء کو قادیان پہنچے تھے اور ظہر و عصر کی نماز کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اخبار میں لکھا ہے کہ:

''چند ایک احباب مع مولوی عبدالستار صاحب جو آج تشریف لائے تھے ان سے حضور نے ملاقات فرمائی۔ ان کے تحفے تحائف لے کر جو انہوں نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کئے تھے فرمایا: 'ان کا آنا بھی ایک نشان ہے اور اس الہام **یَاتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْق** کو پورا کرتا ہے۔'''(۳۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''سعادت ازلی مولوی صاحب ممدوح کو کشاں کشاں قادیان میں لے آئی اور چونکہ وہ ایک انسان روشن ضمیر اور بےنفس اور فراست صحیحہ سے پورا حصہ رکھتا تھا اور علم حدیث اور علم قرآن سے ایک وہبی طاقت ان کو نصیب تھی اور کئی رؤیائے صالحہ بھی وہ میرے بارے

میں دیکھ چکے تھے اس لئے چہرہ دیکھتے ہی مجھے انہوں نے قبول کر لیا اور کمال انشراح سے میرے دعویٰ مسیح موعود ہونے پر ایمان لائے اور جاں نثاری کی شرط پر بیعت کی - اور ایک ہی صحبت میں ایسے ہو گئے کہ گویا سال ہا سال سے میری صحبت میں تھے اور نہ صرف اس قدر بلکہ الہام الٰہی کا سلسلہ بھی ان پر جاری ہو گیا اور واقعات صحیحہ ان پر وارد ہونے لگے اور ان کا دل ما سویٰ اللہ کے بقایا سے بکلّی دھو یا گیا - پھر وہ اس جگہ سے معرفت اور محبت الٰہیہ سے معمور ہو کر واپس اپنے وطن کی طرف گئے'' - (۳۳)

ملک خان بادشاہ صاحب ولد گل بادشاہ صاحب سکنہ درگئی، خوست بیان کرتے ہیں کہ:

''میں ۱۹۰۲ء میں حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ قادیان دارالامان میں آیا - یہ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ جب ہم آئے اسی دن بیعت کی یا دوسرے دن کی - ہاں یہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ظہر کی نماز کے بعد ہم بیعت کے لئے پیش ہوئے - حضرت شہید مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور پھر دوسرے نمبر پر خاکسار نے ہاتھ رکھا - بیعت کرنے کے بعد اس خاکسار نے غالباً دو تین دن گزارے ہونگے کہ شہید مرحوم نے مجھے فرمایا کہ میں نے رؤیا دیکھی ہے کہ آپ کو خوست کے حاکم تکلیف دیں گے اس لئے تم فوراً وطن واپس چلے جاؤ - چنانچہ میں دو تین یوم بعد واپس چلا گیا - میرے ساتھ ایک ملا سپین گل صاحب بھی واپس چلے گئے -'' (۳۴)

حضرت صاحبزادہ صاحب کے قیام قادیان کے بعض حالات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''وہ کئی مہینہ تک میرے پاس رہے اور اس قدر ان کو میری باتوں میں دلچسپی پیدا ہوئی کہ انہوں نے میری باتوں کو حج پر ترجیح دی اور کہا کہ میں اس علم کا محتاج ہوں جس سے

ایمان قوی ہوا اور علم عمل پر مقدم ہے سو میں نے ان کو مستعد پا کر جہاں تک میرے لئے ممکن تھا اپنے معارف ان کے دل میں ڈالے''۔(۳۵)

''وہ بار بار کہتے تھے کہ کیسے نادان وہ لوگ ہیں جن کا خیال ہے کہ مسیح موعودؑ کی پیشگوئی صرف حدیثوں میں ہے حالانکہ جس قدر قرآن شریف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰؑ فوت ہو گیا اور مسیح موعودؑ اسی امت میں سے آنے والا ہے اس قدر ثبوت حدیثوں سے نہیں ملتا۔غرض خدا تعالیٰ نے ان کے دل کو حق الیقین سے پر کر دیا تھا اور وہ پوری معرفت سے اس طرح پر مجھے شناخت کرتے تھے جس طرح درحقیقت ایک شخص کو آسمان سے اترتا مع فرشتوں کے دیکھا جاتا ہے''۔(۳۶)

''مولوی صاحبزادہ عبداللطیف صاحب جب قادیان میں آئے تو صرف ان کو یہی فائدہ نہ ہوا کہ انہوں نے مفصل طور پر میرے دعویٰ کے دلائل سنے بلکہ ان چند مہینوں کے عرصہ میں جو وہ قادیان میرے پاس رہے اور ایک سفر جہلم تک بھی میرے ساتھ کیا۔بعض آسمانی نشان بھی میری تائید میں انہوں نے مشاہدہ کئے۔ان تمام براہین اور انوار اور خوارق کے دیکھنے کی وجہ سے وہ فوق العادت یقین سے بھر گئے اور طاقت بالا ان کو کھینچ کر لے گئی''۔(۳۷)

سید احمد نور صاحب نے جب اپنے گاؤں میں سنا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب حج کے لئے روانہ ہو گئے ہیں تو ان کو یقین ہوا کہ آپ راستہ میں قادیان بھی جائیں گے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کریں گے اس پر سید احمد نور بھی قادیان جانے کے لئے چل پڑے۔جب بٹالہ پہنچے تو ایک مخالف مولوی انہیں ملا اور پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو۔سید احمد نور نے جواب دیا کہ قادیان جا رہا ہوں۔اس پر اس مولوی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں بعض ناشائستہ کلمات کہے اور سید احمد نور کو قادیان جانے سے منع کیا۔انہوں نے مولوی کو جواب دیا کہ تم خدا کی باتوں سے روکتے ہو میں ہزاروں میل سے قادیان جانے کے ارادہ سے آیا ہوں۔قادیان قریب ہے کیسے نہ جاؤں۔اس مولوی نے یکہ والے کو

کہہ دیا کہ ان کو قادیان نہ لے جائے۔ اس پر سید احمد نور پیدل ہی قادیان روانہ ہو گئے۔

سید احمد نور حضرت صاحبزادہ صاحب کے قادیان پہنچنے کے دس پندرہ دن بعد عصر کے وقت قادیان پہنچے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کو ملے۔ آپ نے ان کو مسجد مبارک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کی کہ حضور ان کی بیعت لے لیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ کچھ دن ٹھہریں۔ اس پر صاحبزادہ صاحب نے عرض کی کہ حضور یہ اس قسم کا آدمی نہیں۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سید احمد نور کی بیعت لے لی۔ (۳۸)

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کا بیان ہے کہ:

''جب سید عبداللطیف صاحب قادیان میں تشریف فرما تھے میں بھی قادیان میں گیا ہؤا تھا۔ حضرت سید عبداللطیف صاحب اور میں دونوں ایک ہی کمرہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ میرے پاس ایک چھوٹی سی حمائل ہؤا کرتی تھی۔ میں اس کی تلاوت کیا کرتا۔ حضرت مولوی صاحب بھی قرآن مجید یا حضرت صاحب کی کتب کا مطالعہ کرتے۔ حضرت اقدس جب نماز کے وقت تشریف لاتے تو بعض دفعہ سید عبداللطیف کی خاطر فارسی زبان میں بھی کچھ فقرات فرما دیتے۔

''جب حضور جہلم تشریف لے گئے تو وہاں بھی حضرت سید عبدالطیف صاحب حضرت اقدس کے ساتھ تھے۔ میں بھی تھا۔ عدالت کی کوٹھیوں کے پاس لوگوں کی درخواست پر حضرت اقدس نے تقریر فرمائی تو پہلے حضرت سید صاحب کی خاطر فارسی زبان میں تقریر شروع فرمائی تھی لیکن فارسی سمجھنے والے چونکہ بہت کم لوگ تھے اس لئے حضرت مولوی عبداللطیف نے عرض کیا کہ حضور میں اردو سمجھ لیتا ہوں، حضور اردو میں تقریر فرمائیں، دوسرے لوگوں کی بھی یہی خواہش تھی۔

''حضرت مولوی عبداللطیف صاحب کا یہ شیوہ تھا کہ حضرت اقدس کی طرف منہ کر کے بیٹھتے تھے اور ہمہ تن گوش ہو کر حضور کی باتوں کے سننے میں محو ہو جاتے۔ کبھی کبھی آپ کی

آنکھوں سے تاثرات کی وجہ سے آنسو بہنے لگ جاتے''۔(۳۹)

حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ مزید بیان کرتے ہیں:

''حضور کی کتاب 'مواہب الرحمٰن' جو جہلم کے مقدمہ کی پیشی سے پہلے ہی چھپ کر شائع ہو چکی تھی۔ سید عبداللطیف صاحب نے بھی اس کو پڑھ لیا تھا اور عجیب بات یہ ہے کہ حضرت اقدس کی طرف سے اس میں یہ پیشگوئی جو ذیل کے الفاظ وحی سے شائع کی گئی تھی یعنی ''قُتِلَ خَيْبَةً وَ زِيْد هَيْبَةً'' یہ سید عبداللطیف کے ہی متعلق تھی۔''(۴۰)

سید احمد نور بیان کرتے ہیں کہ:

''حضرت صاحبزادہ صاحب چند ماہ قادیان میں ٹھہرے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سیر کو بھی جایا کرتے تھے۔ جب واپس آتے اور حضورؑ اپنے گھر تشریف لے جاتے تو حضرت صاحبزادہ صاحب فوری طور پر اپنے کپڑوں سے گردوغبار صاف نہیں کرتے تھے جو سیر کے دوران ان پر پڑ جاتا تھا بلکہ کچھ عرصہ انتظار کرتے تھے اور جب ان کو اندازہ ہو جاتا کہ اب حضور نے اپنا لباس صاف کر لیا ہوگا تب اپنے کپڑوں سے گرد جھاڑتے تھے''۔(۴۱)

جناب قاضی محمد یوسف صاحب کا بیان ہے کہ میں ۲۳؍رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ بمطابق ۲۴؍دسمبر کو جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے قادیان آیا اور مہمان خانہ میں کنویں کے پاس والے کمرہ میں جو شمالی جانب تھا قیام کیا۔ ان دنوں میں حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب بھی قادیان میں موجود تھے اور مہمان خانہ میں جنوب کی طرف پہلے کمرہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب ہر صبح کو کنویں کے پاس چارپائی پر رو بہ قبلہ ہو کر بیٹھ جاتے تھے اور قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ نماز با جماعت کے لئے مسجد مبارک میں حاضر ہوتے تھے۔ مسجد مبارک ان دنوں بہت چھوٹی ہوتی تھی۔ ایک صف میں زیادہ سے زیادہ پانچ نمازی کھڑے ہو سکتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب امام الصلوٰۃ ہوتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کھڑکی کے پاس جو حضور کے گھر میں کھلتی تھی جانب شمال نماز ادا

کرتے تھے۔ صاحبزادہ صاحب عموماً صف اول کے جنوبی کونے میں ہوتے تھے۔ نماز کے بعد صاحبزادہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں بیٹھتے تھے اور موقعہ بہ موقعہ کچھ کلام بھی کرتے تھے۔ باتیں بہ آواز بلند کرتے تھے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کا قد درمیانہ تھا۔ بدن موٹا نہ تھا۔ ریش بہت گھنی نہ تھی۔ اس کے بال اکثر سیاہ تھے۔ ٹھوڑھی پر کچھ کچھ سفید تھے۔ حالت نہایت گداز تھی۔ اکثر حصہ رات کا بیدار رہتے۔ تلاوت قرآن مجید کا عشق تھا۔ اسے ہر وقت حرز جان بنائے رکھتے تھے۔ اپنے ساتھیوں کی تربیت میں مصروف رہتے تھے۔ (۴۲)

میاں نظام الدین صاحب ٹیلر ماسٹر جہلم کی روایت ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کرم دین بھیں والے مقدمہ کے سلسلہ میں جہلم تشریف لائے تو جماعت جہلم نے دریا کے کنارے حضور اور ساتھ کے مہمانوں کے لئے ایک کوٹھی کا انتظام کیا ہوا تھا۔ اس سفر میں صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحبؓ بھی حضور کے ساتھ شامل تھے۔ مقدمہ والے دن حضور ان سے عدالت کے احاطہ میں فارسی زبان میں گفتگو فرما رہے تھے اور اردگرد لوگوں کا ہجوم تھا۔ اس موقعہ پر ایک دوست نے درخواست کی کہ حضور اردو زبان میں تقریر فرمائیں تا کہ عام لوگوں کو بھی فائدہ ہو۔ اس پر حضور نے اردو میں تقریر شروع کر دی۔ (۴۳)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو بمقام جہلم ارشاد فرمایا:

''حضرت ابوبکرؓ نے کوئی نشان نہیں مانگا یہی وجہ تھی کہ آپ کا نام صدیق ہوا۔ سچائی سے بھرا ہوا۔ صرف منہ دیکھ کر ہی پہچان لیا کہ یہ جھوٹا نہیں ہے۔ پس صادقوں کی شناخت اور ان کا تسلیم کرنا کچھ مشکل امر تو نہیں ہوتا۔ ان کے نشانات ظاہر ہوتے ہیں لیکن کور باطن اپنے آپ کو شبہات اور خطرات میں مبتلا کر لیتے ہیں۔ وہ لوگ بڑے ہی بدقسمت ہوتے ہیں جو انتظار ہی میں اپنی عمر گزار دیتے ہیں اور پردہ برانداز ثبوت چاہتے ہیں ان کو معلوم نہیں کہ جیسا خود اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے انکشاف کے بعد ایمان نفع نہیں دیتا۔ نفع میں وہی لوگ ہوتے ہیں اور سعادت مند وہی ہیں جو مخفی ہونے کی حالت میں شناخت کرتے ہیں ......عنقریب وقت

آ تا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کی سچائی کو آ فتاب سے بھی زیادہ روشن کر دکھائے گا وہ وقت ہوگا کہ ایمان ثواب کا موجب نہ ہوگا...... ایمان یہ ہے کہ کچھ مخفی ہو تو مان لے- جو ہلال کو دیکھ لیتا ہے تیز نظر کہلاتا ہے لیکن چودھویں کے چاند کو دیکھ کر شور مچانے والا دیوانہ کہلائے گا''-

''اس موقع پر مولانا مولوی عبداللطیف صاحب کابلی نے عرض کی کہ 'حضور میں نے ہمیشہ آپ کو سورج ہی کی طرح دیکھا ہے کوئی امر مخفی یا مشکوک مجھے نظر نہیں آیا پھر مجھے کوئی ثواب ہوگا یا نہیں؟' فرمایا 'آپ نے اس وقت دیکھا جب کوئی دیکھ نہ سکتا تھا- آپ نے اپنے آپ کو نشانۂ ابتلاء بنا دیا اور ایک طرح سے جنگ کے لئے تیار کر دیا- اب بچ جانا یہ خدا کا فضل ہے- ایک شخص جو جنگ میں جاتا ہے اس کی شجاعت میں تو کوئی شبہ نہیں اگر وہ بچ جاتا ہے اور اسے کوئی گزند نہیں پہنچتا تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے- اسی طرح آپ نے اپنے آپ کو خطرات میں ڈال دیا اور ہر دکھ اور ہر مصیبت کو اس راہ میں اٹھانے کے لئے تیار ہو گئے اس لئے اللہ تعالیٰ آپ کے اجر کو ضائع نہیں کرے گا-''(۴۴)

میاں عبدالرزاق صاحب ولد میاں رحیم بخش صاحب سکنہ سیالکوٹ شہر بعدۂ دارالفضل قادیان بیان کرتے ہیں:

''جب حضرت صاحب جہلم تشریف لے گئے تو اس موقعہ پر ایک دن پہلے جہلم چلا گیا تھا- جب اسٹیشن پر گاڑی پہنچی تو وہاں بہت خلقت دیکھنے آئی ہوئی تھی- سٹیشن سے حضور کو ایک انتظام کے ساتھ اس کوٹھی میں پہنچایا گیا جو دریائے جہلم کے کنارہ پر حضور کی رہائش کے لئے تھی- مولوی عبداللطیف صاحب شہید مرحوم کابل والے بھی حضرت صاحب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے-''(۴۵)

ملک عطاء اللہ صاحب ولد ملک محمد رمضان صاحب گجرات بیان کرتے ہیں کہ:

''مولوی کرم دین بھیں والے مقدمہ کے سلسلہ میں جب حضرت صاحب جہلم تشریف لے گئے تو میں اس گاڑی میں یہاں سے (گجرات سے) سوار ہوا- ہر سٹیشن پر بے شمار ہجوم تھا- جہلم میں بھی بہت بھیڑ تھی...... جب حضور کچہری تشریف لے گئے تو عدالت کے

سامنے میدان میں حضرت مسیح موعودؑ کے لئے ایک کرسی بچھائی گئی، اردگرد احباب کا حلقہ تھا جس میں صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کابل اور عجب خان تحصیلدار آف زیدہ بھی شامل تھے۔ حضرت نے گفتگو کی ابتدا اپنے فارسی شعر ؎

آسمان بارَد نشاں اَلوقت می گوید زمین   ایں دو شاہد از پئے تصدیق من ایستادہ اند

سے شروع کی اور فرمایا کہ ''میرے لئے آسمان نے بھی گواہی دی اور زمین نے بھی گواہی دی مگر یہ لوگ نہیں مانتے۔ فرمایا کہ مانیں گے اور ضرور مانیں گے مگر میرے مرنے کے بعد میری قبر کی مٹی بھی کھود کر کھا جائیں گے اور کہیں گے کہ اس میں بھی برکت ہے مگر اس وقت کیا ہوگا

؎ جب مرگئے تو آئے ہمارے مزار پر   پتھر پڑیں صنم تیرے ایسے پیار پر

حضرت کا یہ فرمانا تھا کہ صاحبزادہ صاحب......زار زار رونے لگے''۔(۴۶)

فیروزالدین صاحب سیالکوٹی کی روایت ہے کہ:

''جب حضور جہلم تشریف لے گئے تو میں ساتھ تھا۔ حضرت شہزادہ عبداللطیف شہید بھی ساتھ تھے۔ اس وقت حضرت شہزادہ عبداللطیف صاحب شہید نے فرمایا کہ: حضور میرا خون ٹپک رہا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ میرا خون کابل میں آبپاشی کا کام دے گا۔''(۴۷)

مرزا محمد افضل صاحب ولد مرزا محمد جلال الدین صاحب مرحوم ساکن بلانی ضلع گجرات بیان کرتے ہیں کہ:

''جب ۱۹۰۳ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام جہلم تشریف لائے تھے تو میں بھی وہاں گیا تھا۔ وہاں بے پناہ ہجوم تھا۔ اس سفر میں صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید بھی ساتھ تھے۔ ایک موقعہ پر صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ:

'خدا نے مجھے تین بار سر دینے کو فرمایا ہے پس میں دوں گا۔'''(۴۸)

جناب ماسٹر اللہ دتہ صاحب محلّہ دارالرحمت قادیان بیان کرتے ہیں کہ:

''جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کرم دین بھین والے مقدمہ کے سلسلہ میں جہلم تشریف لے گئے تھے تو صاحبزادہ سید عبداللطیف رضی اللہ عنہ حضور کے ساتھ تھے۔ احاطہ

کچہری میں حضور ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے، دری بچھی ہوئی تھی اور بہت سے دوست دری پر تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام صاحبزادہ صاحب سے فارسی میں گفتگو فرماتے تھے۔ گفتگو کے دوران صاحبزادہ صاحب نے عرض کی کہ 'حضور! دلِ من میخواہد کہ پیش محمد حسین بروَم کہ مرا از کابل نظر آمد وشمارا کہ نزدیک ترین ہستید نظر نیامد' ۔ یعنی حضور میرا دل چاہتا ہے کہ مولوی محمد حسین (بٹالوی) کو ملوں اور ان سے کہوں کہ جو چیز مجھے کابل میں نظر آ گئی وہ آپ کو نظر نہیں آئی حالانکہ آپ تو (قادیان سے) نزدیک ترین مقام پر رہتے ہیں۔'' (۴۹)

سید احمد نور صاحب بیان کرتے ہیں کہ قادیان میں قیام کے دوران انہوں نے یہ بات دیکھی کہ قادیان کے رہنے والے احباب حضرت صاحبزادہ صاحب کے ساتھ بہت عزت واحترام کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ (۵۰)

ان ایام میں صوبہ سرحد کے ایک احمدی دوست خان عجب خان آف زیدہ تحصیلدار بھی قادیان آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے واپس جانے کی اجازت مانگی تو حضور نے انہیں اجازت دے دی۔ عجب خان صاحب نے حضرت صاحبزادہ صاحب سے ذکر کیا کہ میں نے حضور سے تو اجازت لے لی ہے لیکن حضرت مولانا نورالدین صاحب سے رخصت نہیں ہوا اس پر حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ ان سے ضرور رخصت لینا کیونکہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد آپ کے خلیفۂ اول ہونگے ۔

قادیان میں قیام کے دوران حضرت صاحبزادہ صاحب نے حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ سے درخواست کر کے حدیث بخاری کے دو تین صفحے پڑھے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ میں نے اس لئے کیا کہ میں حضرت مولانا صاحب کے شاگردوں میں شامل ہو جاؤں کیونکہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفہ اول ہونگے ۔ (۵۱)

مولوی عبدالستار خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے ان سے فرمایا کہ قادیان شریف میں وہی آرام سے رہتا ہے جو درود شریف بہت پڑھتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہل بیت سے محبت رکھتا ہے۔ مسجد مبارک میں

اللہ تعالیٰ نے مکہ اور مدینہ کی برکتیں نازل کی ہیں- جب منارۃ المسیح مکمل ہو جائے گا تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کمالات اور فیضان کا نزول ہوگا-

ایک روز حضرت صاحبزادہ صاحب کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے- آپ نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ ملائکہ نے میرے سبب بہت سے لوگوں کو قتل کیا ہے- میں کیا کروں میں نے تو کسی کو قتل نہیں کیا- (۵۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ایک صریح وحی الٰہی صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم کی نسبت ہوئی تھی جبکہ وہ زندہ تھے بلکہ قادیان میں ہی موجود تھے...... جو مولوی صاحب کے مارے جانے کے بارے میں ہے اور وہ یہ ہے کہ: ''قُتِلَ خَیْبَۃً وَ زِیْدَ ھَیْبَۃً'' یعنی ایسی حالت میں مارا گیا کہ اس کی بات کو کسی نے نہ سنا اور اس کا مارا جانا ایک ہیبت ناک امر تھا یعنی لوگوں کو بہت ہیبت ناک معلوم ہوا اور اس کا بڑا اثر دلوں پر ہوا''- (۵۳)

بابو غلام محمد صاحب ثانی لاہور بیان کرتے ہیں کہ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب نے ایک بہت قیمتی چوغہ حضور کی خدمت میں تحفۃً پیش کیا- خواجہ کمال الدین صاحب موجود تھے- انہوں نے درخواست کی کہ حضور یہ چوغہ مجھے دے دیں چنانچہ حضور نے یہ چوغہ ان کو دے دیا- (۵۴)

مولانا حکیم عبیداللہ صاحب بسملؓ کی روایت ہے کہ وہ احمدی ہونے سے پہلے رافضی شیعہ تھے- انہیں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب 'سرّ الخلافہ' ملی- اس کے پڑھنے سے ان کے عقیدہ میں انقلاب عظیم پیدا ہوگیا- رات کے گیارہ بجے تھے وہ کتاب پڑھتے پڑھتے سو گئے- خواب میں انہوں نے حضرت امام حسینؓ کو دیکھا کہ بلند جگہ پر کھڑے ہیں اور کسی سے کہہ رہے ہیں کہ مرزا صاحب کو جا کر خبر کردو کہ میں آ گیا ہوں-

صبح میں قادیان کے لئے روانہ ہوگیا- قادیان میں ان دنوں حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب مہمان خانہ میں مقیم تھے- ان سے ملاقات ہوئی تو ان کا چہرہ دیکھتے ہی

حضرت امام حسینؓ کی خواب والی شکل آنکھوں کے سامنے آ گئی۔

دوسرے دن مولانا حکیم عبید اللہ صاحب درّثمین پڑھنے لگے۔کتاب کھولتے ہی اس شعر پر نگاہ جا اٹکی ۔

کربلائیست سیر ہر آنم صد حسین است درگریبانم

اس شعر پر غور کر رہے تھے تو مہمان خانہ کے دروازہ پر نظر پڑی۔ دیکھا کہ حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف تشریف لا رہے ہیں۔مولانا بسمل صاحب اٹھ کر ملے۔ جب کابل میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی شہادت ہوئی تو مولانا بسمل صاحب کی رؤیا کی تعبیر اور حضرت امام حسینؓ کے بارہ میں شعر کا مطلب واضح ہو گیا۔(۵۵)

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ سے روایت ہے کہ:

''ایک دفعہ ایک ہندوستان کا رہنے والا مولوی قادیان آیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگا کہ وہ ایک جماعت کی طرف سے نمائندہ ہو کر حضور کے دعویٰ کی تحقیق کے لئے آیا ہے اور پھر اس نے اختلافی مسائل کے متعلق گفتگو شروع کر دی۔ وہ گفتگو کے دوران بڑے تکلف سے خوب بنا بنا کر موٹے موٹے الفاظ استعمال کرتا تھا۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کچھ تقریر فرمائی تو وہ آپ کی بات کاٹ کر بولا کہ آپ کو مسیح و مہدی ہونے کا دعویٰ ہے مگر الفاظ کا تلفظ اچھی طرح ادا نہیں کرتے۔ اس وقت مولوی عبداللطیف صاحب شہید حضورؑ کے پاس بیٹھے تھے۔ان کو مولوی کی بات پر بہت غصہ آیا اور انہوں نے اسی جوش میں اس مولوی کے ساتھ فارسی زبان میں گفتگو شروع کر دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی عبداللطیف صاحب کو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کیا اور پھر کسی دوسرے وقت جب مولوی عبداللطیف صاحب مجلس میں موجود نہ تھے حضور نے فرمایا کہ اس وقت مولوی صاحب کو بہت غصّہ آ گیا تھا اس لئے میں نے اس ڈر سے کہ وہ کہیں غصّہ میں اس مولوی کو مار ہی نہ بیٹھیں مولوی صاحب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دبائے رکھا تھا۔''(۵۶)

کشفی واقعات

حضرت صاحبزادہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں بارہا آسمان پر گیا ہوں اور لوگ جو سات آسمان بتاتے ہیں ان سے کہیں زیادہ آسمان ہیں۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آسمان میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر دیکھا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ میں جنت میں بہت دفعہ داخل ہوتا ہوں اور میوے کھاتا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ تمہارے واسطے بھی پھل لاؤں۔ میخواہم از جنت چیز ہائے برائے شما آوردم مگر فرمایا مجھے اجازت نہیں۔ (۵۷)

مولوی عبدالستار خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ میں جو باتیں لوگوں کو سناتا ہوں اس سے بہت کم درجہ کی باتوں پر بھی لوگوں کو قتل کر دیا جاتا ہے کیونکہ خدا کی قدرت سے جب میں یہ باتیں کرتا ہوں (تو حکمت کے طریق پر کرتا ہوں) مجھ پر کوئی اعتراض نہیں کرسکتا۔

پھر فرمایا: لیکن جب اللہ تعالیٰ کو میرا مارنا منظور ہوگا تو یہ حکمت کا طریق مجھ سے چھین لیا جائے گا۔ (۵۸)

مولوی عبدالستار خان صاحب معروف بہ بزرگ صاحب کی روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ ہم نے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کو پہچانا تھا اور اس کے دروازے کی زنجیر کھٹکھٹاتے تھے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں کھٹکھٹانے کی ترکیب بتائی ہے کہ اس طرح کھٹکھٹاؤ تو دروازہ کھولا جائے گا۔

ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ پہلے بھی کبھی کبھی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز مجھ پر آتا تھا مگر مقدر یہ تھا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملوں گا تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی مجھ سے جدا نہیں ہونگے۔ سو اب بالکل یہی حالت ہے۔ حضورؐ مجھ سے جدا نہیں ہوتے۔ (۵۹)

سید احمد نور صاحب بیان کرتے ہیں کہ قادیان میں حضرت صاحبزادہ صاحب کو کشوف والہامات ہوتے تھے- ایک دن سوکر اٹھے تو بتایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور پھر یہ الہام ہوا: ''جِسْمُهٗ مُنَوَّرٌ مُعَنبرٌ مُعَطَّرٌ يُضِئٌ كَا اللُّؤلُؤِ الْمَكْنُوْن''

ایک روز حضرت صاحبزادہ صاحب نے مولوی عبدالستار خان سے کہا کہ میرے چہرے کی طرف دیکھو- مولوی صاحب دیکھنے لگے لیکن دیکھ نہ سکے اور نظریں نیچی ہو گئیں- حضرت صاحبزادہ صاحب کا چہرہ سورج کی طرح روشن تھا- اسے دیکھنے سے آنکھیں چندھیا جاتی تھیں- مولوی عبدالستار خان صاحب نے **سُبحانَ اللّٰہ، سُبحان اللّٰہ** کہنا شروع کر دیا-

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سیر کو گئے- جب واپس آئے تو اپنے ساتھیوں کو مہمان خانہ میں ایک کشف سنایا کہ جنت کی ایک حور جو بہت اچھے لباس میں تھی میرے سامنے آئی اور کہا کہ آپ میری طرف دیکھیں تو میں نے اس سے کہا کہ جب تک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ہوں تیری طرف نہیں دیکھ سکتا تب وہ روتی ہوئی چلی گئی- (٦٠)

مولوی عبدالستار خان صاحب کی روایت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت شہید کو بڑی محبت تھی- ان کا رنگ عاشقانہ رنگ تھا اور جب وہ حضور کی مجلس میں بیٹھتے تھے تو ان کی حالت اور کی اور ہو جاتی تھی- فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جس رنگ میں دیکھا ہے کسی نے نہیں دیکھا...... صاحبزادہ صاحب کا شعر ہے

عطرے نورے دہم اعظم سرمہ چشم کرم　　برقے تیغے رُوئے خوباں شکرِ شاہِ ارم

صاحبزادہ صاحب جب حضور کی مجلس میں بیٹھتے تو حضور کے پاؤں دبایا کرتے تھے- (٦١)

مولوی عبدالستار خان صاحب کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ صاحبزادہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے باغ کی طرف سیر کو جا رہے تھے تو راستہ میں مجھے اور عبدالجلیل سے کہا کہ میرے ماتھے کی طرف دیکھو کہ تم اس کو دیکھنے کی طاقت رکھتے ہو- جب ہم نے دیکھا

تو وہ ایسا چمکتا تھا جیسے آفتاب- ہماری آنکھیں خیرہ ہوگئیں اور ہم نے نظر نیچی کر لی-

ایک مرتبہ رات کے وقت بھی ایسا واقعہ ہوا- آپ مہمان خانہ میں کوٹھڑی میں تشریف رکھتے تھے- اور یہ زمانہ ان کے کمالِ عشق کی حالت کا تھا- آپ نے فرمایا میرے ماتھے کی طرف دیکھو- جب میں نے اور عبدالجلیل نے نظر کی تو ایک بہت بڑے روشن ستارے کی طرح معلوم ہوًا بلکہ اس سے بھی زیادہ-

ہمارے ساتھ وزیر محمد (وزیری ملاّ) بیٹھا ہوا تھا- اس نے کہا کہ مجھے نظر نہیں آیا- اس پر آپ نے فرمایا ''شما تقویٰ نہ دارید'' (یعنی تمہیں تقویٰ نصیب نہیں)-(۶۲)

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب کے قادیان آنے کے بارہ میں ایک انگریز انجینئر کا بیان اور ایک کشفی واقعہ کا ذکر

ایک انگریز انجینئر جس کا نام Mr. Frank A. Martin تھا ان دنوں کابل میں موجود تھا- یہ آٹھ سال تک بہ سلسلہ سرکاری ملازمت کے افغانستان میں مقیم رہا اور امیر عبدالرحمٰن اور امیر حبیب اللہ خان کا مقرب تھا- اس نے انگلستان واپس جا کر ایک کتاب "Under The Absolute Amir" کے نام سے لکھ کر شائع کروائی- اس میں وہ اپنے زمانۂ اقامت کابل کے حالات لکھتا ہے- اس نے حضرت صاحبزادہ صاحب کا ذکر بھی کیا ہے اس کی تحریر بعض تفاصیل میں دیگر روایات سے اختلاف رکھتی ہے لیکن کافی حد تک صداقت اس کے اندر موجود ہے- مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے بارہ میں اس بیرونی شہادت کو بھی درج کر دیا جائے-Mr. Frank A. Martin بیان کرتا ہے کہ:

''افغانستان کے ایک بہت بڑے اور اثر ورسوخ رکھنے والے ملاّ (صاحب) مکہ مکرمہ کے حج کے لئے روانہ ہوئے- ہندوستان میں سفر کرتے ہوئے انہوں نے ایک مقدس شخصیت کے بارہ میں سنا جو حضرت مسیح علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے بارہ میں تبلیغ کرتے تھے- اور کہتے تھے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے-

''ملاّ (صاحب) اس مقدس شخصیت کو ملنے گئے- مقامی لوگوں نے ان کے بارہ میں عجیب وغریب امور بیان کئے- نبوت کے اس مدعی کے کلمات اتنا یقین دلانے والے تھے کہ ملاّ (صاحب) ان پر ایمان لے آئے اوران کو یقین ہو گیا کہ جو کچھ وہ اپنے بارہ میں دعویٰ کرتے ہیں وہ درست ہے- یہ امر معلوم ہونے پر کہ ملاّ (صاحب) حج کے ارادہ سے جارہے تھے (حضرت) نبیؑ ایک مرتبہ ان کو ایک اندرونی کمرہ میں لے گئے اور وہاں اُن دونوں نے اکٹھے مکہ کی زیارت کی- حاجیوں کے ہجوم کو مسجد حرام میں دیکھا- اس کے صحن میں داخل ہوئے اور اس میں تمام قابل ملاحظہ مقامات دیکھے اور خانۂ کعبہ پہنچنے تک تمام مسنون دعائیں پڑھیں-''

Mr. Frank A. Martin لکھتے ہیں کہ ''یہ مسمریزم کے نتیجہ میں تھا یا ملاّ (صاحب) کے اس نظارہ کو دیکھنے کی کوئی اور وجہ تھی اس بارہ میں تو ہر شخص اپنا قیاس کر سکتا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ سزائے موت بھی ان کے اس یقین کو متزلزل نہیں کر سکا کہ ان کے ہادی ایک سچے نبی تھے اور یہ کہ واقعی انہوں نے مکہ مکرمہ کی زیارت کی تھی ......''

کشفی واقعہ کے بارہ میں وضاحت

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جس کشف کا مسٹر مارٹن نے ذکر کیا ہے اس کا ہُو بہو ذکر تو سلسلہ کے لٹریچر میں نہیں مل سکا لیکن حضرت پیر سراج الحق نعمانیؓ کی روایت میں ایک ملتے جلتے واقعہ کا ذکر آتا ہے- حضرت پیر صاحب نے اپنی کتاب تذکرۃ المہدی حصہ دوم میں لکھا ہے کہ ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ:

''ہمیں بھی ایک بار حج کے روز کشف میں حج کا نظارہ دکھایا گیا یہاں تک کہ سب کی باتیں اور لبیک اور تسبیح و تحلیل ہم سنتے تھے- اگر چاہتے تو لوگوں کی باتیں لکھ لیتے -''

اس مقام پر ایک احمدی صحابی کی ایک رؤیا کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے-

جناب غلام حیدر صاحب ولد میاں خدا بخش صاحب سکنہ احمد نگر ضلع گوجرانوالہ

کا بیان ہے کہ ۱۹۰۳ء میں وہ ابھی احمدی نہیں ہوئے تھے، زیر تبلیغ تھے- اور احمدیت کی تعلیم سے کافی متاثر تھے- ان ایام میں انہوں نے رؤیا میں دیکھا کہ وہ ایک بزرگ کے ہمراہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں- کچھ عرصہ بعد ان کو ایک احمدی دوست نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فوٹو دکھایا تو وہ یہ معلوم کر کے حیران رہ گئے کہ یہ اسی بزرگ کی شکل ہے جن کے ساتھ انہوں نے حج کیا تھا- (۶۳)

غلام حیدر صاحب کی یہ رؤیا ۱۹۰۳ء کی ہے اور یہ وہی سال ہے جب حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب بھی ذوالحجہ کے مہینہ میں قادیان میں مقیم تھے- اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے جس کشفی واقعہ کا مسٹر مارٹن- اے- فرینک نے ذکر کیا ہے وہ بھی ۱۹۰۳ء کا ہی بنتا ہے-

یہ تمام تشریحات یا وضاحتیں خاکسار کی ذوقی ہیں- اصل حقیقت اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے- (مرتب)

صاحبزادہ محمد عبداللطیف صاحب کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے واپس اپنے وطن جانے کی اجازت مانگنا اور حضور علیہ السلام کے ارشادات

۵/مارچ ۱۹۰۳ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فارسی زبان میں بعض ارشادات فرمائے تھے جن کا اردو ترجمہ اخبار الحکم اور البدر میں شائع ہوا- لکھا ہے کہ:

''ایک خادم نے حضرت اقدس سے رخصت طلب کی ان کا وطن یہاں سے دور دراز تھا اور ایک عرصہ سے آ کر حضرت اقدس کے قدموں میں موجود تھے- ان کے رخصت طلب کرنے پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ انسان کی فطرت میں یہ بات ہوتی ہے اور میری فطرت میں بھی ہے کہ جب کوئی دوست جدا ہونے لگتا ہے تو میرا دل غمگین ہوتا ہے کیونکہ خدا جانے پھر ملاقات ہو یا نہ ہو- اس عالم کی یہی وضع پڑی ہے- خواہ کوئی ایک سو سال زندہ رہے آخر پھر جدائی ہے- مگر مجھے یہ امر پسند ہے کہ عید الاضحیٰ نزدیک ہے وہ کر کے آپ جاویں- جب

تک سفر کی تیاری کرتے رہیں- باقی مشکلات کا خدا حافظ ہے''-(۶۴)

۶/مارچ ۱۹۰۳ء بروز جمعہ-مجلس قبل از عشاء جس صاحب نے کل حضرت اقدس سے رخصت طلب کی تھی ان سے مخاطب ہو کر حضرت اقدس نے فرمایا کہ ''یہی مناسب ہے کہ عید کی نماز کے بعد روانہ ہوں کیونکہ پھر سخت گرمی کا موسم آنے والا ہے- سفر میں بہت تکلیف ہوگی- میں نے جیسا آپ سے وعدہ کیا ہے دعا کرتا رہوں گا- مجھے کسی امیر یا بادشاہ کا خطرہ نہیں- میرا کام دعا کرنا ہے''......اسی طرح فرمایا......''جب آدمی سلوک میں قدم رکھتا ہے تو ہزار ہا بلا اس پر نازل ہوتی ہیں جیسے جنات اور دیو نے حملہ کر دیا ہے مگر جب وہ شخص فیصلہ کر لیتا ہے کہ میں اب واپس نہ ہوں گا اور اسی راہ میں جان دے دوں گا تو پھر وہ حملہ نہیں ہوتا اور آخر کار وہ بلا ایک باغ میں متبدل ہو جاتی ہے اور جو اس سے ڈرتا ہے اس کے لئے وہ دوزخ بن جاتی ہے- اس کا انتہائی مقام بالکل دوزخ کا تمثل ہوتا ہے تا کہ خدا تعالیٰ اسے آزماوے- جس نے اس دوزخ کی پروانہ کی وہ کامیاب ہوا- یہ کام بہت نازک ہے- بجز موت کے چارہ نہیں''-(۶۵)

سید احمد نور صاحب کا بیان ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب امیر حبیب اللہ خان سے چھ ماہ کی رخصت لے کر آئے تھے- جب انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے واپسی کی اجازت کی درخواست کی تو حضور نے فرمایا کہ آپ کا ارادہ حج پر جانے کا تھا اور حج کا وقت تو گزر چکا ہے- آپ ایک سال اور قادیان ٹھہر جائیں اور آئندہ سال حج کر کے افغانستان واپس چلے جائیں- اس پر صاحبزادہ صاحب نے عرض کی کہ میں وطن واپس جا کر آئندہ سال حج کے لئے آجاؤں گا- اس پر حضور نے ان کو اجازت دے دی-(۶۶)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مدح میں

صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب کا قصیدہ

اخبار البدر و الحکم سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحبزادہ صاحب نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مدح میں فارسی زبان میں ایک قصیدہ لکھا تھا جو یہاں درج کیا جا تا ہے- اس قصیدہ میں کتابت کی بے احتیاطی سے بعض غلطیاں رہ گئی ہیں- لاہور کے بعض صحابہ کی روایت ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے یہ قصیدہ لاہور میں فی البدیہہ سنایا تھا- اوران کی شہادت کے بعد اخبارالحکم والبدر میں شائع ہوا-نموتۃً چنداشعاردرج ذیل ہیں:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونستعینہ ونصلی علی رسولہ الکریم العظیم

نورشمع جمال

نہ جائے حَرف ونہ جائے مقال

دوائے درداثقال

عجب کہ احمداطہر بہ ایں گزرآمد

محمدیست بہ گیسوئے معطرآمد

عجب کہ احمداطہر بہ ایں گزرآمد

ہلال ماہ جبینش بہ ادب بایددید

عجب مبارک اطہر ہماں قمرآمد

محمدیست بہ گیسوئے معطرآمد

زحسن وورع وجمالش ملک بحیرت ماند

کہ آفتاب شریعت بہ بحروبرآمد

عجب کہ احمداطہر بہ ایں گزرآمد

رخش زگلشن رضواں عرق ہمی ریزد
بہ مہ رویان ارم داغ برجگر آمد
محمد یست بہ گیسوئے معطر آمد
ز برق تیغ جنبش شرر ہمی بارد
خور سماء علی لا بجال خطر آمد
عجب کہ احمد اطہر بہ ایں گزر آمد
زظلم وظلمت دوراں نجات ممکن نیست
بجز لقائے جنبش کہ معتبر آمد
محمد یست بہ گیسوئے معطر آمد (۶۷)

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب کی قادیان سے افغانستان کو واپسی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مولوی صاحب خوست علاقہ کابل سے قادیان میں آ کر کئی مہینہ میرے پاس اور میری صحبت میں رہے۔ پھر بعد اس کے جب آسمان پر یہ امر قطعی طور پر فیصلہ پا چکا کہ وہ درجہ شہادت پاویں تو اس کے لئے یہ تقریب پیدا ہوئی کہ وہ مجھ سے رخصت ہو کر اپنے وطن کی طرف واپس تشریف لے گئے''۔(۶۸)

اسی طرح فرمایا: ''اور عجیب بات یہ ہے کہ ان کے بعض شاگرد بیان کرتے ہیں کہ جب وہ وطن کی طرف روانہ ہوئے تو بار بار کہتے تھے کہ کابل کی زمین اپنی اصلاح کے لئے میرے خون کی محتاج ہے''۔(۶۹)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب مع ایک گروہ کثیر الوداع کہنے کے لئے دور تک بٹالہ کی سڑک پر تشریف لے گئے۔ آخر جب حضرت صاحبزادہ صاحب رخصت ہونے لگے تو

وہ سڑک پر حضور کے قدموں میں گر پڑے اور جدائی کے غم کے مارے ان کی چیخیں نکل گئیں اور زار زار رونے لگے- حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو بڑی مشکل سے اٹھایا اور تسلی دی اور رخصت کیا- (۷۰)

حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ جب صاحبزادہ صاحب واپس افغانستان جانے لگے تو وہ کہتے تھے کہ میرا دل یہ کہتا ہے کہ میں اب زندہ نہیں رہوں گا- میری موت آن پہنچی ہے- وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس ملاقات کو آخری ملاقات سمجھتے تھے- رخصت ہوتے وقت وہ حضور کے قدموں پر گر کر زار زار رونے لگے- حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں اٹھنے کے لئے کہا اور فرمایا کہ ایسا نہیں کرنا چاہئے- مگر وہ حضور کے قدموں پر گرے رہے- آخر آپؑ نے فرمایا اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَب- اس پر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور بڑی حسرت کے ساتھ رخصت ہوئے- (۷۱)

جب صاحبزادہ صاحب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے رخصت ہوئے تو اس وقت سید احمد نور بھی موجود تھے- انہوں نے اس وقت حضور کی خدمت میں عرض کی کہ وہ تو حضور کو چھوڑ کر نہیں جا سکتے قادیان میں ہی رہنا چاہتے ہیں- اس پر حضورؑ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت تم صاحبزادہ صاحب کے ساتھ چلے جاؤ- بعد میں تم قادیان آ جاؤ گے- (۷۲)

حاجی محمد صدیق صاحب پٹیالوی بیان کرتے ہیں:

صاحبزادہ شہید عبداللطیف مرحوم جب قیام دارالامان سے واپس کابل جانے لگے تو ان کی سواری کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رتھ منگوایا- حضور خدام کے ساتھ ان کو وداع کرنے کے لئے پیدل چلے اور خالی رتھ ساتھ آتا گیا- جب حضور نہر کی طرف پہنچے تو رتھ کو ٹھہرا لیا اور اس کے پاس کھڑے ہو کر صاحبزادہ صاحب سے گفتگو کرتے رہے- اس دوران میں صاحبزادہ صاحب نے عرض کی کہ مجھے مرنے کا تو کچھ فکر نہیں ہاں میرے لئے استقلال کی دعا فرمائیں تا اللہ تعالیٰ مجھے ثابت قدم رکھے- وہ باتیں کرتے جاتے تھے اور زار زار رو رہے تھے- اس دوران دفعۃً حضور کے پاؤں پر گر پڑے- اس پر حضور خود جھکے اور شہید

مرحوم کے دونوں شانوں کے نیچے اپنے دست مبارک ڈال کر انہیں اٹھایااور فرمایا- صاحبزادہ صاحب ایں جائز نیست- ان کے اٹھنے پر حضور نے دعا کی اور انہیں رخصت فرمایا-(۷۳)

میاں اللہ یار صاحب ٹھیکیدار ساکن بٹالہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کو الوداع کہنے موڑ تک گئے تو واپسی پر ایک جوہڑ کے پاس آ کر ٹھہر گئے اور اپنے اصحاب سے کہا کہ وہ شہزادہ صاحب کے خاتمہ بالخیر کے لئے دعا مانگیں- چنانچہ حضور نے ان کے لئے بڑی لمبی دعا کی-(۷۴)

جیسا کہ پہلے ذکر آ چکا ہے حضرت صاحبزادہ صاحب کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا کہ عیدالاضحیٰ کے بعد قادیان سے روانہ ہوں- اس سال عید ۱۱/مارچ ۱۹۰۳ء کو ہوئی تھی- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب قادیان سے واپس اپنے وطن کی طرف ۱۱/مارچ کو یا اس کے بعد روانہ ہوئے تھے-(۷۵)

جناب قاضی محمد یوسف صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف قادیان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے رخصت ہو کر براستہ لاہور، کیمبل پور، کوہاٹ، ٹل اپنے وطن خوست واپس گئے تھے-(۷۶)

مولوی عبدالستار خان صاحب نے بیان کیا کہ جب صاحبزادہ عبداللطیف صاحب قادیان سے خوست واپس جا رہے تھے تو راستہ میں میں نے ان سے کہا کہ وہاں آپ کو قتل کر ڈالیں گے- اس پر آپ نے فرمایا''من نہ میرم'' اور یہ بھی کہا''موت بامن نہ آئید''- جب آپ شہید ہو گئے تو رویا میں مجھے ان کی زیارت ہوئی- میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ تو کہتے تھے موت بامن نہ آئید- انہوں نے جواب میں فرمایا'' کارہائے خدا ازیں ہم عظیم است''-

واقعہ سنگساری کے متعلق میں نے دریافت کیا کہ آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی فرمایا مجھے کوئی دکھ نہیں ہوا اور میں نے کوئی تکلیف محسوس نہیں کی-

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ مجھے خواب میں نظر آئے تو میں نے انہیں پہلے سے زیادہ خوش پایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت کی ملاقات کا نتیجہ تھا۔(۷۷)

سید احمد نور صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحبزادہ صاحب واپسی کے سفر میں قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہتے تھے۔ لاہور چند روز گمٹی بازار کی ایک مسجد میں ٹھہرے جو میاں چراغ الدین صاحب کے مکان کے پاس تھی۔ لاہور میں بعض لوگ آپ کو ملنے آئے۔ وہ چکڑالوی عقیدہ رکھتے تھے اور اپنے عقائد پیش کر کے آپ کی رائے دریافت کی۔ آپ نے فرمایا ایسا عقیدہ رکھنے والا مجنون ہے اور اگر قصداً ایسا عقیدہ کرتا ہے تو کافر ہے۔ لاہور میں آپ نے بعض کتابیں خریدیں اور ان کی جلدیں بندھوالیں۔ لاہور میں چند روز قیام کیا پھر وہاں سے بذریعہ ریل روانہ ہوئے۔(۷۸)

راستہ میں جہاں بھی قیام ہوتا تو جن لوگوں سے ملاقات ہوتی ان سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ضرور کرتے۔(۷۹)

کوہاٹ سے بنوں کا سفر ٹم ٹم کے ذریعہ کیا۔ ٹم ٹم میں بھی قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہے۔ عصر کی نماز کا وقت ہوا تو اتر کر باجماعت نماز پڑھائی۔ اس دوران میں شدید بارش شروع ہوگئی لیکن آپ نے پرواہ نہ کی اور نماز پڑھتے رہے۔ خرّم مقام میں ایک سرائے میں قیام کیا۔ وہاں آپ نے ایک بکری منگوا کر ذبح کی اور کھانا تیار کروایا۔ خود بھی کھایا اور سرائے میں مقیم لوگوں کو بھی کھلایا۔ صبح آگے روانہ ہوئے یہاں تک کہ بنّوں پہنچ گئے۔ بنّوں میں آپ نے چند روز قیام فرمایا۔ واپسی کے سفر کے دوران حضرت صاحبزادہ صاحب نے ہمیں بتایا کہ مجھے الہام ہوتا ہے کہ 'اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ'(۸۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ:

''مولوی صاحب جب سرزمین علاقہ ریاست کابل کے نزدیک پہنچے تو علاقہ انگریزی میں ٹھہر کر بریگیڈیر محمد حسین کوتوال کو جوان کا شاگرد تھا ایک خط لکھا کہ آپ امیر صاحب سے میرے آنے کی اجازت حاصل کر کے مجھے اطلاع دیں۔ تو امیر صاحب کے

پاس بمقام کابل میں حاضر ہو جاؤں - بلا اجازت اس لئے تشریف نہ لے گئے کہ وقت سفر امیر صاحب کو یہ اطلاع دی تھی کہ میں حج کو جاتا ہوں - مگر وہ ارادہ قادیان میں بہت دیر تک ٹھہرنے سے پورا نہ ہو سکا اور وقت ہاتھ سے جاتا رہا...... قبل اس کے کہ وہ سرزمین کابل میں وارد ہوں اور حدود ریاست کے اندر قدم رکھیں احتیاطاً قرین مصلحت سمجھا کہ انگریزی علاقے میں رہ کر امیر کابل پر اپنی سرگزشت کھول دی جائے کہ اس طرح پر حج کرنے سے معذوری پیش آئی - انہوں نے مناسب سمجھا کہ بریگیڈیئر محمد حسین کو خط لکھا تا وہ مناسب موقعہ پر اصل حقیقت مناسب لفظوں میں امیر کے گوش گزار کر دیں اور اس خط میں یہ لکھا کہ اگرچہ میں حج کرنے کے لئے روانہ ہوا تھا مگر مسیح موعود کی مجھے زیارت ہوگئی اور چونکہ مسیح کے ملنے کے لئے اور اس کی اطاعت مقدم رکھنے کے لئے خدا اور رسول کا حکم ہے اس مجبوری سے مجھے قادیان میں ٹھہرنا پڑا اور میں نے اپنی طرف سے یہ کام نہ کیا بلکہ قرآن اور حدیث کی رو سے اسی امر کو ضروری سمجھا - جب یہ خط بریگیڈیئر محمد حسین کوتوال کو پہنچا تو اس نے وہ خط اپنے زانو کے نیچے رکھ لیا اور اس وقت پیش نہ کیا مگر اس کے نائب کو جو مخالف اور شریر آدمی تھا کسی طرح پتہ لگ گیا کہ یہ مولوی صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کا خط ہے اور وہ قادیان میں ٹھہرے رہے - تب اس نے وہ خط کسی تدبیر سے نکال لیا اور امیر صاحب کے آگے پیش کر دیا - امیر صاحب نے بریگیڈیئر محمد حسین کوتوال سے دریافت کیا کہ کیا یہ خط آپ کے نام آیا ہے - اس نے امیر کے موجودہ غیظ و غضب سے خوف کھا کر انکار کر دیا...... مولوی صاحب شہید نے کئی دن پہلے خط کے جواب کا انتظار کر کے ایک اور خط بذریعہ ڈاک محمد حسین کوتوال کو لکھا - وہ خط افسر ڈاکخانہ نے کھول لیا اور امیر صاحب کو پہنچا دیا - چونکہ قضاء و قدر سے مولوی صاحب کی شہادت مقدر تھی اور آسمان پر وہ برگزیدہ بزمرۂ شہداء داخل ہو چکا تھا اس لئے امیر صاحب نے ان کے بلانے کے لئے حکمت عملی سے کام لیا اور ان کی طرف خط لکھا کہ آپ بلا خطرہ چلے آؤ - اگر یہ دعویٰ سچا ہوگا تو میں بھی مرید ہو جاؤں گا - بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں کہ خط امیر صاحب نے ڈاک میں بھیجا تھا یا دستی روانہ کیا تھا - بہرحال اس خط کو دیکھ

کر مولوی صاحب موصوف کابل کی طرف روانہ ہو گئے اور قضا وقدر نے نازل ہونا شروع کر دیا‘‘-(۸۱)

اسی طرح فرمایا’’مولوی صاحب فرماتے تھے کہ مجھے بار بار الہام ہوتا ہے ’اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنِّی مَعَکَ- اسْمَعُ وَ اَریٰ- وَاَنْتَ مُحَمَّدٌ مُعَنْبَرٌ مُعَطَّرٌ‘ اورفرمایا کہ مجھے الہام ہوتا ہے کہ آسمان شور کر رہا ہے اور زمین اس شخص کی طرح کانپ رہی ہے جو تپ لرزہ میں گرفتار ہو- دنیا اس کو نہیں جانتی یہ امر ہونے والا ہے- اور فرمایا کہ مجھے ہر وقت الہام ہوتا ہے کہ اس راہ میں اپنا سر دے دے اور دریغ نہ کر کہ خدا نے کابل کی زمین کی بھلائی کے لئے یہی چاہا ہے‘‘-(۸۲)

سید احمد نور صاحب کی روایت ہے کہ آپ بنّوں میں کچھ عرصہ قیام کر کے سید گاہ کی طرف روانہ ہوئے- دَوڑ کے مقام تک ٹُم ٹُم میں سفر کیا- یہاں کے نمبردار نے آپ کی آمد پر بہت خوشی کا اظہار کیا اور آپ کی ضیافت کی-

صبح سید گاہ سے کچھ آدمی گھوڑے لے کر استقبال کے لئے آئے وہاں سے سوار ہو کر وطن کی طرف روانہ ہوئے-(۸۳)

وطن میں آمد اور رشتہ داروں کو تبلیغ

جب حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب اپنے گاؤں سید گاہ کے قریب پہنچے تو آپ کے عزیز و اقارب نے بڑی خوشی کا اظہار کیا کہ صاحبزادہ صاحب حج کر کے واپس آئے ہیں- آپ نے فرمایا کہ میں حج سے نہیں آیا بلکہ قادیان سے آیا ہوں جہاں ایک مقبول الٰہی مستجاب الدعوات شخصیت ہے جس نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور آپ لوگوں کو یہ خبر دیتا ہوں کہ وہ اپنے دعویٰ میں صادق ہے اس کا انکار نہ کرو بلکہ اسے تسلیم کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاؤ اور اس کی رحمتوں کے مورد اور وارث بن جاؤ- اس پر آپ کے رشتہ دار ناراض ہو گئے اور کہنے لگے اس شخص کی بابت ہم کو خبر ملی ہے کہ وہ کافر ہے (نعوذ باللہ) اور

اس کے پیرو بھی - قادیان جانا بھی کفر ہے- آپ ان باتوں سے باز آ جائیں ورنہ اگر یہ امیر حبیب اللہ خان کے علم میں آیا تو وہ ہم سب کو قتل کروا دے گا-

آپ نے فرمایا کہ مناسب ہے کہ تم یہ ملک چھوڑ کر بنوں چلے جاؤ وہاں ہماری زمین بھی ہے- یہ امر تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مامور کا انکار کرو ورنہ میں تمہارے لئے ایک ایسی بَلا لایا ہوں کہ کبھی بھی تم اس سے بچ نہیں سکتے - میں تو اس بات سے ہرگز نہیں ٹلوں گا - یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے مجھے اس کا پہنچانا لازم ہے- میں نے اپنا نفس، اپنا مال اور اپنی اولاد اس راہ میں دے دی ہے اور تم دیکھ لوگے کہ میں اور میرے اہل وعیال کس طرح اس راہ میں فدا ہوتے ہیں لیکن وہ لوگ آپ کی بات نہ مانے اور انکار کرتے رہے-(۸۴)

علی الاعلان تبلیغ کا آغاز

حضرت صاحبزادہ صاحب کی واپسی کی خبر سن کر اس علاقہ کے رؤسا آپ کو ملنے آئے- آپ نے انہیں بھی بتایا کہ میں اس سال حج نہیں کر سکا بلکہ حج کو جاتے ہوئے ہندوستان میں ایک مقام قادیان میں گیا تھا وہاں ایک شخص نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے- اس کا فرمان ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں اور اس نے مجھے اس زمانہ کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے- میرا آنا خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ہے- میں وقت مقررہ پر آیا ہوں - اسے دیکھا اور اس کے حالات معلوم کئے - اس کے تمام اقوال اور افعال قرآن مجید کے مطابق ہیں اور اس کا دعویٰ سچا ہے- تمہیں چاہئے کہ اس کو مان لو اس سے تمہیں فائدہ ہوگا - اگر نہ مانو تو تمہارا اختیار ہے میں تو مان چکا ہوں- اس پر حاضرین نے کہا کہ صاحبزادہ صاحب آپ یہ باتیں نہ کریں اس سے پہلے امیر عبدالرحمٰن خان نے ان باتوں کو پسند نہیں کیا تھا اور مولوی عبدالرحمٰن خان کو قتل کروا دیا تھا-

حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ تمہارے دو خدا ہیں- جتنا خدا سے ڈرنا

چاہئے اتنا تم امیر سے ڈرتے ہو- کیا میں خدا کے حکم کو امیر سے ڈر کر نہ مانوں؟ کیا قرآن سے توبہ کرلوں یا حدیث سے دستبردار ہو جاؤں- اگر میرے سامنے دوزخ بھی آ جائے تو اس بات سے ہرگز باز نہیں آؤں گا-

خوست کے حاکم نے بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ یہ باتیں نہ کریں لیکن آپ دلیری سے اپنے مؤقف پر قائم رہے-(۸۵)

آپ کے رشتہ داروں اور برادری نے اعلان کیا کہ ہم صاحبزادہ صاحب سے متفق نہیں- ان کے عقیدہ کے خلاف ہیں اور بیزاری کے خطوط بھی لکھے- اس پر آپ نے فرمایا کہ تم ایسا اعلان کرنے سے بچ نہیں سکتے- بہتر ہے کہ تم یہاں سے انگریزی علاقے میں بنّوں چلے جاؤ ورنہ تمہیں میری وجہ سے بلا وجہ تکلیف ہوگی- لیکن برادری نے بیزاری کے اعلان کو کافی سمجھا اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے مشورہ کی پرواہ نہیں کی-(۸۶)

سرداران کابل کو تبلیغی خطوط

حضرت صاحبزادہ صاحب نے سید گاہ سے سرداران کابل کو پانچ تبلیغی خطوط تحریر کئے ان میں سے ایک خط مستوفی الملک بریگیڈیئر مرزا محمد حسین خان کوتوال کے نام تھا- دوسرا سردار شاہ غاصی عبدالقدوس خان اعتماد الدولہ کو لکھا- تیسرا مرزا عبدالرحیم خان دفتری کو- چوتھا حاجی باشی شاہ محمد کو اور پانچواں خط قاضی القضاۃ عبدالعزیز کے نام تھا-

ان خطوط میں آپ نے تحریر فرمایا کہ میں حج کے ارادہ سے روانہ ہوا تھا لیکن ہندوستان میں میری ملاقات حضرت مرزا غلام احمد صاحب سے ہوئی جو قادیان میں رہتے ہیں- انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس زمانہ کی اصلاح کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خدمت کے لئے بھیجا گیا ہوں اور قرآن شریف اور احادیث کے مطابق وقت مقررہ پر آیا ہوں- میں نے قادیان میں چند ماہ گزارے، ان کا دعویٰ سنا، ان کے افعال و اقوال کو غور سے دیکھا- میں نے انہیں

سچا پایا - ان کے ملنے سے مجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل ہوا - سو میں آپ کو آگاہ کرتا ہوں کہ یہ وہی ہے جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد آنے کی پیشگوئی فرمائی تھی اور جس کے آنے کا لوگ انتظار کیا کرتے تھے - میں اس پر ایمان لے آیا ہوں - آپ کو بھی چاہئے کہ اسے مان لیں تا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں، آپ کی بہتری اسی میں ہے - میرا فرض آپ کو یہ پیغام پہنچانا تھا - میں اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں -

یہ خطوط آپ نے عبدالغفار خان صاحب برادر مولوی عبدالستار خان صاحب کو دئے جو انہیں لے کر بلاتوقف کابل روانہ ہو گئے - اس وقت سردی کا موسم تھا اور برف پڑی ہوئی تھی -

مولوی عبدالغفار صاحب نے کابل جا کر یہ خطوط مکتوب الیہم کو پہنچا دئے - مولوی صاحب ان تمام لوگوں کو خوب جانتے تھے - مرزا محمد حسین خان کوتوال نے مولوی عبدالغفار خان صاحب سے کہا کہ تم واپس چلے جاؤ خط کا جواب صاحبزادہ صاحب کو ڈاک کے ذریعہ بھجوا دیا جائے گا -

مولوی عبدالغفار خان صاحب نے واپس آ کر حضرت صاحبزادہ صاحب سے عرض کی کہ مجھے تو ان خطوط کا کوئی جواب نہیں دیا گیا - البتہ مرزا محمد حسین خان نے کہا تھا کہ تم واپس چلے جاؤ جواب ڈاک کے ذریعہ بھجوا دیا جائے گا - یہ سن کر حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے تو خطرہ معلوم ہوتا ہے -

حضرت صاحبزادہ صاحب کی گرفتاری اور کابل بلائے جانے کا فیصلہ

حضرت صاحبزادہ صاحب نے جو خطوط سرداران کابل کے نام بھجوائے تھے وہ تمام امیر حبیب اللہ خان اور سردار نصر اللہ خان کو پہنچا دئے گئے - امیر نے اپنے بااعتماد مولویوں کو بلا کر دکھائے اور ان کی رائے دریافت کی تو انہوں نے عرض کی کہ یہ مدعی جس کا ان خطوط میں ذکر ہے آدھا قرآن مانتا ہے اور آدھا نہیں مانتا اس لئے (نعوذ باللہ) کافر ہے اور جو شخص

اسے مانتا ہے وہ بھی کافر اور مرتد ہے۔ اور اگر مولوی عبداللطیف صاحب کو ڈھیل دی گئی تو خطرہ ہے کہ اور بہت سے لوگ مرتد ہو جائیں گے۔

چنانچہ امیر حبیب اللہ خان نے خوست کے حاکم کے نام حکم جاری کیا کہ صاحبزادہ صاحب کو گرفتار کر کے پچاس سواروں کی حفاظت میں کابل بھجوا دیا جائے۔ اس دوران انہیں کوئی ملنے نہ آئے اور نہ ان سے کلام کرے۔

ایک روز حضرت صاحبزادہ صاحب سیر کو جا رہے تھے اور سید احمد نور صاحب اور عبدالجلیل خان صاحب ساتھ تھے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا اور فرمایا کہ کیا تم ہتھکڑیوں کی طاقت رکھتے ہو۔ پھر سید احمد نور سے فرمایا کہ جب میں مارا جاؤں تو تم میرے مرنے کی اطلاع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں کرنا۔ اس پر سید احمد نور رو پڑے اور عرض کی کہ میں بھی تو آپ کے ساتھ ہی ہوں میں کب آپ سے جدا ہونگا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ نہیں نہیں جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے رخصت ہوئے تھے تو تم نے عرض کی تھی کہ حضور میں تو قادیان سے باہر نہیں جا سکتا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تم سے فرمایا تھا کہ اس وقت تم صاحبزادہ صاحب کے ساتھ چلے جاؤ تم بعد میں قادیان واپس آ جاؤ گے۔ حضورؑ نے یہ تمہارے بارہ میں ارشاد فرمایا تھا، میرے بارہ میں تو نہیں فرمایا تھا۔

جب کچھ عرصہ تک آپ کے خطوط کا جواب نہ آیا تو بعض دوستوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپ یہاں سے جانا چاہیں تو ہم آپ کو اہل وعیال سمیت لے جائیں گے۔ اس وقت موقعہ ہے آپ بنّوں چلے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں میں ہرگز نہیں جاؤں گا۔ مجھے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتا ہے اِذۡھَبۡ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ میں یہاں سے ہرگز نہیں جاؤں گا۔ (۸۷)

سید احمد نور صاحب بیان کرتے ہیں کہ گرفتاری سے ایک روز پیشتر صاحبزادہ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط لکھا جس میں آپ نے تمام واقعات تحریر کئے اس خط میں جو القاب آپ نے حضورؑ کے لئے استعمال کئے تھے وہ بہت اعلیٰ

اور شیریں تھے- مجھے اتنے پسند آئے کہ میں نے عرض کی کہ یہ خط مجھے دے دیں میں نقل کر کے واپس کر دوں گا- حضرت صاحبزادہ صاحب نے خط اپنی جیب میں ڈال لیا اور مجھے فرمایا کہ یہ خط تمہارے ہاتھ میں آ جائے گا-(۸۸)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

''جب گھر میں تھے اور ابھی گرفتار نہیں ہوئے تھے اور نہ اس واقعہ کی کچھ خبر تھی اپنے دونوں ہاتھوں کو مخاطب کر کے فرمایا اے میرے ہاتھو! کیا تم ہتھکڑیوں کی برداشت کر لو گے؟ ان کے گھر کے لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا بات آپ کے منہ سے نکلی ہے؟ تب فرمایا کہ نماز عصر کے بعد تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ کیا بات ہے- تب نماز عصر کے بعد حاکم کے سپاہی آئے اور گرفتار کر لیا- اور گھر کے لوگوں کو انہوں نے نصیحت کی کہ میں جاتا ہوں اور دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم کوئی دوسری راہ اختیار کرو- جس ایمان اور عقیدہ پر میں ہوں چاہئے کہ وہی تمہارا ایمان اور عقیدہ ہو- گرفتاری کے بعد راہ میں چلتے وقت کہا کہ میں اس مجمع کا نوشاہ ہوں''-(۸۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''سنا ہے کہ جب ان کو پکڑ کر لے جانے لگے تو ان سے کہا گیا کہ اپنے بال بچوں سے مل لو ان کو دیکھ لو مگر انہوں نے کہا کہ اب کچھ ضرورت نہیں یہ ہے بیعت کی حقیقت اور غرض و غائیت-''(۹۰)

سید احمد نور صاحب کا بیان ہے کہ گرفتاری کے روز عصر کا وقت قریب آیا تو گورنر نے پچاس سوار بھجوائے جو یکے بعد دیگرے سیدگاہ آنے لگے-

حضرت صاحبزادہ صاحب مسجد میں آئے اور نماز عصر پڑھائی- نماز کے بعد ان سواروں نے عرض کی کہ گورنر صاحب نے پیغام دیا ہے کہ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں- آپ خود آئیں گے یا میں حاضر ہو جاؤں- آپ نے فرمایا نہیں وہ ہمارے سردار ہیں میں خود ان کے پاس چلتا ہوں- آپ نے اپنا گھوڑا منگوایا لیکن گورنر کے بھجوائے ہوئے سواروں میں ایک اپنے گھوڑے سے اتر پڑا اور گھوڑا آپ کو سواری کے لئے پیش کر دیا-

سوار ہونے سے پہلے آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام خط مجھے دے دیا اور کوئی بات نہ کی۔

آپ سپاہیوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ میں بھی ساتھ ہو لیا۔ جب گاؤں سے باہر نکلے تو مجھ سے باتیں کرنے لگے فرمایا کہ جب آپ مجھے ملے تھے تو میں بہت خوش ہوا تھا اور خیال آیا تھا کہ ایک باز میرے ہاتھ آ گیا ہے۔ اسی طرح میرے ساتھ گفتگو کرتے رہے۔ میں دور تک آپ کے ساتھ چلتا رہا پھر آپ نے فرمایا اب اپنے گھر چلے جاؤ۔ میں نے عرض کی میں آپ کی خدمت کے لئے ساتھ چلتا ہوں۔ آپ نے مجھے منع فرمایا اور کہا کہ **وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيكُمْ اِلَى التَّهْلُكَة**۔ تم اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ اس گاؤں سے اپنے گھر چلے جاؤ۔ اس پر میں آپ سے رخصت ہو گیا۔ (۹۱)

صاحبزادہ سید ابوالحسن صاحب قدسی بیان کرتے ہیں کہ جب امیر حبیب اللہ خان کی طرف سے خوست کے حاکم عبدالرحمٰن خان کو حضرت صاحبزادہ صاحب کو گرفتار کر کے کابل بھجوانے کا حکم آیا تو اس نے آپ کو لکھا کہ آپ سے بات کرنی ہے۔ آپ چھاؤنی میں آ جائیں۔ چھاؤنی خوست سے چند میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ حکم سات آدمی لے کر آئے تھے۔ اس پر آپ نماز عصر پڑھنے کے لئے مسجد چلے گئے اور نماز سے فارغ ہو کر ان کے ساتھ روانہ ہوئے روانگی کے وقت رخصت ہونے کے لئے گھر نہ تشریف لے گئے بلکہ مسجد سے ہی روانہ ہو گئے۔ ایک آدمی کو کہہ کے گھر سے قرآن مجید اور چھڑی منگوا لی اور اپنا گھوڑا منگوانے کی ہدایت کی۔

حضرت صاحبزادہ صاحب خوست چھاؤنی میں گورنر سے ملے۔ اس نے آپ کو بتایا کہ آپ کے بارہ میں کابل سے حکم آیا ہے کہ آپ کو کوئی نہ ملے اور نہ آپ سے کلام کرے اس لئے آپ کو علیحدہ کمرہ دیا جاتا ہے۔

کمرہ پر پہرہ لگا دیا گیا۔ گورنر نے یہ رعایت برتی کہ جب آپ کے عزیز و رشتہ دار ملنے کو آتے تھے تو ان کو اجازت دے دی جاتی تھی۔ ایک روز آپ کے کچھ مرید ملنے آئے

اور عرض کی کہ ہم آپ کو اور آپ کے اہل وعیال کو یہاں سے نکال کر لے جائیں گے۔ گورنر ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ہماری تعداد زیادہ ہے لیکن حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے دین کی خدمت ضرور لے گا اس لئے تم ایسا کوئی منصوبہ نہ باندھو۔ یہ نہ ہو کہ اس جگہ بھی ہم سے زیادتی ہو۔ (۹۲)

حضرت صاحبزادہ صاحب کے بڑے بیٹے صاحبزادہ محمد سعید جان صاحب جن کی عمر ۱۵/۱۶ سال تھی وہ اَور آپ کے ایک غیر احمدی رشتہ دار صاحبزادہ سید مزمل صاحب حاکم خوست کو ملے اور حضرت صاحبزادہ صاحب سے ملنے کی اجازت چاہی۔ حاکم نے اجازت دے دی اور ایک کپتان کو مقرر کیا کہ وہ ملاقات کروا دے۔ وہ اندر گئے تو دیکھا کہ آپ ایک چھوٹے سے کمرے میں محبوس ہیں اور ہتھکڑی پڑی ہوئی ہے۔ آپ نہایت سکون اور تضرع کے ساتھ نماز ادا کر رہے ہیں۔

صاحبزادہ سید مزمل ایک بارسوخ سردار تھا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے عرض کی کہ میں اس واسطے آیا ہوں کہ آپ کو قید سے نکلواؤں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ میرا یہاں سے نکالنا ناممکن ہے۔ صاحبزادہ مزمل نے کہا کہ آپ اس کی فکر نہ کریں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں حاکم خوست کو بتا کر علی الاعلان آپ کو نکلوا سکتا ہوں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ میں خود ہی نکلنا نہیں چاہتا۔ میں کابل جا کر امیر حبیب اللہ خان کو تبلیغ کرنا چاہتا ہوں اس لئے تم مجھے نکالنے کی کوشش نہ کرو۔ صاحبزادہ مزمل نے عرض کی کہ امیر آپ کی بات نہیں سنے گا۔ وہ آپ کو قتل کروا دے گا لیکن حضرت صاحبزادہ صاحب نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ (۹۳)

اسی طرح وزیری قوم کا ایک سردار جو آپ کا مخلص معتقد تھا آپ کو ملنے آیا۔ اس نے عرض کیا کہ میرے لئے آپ کو رہا کرانا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ اگر آپ اجازت دے دیں تو میں آپ کو علی الاعلان اس قید سے نکال سکتا ہوں لیکن آپ نے اس سے بھی یہی فرمایا کہ میں یہ نہیں چاہتا۔ (۹۴)

خوست سے کابل لایا جانا

خوست کے گورنر عبدالرحمٰن خان کو یہ ڈر تھا کہ اگر حضرت صاحبزادہ صاحب کوفوری طور پر کابل بھجوایا گیا تو شاید راستہ میں آپ کے مرید حملہ کر کے آپ کو چھڑا کر لے جائیں اس لئے اس نے آپ کوخوست کی چھاؤنی میں ہی زیر حراست رکھا۔

کچھ عرصہ کے بعد اس کی تسلی ہوگئی کہ حضرت صاحبزادہ صاحب خود ہی کابل جانے پر آمادہ ہیں اور لوگوں کو اس امر سے منع کرتے ہیں کہ وہ آپ کو آزاد کروائیں تو اس نے چند محافظوں کے ساتھ آپ کو کابل روانہ کر دیا۔ مولوی عبدالجلیل خان صاحب جو آپ کے خادمِ خاص تھے بھی آپ کے ہمراہ کابل روانہ ہوئے۔ جو محافظ سوار آپ کے ساتھ کابل گئے تھے وہ آپ کی بعض کرامات بیان کیا کرتے تھے۔ ان کا بیان تھا کہ دو مرتبہ حضرت صاحبزادہ صاحب ان کی نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ بعد میں آپ نے فرمایا کہ میں اپنی خوشی سے تمہارے ساتھ جا رہا ہوں تم مجھے میری مرضی کے خلاف زبردستی نہیں لے جا سکتے۔ چنانچہ آپ کے محافظ نہایت ادب اور احتیاط کے ساتھ آپ کو کابل لے گئے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کو کم وبیش ایک مہینہ یا ڈیڑھ مہینہ خوست کی چھاؤنی میں رکھا گیا تھا۔(۹۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''راویوں نے بیان کیا ہے کہ جب شہید مرحوم کابل کے بازار سے گزرے تو گھوڑے پر سوار تھے اور ان کے پیچھے آٹھ سرکاری سوار تھے اور ان کی تشریف آوری سے پہلے عام طور پر کابل میں مشہور تھا کہ امیر صاحب نے اخوندزادہ صاحب کو دھوکہ دے کر بلایا ہے۔ اب بعد اس کے دیکھنے والوں کا یہ بیان ہے کہ جب اخوندزادہ صاحب مرحوم بازار سے گزرے تو ہم اور دوسرے بہت سے بازاری لوگ ساتھ چلے گئے اور یہ بھی بیان کیا کہ آٹھ سرکاری سوار خوست سے ہی ان کے ہمراہ کئے گئے تھے۔ کیونکہ ان کے خوست میں پہنچنے سے پہلے حکم سرکاری ان کے گرفتار کرنے کے لئے حاکم خوست کے نام آ چکا تھا''۔(۹۶)

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی کابل میں قید اور مافوق العادت استقامت

جب حضرت صاحبزادہ صاحب کابل پہنچے تو پہلے ان کو سردار نصراللہ خان نائب السلطنت کے پاس لے جایا گیا- اس نے بغیر کسی تحقیقات کے حکم دیا کہ آپ کا تمام سامان زادراہ اور گھوڑا وغیرہ ضبط کرلیا جائے اور ارک یعنی قلعہ شاہی کے قیدخانہ جو تو قیف خانہ کہلاتا تھا میں قید کردیا جائے- آپ کے خادم خاص عبدالجلیل خان صاحب کو عام جیل میں قید کردیا گیا-(۹۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جب امیر صاحب کے روبرو پیش کئے گئے تو مخالفوں نے پہلے سے ہی ان کے مزاج کو بہت کچھ متغیر کررکھا تھا اس لئے وہ بہت ظالمانہ جوش سے پیش آئے اور حکم دیا کہ مجھے ان سے بُو آتی ہے ان کو فاصلہ پر کھڑا کرو- پھر تھوڑی دیر کے بعد حکم دیا کہ ان کو اس قلعہ میں جس میں خود امیر صاحب رہتے ہیں قید کردو اور زنجیر غـراغراب لگادو- یہ زنجیر وزنی ایک من چوبیس سیر انگریزی کا ہوتا ہے- گردن سے کمر تک گھیر لیتا ہے اور اس میں ہتھکڑی بھی شامل ہے- اور نیز حکم دیا کہ پاؤں میں بیڑی وزنی آٹھ سیر انگریزی کی لگادو- پھر اس کے بعد مولوی صاحب مرحوم چار مہینہ قید میں رہے اور اس عرصہ میں کئی دفعہ ان کو امیر کی طرف سے فہمائش ہوئی کہ اگر تم اس خیال سے توبہ کرو کہ قادیانی درحقیقت مسیح موعود ہے تو تمہیں رہائی دی جائے گی -مگر ہر ایک مرتبہ انہوں نے یہی جواب دیا کہ میں صاحبِ علم ہوں اور حق و باطل کی شناخت کرنے کی خدا نے مجھے قوت عطا کی ہے، میں نے پوری تحقیق سے معلوم کرلیا ہے کہ یہ شخص درحقیقت مسیح موعود ہے- اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میرے اس پہلو کے اختیار کرنے میں میری جان کی خیر نہیں ہے اور میرے اہل وعیال کی بربادی ہے مگر میں اس وقت اپنے ایمان کو اپنی جان اور ہر ایک دنیوی راحت پر مقدم سمجھتا ہوں- شہید مرحوم نے نہ ایک دفعہ بلکہ قید

ہونے کی حالت میں بار بار یہی جواب دیا- اور یہ قید انگریزی قید کی طرح نہیں تھی جس میں انسانی کمزوری کا کچھ کچھ لحاظ رکھا جاتا ہے بلکہ ایک سخت قید تھی جس کو انسان موت سے بدتر سمجھتا ہے- اس لئے لوگوں نے شہید موصوف کی اس استقامت اور استقلال کو نہایت تعجب سے دیکھا- اور درحقیقت تعجب کا مقام تھا کہ ایسا جلیل الشان شخص کہ جو کئی لاکھ روپیہ کی ریاست کابل میں جاگیر رکھتا تھا اور اپنے فضائل علمی اور تقویٰ کی وجہ سے گویا تمام سرزمین کابل کا پیشوا تھا اور قریباً پچاس برس کی عمر تک تنعّم اور آرام میں زندگی بسر کی تھی اور بہت سا اہل وعیال اور عزیز فرزند رکھتا تھا- پھر یکدفعہ وہ ایسی سنگین قید میں ڈالا گیا جو موت سے بدتر تھی اور جس کے تصور سے بھی انسان کے بدن پر لرزہ پڑتا ہے- ایسا نازک اندام اور نعمتوں کا پروردہ انسان وہ اس روح کے گداز کرنے والی قید میں صبر کر سکے اور جان کو ایمان پر فدا کرے- بالخصوص جس حالت میں امیر کابل کی طرف سے بار بار ان کو پیغام پہنچتا تھا کہ اس قادیانی شخص کی تصدیق دعویٰ سے انکار کر دو تو تم ابھی عزت سے رہا کئے جاؤ گے- مگر اس قوی الایمان بزرگ نے اس بار بار کے وعدہ کی کچھ بھی پرواہ نہ کی اور بار بار یہی جواب دیا کہ مجھ سے یہ امید مت رکھو کہ میں ایمان پر دنیا کو مقدم رکھ لوں اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس کو میں نے خوب شناخت کر لیا اور ہر ایک طرح سے تسلی کر لی اپنی موت کے خوف سے اس کا انکار کر دوں- یہ انکار تو مجھ سے نہیں ہوگا- میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے حق پا لیا اس لئے چند روزہ زندگی کے لئے مجھ سے یہ بے ایمانی نہیں ہوگی کہ میں اس ثابت شدہ حق کو چھوڑ دوں- میں جان چھوڑنے کے لئے تیار ہوں اور فیصلہ کر چکا ہوں- مگر حق میرے ساتھ جائے گا- اس بزرگ کے بار بار کے یہ جواب ایسے تھے کہ سرزمین کابل کبھی ان کو فراموش نہیں کرے گی اور کابل کے لوگوں نے اپنی تمام عمر میں یہ نمونہ ایمانداری اور استقامت کا کبھی نہیں دیکھا ہوگا-

''اس جگہ یہ بھی ذکر کرنے کے لائق ہے کہ کابل کے امیروں کا یہ طریق نہیں ہے کہ اس قدر بار بار وعدہ معافی دے کر ایک عقیدہ کے چھڑانے کے لئے توجہ دلائیں- لیکن مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم کی یہ خاص رعایت اس وجہ سے تھی کہ وہ ریاست کابل کا گویا ایک

بازو تھا اور ہزار ہا انسان اس کے معتقد تھے...... وہ امیر کابل کی نظر میں اس قدر منتخب عالم فاضل تھا کہ تمام علماء میں آفتاب کی طرح سمجھا جاتا تھا پس ممکن ہے کہ امیر کو بجائے خود یہ رنج بھی ہو کہ ایسا برگزیدہ انسان علماء کے اتفاق رائے سے ضرور قتل کیا جائے گا اور یہ تو ظاہر ہے کہ آج کل ایک طور سے عنان حکومت کابل کی مولویوں کے ہاتھ میں ہے اور جس بات پر مولوی لوگ اتفاق کر لیں پھر ممکن نہیں کہ امیر اس کے برخلاف کچھ کر سکے۔ پس یہ امر قرین قیاس ہے کہ ایک طرف اُس امیر کو مولویوں کا خوف تھا اور دوسری طرف شہید مرحوم کو بے گناہ دیکھتا تھا۔ پس یہی وجہ ہے کہ وہ قید کی تمام مدت میں یہی ہدایت کرتا رہا کہ آپ اس شخص قادیانی کو مسیح موعود مت مانیں اور اس عقیدہ سے توبہ کریں تب آپ عزت کے ساتھ رہا کر دئے جاؤ گے۔ اور اسی نیت سے اس نے شہید مرحوم کو اس قلعہ میں قید کیا تھا جس قلعہ میں وہ آپ رہتا تھا تا متواتر فہمائش کا موقعہ ملتا رہے‘‘۔(۹۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ان کی جب مخبری کی گئی اور ان کو امیر کے روبرو پیش کیا گیا تو امیر نے ان سے یہی پوچھا کہ کیا تم نے ایسے شخص کی بیعت کی ہے؟ تو اس نے چونکہ وہ ایک راستباز انسان تھا صاف کہا کہ ہاں میں نے بیعت کی ہے۔ مگر نہ تقلیداً اندھا دھند بلکہ علیٰ وجہ البصیرۃ اس کی اتباع اختیار کی ہے۔ میں نے دنیا بھر میں اس کی مانند کوئی شخص نہیں دیکھا مجھے اس سے الگ ہونے سے اس کی راہ میں جان دے دینا بہتر ہے‘‘۔(۹۹)

سید احمد نور صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے قید خانہ سے اپنے اہل وعیال کو پیغام بھجوایا کہ انہیں کچھ رقم اور بعض ضرورت کی اشیاء بھجوا دی جائیں۔ سید احمد نور اس وقت اپنے گاؤں سے سیدگاہ آئے ہوئے تھے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے بیٹوں نے ان سے کہا کہ ابّا نے خرچ کے لئے روپیہ منگوایا ہے کوئی لے جانے والا نہیں آپ لے جائیں۔ سید احمد نور نے کہا کہ ہاں میں لے جاؤں گا۔ چنانچہ وہ روپیہ اور دیگر اشیاء لے کر کابل روانہ ہو گئے۔ سردی کا موسم تھا اور پہاڑی راستہ تھا بارش ہو رہی تھی۔ پیدل

ہی روانہ ہو گئے۔ راستہ میں آٹھ کوس کے بعد اپنے ایک دوست کے ہاں ٹھہرے۔ صبح ہوئی تو آگے روانہ ہوئے۔ راستہ میں انہوں نے دیکھا کہ شدت سردی سے سینکڑوں اونٹ اور بھیڑ بکریاں مرے پڑے ہیں۔ جب غڑک کے پہاڑ پر پہنچے تو شام قریب تھی بارش اور اولوں کا زور تھا۔ انہوں نے ایک غار میں پناہ لی۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ بادل چھٹ گئے اور سورج نکل آیا تو آگے روانہ ہوئے۔ شام ہونے تک ایک گاؤں خوشے میں پہنچ گئے اور رات گاؤں کی مسجد میں بسر کی۔ اگلے روز کابل پہنچ گئے۔ سردار شاہ محمد حاجی باشی کو ملے جو حضرت صاحبزادہ صاحب کے دوست تھے۔ ان کے ذریعہ روپیہ اور ضرورت کا سامان حضرت صاحبزادہ صاحب کو جیل میں بھجوا دیا۔ سید احمد نور دو روز کابل میں حاجی باشی صاحب کے پاس رہے پھر اپنے گاؤں میں واپس آ گئے۔ (۱۰۰)

جناب قاضی محمد یوسف صاحب کا بیان ہے کہ جب حضرت صاحبزادہ صاحب ارک شاہی کے توقیف خانہ میں زیر حراست تھے تو آپ کو کھانا سردار عبد القدوس خان شاہ غاصی اور بریگیڈئیر مرزا محمد حسین خان صاحب کوتوال کی طرف سے بھجوایا جاتا تھا۔ (۱۰۱)

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبد اللطیف صاحب کا افغانستان کے علماء سے مباحثہ اور علماء کی ناکامی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جب چار مہینے قید کے گزر گئے تب امیر نے اپنے روبرو شہید مرحوم کو بلا کر پھر اپنی عام کچہری میں توبہ کے لئے فہمائش کی اور بڑے زور سے رغبت دی کہ اگر تم اب بھی قادیانی کی تصدیق اور اس کے اصولوں کی تصدیق سے میرے روبرو انکار کرو تو تمہاری جان بخشی کی جائے گی اور تم عزت کے ساتھ چھوڑے جاؤ گے۔ شہید مرحوم نے جواب دیا کہ یہ تو غیر ممکن ہے کہ میں سچائی سے توبہ کروں۔ اس دنیا کے حکام کا عذاب تو موت تک ختم ہو جاتا ہے لیکن میں اس سے ڈرتا ہوں جس کا عذاب کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔ ہاں چونکہ میں سچ پر ہوں اس لئے

چاہتا ہوں کہ ان مولویوں سے جو میرے عقیدے کے مخالف ہیں میری بحث کرائی جائے - اگر میں دلائل کے رو سے جھوٹا نکلا تو مجھے سزا دی جائے - راوی اس قصہ کے کہتے ہیں کہ ہم اس گفتگو کے وقت موجود تھے - امیر نے اس بات کو پسند کیا اور مسجد شاہی میں خان ملاّ خان اور آٹھ مفتی بحث کے لئے منتخب کئے گئے اور ایک لاہوری ڈاکٹر جو خود پنجابی ہونے کی وجہ سے سخت مخالف تھا بطور ثالث کے مقرر کر کے بھیجا گیا - بحث کے وقت مجمع کثیر تھا اور دیکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم اس بحث کے وقت موجود تھے - مباحثہ تحریری تھا - صرف تحریر ہوتی تھی اور کوئی بات حاضرین کو سنائی نہیں جاتی تھی ...... جب شاہزادہ مرحوم کی ان بدقسمت مولویوں سے بحث ہو رہی تھی تب آٹھ آدمی برہنہ تلواریں لے کر شہید مرحوم کے سر پر کھڑے تھے'' -(۱۰۲)

''میاں احمد نور کہتے ہیں کہ مولوی صاحب موصوف ڈیڑھ ماہ تک قید میں رہے اور پہلے ہم لکھ چکے ہیں کہ چار ماہ تک قید میں رہے یہ اختلافِ روایت ہے - اصل واقعہ میں سب متفق ہیں'' -(۱۰۳)

جناب قاضی محمد یوسف صاحب کا بیان ہے کہ یہ مباحثہ جامع مسجد واقعہ بازار کتب فروشی کے مدرسہ سلطانیہ کے احاطے میں طے پایا تھا - آپ کے مقابل پر جو علماء تھے ان کے سرکردہ قاضی عبدالرزاق خان رئیس مدارس و مُلّائے حضور امیر اور قاضی عبدالرؤوف قندھاری تھے - مباحثہ کا سرپنچ اور منصف ایک شخص ڈاکٹر عبدالغنی اہل حدیث باشندہ جلال پور جٹاں ضلع گجرات مقرر ہوا تھا -

ان دنوں میں کابل میں تین بھائی ڈاکٹر عبدالغنی ، مولوی نجف علی اور مولوی محمد چراغ موجود تھے - یہ تینوں مقربان امیر تھے اور مختلف عہدوں پر مقرر تھے ان کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بوجہ اہل حدیث سے تعلق رکھنے کے خاص بغض تھا کیونکہ حضور کے اول المکفرین اہل حدیث فرقہ کے لیڈر رہی تھے - انہوں نے اس موقعہ پر بہت سی غلط بیانیاں کر کے امیر کے کان بھرے -

چند سال پہلے جلال آباد کے علاقے کا ایک مولوی پشاور آیا تھا - دوران گفتگو اس

نے بتایا کہ وہ اس مباحثہ میں موجود تھا۔ وہ بتاتا تھا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے دلائل زیادہ تر قرآن مجید اور سنت اللہ پر مبنی تھے اور مخالف علماء تفسیریں اور اقوال سلف پیش کر سکتے تھے۔ اس وجہ سے وہ حضرت صاحبزادہ صاحب پر غالب نہ آ سکے۔ علماء کا علم بھی اتنا زیادہ نہ تھا جتنا حضرت صاحبزادہ محمد عبداللطیف صاحب کا تھا۔

اس سے اس بات کی تصدیق جناب مغل باز خان رئیس بغدارہ نے بھی کی جو اس وقت مدرسہ سلطانیہ میں بطور طالبعلم موجود تھے۔ وہ بھی حضرت صاحبزادہ صاحب کے تبحر علمی کے قائل تھے اور بتاتے تھے کہ قاضی عبدالرزاق ملاء حضور امیر بھی اقرار کرتا تھا کہ ہمیں حضرت صاحبزادہ صاحب کی طرح نہ تو قرآن مجید پر عبور ہے اور نہ مباحثات کا تجربہ ہے۔ (۱۰۴)

صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی صاحب بیان کرتے ہیں کہ مباحثہ کے دوران ایک عالم جن کا نام غالباً مولوی احمد جان قندھاری تھا جب انہوں نے حضرت صاحبزادہ صاحب کے دلائل پر غور کیا تو وہ ان کی قوت اور برتری کے قائل ہو گئے اور احمدیت کی صداقت ان پر ظاہر ہوگئی اور انہوں نے فتنہ کے خوف سے کچھ عذرات پیش کر کے اپنے آپ کو مباحثہ سے الگ کر لیا۔ (۱۰۵)

جب بحث کرنے والے علماء پر اپنی کمزوری واضح ہوگئی اور وہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے سوالات کے جواب دینے سے عاجز آ گئے اور ان کے دلائل کا رد نہ کر سکے تو انہوں نے سردار نصر اللہ خان کو اطلاع دی کہ صاحبزادہ صاحب پر پورے طور پر کوئی الزام لگانا مشکل ہے۔ اس ناکامی کو معلوم کر کے سردار نصر اللہ خان نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو اپنے پاس بلوایا۔ جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو سردار نصر اللہ خان نے کہا کہ یہ شخص میرے دربار کو پلید کر رہا ہے اسے دور کھڑا کرو۔ اس پر سپاہیوں نے آپ کو زنجیروں سے پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا۔

سردار نصر اللہ خان اٹھا اور دربار میں ادھر ادھر ٹہلنے لگا پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ میں اگلے جہان سے آیا ہوں اور بتاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ

السلام آسمان پر نہیں ہیں وہ فوت ہو چکے ہیں- اس پر حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ میں تو آسمان سے نہیں آیا اگر میں وہاں سے آیا ہوتا تو تمہارے باپ کے بارہ میں خبر دیتا کہ وہ کس ہاویہ میں پڑا ہے- اس پر سردار نصراللہ خان حضرت صاحبزادہ صاحب سے مخاطب ہوا کہ تم اس طرح مت کہو اور میرزا کی بات چھوڑ دو ورنہ میں تمہیں مار دوں گا- اس پر حضرت صاحبزادہ صاحب نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی: فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ- اس پر سردار نصراللہ خان بولا کہ یہ شخص تو ابھی تک قرآن پڑھتا ہے اسے میرے دربار سے دور کرو-

سردار نصراللہ خان نے حضرت صاحبزادہ صاحب پر کفر کا فتویٰ لگوانے کی بہت کوشش کی اور پراپیگنڈا کیا اور مختلف طریقوں سے امیر حبیب اللہ خان پر دباؤ ڈالتا اور اس کو ڈراتا رہا-

سردار نے امیر سے کہا کہ یہ شخص جنوبی علاقوں میں بڑا اثر ورسوخ رکھتا ہے اگر اسے جلد قتل نہ کیا گیا تو افغانستان میں احمدیت پھیل جائے گی اور بالآخر آپ کو افسوس ہوگا- امیر نے کہا کہ میں نے یہ معاملہ میزان التحقیقات میں بھجوا دیا ہے وہاں سے کاغذات آجائیں تو پھر فیصلہ کروں گا- اس پر سردار نصراللہ خان نے کہا کہ اگر آپ اس کو ملزم قرار دینے کے لئے کاغذات کا انتظار کرتے رہے تو یہ سن لیں کہ جو حالات مجھے بتائے گئے ہیں ان کے مطابق نہ اس شخص پر کوئی الزام لگتا ہے اور نہ ہی اس پر کفر کا فتویٰ لگایا جا سکتا ہے-

اس پر امیر حبیب اللہ خان نے کہا کہ پھر اب کیا ہوگا- اس پر سردار نصراللہ خان نے کہا کہ اگر سیاسی پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کا اب بندوبست نہ کیا گیا تو بڑا نقصان ہوگا-(۱۰۶)

سردار نصراللہ خان کی مخالفت کی وجہ

جناب قاضی محمد یوسف صاحب بیان کرتے ہیں کہ صوبہ سرحد میں اخوند صاحب سوات مُلّا عبدالغفور کے دو مشہور مرید تھے- ایک کا نام ملا نجم الدین ہڈّہ تھا جو مہمند علاقے میں

رہتے تھے اور دوسرے پیر مانڑ کی شریف سجادہ نشین علاقہ خٹک تھے جن کا نام ملا عبدالوہاب تھا- اگرچہ یہ دونوں اخوند صاحب سوات کے مرید تھے لیکن باہم اختلاف اور عداوت پیدا ہو گئی تھی- پیر صاحب مانڑ کی شریف کی یہ تعلیم تھی کہ چلم اور نسوار کا استعمال حرام ہے اور نماز میں تشہد میں رفع سبابہ درست نہیں- سرحد کے قبائلی جو اپنے زعم میں بے قصور انگریزوں کو قتل کرتے ہیں اور اسے جہاد قرار دیتے ہیں ان کا یہ فعل حرام ہے کیونکہ جہاد بالسیف مسلمان بادشاہ کے بغیر درست نہیں-

اس کے بالمقابل ملا صاحب ہڈہ قبائلی قتل وغارت کو جو وہ انگریزوں کے خلاف کرتے تھے جہاد کے نام سے موسوم کرتے تھے اور لڑنے والوں کو غازی قرار دیتے تھے- انہوں نے رفع سبابہ کو اپنے مریدوں پر لازمی قرار دے دیا تھا اور چلم اور نسوار کے استعمال کو حرام نہیں قرار دیتے تھے-

ان دونوں پیروں کے اختلافات باہمی عداوت اور قتل وغارت تک پہنچ گئے اور اس کا اثر سوات، بنیر، باجوڑ، علاقہ مہمند، آفریدی وخٹک تک پہنچ گیا اور افغانستان میں بھی ان اختلافات نے خصومت کی شکل اختیار کر لی- سردار نصراللہ خان کا تعلق ملا صاحب ہڈہ سے تھا کیونکہ وہ بھی انگریزوں سے جنگ وجہاد کا شائق تھا- حضرت صاحبزادہ صاحب چونکہ احمدی تھے اور اس بناء پر ظالمانہ قتل وغارت کے مخالف تھے اس لئے سردار نصراللہ خان حضرت صاحبزادہ صاحب کا مخالف ہو گیا اور ان کو نقصان پہنچانے کے لئے تاک میں رہتا تھا-(۱۰۷)

سردار نصراللہ خان کے اصرار اور دباؤ میں آکر دو ملّا حضرت صاحبزادہ صاحب کے خلاف فتویٰ دینے پر آمادہ ہو گئے- ان کے نام قاضی عبدالرزاق ملائے حضور امیر اور قاضی عبدالرؤف قندھاری تھے- ان ملانوں نے اپنے فتویٰ میں یہ لکھا کہ اس سے قبل عبدالرحمٰن نام ایک شخص کو امیر عبدالرحمٰن خان نے قتل کروایا تھا اس پر بھی یہی الزام تھا کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کا مرید ہے جن پر ہندوستان کے علماء نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے اس لئے اس کے ماننے والے بھی کافر ہیں لہذا ہم بھی یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ مولوی عبداللطیف کو بھی کافر

سمجھا جائے اور اس جرم میں سنگسار کیا جائے ۔ (۱۰۸)

انگریز انجینئر Mr. Frank A. Martin جس کا پہلے ذکر آ چکا ہے بیان کرتا ہے کہ:

''جب امیر حبیب اللہ خان کو ملاّ (صاحب) کے قادیان جانے اور ایک نئے عقیدہ کے قبول کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا علم ہوا تو اس کے حکم کے مطابق ان کو قید کر کے کابل لایا گیا جہاں امیر نے اس کے بیان لئے لیکن انہوں نے ایسے معقول جوابات دئے کہ وہ ان میں کوئی ایسا امر نہ پا سکا جو انہیں کافر او رواجب القتل ٹھہراتا ہو۔ اس کے بعد ملاّ (صاحب) کو سردار نصر اللہ خان کے پاس بھجوایا گیا جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کا مذہبی علم ایک ملاّ سے بھی زیادہ ہے لیکن سردار نصر اللہ خان بھی ان پر کوئی الزام نہ قائم کر سکا۔ اس پر بارہ ملاؤں کی ایک جیوری قائم کی گئی جس نے آپ سے سوالات کئے لیکن یہ لوگ بھی کوئی ایسی بات معلوم نہ کر سکے جس کی بنا پر ان کو سزائے موت دی جا سکتی۔ اس کی رپورٹ امیر کو کی گئی لیکن اس نے کہا کہ اس شخص کو سزا دی جانی ضروری ہے۔ چنانچہ ان کو بعض ملاؤں کے پاس بھجوایا گیا جنہیں یہ ہدایت کی گئی کہ انہیں ایک کاغذ پر دستخط کرنے ہونگے جس میں یہ لکھا گیا تھا کہ یہ شخص مرتد اور سزائے موت کا مستحق ہے لیکن ملاؤں کی اکثریت اس رائے پر قائم رہی کہ اس کا قصور ثابت نہیں ہوتا۔ اس پر ان ملاؤں میں سے دو کو سردار نصر اللہ خان نے سمجھا بجھا کر آمادہ کر لیا اور انہوں نے سزائے موت کا فتویٰ دے دیا۔'' (۱۰۹)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جب عصر کا آخری وقت ہوا تو کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ اور آخر بحث میں شہید مرحوم سے یہ بھی پوچھا گیا کہ اگر مسیح موعود یہی قادیانی شخص ہے تو پھر تم عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کیا کہتے ہو۔ کیا وہ واپس دنیا میں آئیں گے یا نہیں۔ تو انہوں نے بڑی استقامت سے جواب دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اب وہ ہرگز واپس نہیں آئیں گے۔ قرآن کریم ان کے مرنے اور واپس نہ آنے کا گواہ ہے۔ تب تو وہ لوگ ان مولویوں کی طرح جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کی بات کو سن کر اپنے کپڑے پھاڑ دئے تھے گالیاں دینے لگے اور کہا اب اس

شخص کے کفر میں کیا شک رہا اور بڑی غضبناک حالت میں یہ کفر کا فتویٰ لکھا گیا''۔(۱۱۰)

امیر حبیب اللہ خان کی طرف سے ملانوں کے فتویٰ کی توثیق اور حضرت صاحبزادہ صاحب کو سنگسار کئے جانے کا فیصلہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''بعد اس کے کہ فتویٰ کفر لگا کر شہید مرحوم قید خانہ میں بھیجا گیا۔صبح روز دوشنبہ کو شہید موصوف کو سلام خانہ یعنی خاص مکان دربار امیر صاحب میں بلایا گیا۔اس وقت بھی بڑا مجمع تھا۔امیر صاحب جب ارک یعنی قلعہ سے نکلے تو راستہ میں شہید مرحوم ایک جگہ بیٹھے تھے۔ان کے پاس سے ہو کر گزرے اور پوچھا کہ اخوندزادہ صاحب کا کیا فیصلہ ہوا۔شہید مرحوم کچھ نہ بولے۔کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان لوگوں نے ظلم پر کمر باندھی ہے مگر سپاہیوں میں سے کسی نے کہا کہ ملامت ہو گیا یعنی کفر کا فتویٰ لگ گیا''۔(۱۱۱)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:

''وہ فتویٰ کفر رات کے وقت امیر صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا اور یہ چالاکی کی گئی کہ مباحثہ کے کاغذات ان کی خدمت میں عمداً نہ بھیجے گئے اور نہ عوام پر ان کا مضمون ظاہر کیا گیا۔یہ صاف اس بات پر دلیل تھی کہ مخالف مولوی شہید مرحوم کے ثبوت پیش کردہ کا کوئی رد نہ کر سکے۔مگر افسوس امیر پر کہ اس نے کفر کے فتویٰ پر ہی حکم لگا دیا اور مباحثہ کے کاغذات طلب نہ کئے۔حالانکہ اس کو چاہئے تو یہ تھا کہ اس عادلِ حقیقی سے ڈر کر جس کی طرف عنقریب تمام دولت و حکومت کو چھوڑ کر واپس جائے گا خود مباحثہ کے وقت حاضر ہوتا۔بالخصوص جبکہ وہ خوب جانتا تھا کہ اس مباحثہ کا نتیجہ ایک معصوم بے گناہ کی جان ضائع کرنا ہے۔تو اس صورت میں مقتضیٰ خدا ترسی کا یہی تھا کہ بہرحال افتاں و خیزاں اُس مجلس میں جاتا۔اور نیز چاہئے تھا کہ قبل ثبوت کسی جرم کے اس شہید مظلوم پر یہ سختی روا نہ رکھتا کہ ناحق ایک مدت تک قید کے عذاب میں ان کو رکھتا اور زنجیروں اور ہتھکڑیوں کے اس شکنجہ میں اُس کو دبایا جاتا اور آٹھ

سپاہی برہنہ شمشیروں کے ساتھ اس کے سر پر کھڑے کئے جاتے اور اس طرح ایک عذاب اور رعب میں ڈال کر اسکو ثبوت دینے سے روکا جاتا - پھر اگر اس نے ایسا نہ کیا تو عادلانہ حکم دینے کے لئے یہ تو اس کا فرض تھا کہ کاغذات مباحثہ کے اپنے حضور میں طلب کرتا - بلکہ پہلے سے یہ تاکید کر دیتا کہ کاغذات مباحثہ کے میرے پاس بھیج دینے چاہئیں - اور نہ صرف اس بات پر کفایت کرتا کہ آپ ان کاغذات کو دیکھتا بلکہ چاہئے تھا کہ سرکاری طور پر ان کاغذات کو چھپوا دیتا کہ دیکھو کیسے یہ شخص ہمارے مولویوں کے مقابل پر مغلوب ہو گیا اور کچھ ثبوت قادیانی کے مسیح موعود ہونے کے بارہ میں اور نیز جہاد کی ممانعت میں اور حضرت مسیحؑ کے فوت ہونے کے بارہ میں نہ دے سکا -'' (۱۱۲)

جناب قاضی محمد یوسف صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

''حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب کو مباحثہ کے اختتام کے بعد جامع مسجد بازار کتب فروشی سے ایک جلوس کی صورت میں روانہ کیا گیا - پا پیادہ چوک پل خشتی میں سے ہو کر بازار ارک شاہی میں سے گزر کر دروازہ نقارخانہ تک پہنچے اور شاہی قلعہ میں داخل ہوئے - جب انہیں امیر حبیب اللہ خان کے دربار میں لایا گیا تو مولویوں اور عوام کا جم غفیر موجود تھا - سردار نصر اللہ خان نے دریافت کیا کہ کیا فیصلہ ہوا - اس پر لوگوں نے شور مچایا کہ صاحبزادہ ملامت شد -

''امیر حبیب اللہ خان نے حضرت صاحبزادہ صاحب سے کہا کہ مولویوں کا فتویٰ تو کافر قرار دئے جانے کا ہے اور سنگسار کرنے کی سزا تجویز کی گئی ہے اگر آپ کوئی صورت توبہ کی پیدا کر لیں تو نجات مل سکتی ہے -

''اس موقعہ پر سردار نصر اللہ خان نے اپنے قلبی بغض وعناد کا مظاہرہ کیا اور خود علماء کا فتویٰ تکفیر ورجم پڑھ کر سنایا اور حاضرین سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ آپ اطمینان رکھیں امیر صاحب آپ کی مرضی اور علماء کے فتویٰ کی ہی تصدیق وتائید کریں گے مگر وہ چاہتے ہیں کہ بطور اتمام حجت صاحبزادہ عبداللطیف کو کسی قدر مہلت دے کر توبہ کا موقعہ دیں -

''اس وقت دربار میں ڈاکٹر عبدالغنی اور اس کے دو بھائی بھی موجود تھے- انہوں نے دل کھول کر احمدیت کی مخالفت کی اور جلتی پر تیل ڈالنے کا کام کیا- امیر حبیب اللہ خان نے اس وقت حضرت صاحبزادہ صاحب کو توقیف خانہ بھجوا دیا''-(۱۱۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''امیر صاحب جب اپنے اجلاس میں آئے تو اجلاس میں بیٹھتے ہی پہلے اخوندزادہ صاحب مرحوم کو بلایا اور کہا کہ آپ پر کفر کا فتویٰ لگ گیا ہے- اب کہو کہ کیا توبہ کرو گے یا سزا پاؤ گے تو انہوں نے صاف لفظوں میں انکار کیا اور کہا کہ میں حق سے توبہ نہیں کرسکتا- کیا میں جان کے خوف سے باطل کو مان لوں- یہ مجھ سے نہیں ہوگا- تب امیر نے دوبارہ توبہ کے لئے کہا اور توبہ کی حالت میں بہت امید دی اور وعدہ معافی دیا- مگر شہید موصوف نے بڑے زور سے انکار کیا اور کہا کہ مجھ سے یہ امید مت رکھو کہ میں سچائی سے توبہ کروں-

''ان باتوں کو بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ یہ سنی سنائی باتیں نہیں بلکہ ہم خود اس مجمع میں موجود تھے اور مجمع کثیر تھا- شہید مرحوم ہر ایک فہمائش کا زور سے انکار کرتا تھا اور وہ اپنے لئے فیصلہ کر چکا تھا کہ ضرور ہے کہ میں اس راہ میں جان دوں- تب اس نے یہ بھی کہا کہ میں بعد قتل چھ روز تک پھر زندہ ہو جاؤں گا- یہ راقم کہتا ہے کہ یہ قول وحی کی بناء پر ہوگا جو اس وقت ہوئی ہوگی- کیونکہ اس وقت شہید مرحوم منقطعین میں داخل ہو چکا تھا اور فرشتے اس سے مصافحہ کرتے تھے- تب فرشتوں سے یہ خبر پا کر ایسا اس نے کہا- اور اس قول کے یہ معنی تھے کہ وہ زندگی جو اولیاء اور ابدال کو دی جاتی ہے چھ روز تک مجھے مل جائے گی اور قبل اس کے جو خدا کا دن آوے یعنی ساتواں دن میں زندہ ہو جاؤں گا- اور یاد رہے کہ اولیاء اللہ اور وہ خاص لوگ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوتے ہیں وہ چند دنوں کے بعد پھر زندہ کئے جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **و لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء**- یعنی تم ان کو مردے مت خیال کرو جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں وہ تو زندے ہیں- پس شہید مرحوم کا اسی مقام کی طرف اشارہ تھا-

''...... جب شہید مرحوم نے ہر ایک مرتبہ توبہ کرنے کی فہمائش پر توبہ کرنے سے انکار کیا تو امیر نے ان سے مایوس ہو کر اپنے ہاتھ سے ایک لمبا چوڑا کاغذ لکھا اور اس میں مولویوں کا فتویٰ درج کیا اور اس میں یہ لکھا کہ ایسے کافر کی سنگسار کرنا سزا ہے تب وہ فتویٰ اخوندزادہ مرحوم کے گلے میں لٹکا دیا گیا''۔ (۱۱۴)

بیان واقعہ ہائلہ شہادت

مولوی صاحبزادہ عبداللطیف رئیس اعظم خوست غفراللہ لہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''امیر نے حکم دیا کہ شہید مرحوم کے ناک میں چھید کر کے اس میں رسی ڈال دی جائے اور اسی رسی سے شہید مرحوم کو کھینچ کر مقتل یعنی سنگسار کرنے کی جگہ تک پہنچایا جائے۔ چنانچہ اس ظالم امیر کے حکم سے ایسا ہی کیا گیا اور ناک کو چھید کر سخت عذاب کے ساتھ اس میں رسّی ڈالی گئی تب اس رسّی کے ذریعہ شہید مرحوم کو نہایت ٹھٹھے ہنسی اور گالیوں اور لعنت کے ساتھ مقتل تک لے گئے۔ اور امیر اپنے تمام مصاحبوں کے ساتھ اور مع قاضیوں، مفتیوں اور دیگر اہل کاروں کے یہ دردناک نظارہ دیکھتا ہوا مقتل تک پہنچا اور شہر کی ہزارہا مخلوق جن کا شمار کرنا مشکل ہے اس تماشا کے دیکھنے کے لئے گئی۔ جب مقتل پر پہنچے تو شاہزادہ مرحوم کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا اور پھر اس حالت میں جبکہ وہ کمر تک زمین میں گاڑ دئے گئے تھے امیر اُن کے پاس گیا اور کہا کہ اگر تو قادیانی سے جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے انکار کرے تو اب بھی میں تجھے بچا لیتا ہوں۔ اب تیرا آخری وقت ہے اور یہ آخری موقعہ ہے جو تجھے دیا جاتا ہے اور اپنی جان اور اپنے عیال پر رحم کر۔

''تب شہید مرحوم نے جواب دیا کہ نعوذ باللہ سچائی سے کیونکر انکار ہوسکتا ہے اور جان کیا حقیقت ہے اور عیال و اطفال کیا چیز ہیں جن کے لئے میں ایمان کو چھوڑ دوں مجھ سے ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور میں حق کے لئے مروں گا۔

’’تب قاضیوں اور فقیہوں نے شور مچایا کہ کافر ہے، کافر ہے، اس کو جلد سنگسار کرو۔ اس وقت امیر اور اس کا بھائی نصر اللہ خان اور قاضی اور عبدالاحد کمیدان یہ لوگ سوار تھے اور باقی تمام لوگ پیادہ تھے۔

’’جب ایسی نازک حالت میں شہید مرحوم نے بار بار کہہ دیا کہ میں ایمان کو جان پر مقدم رکھتا ہوں تب امیر نے اپنے قاضی کو حکم دیا کہ پہلا پتھر تم چلاؤ کہ تم نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ قاضی نے کہا کہ آپ بادشاہ وقت ہیں آپ چلاویں۔ تب امیر نے جواب دیا کہ شریعت کے تم ہی بادشاہ ہو اور تمہارا ہی فتویٰ ہے اس میں میرا کوئی دخل نہیں۔ تب قاضی نے گھوڑے سے اتر کر ایک پتھر چلایا جس پتھر سے شہید مرحوم کو زخم کاری لگا اور گردن جھک گئی۔ پھر بعد اس کے بدقسمت امیر نے اپنے ہاتھ سے پتھر چلایا۔ پھر کیا تھا اس کی پیروی سے ہزاروں پتھر اُس شہید پر پڑنے لگے اور کوئی حاضرین میں سے ایسا نہ تھا جس نے اس شہید مرحوم کی طرف پتھر نہ پھینکا ہو۔ یہاں تک کہ کثرت پتھروں سے شہید مرحوم کے سر پر ایک کوٹھہ پتھروں کا جمع ہو گیا۔

’’پھر امیر نے واپس ہونے کے وقت کہا کہ یہ شخص کہتا تھا کہ میں چھ روز تک زندہ ہو جاؤں گا اس پر چھ روز تک پہرہ رہنا چاہئے۔ بیان کیا گیا ہے کہ یہ ظلم یعنی سنگسار کرنا ۱۴ر جولائی کو وقوع میں آیا۔ اس بیان میں اکثر حصہ ان لوگوں کا ہے جو اس سلسلہ کے مخالف تھے جنہوں نے یہ بھی اقرار کیا کہ ہم نے بھی پتھر مارے تھے اور بعض ایسے آدمی بھی اس بیان میں داخل ہیں کہ شہید مرحوم کے پوشیدہ شاگرد تھے۔

’’معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اس سے زیادہ دردناک ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کیونکہ امیر کے ظلم کو پورے طور پر ظاہر کرنا کسی نے روا نہیں رکھا اور جو کچھ ہم نے لکھا ہے بہت سے خطوط کے مشترک مطلب سے ہم نے خلاصۃً لکھا ہے۔ ہر ایک قصہ میں اکثر مبالغہ ہوتا ہے لیکن یہ قصّہ ہے کہ لوگوں نے امیر سے ڈر کر اس کا ظلم پورا پورا بیان نہیں کیا اور بہت سی پردہ پوشی کرنی چاہی‘‘۔(۱۱۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ایک گھنٹہ تک برابر ان پر پتھر برسائے گئے حتی کہ ان کا جسم پتھروں میں چھپ گیا مگر انہوں نے اف تک نہ کی، ایک چیخ تک نہ ماری''۔(۱۱۶)

سید احمد نور صاحب کا بیان ہے کہ جب حضرت صاحبزادہ صاحب کو سنگسار کرنے کے لئے لے جایا جارہا تھا تو ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ آپ راستہ میں تیزی سے اور خوش خوش جا رہے تھے۔ ایک مولوی نے پوچھا کہ آپ اتنے خوش کیوں ہیں ابھی آپ کو سنگسار کیا جانے والا ہے؟۔ آپ نے فرمایا یہ ہتھکڑیاں نہیں بلکہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا زیور ہے اور مجھے یہ خوشی ہے کہ میں جلد اپنے پیارے مولیٰ سے ملنے والا ہوں۔(۱۱۷)

حضرت صاحبزادہ صاحب کو کابل کے باہر شرقی جانب ہندوسوزان کے ایک میدان موسومہ بہ سیاہ سنگ میں سنگسار کیا گیا تھا۔(۱۱۸)

جناب قاضی محمد یوسف صاحب کا بیان ہے کہ جب امیر حبیب اللہ خان نے حضرت صاحبزادہ پر لگائے گئے فتویٰ کفر اور سنگساری کی سزا کے کاغذ پر دستخط کر دئے تو سردار نصر اللہ خان نے کابل میں موجود ملاؤں کو اطلاع کروادی اور وہ ارک شاہی کے سامنے جمع ہونے شروع ہو گئے۔ تب حضرت صاحبزادہ صاحب کو مقتل کی طرف لے جایا گیا۔ یہ ہجوم وزارت حربیہ کے سامنے سے گزر کر اس سڑک پر روانہ ہوا جو بالا حصار کو جاتی ہے۔ کابل کے شیر دروازہ سے گزر کر شہر سے باہر آئے۔ بالا حصار کا قلعہ کوہ آسامائی پر واقعہ ہے۔ یہ قلعہ اس وقت بطور میگزین استعمال ہوتا تھا۔ اس کی جانب جنوب ایک پرانا قبرستان ہے جس میں افغانستان کے امراء ورؤسا کی قبریں ہیں۔ اس کے قریب حضرت صاحبزادہ صاحب کو سنگسار کرنے کے لئے ایک گڑھا قریباً اڑھائی فٹ گہرا کھودا گیا جس میں حضرت صاحبزادہ صاحب کو گاڑ دیا گیا۔ گاڑے جانے کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب نے بلند آواز سے کلمۂ شہادت پڑھا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب پر پہلا پتھر سردار نصر اللہ نے چلایا۔ مگر ایک روایت یہ بھی

ہے کہ پہلا پتھر قاضی عبدالرزاق ملائے حضور نے پھینکا تھا اور اس کے ساتھ اس نے جوش میں آ کر کہا تھا کہ آج جو آدمی اس پر پتھر پھینکے گا وہ جنت میں مقام پائے گا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی پیشانی پر پہلا پتھر لگا تو آپ کا سر قبلہ رخ جھک گیا اور آپ نے یہ آیت پڑھی: "اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالآخِرَۃِ تَوَفَّنِی مُسْلِمًا وَ اَلْحِقْنِی بِالصّٰلِحِیْن...... آپ کی شہادت ۱۷؍ربیع الاول ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۴؍جولائی ۱۹۰۳ء واقعہ ہوئی۔(۱۱۹)

مکرم رحمت اللہ صاحب باغانوالے بنگہ ضلع جالندھر کی روایت ہے کہ:

''خاکسار دارالامان میں گیا ہوا تھا کہ نماز ظہر کے بعد مکرم شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اخبار وطن لاہور میں حضرت مولوی عبداللطیف صاحب افغانی کو شہید کئے جانے کی خبر شائع ہوئی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ یہ اخبار اکثر احتیاط کرتا ہے یعنی بالعموم غلط خبر شائع نہیں کرتا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ابھی ہمارے اخبار اس پر کچھ شائع نہ کریں۔ انشاء اللہ ہم خود لکھیں گے''۔(۱۲۰)

حضرت صاحبزادہ صاحب کا مقام شہادت

مختلف روایات میں جائے شہادت کا ذکر ہے۔ ایک روایت میں اسے ہندوسوزان بتایا گیا اور ایک روایت میں سنگ سیاہ کا میدان کہا گیا ہے۔ یہ دونوں مقامات ایک دوسرے سے زیادہ دور نہیں تھے۔

جناب قاضی محمد یوسف صاحب اگست ۱۹۳۴ء میں ظاہر شاہ کے زمانہ میں کابل گئے تھے ان کی تحقیق درج ذیل ہے:

کوہ آسامائی کے دامن میں شہر کابل واقع ہے۔ کابل شہر کے شیر دروازہ کے باہر بجانب پشاور آدھ میل کے فاصلہ پر جنوب کی طرف ایک ٹیلہ پر بالا حصار واقع ہے۔ اس قلعہ میں گزشتہ زمانہ میں امیر شیر علی رہا کرتا تھا۔ اس کے بعد انگریزی سفیر کی رہائش تھی۔ اس کو

افغانوں نے قتل کر دیا اور انگریزوں نے افغانستان پر حملہ کر کے فتح حاصل کی تو انگریزی فوج نے اس قلعہ کو توڑ پھوڑ دیا۔ اس کے بعد یہ میگزین کے طور پر استعمال ہوتا رہا۔ اس کے جنوب میں ایک پرانا قبرستان ہے جس میں کابل کے امراء و رؤساء کی قبریں ہیں۔ اس جگہ حضرت صاحبزادہ صاحب کو سنگسار کیا گیا تھا۔ (۱۲۱)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی شہادت کی خبر قادیان پہنچی تو اس سے ایک طرف تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سخت صدمہ پہنچا کہ ایک مخلص دوست جدا ہو گیا۔ اور دوسری طرف آپ کو خوشی ہوئی کہ آپ کے متبعین میں سے ایک شخص نے ایمان و اخلاص کا یہ اعلیٰ نمونہ دکھایا کہ سخت سے سخت دکھ اور مصائب جھیلے اور بالآخر جان دے دی مگر ایمان کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ (۱۲۲)

سید ناظر حسین صاحب ساکن کالو والی سیداں ضلع سیالکوٹ کا بیان ہے کہ انہوں نے اگست ۱۹۰۳ء میں ماسٹر عبدالحق صاحب مرحوم کے ساتھ قادیان جا کر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دستی بیعت کی تھی۔ اس سے پہلے حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب کی شہادت کا واقعہ ہوا تھا اور آپ کی شہادت کا قادیان میں بہت چرچا تھا۔ اور یہ بات بھی مشہور تھی کہ امیر حبیب اللہ خان نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قتل کے لئے بھی بعض آدمی قادیان بھجوائے ہیں۔

اگرچہ حضورؑ کا محافظ اللہ تعالیٰ تھا مگر حضور نے ہدایت دی ہوئی تھی کہ احتیاطاً رات کو حضور کے گھر کی ڈیوڑھی میں دو آدمی پہرے کے لئے سویا کریں۔ چنانچہ ایک رات میں اور ماسٹر عبدالحق صاحب حضورؑ کی ڈیوڑھی میں پہرے کی غرض سے سوئے تھے۔ (۱۲۳)

شہادت کے بعد کابل میں وباء ہیضہ اور بعض دیگر نشانات کا ظہور

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

''صبح ہوتے ہی کابل میں ہیضہ پھوٹ پڑا اور نصر اللہ خان حقیقی بھائی امیر حبیب اللہ

خان کا جواصل سبب اس خونریزی کا تھا اس کے گھر میں ہیضہ پھوٹا اور اس کی بیوی اور بچہ فوت ہو گیا اور چار سو کے قریب ہر روز آدمی مرتا تھا- اور شہادت کی رات آسمان سرخ ہو گیا-'' (۱۲۴)

''سنا گیا ہے کہ جب شہید مرحوم کو ہزاروں پتھروں سے قتل کیا گیا تو انہیں دنوں میں سخت ہیضہ کابل میں پھوٹ پڑا اور بڑے بڑے ریاست کے نامی اس کا شکار ہو گئے اور بعض امیر کے رشتہ دار اور عزیز بھی اس جہان سے رخصت ہوئے-'' (۱۲۵)

انگریز انجینئر Mr. Frank A. Martin نے لکھا ہے کہ قتل کئے جانے سے پہلے ملاّ (صاحب) نے امیر کی موجودگی میں یہ پیشگوئی کی کہ اس ملک پر ایک بڑی تباہی آنے والی ہے جس کے نتیجہ میں امیر حبیب اللہ خان اور سردار نصر اللہ خان کو بھی دکھ پہنچے گا-

جس روز ملا (صاحب) کو قتل کیا گیا اس دن اچانک شام کو نو بجے کے قریب آندھی کا ایک زبردست طوفان آیا جو بہت زور شور سے آدھے گھنٹے تک جاری رہا پھر اچانک جس طرح شروع ہوا تھا تھم گیا- رات کے وقت اس طرح آندھی کا آنا غیر معمولی بات تھی- عام لوگ اس آندھی کے بارہ میں کہنے لگے کہ یہ ملاّ (صاحب) کی روح کے نکلنے کی وجہ سے ہوا ہے-

اس کے بعد ہیضہ کی وباء آ گئی- سابقہ وباؤں کو مدنظر رکھ کر ہیضہ ابھی چار سال تک متوقع نہیں تھا- اور یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ہیضہ کی وباء بھی ملاّ (صاحب) کی پیشگوئی کے مطابق آئی ہے- اسی وجہ سے امیر حبیب اللہ خان اور شہزادہ نصر اللہ خان شدید خوف میں مبتلا ہو گئے- انہیں یقین تھا کہ اب ان کی موت بھی آنے والی ہے- جب شہزادہ نصر اللہ خان کی ایک پیاری بیوی ہیضہ سے فوت ہو گئی تو وہ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھا اور غم سے نیم پاگل ہو گیا-

مقتول ملاّ (صاحب) کے مریدوں کی بڑی تعداد تھی اور وہ بہت رسوخ اور طاقت والے بھی تھے- جن دو ملاؤں نے ان کے قتل کئے جانے کا فتویٰ دیا تھا وہ بھی نہایت خوف کی حالت میں زندگی بسر کرنے لگے کیونکہ انہیں ان کے مریدوں کی جانب سے انتقام لئے جانے کا خوف رہتا تھا- ان میں سے ایک ملا کو ہیضہ ہوا اور وہ مرتے مرتے بچا-

جب ۱۹۰۳ء میں وبا پھوٹی تو امیر حبیب اللہ خان نے اپنے والد امیر عبدالرحمٰن خان

کے طریق پر فوراً اپنا سامان یعنی فرنیچر اور قالین وغیرہ کابل سے باہر پغمان بھجوانا شروع کر دیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ خود بھی اگلے روز کابل سے نکل جائے گا۔

جب کابل شہر کے گورنر کو اس کے ارادہ کا علم ہوا تو وہ امیر کے پاس آیا کہ عام پھیلی ہوئی بے اطمینانی اتنی زیادہ ہے کہ اگر وہ اس موقعہ پر شہر سے باہر چلا گیا تو فوج اور رعایا بغاوت کر دے گی اور وہ پھر کبھی واپس نہ آ سکے گا۔ امیر نے گورنر کا مشورہ مان لیا اور اسے بہ امر مجبوری اپنے محل ارک میں ہی رہنا پڑا۔ اس نے اپنے آپ کو دو کمروں تک محدود کر لیا۔ جہاں صرف نصف درجن منظور نظر درباریوں اور نوکروں کو آنے کی اجازت تھی جو لوگ اسے ملنے آتے انہیں یہ اجازت نہ تھی کہ محل سے باہر نکلیں۔ اسے ڈر تھا کہ وہ باہر سے ہیضہ کا مرض لے آئیں گے۔

چونکہ امیر کابل سے باہر نہیں جا سکا تھا اسلئے سردار نصر اللہ خان کو بھی شہر میں اپنے محل میں رہنا پڑا۔ وہ اپنا اکثر وقت جائے نماز پر گزارتا تھا۔ (۱۲۶)

مسٹر انگس ہملٹن اپنی کتاب ''افغانستان'' میں بیان کرتے ہیں کہ:

''۱۹۰۳ء میں افغانستان کے شہر کابل اور شمال و مشرق کے صوبہ جات میں زور شور سے ہیضہ پھوٹ پڑا جو اپنی شدت کے لحاظ سے ۱۸۷۹ء کے وباء ہیضہ سے بدتر تھا۔

''سردار نصر اللہ خان کی ایک بیوی اور بیٹا اور شاہی خاندان کے کئی افراد اور ہزار ہا باشندگان کابل اس وباء سے لقمۂ اجل ہوئے اور شہر میں افراتفری پڑ گئی۔ ہر شخص کو اپنی جان کا فکر لاحق ہو گیا اور دوسرے کے حالات سے بے فکر اور بے خبر ہو گیا۔'' (۱۲۷)

حضرت صاحبزادہ صاحب کی شہادت کے نتیجہ میں
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی انذاری وتبشیری پیشگوئیاں

''صاحبزادہ مولوی عبد اللطیف مرحوم کا اس بے رحمی سے مارا جانا اگرچہ ایسا امر ہے کہ اس کے سننے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے وما رأینا ظلمًا اغیظ من ھذا لیکن اس خون میں بہت

برکات ہیں کہ بعد میں ظاہر ہوں گے اور کابل کی زمین دیکھ لے گی کہ یہ خون کیسے کیسے پھل لائے گا- یہ خون کبھی ضائع نہیں جائے گا- پہلے اس سے غریب عبدالرحمٰن میری جماعت کا ظلم سے مارا گیا اور خدا چپ رہا مگر اس خون پر اب وہ چپ نہیں رہے گا اور بڑے بڑے نتائج ظاہر ہوں گے......مگر ابھی کیا ہے یہ خون بڑی بے رحمی کے ساتھ کیا گیا ہے اور آسمان کے نیچے ایسے خون کی اس زمانہ میں نظیر نہیں ملے گی- ہائے اس نادان امیر نے کیا کیا کہ ایسے معصوم شخص کو کمال بیدردی سے قتل کر کے اپنے تئیں تباہ کرلیا- اے کابل کی زمین تو گواہ رہ کہ تیرے پر سخت جرم کا ارتکاب کیا گیا- اے بدقسمت زمین تو خدا کی نظر سے گر گئی کہ تو اس ظلمِ عظیم کی جگہ ہے''-(۱۲۸)

''میں خوب جانتا ہوں کہ جماعت کے بعض افراد ابھی تک اپنی روحانی کمزوری کی حالت میں ہیں یہاں تک کہ بعض کو اپنے وعدوں پر بھی ثابت رہنا مشکل ہے لیکن جب میں اس استقامت اور جانفشانی کو دیکھتا ہوں جو صاحبزادہ مولوی محمد عبداللطیف مرحوم سے ظہور میں آئی تو مجھے اپنی جماعت کی نسبت بہت امید بڑھ جاتی ہے کیونکہ جس خدا نے بعض افراد اس جماعت کو یہ توفیق دی کہ نہ صرف مال بلکہ جان بھی اس راہ میں قربان کر گئے اس خدا کا صریح یہ منشاء معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت سے ایسے افراد اس جماعت میں پیدا کرے جو صاحبزادہ مولوی عبداللطیف کی روح رکھتے ہوں اور ان کی روحانیت کا ایک نیا پودہ ہوں جیسا کہ میں نے کشفی حالت میں واقعہ شہادت مولوی صاحب موصوف کے قریب دیکھا کہ ہمارے باغ میں سے ایک بلند شاخ سرو کی کاٹی گئی اور میں نے کہا کہ اس شاخ کو زمین میں دوبارہ نصب کردو تا وہ بڑھے اور پھولے- سو میں نے اس کی یہی تعبیر کی کہ خدا تعالیٰ بہت سے ان کے قائم مقام پیدا کردے گا- سو میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی وقت میرے اس کشف کی تعبیر ظاہر ہو جائے گی''-(۱۲۹)

''میں یقیناً جانتا ہوں کہ اب وقت آنے والا ہے کہ اس کی شہادت کی حکمت نکلنے والی ہے اور میں نے سنا ہے کہ اس وقت چودہ آدمی قید کئے گئے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ

عبداللطیف کو ناحق شہید کرایا گیا ہے اور یہ ظلم ہوا ہے، وہ حق پر تھا- اس پر امیر نے ان آدمیوں کو قید کر دیا ہے اور ان کے وارثوں کو کہا ہے کہ وہ ان کو سمجھائیں کہ ایسے خیالات سے وہ باز آ جائیں-مگر وہ موت کو پسند کرتے ہیں اور اس یقینی بات کو وہ چھوڑنا نہیں چاہتے-اگر عبداللطیف شہید نہ ہوا ہوتا تو یہ اثر کس طرح پیدا ہوتا اور یہ رعب کس طرح پر پڑتا-

''یقیناً سمجھو کہ خدا تعالیٰ نے کسی بڑی چیز کا ارادہ کیا ہے اور اس کی بنیاد عبداللطیف کی شہادت سے پڑی ہے ...... یہ موت موت نہیں یہ زندگی ہے اور اس سے مفید نتیجے پیدا ہونے والے ہیں ...... یہ نشان ہزاروں لاکھوں انسانوں کے لئے ہدایت اور ترقی ایمان کا موجب ہوگا ......عبداللطیف کے اس استقلال اور استقامت سے بہت بڑا فائدہ ان لوگوں کو ہوگا جو اس واقعہ پر غور کریں گے- چونکہ یہ موت بہت سی زندگیوں کا موجب ہونے والی ہے- اس لئے یہ ایسی موت ہے کہ ہزاروں زندگیاں اس پر قربان ہیں ......عبداللطیف کی موت پر جو موت نہیں بلکہ زندگی ہے تم کیوں خوش ہوتے ہو- آخر تمہیں بھی مرنا ہے- عبداللطیف کی موت تو بہتوں کی زندگی کا باعث ہوگی مگر تمہاری جان اکارت جائے گی اور کسی ٹھکانے نہ لگے گی ...... یہ ہماری جماعت کے ایمان کو ترقی دینے کا موجب ہوگی- اس کے سوا اب یہ خون اٹھنے لگا ہے اور اس کا اثر پیدا ہونا شروع ہو گیا ہے جو ایک جماعت کو پیدا کر دے گا-'' (۱۳۰)

''یہ خون کبھی خالی نہیں جائے گا- اللہ تعالیٰ اس کے مصالح اور حکمتوں کو خوب جانتا ہے......اس خون کے بہت بڑے بڑے نتائج پیدا ہونے والے ہیں-'' (۱۳۱)

''عجیب بات یہ ہے کہ ان کے بعض شاگرد بیان کرتے ہیں کہ جب وہ وطن کی طرف روانہ ہوئے تو بار بار کہتے تھے کہ کابل کی زمین اپنی اصلاح کے لئے میرے خون کی محتاج ہے- اور درحقیقت وہ سچ کہتے تھے کیونکہ سرزمین کابل میں اگر ایک کروڑ اشتہار شائع کیا جاتا اور دلائل قویہ سے میرا مسیح موعود ہونا ان میں ثابت کیا جاتا تو ان اشتہارات کا ہرگز ایسا اثر نہ ہوتا جیسا کہ اس شہید کے خون کا اثر ہوا- کابل کی سرزمین پر یہ خون اس تخم کی مانند پڑا ہے جو تھوڑے عرصہ میں بڑا درخت بن جاتا ہے اور ہزارہا پرندے اس پر اپنا بسیرا کر لیتے ہیں-'' (۱۳۲)

’’شاہزادہ عبداللطیف کے لئے جو شہادت مقدر تھی وہ ہو چکی - اب ظالم کا پاداش باقی ہے-**انہ من یات ربہ مجرما فان لہ جھنم لایموت فیھا و لا یحیٰ**- افسوس کہ یہ امیر زیرآیت **من یقتل مومنا مُتَعَمِّدًا** داخل ہوگیا - اور مومن بھی ایسا مومن کہ اگر کابل کی تمام سرزمین میں اس کی نظیر تلاش کی جائے تو تلاش کرنا لاحاصل ہے-‘‘(۱۳۳)

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف شہید کی نعش کا پتھروں سے نکالا جانا، نماز جنازہ اور تدفین

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’میاں احمد نور جو حضرت صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب کے خاص شاگرد ہیں - ۸/نومبر ۱۹۰۳ء کو مع عیال خوست سے قادیان پہنچے ان کا بیان ہے کہ مولوی صاحب کی لاش برابر چالیس دن تک ان پتھروں میں پڑی رہی جن میں سنگسار کیے گئے تھے- بعد اس کے میں نے چند دوستوں کے ساتھ مل کر رات کے وقت ان کی نعش مبارک نکالی اور پوشیدہ طور پر شہر میں لائے اور اندیشہ تھا کہ امیر اور اس کے ملازم کچھ مزاحمت کریں گے مگر شہر میں وبائے ہیضہ اس قدر پڑ چکا تھا کہ ہر ایک شخص اپنی بلا میں گرفتار تھا اس لئے ہم اطمینان سے مولوی صاحب مرحوم کا قبرستان میں جنازہ لے گئے اور جنازہ پڑھ کر وہاں دفن کر دیا- یہ عجیب بات ہے کہ مولوی صاحب جب پتھروں میں سے نکالے گئے تو کستوری کی طرح ان کے بدن سے خوشبو آتی تھی اس سے لوگ بہت متاثر ہوئے-‘‘(۱۳۴)

سید احمد نور صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب انہیں اپنے گاؤں آئے ہوئے قریباً تین ماہ کا عرصہ ہوگیا تو ایک روز گاؤں کی مسجد میں تلاوت قرآن مجید کرتے ہوئے انہیں القاء ہوا: **وعقروا الناقۃ لو تسوّیٰ بھم الارض لکان خیرًالھُم**- یعنی ان لوگوں نے (خدا کی) اونٹنی کو مار دیا ہے مگر ان کی یہ حرکت اچھی نہ تھی - اگر زمین ان پر ہموار کر دی جاتی تو ان کے لئے بہتر ہوتا -

اس کی انہیں یہ تفہیم ہوئی کہ حضرت صاحبزادہ کو شہید کر دیا گیا ہے انہوں نے بعض لوگوں سے اس کا ذکر کیا لیکن انہوں نے کہا کہ یہ ممکن نہیں کہ صاحبزادہ صاحب جیسے انسان کو قتل کر دیا جائے ان کا گاؤں جدلان نامی دریا کے کنارے پر واقعہ ہے اس کے قریب ایک جگہ شمخیل (ہاشم خیل) ہے جہاں پر کابل سے تاجر آتے جاتے ہیں سید احمد نور معلومات حاصل کرنے کے لئے شمخیل گئے تو معلوم ہوا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کو سنگسار کر دیا گیا ہے اور اب تک ان کے جسم کے اوپر ایک درخت جتنا اونچا پتھروں کا ڈھیر پڑا ہے۔

سید احمد نور صاحب نے یہ سن کر عزم کیا کہ وہ کابل جائیں گے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے جسم کو ان پتھروں کے نیچے سے نکالیں گے خواہ اس کی پاداش میں ان کو بھی سنگسار کر دیا جائے وہ کابل کے ارادے سے روانہ ہوئے جب شمخیل پہنچے تو مقامی حاکم کو ان کے ارادے کا علم ہو گیا اس نے ان کو بلوا کر کہا کہ تم فوراً اپنے گاؤں چلے جاؤ ورنہ تمہیں سخت سزا دی جائے گی پھر ان سے دوصد روپیہ کی ضمانت لی اور گاؤں واپس جانے کی ہدایت دے کر ان کو چھوڑ دیا۔ سید احمد نور ایک دوسرے راستہ سے کابل کی طرف روانہ ہو گئے۔ (۱۳۵)

سید احمد نور صاحب نے کابل پہنچ کر بعض دوستوں سے اپنے ارادہ کا ذکر کیا اور ان سے سنگساری کی جگہ دریافت کی انہوں نے بتایا کہ صاحبزادہ صاحب کو ہندوسوزان کے قریب سنگسار کیا گیا ہے۔ سید احمد نور اس جگہ گئے اور دیکھ کر واپس آ گئے انہیں یہ خیال پیدا ہوا کہ معلوم نہیں کہ صاحبزادہ صاحب ان کی نعش کے نکالے جانے پر راضی بھی ہیں یا نہیں۔ انہوں نے رات کو دعا کی کہ اے مولا کریم میری راہنمائی فرما کہ صاحبزادہ صاحب اپنی نعش کے نکالے جانے پر راضی ہیں یا نہیں۔ انہوں نے رؤیا میں دیکھا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب ایک کمرے میں ہیں۔ انہوں نے دروازہ کھولا اور سید احمد نور کو اندر بلا لیا وہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے پاؤں دبانے لگے انہوں نے دیکھا کہ آپ کے پاؤں زخمی ہیں آنکھ کھلنے پر سید احمد نور نے اس کی یہ تعبیر سمجھی کہ حضرت صاحبزادہ صاحب چاہتے ہیں کہ ان کی لاش پتھروں سے نکال لی جائے۔

سید احمد نور یہ سوچتے رہے کہ یہ کام کیسے کیا جائے آخر وہ ایک فوجی حوالدار سے ملے جو حضرت صاحبزادہ صاحب کا معتقد تھا وہ ان کی بات سن کر رو پڑا اور کہا کہ میں نے بہت دفعہ ارادہ کیا کہ لاش نکالوں لیکن میں اکیلا تھا مجھ میں اس کی طاقت نہ تھی اب آپ آ گئے ہیں میں انشاء اللہ ضرور آپ کی مدد کروں گا - سید احمد نور نے حوالدار صاحب سے کہا کہ وہ کچھ آدمی اپنے ساتھ لے کر رات بارہ بجے مقام شہادت پر پہنچیں میں تابوت، کفن اور خوشبو وغیرہ لے کر وہاں آ جاؤں گا - چنانچہ وہ ایک مزدور سے تابوت اٹھوا کر وقت مقررہ پر ایک قبرستان میں پہنچ گئے جو مقام شہادت کے قریب ہی تھا - ان دنوں ہیضہ کی وباء پھیلی ہوئی تھی، لوگ کثرت سے مر رہے تھے - قبرستان میں میت کے بعد میت تدفین کے لئے لائی جاتی تھی افراتفری کا عالم تھا اس لئے ان سے کسی نے نہیں پوچھا کہ وہ وہاں کیسے آئے ہیں اور یہ کہ تابوت میں کوئی لاش ہے یا نہیں - حوالدار نے آنے میں کچھ دیر کی یہاں تک کہ آدھی رات ہو گئی سید احمد نور نے سوچا کہ وہ اکیلے ہی پتھروں کو ہٹا کر لاش نکالتے ہیں لیکن تھوڑی دیر بعد حوالدار صاحب بھی کچھ لوگوں کو لے کر آ گئے - یہ سب لوگ تابوت لے کر مقام شہادت پر پہنچے - چاندنی رات تھی ایک آدمی کو پہرہ پر مقرر کیا اور باقی سب پتھر ہٹانے لگے یہاں تک کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی لاش نظر آنے لگی اس وقت اس میں سے نہایت تیز خوشبو آ رہی تھی یہ دیکھ کر حوالدار کے ساتھی کہنے لگے کہ شاید یہ وہی آدمی ہے جس کو امیر حبیب اللہ خان نے سنگسار کروایا تھا سید احمد نور نے کہا ہاں یہ وہی آدمی ہے یہ شخص اکثر قرآن شریف کی تلاوت کرتا رہتا تھا اور ذکر الٰہی میں مصروف رہتا تھا یہ وہی خوشبو ہے -

جب نعش کو کفن پہنایا گیا تو سید احمد نور نے کشفی طور پر دیکھا کہ ایک پہاڑی کے پیچھے سے پچاس پیدل پہرہ دار اور ایک سوار گشت کرتے ہوئے آ رہے ہیں ان دنوں کابل میں رات کے وقت پہرہ ہوتا تھا اور کسی کو باہر پھرنے کی اجازت نہ ہوتی تھی اگر رات کو کوئی شخص باہر پھرتا نظر پڑتا تھا تو اسے قتل کر دیا جاتا تھا - سید احمد نور نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ پہرہ والے آ رہے ہیں یہاں سے ہٹ جاؤ - تب سب وہاں سے ہٹ کر چھپ گئے - تھوڑی دیر میں

پہرہ والے سڑک پر چلتے نظر آنے لگے وہ قلعہ بالا حصار (میگزین) تک گئے اور کچھ دیر کے بعد اسی سڑک سے شہر کی طرف واپس چلے گئے - تب میاں احمد نور اور ان کے ساتھی حضرت شہید مرحوم کی نعش کے پاس آئے اور اسے اٹھا کر تابوت میں رکھ دیا اس وقت سید احمد نور نے حضرت شہید مرحوم کے کچھ بال اور کپڑا تبرک کے طور پر لے لئے -

تابوت بہت بھاری ہو گیا تھا جب اسے اٹھانے کی کوشش کی تو سب مل کر بھی نہ اٹھا سکے - سید احمد نور نے لاش کو مخاطب ہو کر کہا کہ جناب یہ بھاری ہونے کا وقت نہیں آپ ہلکے ہو جائیں اس کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ وہ اکیلے ہی تابوت اٹھا سکتے ہیں - لیکن حوالدار نے کہا کہ میں اٹھاتا ہوں - اس نے سید احمد نور کی پگڑی لی اور اس سے تابوت باندھ کر اسے اپنے کندھے پر ڈال لیا -

وہاں سے وہ تابوت ایک مقبرہ میں لے گئے جو نزدیک ہی تھا اس جگہ چند فقیر رہتے تھے سید احمد نور نے حوالدار صاحب اور ان کے آدمیوں کو رخصت کر دیا اور خود ان فقیروں کے پاس چلے گئے ان سے کہا کہ ایک جنازہ آیا ہے اسے یہاں رکھنا ہے انہوں نے تسلی دی اور تابوت ان کے پاس رکھ دیا گیا حوالدار نے جاتے وقت کہا تھا کہ وہ صبح کسی سواری یا مزدوروں کا انتظام کرے گا تا کہ تابوت وہاں سے شہر لے جایا جا سکے - صبح ہو گئی لیکن حوالدار نہ آیا آخر سید احمد نور نے ان فقیروں میں سے ایک آدمی کو اجرت دے کر شہر بھجوایا کہ وہ مزدور تلاش کر کے لائے وہ فقیر چلا گیا اور کچھ دیر کے بعد واپس آ گیا اور کہا کہ مزدور تو نہیں ملے شہر میں ہیضہ کی وباء کا زور ہے کثرت سے آدمی مر رہے ہیں میں ہی آپ کی مدد کرتا ہوں - فقیر نے سرہانے کی طرف سے جنازہ اٹھایا اور سید احمد نور نے پاؤں کی طرف سے اور شہر کی طرف روانہ ہوئے - دِہ سبز کو جانے والی مشرقی سڑک سے شہر میں آئے جب لکڑ منڈی پہنچے تو کچھ مزدور مل گئے جنہوں نے جنازہ اٹھا لیا شور بازار سے ہوتے ہوئے مقبرہ طاؤس آئے اس کے قریب ہی غلام جان کا مکان تھا وہاں سردار عبدالرحمٰن جان ابن سردار شیریں دل خان موجود تھے سید احمد نور نے سردار عبدالرحمان جان سے پہلے سے بات کی ہوئی

تھی اور تمام پروگرام ان کے علم میں تھا - سید احمد نور نے ان کو اشارہ سے اپنی طرف بلایا اور جنازہ کے مقبرہ طاؤس میں بھجوائے جانے کا ذکر کیا - سردار عبدالرحمٰن جان نے کہا کہ آپ چلیں اور میرا انتظار کریں میں گھوڑے پر سوار ہو کر آتا ہوں سید احمد نور جنازہ اٹھوا کر مقبرہ طاؤس کے پاس ایک قبرستان میں لے گئے جو حضرت صاحبزادہ صاحب کا آبائی قبرستان تھا اور مزدوروں کو رخصت کر دیا تھوڑی دیر میں سردار عبدالرحمٰن جان بھی پہنچ گئے انہوں نے گھوڑا اپنے نوکر کے حوالہ کیا اور خود آگے بڑھے - سردار عبدالرحمٰن جان نے سرہانے کی طرف سے جنازہ اٹھایا اور پاؤں کی طرف سے سید احمد نور نے پکڑا اتنے میں حوالدار صاحب بھی آ گئے اب ظہر کا وقت ہو گیا تھا - تینوں نے نماز جنازہ ادا کی سردار عبدالرحمٰن جان ابن سردار شیریں دل خان امام بنے اور سید احمد نور اور حوالدار پیچھے کھڑے ہوئے نماز جنازہ کے بعد تدفین کر دی گئی مقبرہ والوں کو سردار عبدالرحمٰن جان نے کچھ رقم دی اور کہا کہ یہ ایک بزرگ تھے ہم انہیں اماناً دفن کرتے ہیں اگر کوئی شخص ان کے بارہ میں دریافت کرتا ہوا آئے تو اسے قبر کا پتہ دے دینا -

سردار عبدالرحمٰن جان کی والدہ صاحبہ بھی حضرت صاحبزادہ صاحب سے بہت عقیدت رکھتی تھی سردار عبدالرحمٰن جان کی ایک بہن امیر حبیب اللہ خان کی بیوی تھیں - سید احمد نور کابل میں سردار صاحب کے مکان پر ایک ماہ کے قریب مقیم رہے - ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر حضرت صاحبزادہ صاحب کی لاش نکالے جانے کا امیر کو علم ہو جائے اور وہ کوئی کاروائی ان کے خلاف کرنا چاہے تو انہیں کابل میں ہی گرفتار کر لیا جائے ان کے اہل وعیال کو اس سلسلہ میں کوئی تکلیف نہ دی جائے -

انہی دنوں میں سردار عبدالرحمٰن جان نے احمدیت قبول کر لی جنازہ کے چند روز کے بعد سردار صاحب نے دربار سے آ کر بتایا کہ امیر حبیب اللہ خان کے پاس رپورٹ پہنچائی گئی ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی لاش پتھروں سے نکال لی گئی ہے لیکن اس نے اس طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی -

سردار صاحب اور ان کی والدہ محترمہ نے سید احمد نور سے بہت اچھا سلوک کیا ان کو جب علم ہوا کہ سید احمد نور قادیان جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو انہوں نے ایک گھوڑا اور جائے نماز ان کو دیا کہ وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں سردار صاحب کی طرف سے بطور تحفہ پیش کر دیں۔ سید احمد نور نے جائے نماز تو لے لی اور گھوڑا نہ لیا۔ انہوں نے کہا کہ میں چھپ کر پہاڑوں میں سے جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ سردار عبدالرحمٰن جان نے سید احمد نور کو ایک خط لکھ دیا کہ یہ میرا آدمی ہے اس کو تکلیف نہ دی جائے جب سید احمد نور کو تسلی ہو گئی کہ ان کی گرفتاری نہیں ہوگی تو وہ کابل سے روانہ ہوئے۔(۱۳۶)

سید احمد نور صاحب کی کابل سے روانگی

سردار عبدالرحمٰن جان صاحب اور ان کی والدہ محترمہ نے سید احمد نور صاحب کو سفر خرچ کے طور پر کچھ رقم دی انہوں نے بازار جا کر ایک خچر کرایہ پر لی اور خوست روانہ ہوئے جب ایک منزل طے کی تو دیکھا کہ حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب کے اہل وعیال اور رشتہ داروں کو قید کر کے کابل لے جایا جا رہا ہے مستورات اور بچے بھی ساتھ تھے سید احمد نور جب ان کے پاس سے گزرے تو محافظ سپاہیوں نے ان کی خچر چھین لی اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے اہل وعیال کی ضرورت کے لئے استعمال میں لے آئے ان کے متعلق سرکاری حکم یہ تھا کہ جس چیز کی ضرورت ہو راستہ میں بیگار کے طور پر حاصل کر لی جائے۔

سید احمد نور نے مصلحتاً حضرت شہید مرحوم کے کسی عزیز یا رشتہ دار سے کوئی بات نہیں کی راستہ میں ایک جگہ بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد انہوں نے مُلّا میرو صاحب کو دیکھا جو مولوی عبدالستار خان صاحب معروف بہ بزرگ صاحب کے بھائی تھے وہ قافلہ کے پیچھے کچھ فاصلہ پر آ رہے تھے۔ سید احمد نور نے ان کو اشارہ سے بلایا اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی شہادت اور ان کی تدفین اور قبر کے متعلق بتایا اور یہ کہا کہ قبر کا مقام سردار عبدالرحمٰن جان سے دریافت کر لیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے اہل وعیال کو اس وقت تک آپ کی شہادت کا علم نہیں

ہوا تھا۔ مُلّا میرو صاحب اپنی محبت اور اخلاص میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے اہل وعیال کے ساتھ ہو لئے تھے ورنہ ان کی گرفتاری کا کوئی حکم نہ تھا۔

سید احمد نور پیدل اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے۔ شمخیل (ہاشم خیل) میں رات گزاری صبح علی خیل آئے جہاں چھاؤنی تھی اور مقامی حاکم سردار عطا محمد خان رہتا تھا اسے سردار عبدالرحمٰن جان کا خط دکھایا اور پھر اپنے گاؤں میں آ گئے۔

پندرہ بیس دن کے بعد انہوں نے اپنے رشتہ داروں کو بتایا کہ وہ اب قادیان جائیں گے پھر خدا معلوم کب واپس آئیں یا نہ آ سکیں۔ آپ کی والدہ محترمہ اور بھائی سید صاحب نور صاحب ساتھ جانے کو آمادہ ہو گئے گاؤں کے نمبردار کو پتہ لگا تو اس نے حاکم سردار عطا محمد خان کو اطلاع کر دی کہ یہ شخص اپنے رشتہ داروں سمیت قادیان جا رہا ہے اور بے دین ہو جائے گا۔ ظاہر یہ کرتا ہے کہ حج کرنے کو جاتا ہے یہ ہمارے گاؤں کے معزز لوگوں میں سے ہیں ان لوگوں کے جانے سے ہمارا گاؤں اجڑ جائے گا۔ حاکم نے کچھ سپاہی گرفتاری کے لئے بھجوائے اس وقت سید صاحب نور گھر پر نہیں تھے۔ سپاہی سید احمد نور اور ان کے چچا سید محمد نور کو گرفتار کر کے لے گئے۔ سردار عطا محمد خان کو چونکہ سید احمد نور صاحب سردار عبدالرحمٰن جان کا خط دکھا چکے تھے اس لئے اس نے ان کو گرفتار تو کر لیا لیکن کوئی سختی ان پر نہیں کی گئی حاکم نے سید محمد نور صاحب سے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے انہوں نے جواب دیا کہ میرا ارادہ تو کہیں جانے کا نہیں میرے متعلق کسی نے جھوٹی رپورٹ کر دی ہے۔ سید احمد نور صاحب نے بھی حاکم سے کہا کہ میرے چچا کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں رپورٹ تو میرے بارہ میں کی گئی ہے اس لئے میرے چچا کو چھوڑ دیا جائے اس پر حاکم نے سید محمد نور صاحب کو رہا کر دیا۔

پھر حاکم نے سید احمد نور سے کہا کہ ان کے بارہ میں اسے اطلاع دی گئی ہے کہ وہ حج کو جا رہے ہیں حالانکہ حج کو نہیں بلکہ قادیان جا رہے ہیں اور اس طرح ان کا تمام خاندان قادیانی ہو جائے گا۔ حاکم کو یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر اس امر کی رپورٹ کسی نے کابل میں کر دی تو اس پر بھی سختی ہو گی۔ سید احمد نور نے حاکم سے کہا کہ اگر وہ حج کو جاتے تو جائیداد فروخت کرتے

یا روپیہ حاصل کرنے کے لئے کوئی اورصورت کرتے یہ درست نہیں، وہ حج کونہیں جا رہے اور نہ ان کے پاس حج کے سفر کے اخراجات کے لئے کوئی رقم ہے اس بات کا حاکم پر اچھا اثر پڑا اور اس نے سید احمد نور کو بیٹھنے کو کہا اور انہیں چند روز علی خیل میں نظر بند رکھا کچھ آدمی آ کر انہیں ملے اور کہا کہ ہم تمہارے ضامن بننے کے لئے تیار ہیں تا کہ انہیں رہائی مل جائے سید احمد نور نے انہیں کہا کہ وہ ان کے ضامن نہ بنیں کیونکہ ان کا تو پختہ ارادہ قادیان جانے کا ہے ان کے جانے کے بعد ان کے ضامنوں کو بلا وجہ تکلیف ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ میرے اردگرد اگر لوہے کی دیواریں بھی ہوں تو وہ بھی مجھے راستہ دیں گی میں انشاءاللہ چلا جاؤں گا مگر اس طرح دھوکہ سے کسی کو ضمانت میں پھنسا کر نہیں جانا چاہتا۔

سید احمد نور صاحب کے یقین کی وجہ دراصل یہ تھی کہ وہ جب قادیان سے روانہ ہونے والے تھے تو انہوں نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں یہ عرض کیا تھا کہ وہ قادیان سے باہر نہیں جانا چاہتے تو حضورؑ نے ان کو فرمایا تھا کہ اس وقت تم صاحبزادہ صاحب کے ساتھ چلے جاؤ تم بعد میں واپس قادیان آ جاؤ گے۔

علی خیل میں سید احمد نور صاحب کے بھائی سید صاحب نور بھی ان کو ملنے آئے انہیں سید احمد نور نے کہا کہ تم پہاڑوں میں سے ہو کر انگریزی علاقہ میں چلے جاؤ۔ میں بعد میں آ جاؤں گا مجھے کوئی چیز روک نہیں سکتی۔

سید احمد نور صاحب کی نظر بندی ایسی تھی کہ انہیں ایک کمرہ رہائش کے لئے دیا گیا تھا۔ ہتھکڑی وغیرہ نہیں لگائی گئی تھی۔ ایک روز وہ اپنے کمرے سے باہر نکلے۔ چھاؤنی میں ایک جگہ نماز پڑھی وہاں ایک فوجی جرنیل آیا اس نے سید احمد نور کو پہچان لیا اور ان سے چھاؤنی میں آنے کی وجہ دریافت کی سید احمد نور نے کہا کہ میں یہاں نظر بند ہوں سردار عطا محمد خان نے مجھے یہاں روکا ہوا ہے۔ اس پر اس جرنیل نے خفگی کا اظہار کیا کہ تمہارے جیسے نیک آدمی کو نظر بند رکھنا بہت بری بات ہے۔ دونوں نے چھاؤنی کی ایک مسجد میں نماز پڑھی۔ جرنیل نے سید احمد نور کو تحفۃً چائے وغیرہ دی اور پھر وہ چلا گیا۔

سید احمد نور صاحب عصر کے وقت چھاؤنی علی خیل سے نکلے اور شام کو اپنے گھر پہنچ گئے گھر والے ان کو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ یہ کس طرح نظر بندی سے نکل آیا۔

سید احمد نور نے رشتہ داروں سے مشورہ کیا تو سب نے خوشی سے قادیان جانے کی اجازت دے دی یہ طے پایا کہ اسی رات کو نکل چلیں تا کہ حاکم کی طرف سے روک پیدا کرنے کی نوبت نہ آئے رات کو بارہ بجے کے قریب روانہ ہوئے اس وقت بعض آدمی باہر کام میں مصروف تھے انہوں نے دیکھ لیا اور نمبردار کو اطلاع کر دی۔ گاؤں کے لوگ مسلح ہو کر نکل آئے اور ان کو جانے سے روک دیا اور کہا کہ جب اس کی خبر حکومت کو ملے گی تو ہم سب گرفتار کر لئے جائیں گے۔ ہم آپ کو نہیں جانے دیں گے۔

سید احمد نور صاحب نے ان سے کہا کہ تم نے حاکم کو رپورٹ کرنی تھی سو وہ تم کر چکے ہو۔ اب ہمارے نکلنے سے تم پر کیا الزام آئے گا۔ میں تو اس ملک میں واپس نہیں آؤں گا سید احمد نور نے گاؤں والوں سے کہا کہ میرے باپ نے تمہیں دین سکھایا اور میں نے بھی تمہاری ضرورت پڑنے پر ہر طرح مدد کی اب اگر تمہارے رپورٹ کرنے پر حکومت حضرت شہید مرحوم کی طرح مجھے بھی مار دے گی تو تمہیں کیا فائدہ ہوگا۔ کافی دیر بحث ہوتی رہی لیکن وہ لوگ نہ مانے اور روکنے پر اصرار کرتے رہے اسی حالت میں سید احمد نور صاحب کو کشف ہوا وہ بیان کرتے ہیں کہ:

'میں نے دیکھا زمین مجھے کہتی ہے کہ تم جاؤ اگر تم کہو تو ان میں سے ایک ایک آدمی کو پکڑ لوں۔ پھر میں نے دیکھا کہ میرا گھر، زمین، ساز و سامان اور مال مویشی سب ایک طرف کھڑے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا ہمیں چھوڑ کر چلے جاؤ گے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی ذات تھی پھر سب کچھ غائب ہو گیا اور محض اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہ گئی' جب یہ حالت دور ہوئی تو دیکھا کہ گاؤں والے کھڑے ہیں میں نے ان کو پختہ یقین اور دھڑلّے سے کہا کہ اب ہم ضرور جائیں گے ہمیں کوئی نہیں روک سکے گا۔ میری بات کا ان لوگوں پر بہت اثر ہوا اور نمبردار میرے پاؤں پر گر پڑا اور بولا کہ بے شک تم لوگ چلے جاؤ مگر ہمارے خلاف بد دعا نہ کرنا۔ میں نے ان سے کہا کہ اب

میں تمہیں اس شرط پر معاف کروں گا کہ تم سب مسلح ہو کر ہمارے ساتھ چلو اور اپنی حفاظت میں ہمیں سرحد پار کروا دو اس پر گاؤں والے بندوقیں لے کر ہمارے ساتھ چلے اور ہمیں افغانستان کی سرحد سے گزار دیا وہاں ہم نے ان کو رخصت کر دیا ۔ (۱۳۷)

انگریزی عملداری میں داخلہ اور قادیان کو روانگی

انگریزی علاقہ میں آ کر سید احمد نور نے قیام کیا، آگ جلائی اور رات گزارنے کا اہتمام کیا وہ خود تو جاگتے رہے لیکن ان کے بھائی سید صاحب نور صاحب سو گئے ۔ آنکھ کھلنے پر انہوں نے بتایا کہ خواب میں انہوں نے یہ الفاظ سنے ہیں ''وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا'' سید احمد نور صاحب نے کہا کہ یہ تو بہت اچھی خواب ہے ۔

صبح آگے روانہ ہوئے اس سفر میں ان لوگوں کے ساتھ تھوڑا سا ضرورت کا سامان بستر وغیرہ ہی تھے باقی تمام اثاثہ اور سامان پیچھے چھوڑ آئے تھے راستہ میں ایک گاؤں آیا جہاں کا نمبردار سید احمد نور کو جانتا تھا ۔ اس نے اپنے پاس عزت و احترام سے ٹھہرایا ۔ یہاں سے آگے روانہ ہوئے پاڑہ چنار پہنچے جہاں انگریزوں کی چھاؤنی تھی ۔ یہاں پر ایک ہندو سید احمد نور کا دوست تھا اس کے پاس قریباً ایک ماہ ٹھہرے ۔

سید احمد نور کے پاس تمام ہمراہیوں کے لئے ریل کے کرایہ کی رقم نہیں تھی اس لئے قادیان تک پیدل سفر کا ارادہ تھا ۔ ڈاک کا پتہ بھی معلوم نہ تھا اس لئے قادیان خط نہ لکھ سکے لاہور میں وہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب سے واقف تھے ان کے نام خط لکھا کہ میں اہل وعیال سمیت پاڑہ چنار پہنچ گیا ہوں اس وقت سفر خرچ کے لئے رقم نہیں ہے روپیہ کا انتظام ہونے پر قادیان پہنچوں گا جب یہ خط ڈاکٹر صاحب کو ملا تو انہوں نے فوراً بذریعہ تار اسّی (۸۰) روپے بھجوا دئے رقم ملنے پر سید احمد نور صاحب پاڑہ چنار سے روانہ ہوئے اور ۸؍نومبر ۱۹۰۳ء کو مع اہل وعیال قادیان پہنچ گئے ۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تمام حالات حضورؑ کی خدمت

میں عرض کیئے حضرت شہید مرحوم کے بال اور کچھ لباس کا ٹکڑا جو وہ ساتھ لائے تھے حضور کو دئے ان بالوں میں سے اس وقت بھی خوشبو آتی تھی۔ (۱۳۸)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کی روایت ہے کہ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی شہادت کے بعد ان کا کوئی مرید ان کے کچھ بال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس قادیان لایا آپ نے وہ بال ایک کھلے منہ کی چھوٹی بوتل میں ڈال کر اور اس کے اندر کچھ مشک رکھ کر اس بوتل کو سربمہر کر دیا اور اس میں تاگہ باندھ کر اسے اپنے بیت الدعا کی ایک کھونٹی سے لٹکا دیا اور یہ سارا عمل حضور نے ایسے طور پر کیا کہ گویا ان بالوں کو آپ ایک تبرک خیال فرماتے تھے یہ بال بیت الدعا میں اس غرض سے لٹکائے ہونگے کہ دعا کی تحریک ہوتی رہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ یہ بوتل کئی سال تک بیت الدعا میں لٹکی رہی لیکن اب ایک عرصہ سے نظر نہیں آئی۔ (۱۳۹)

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف شہیدؓ کے تابوت کا کابل سے ان کے گاؤں سیدگاہ لایا جانا اور وہاں پر تدفین

جب حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب کی شہادت کو ایک سال کا عرصہ گزر گیا تو ان کے ایک ممتاز شاگرد مُلّا میر واُن کا تابوت کابل سے سیدگاہ لے آئے اور وہاں دفن کر کے نامعلوم سی قبر بنا دی۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد خان عجب خان صاحب آف زیدہ ضلع پشاور کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے سیدگاہ والوں کو پیغام بھجوایا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی قبر اچھی طرح بنائی جائے انہوں نے کچھ مالی مدد بھی کی چنانچہ آپ کے معتقدین نے ایک بڑی پختہ قبر تعمیر کروا دی۔

جب یہ بات مشہور ہوئی تو دور دراز سے لوگ زیارت کے لئے آنے لگے اور چڑھاوے چڑھنے لگے اس کی رپورٹ حکومت کابل کو کی گئی تو سردار نصر اللہ خان نے گورنر سمتِ جنوبی سردار محمد اکبر خان غاصی کو حکم بھجوایا کہ صاحبزادہ صاحب کا تابوت وہاں سے نکلوا

لیا جائے چنانچہ گورنر نے سرکاری آدمی بھجوا کر رات کو تابوت نکلوا لیا بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسے خفیہ طور پر کسی اور جگہ دفن کر دیا گیا اور بعض بتاتے ہیں کہ اسے دریا میں پھینک دیا گیا۔

مُلّا میرو صاحب کو جو کابل سے تابوت لے کر آئے یہ سزا دی گئی کہ ان کا چہرہ سیاہ کر کے اور گدھے پر بٹھا کر تمام گاؤں میں پھرایا گیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے شہید مرحوم کی قبر کو شرک کا ذریعہ بننے سے روک دیا۔ (۱۴۰)

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف شہید کے بارہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات

''شاہزادہ عبداللطیف کے لئے جو شہادت مقدر تھی وہ ہو چکی اب ظالم کا پاداش باقی ہے......افسوس کہ یہ امیر زیرآیت 'مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّدًا' داخل ہو گیا اور ایک ذرّہ خدا تعالیٰ کا خوف نہ کیا۔ اور مومن بھی ایسا مومن کہ اگر کابل کی تمام سرزمین میں اس کی نظیر تلاش کی جائے تو تلاش کرنا لاحاصل ہے۔ ایسے لوگ اکسیر احمر کے حکم میں ہیں جو صدق دل سے ایمان اور حق کے لئے جان بھی فدا کرتے ہیں اور زن وفرزند کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے۔

''اے عبداللطیف! تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا اور جو لوگ میری جماعت میں سے میری موت کے بعد رہیں گے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے۔'' (۱۴۱)

''شہید مرحوم نے مر کر میری جماعت کو ایک نمونہ دیا ہے اور درحقیقت میری جماعت ایک بڑے نمونہ کی محتاج تھی۔ اب تک ان میں سے ایسے بھی پائے جاتے ہیں کہ جو شخص ان میں سے ادنیٰ خدمت بجالاتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے بڑا کام کیا ہے اور قریب ہے کہ وہ میرے پر احسان رکھے۔ حالانکہ خدا کا اس پر احسان ہے کہ اس خدمت کے لئے اس نے اس کو توفیق دی۔ بعض ایسے ہیں کہ وہ پورے زور اور پورے صدق سے اس طرف نہیں آئے اور جس قوتِ ایمان اور انتہا درجہ کے صدق وصفا کا وہ دعویٰ کرتے ہیں آخر تک اس پر قائم

نہیں رہ سکتے اور دنیا کی محبت کے لئے دین کوکھو دیتے ہیں اور کسی ادنیٰ امتحان کی بھی برداشت نہیں کر سکتے - خدا کے سلسلہ میں بھی داخل ہوکر ان کی دنیا داری کم نہیں ہوتی -لیکن خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ایسے بھی ہیں کہ وہ سچے دل سے ایمان لائے اور سچے دل سے اس طرف کو اختیار کیا اور اس راہ کے لئے ہر ایک دکھ اٹھانے کے لئے تیار ہیں-لیکن جس نمونہ کو اس جوانمرد نے ظاہر کر دیا اب تک وہ قوتیں اس جماعت کی مخفی ہیں-

''خدا سب کو وہ ایمان سکھا دے اور وہ استقامت بخشے جس کا اس شہید مرحوم نے نمونہ پیش کیا ہے- یہ دنیوی زندگی جو شیطانی حملوں کے ساتھ ملی ہوئی ہے کامل انسان بننے سے روکتی ہے اور اس سلسلہ میں بہت داخل ہونگے مگر افسوس کہ تھوڑے ہیں کہ یہ نمونہ دکھائیں گے-'' (۱۴۲)

''جب میں اس استقامت اور جانفشانی کو دیکھتا ہوں جو صاحبزادہ مولوی محمد عبداللطیف مرحوم سے ظہور میں آئی تو مجھے اپنی جماعت کی نسبت بہت امید بڑھ جاتی ہے- کیونکہ جس خدا نے بعض افراد اس جماعت کو یہ توفیق دی کہ نہ صرف مال بلکہ جان بھی اس راہ میں قربان کر گئے- اس خدا کا صریح یہ منشاء معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت سے ایسے افراد اس جماعت میں پیدا کرے جو صاحبزادہ مولوی عبداللطیف کی روح رکھتے ہوں اور ان کی روحانیت کا ایک نیا پودہ ہوں-'' (۱۴۳)

''براہین احمدیہ کے صفحہ پانچ سو دس اور صفحہ پانچ سو گیارہ میں یہ پیشگوئیاں ہیں-
وان لم یعصمک الناس یعصمک اللّٰہ من عندہ یعصمک اللّٰہ من عندہ و ان لم یعصمک الناس شاتان تذبحان و کلّ من علیھا فان- و لاتھنوا و لا تحزنوا- الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہ- الم تعلم ان اللّٰہ علیٰ کلّ شیءٍ قدیر- و جئنا بک علیٰ ھٰؤلاء شھیدا- و فی اللّٰہ اجرک- و یرضیٰ عنک ربّک- و یتم اسمک و عسیٰ ان تحبوا شیئا و ھو شرلکم- و عسی ان تکرھوا شیئا و ھو خیرلکم و اللّٰہ یعلم و انتم لاتعلمون-

''ترجمہ- اگر چہ لوگ تجھے قتل ہونے سے نہ بچائیں لیکن خدا تجھے بچائے گا- خدا تجھے ضرور قتل ہونے سے بچائے گا- اگر چہ لوگ نہ بچائیں- یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ لوگ تیرے قتل کے لئے سعی اور کوشش کریں گے خواہ اپنے طور سے اور خواہ گورنمنٹ کو دھوکہ دے کر- مگر خدا ان کو ان کی تدبیروں میں نامراد رکھے گا...... خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر چہ میں تجھے قتل سے بچاؤں گا مگر تیری جماعت میں سے دو بکریاں ذبح کی جائیں گی- ہر ایک جوز مین پر ہے آخر فنا ہوگا- یعنی بے گناہ اور معصوم ہونے کی حالت میں قتل کی جائیں گی- یہ خدا تعالیٰ کی کتابوں میں محاورہ ہے کہ بے گناہ اور معصوم کو بکرے یا بکری سے تشبیہ دی جاتی ہے...... یہ پیشگوئی شہید مرحوم مولوی محمد عبداللطیف اور ان کے شاگرد عبدالرحمٰن کے بارہ میں ہے کہ جو براہین احمدیہ کے لکھے جانے کے بعد پورے تئیس برس بعد پوری ہوئی...... بکری کی صفتوں میں سے ایک دودھ دینا ہے اور ایک اس کا گوشت ہے جو کھایا جاتا ہے- یہ دونوں بکری کی صفتیں مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم کی شہادت سے پوری ہوئیں کیونکہ مولوی صاحب موصوف نے مباحثہ کے وقت انواع اقسام کے معارف اور حقائق بیان کر کے مخالفوں کو دودھ دیا- گو بدقسمت مخالفوں نے وہ دودھ نہ پیا اور پھینک دیا اور پھر شہید مرحوم نے اپنی جان کی قربانی سے اپنا گوشت دیا اور خون بہایا تا مخالف اس گوشت کو کھاویں اور اس خون کو پیویں یعنی محبت کے رنگ میں- اور اس طرح اس پاک قربانی سے فائدہ اٹھاویں اور سوچ لیں کہ جس مذہب اور جس عقیدہ پر وہ قائم ہیں اور جس پر ان کے باپ دادے مر گئے کیا ایسی قربانی کبھی انہوں نے کی؟ کیا ایسا صدق اور اخلاص کبھی کسی نے دکھلایا؟ کیا ممکن ہے کہ جب تک انسان یقین سے بھر کر خدا کو نہ دیکھے وہ ایسی قربانی دے سکے؟ بے شک ایسا خون اور ایسا گوشت ہمیشہ حق کے طالبوں کو اپنی طرف دعوت کرتا رہے گا جب تک کہ دنیا ختم ہو جاوے...... اور چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ اس راقم اور اس کی جماعت پر اس ناحق کے خون سے بہت صدمہ گزرے گا اس لئے اس وحی کے مابعد آنے والے فقروں میں تسلی اور عزا پرسی کے رنگ میں کلام نازل فرمایا جو ابھی عربی میں لکھ چکا ہوں- جس کا یہ ترجمہ ہے کہ اس مصیبت

اور اس سخت صدمہ سے تم غمگین اور اداس مت ہو کیونکہ اگر دو آدمی تم میں سے مارے گئے تو خدا تمہارے ساتھ ہے- وہ دو کے عوض ایک قوم تمہارے پاس لائے گا اور وہ اپنے بندہ کے لئے کافی ہے- کیا تم نہیں جانتے کہ خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے اور یہ لوگ جوان دو مظلوموں کو شہید کریں گے ہم تجھ کو ان پر قیامت میں گواہ لائیں گے اور کہ کس گناہ سے انہوں نے شہید کیا تھا- اور خدا تیرا اجر دے گا اور تجھ سے راضی ہوگا اور تیرے نام کو پورا کرے گا یعنی احمد کے نام کو- جس کے یہ معنے ہیں کہ خدا کی بہت تعریف کرنے والا- اور وہی شخص خدا کی بہت تعریف کرتا ہے جس پر خدا کے انعام اکرام بہت نازل ہوتے ہیں- پس مطلب یہ ہے کہ خدا تجھ پر انعام اکرام کی بارش کرے گا- اس لئے تو سب سے زیادہ اس کا ثنا خواں ہوگا- تب تیرا نام جو احمد ہے پورا ہو جائے گا-

''پھر بعد اس کے فرمایا کہ ان شہیدوں کے مارے جانے سے غم مت کرو- ان کی شہادت میں حکمت الٰہی ہے اور بہت باتیں ہیں جو تم چاہتے ہو کہ وہ وقوع میں آویں حالانکہ ان کا واقع ہونا تمہارے لئے اچھا نہیں ہوتا اور بہت امور ہیں جو تم چاہتے ہو کہ واقع نہ ہوں حالانکہ ان کا واقع ہونا تمہارے لئے اچھا ہوتا ہے اور خدا خوب جانتا ہے کہ تمہارے لئے کیا بہتر ہے مگر تم نہیں جانتے-

''اس تمام وحی الٰہی میں یہ سمجھایا گیا ہے کہ صاحبزادہ مولوی عبداللطیف مرحوم کا اس بے رحمی سے مارا جانا اگرچہ ایسا امر ہے کہ اس کے سننے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے-**وَمَا رَأَيْنَا ظُلْمًا اَغْيَظ مِنْ هٰذَا**- لیکن اس خون میں بہت برکات ہیں کہ بعد میں ظاہر ہوں گے-'' (۱۴۴)

''مولوی عبداللطیف صاحب شہید مرحوم کا نمونہ دیکھ لو کہ کس صبر اور استقلال سے انہوں نے جان دی ہے- ایک شخص کو بار بار جان جانے کا خوف دلایا جاتا ہے اور اس سے بچنے کی امید دلائی جاتی ہے کہ اگر تو اپنے اعتقاد سے بظاہر توبہ کر دے تو تیری جان نہ لی جاوے گی مگر انہوں نے موت کو قبول کیا اور حق سے روگردانی پسند نہ کی- اب دیکھو اور سوچو کہ اسے کیا کیا تسلی اور اطمینان خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہوگا کہ وہ اس طرح پر دنیا و مافیہا

پر دیدہ دانستہ لات مارتا ہے اور موت کو اختیار کرتا ہے- اگر وہ ذرا بھی توبہ کرتے تو خدا جانے امیر نے کیا کچھ اس کی عزت کرنی تھی- مگر انہوں نے خدا کے لئے تمام عزتوں کو خاک میں ملایا اور جان دینی قبول کی- کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ آخر دم تک اور سنگساری کے آخری لمحہ تک ان کو مہلت توبہ کی دی جاتی ہے اور وہ خوب جانتے تھے کہ میرے بیوی بچے ہیں، لاکھ ہا روپے کی جائداد ہے، دوست یار بھی ہیں- ان تمام نظاروں کو پیشِ چشم رکھ کر اس آخری موت کی گھڑی میں بھی جان کی پروانہ کی-

''آخر ایک سرور اور لذت کی ہوا ان کے دل پر چلتی تھی جس کے سامنے یہ تمام فراق کے نظارے ہیچ تھے- اگر ان کو جبراً قتل کر دیا جاتا اور جان کے بچانے کا موقعہ نہ دیا جاتا تو اور بات تھی ......مگر ان کو بار بار موقعہ دیا گیا باوجود اس مہلت ملنے کے پھر موت اختیار کرنی بڑے ایمان کو چاہتی ہے-'' (۱۴۵)

''وہ ایک اسوۂ حسنہ چھوڑ گئے ہیں ......عبداللطیف صاحب مقیّد تھے زنجیریں ان کے ہاتھ پاؤں میں پڑی ہوئی تھیں، مقابلہ کرنے کی ان کو قوت نہ تھی اور بار بار جان بچانے کا موقعہ دیا جاتا تھا- یہ اس قسم کی شہادت واقع ہوئی ہے کہ اس کی نظیر تیرہ سو سال میں ملنی محال ہے- عام معمولی زندگی کا چھوڑنا محال ہوا کرتا ہے- حالانکہ ان کی زندگی ایک تنعم کی زندگی تھی- مال، دولت، جاہ وثروت سب کچھ موجود تھا- اور اگر وہ امیر کا کہنا مان لیتے تو ان کی عزت اور بڑھ جاتی -مگر انہوں نے ان سب پر لات مار کر اور دیدہ دانستہ بال بچوں کو کچل کر موت کو قبول کیا- انہوں نے بڑا تعجب انگیز نمونہ دکھلایا ہے- اور اس قسم کے ایمان کو حاصل کرنے کی کوشش ہر ایک کو کرنی چاہئے- جماعت کو چاہئے کہ اس کتاب (تذکرۃ الشہادتین) کو بار بار پڑھیں اور فکر کریں اور دعا کریں کہ ایسا ہی ایمان حاصل ہو-'' (۱۴۶)

''ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہئے کہ جب تک وہ بزدلی کو نہ چھوڑے گی اور استقلال اور ہمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ہر ایک راہ میں ہر مصیبت ومشکل کے اٹھانے کے لئے تیار نہ رہے گی وہ صالحین میں داخل نہیں ہوسکتی ......

''صاحبزادہ عبداللطیف کی شہادت کا واقعہ تمہارے لئے اسوۂ حسنہ ہے- تذکرۃ الشہادتین کو بار بار پڑھو اور دیکھو کہ اس نے اپنے ایمان کا کیسا نمونہ دکھایا ہے اس نے دنیا اور اس کے تعلقات کی کچھ بھی پروانہیں کی- بیوی یا بچوں کا غم اس کے ایمان پر کوئی اثر نہیں ڈال سکا- دنیوی عزت اور منصب اور تنعم نے اس کو بزدل نہیں بنایا- اس نے جان دینی گوارا کی مگر ایمان کو ضائع نہیں کیا- عبداللطیف کہنے کو مارا گیا یا مر گیا مگر یقیناً سمجھو کہ وہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا- اگرچہ اس کو بہت عرصہ صحبت میں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا- لیکن اس تھوڑی مدت میں جو وہ یہاں رہا اس نے عظیم الشان فائدہ اٹھایا- اس کو قسم قسم کے لالچ دیئے گئے کہ اس کا مرتبہ و منصب بدستور قائم رہے گا مگر اس نے اس عزت افزائی اور دنیوی مفاد کی کچھ بھی پروانہیں کی- ان کو ہیچ سمجھا- یہاں تک کہ جان جیسی عزیز شئے کو جو انسان کو ہوتی ہے اس نے مقدم نہیں کیا بلکہ دین کو مقدم کیا جس کا اس نے خدا تعالیٰ کے سامنے وعدہ کیا تھا کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا-

''میں بار بار کہتا ہوں کہ اس پاک نمونہ پر غور کرو کیونکہ اس کی شہادت یہی نہیں کہ اعلیٰ ایمان کا ایک نمونہ پیش کرتی ہے بلکہ یہ خدا تعالیٰ کا عظیم الشان نشان ہے جو اَور بھی ایمان کی مضبوطی کا موجب ہوتا ہے کیونکہ براہین احمدیہ میں تئیس برس پہلے سے اس شہادت کے متعلق پیشگوئی موجود تھی- وہاں صاف لکھا ہے **شَاتَانِ تُذْبَحَانِ وَ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ**- کیا اس وقت کوئی منصوبہ ہو سکتا تھا کہ تئیس یا چوبیس سال بعد عبدالرحمٰن اور عبداللطیف افغانستان سے آئیں گے اور پھر وہاں جا کر شہید ہوں گے...... یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل ہے اور اپنے وقت پر آ کر یہ نشان پورا ہو گیا-

''اس سے پہلے عبدالرحمٰن جو مولوی عبداللطیف شہید کا شاگرد تھا، سابق امیر نے قتل کرایا محض اس وجہ سے کہ وہ اس سلسلہ میں داخل ہے اور یہ سلسلہ جہاد کے خلاف ہے اور عبدالرحمٰن جہاد کے خلاف تعلیم افغانستان میں پھیلاتا تھا- اور اب اس امیر نے مولوی عبداللطیف کو شہید کرا دیا- یہ عظیم الشان نشان جماعت کے لئے ہے- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

عیسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھُوَ خَیرٌ لَکُمْ یہ ایک قسم کی تسلی ہے یعنی جب ایسا معاملہ ہوتو غم نہیں کرنا چاہئیے کیونکہ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کو تم پسند کرتے ہو اور وہ اچھی نہیں ہوتیں اور بہت سی ایسی ہوتی ہیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور وہ درحقیقت تمہارے لئے مفید ہوتی ہیں۔'' (۱۴۷)

''ہمارے دو معزز دوست کابل میں شہید ہو چکے ہیں۔ انہوں نے وہاں کوئی بغاوت نہیں کی، خون نہیں کیا اور کوئی سنگین جرم نہیں کیا۔ صرف یہ کہا کہ جہاد حرام ہے...... وہ نہایت نیک، راستباز اور خاموش تھے۔ مولوی عبداللطیف صاحب تو بہت ہی کم گو تھے مگر کسی خودغرض نے جاکر امیر کابل کو کہہ دیا اور انہیں ان کے خلاف بھڑکایا کہ یہ شخص جہاد کا مخالف ہے اور آپ کے عقائد کا مخالف ہے۔ اس پر وہ ایسی بے رحمی سے قتل ہوئے کہ سخت سے سخت دل بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور اس امر پر غور کرکے کہ وہ کیا گناہ تھا جس کے بدلے میں وہ قتل کئے گئے بے اختیار ہر شخص کو کہنا پڑے گا کہ یہ سخت ظلم ہے جو آسمان کے نیچے ہوا ہے''۔ (۱۴۸)

عربی اشعار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

وَ کَم مّنْ عِبَادٍ آثَرونی بِصِدْقِھِم عَلَی النفسّ حَتّٰی خُوِّفُوا ثُمَّ دُمِّرُوا

وَ مِنْ حِزبِنا عبداللطیف فَاِنَّہٗ اریٰ نُورُ صِدْقٍ مِنُہُ خَلقٌ تَھَکّرُوا

جَزَی اللّٰہ عَنّا دَائِمًا ذٰلِکَ الفَتٰی قَضٰی نَحْبَہٗ لِلّٰہِ فَاذْکُر وَ فکّر‘

عِبَادٌ یکونُ کمبسرَاتٍ وُجُودُھُمْ اِذَا مَا اَتَوا فَالْغَیْثُ یَأتِی وَ یَمْطر‘

اَتَعلَمُ ابدالاً سِوَاھُمْ فَاِنَّھُمْ رُمُوا بِالحِجَارَۃِ فَاستَقَامُوا وَاَجْمروا

(۱۴۹)

ان عربی اشعار کا ترجمہ یہ ہے:

''بہت سے بندے ایسے ہیں جنہوں نے اپنی جان پر مجھ کو اختیار کر لیا۔ یہاں تک کہ ڈرائے گئے اور قتل کئے گئے۔ اور ہمارے گروہ میں سے مولوی عبداللطیف ہیں کیونکہ اس نے

اپنے صدق کا نور ایسا دکھلایا کہ اس کے صدق سے لوگ حیران ہوگئے- خدا ہم سے اس جوان کو بدلہ دے- وہ اپنی جان خدا کی راہ میں دے چکا - پس سوچ اور فکر کر- یہ وہ بندے ہیں کہ مان سون ہوا کی طرح ان کا وجود ہوتا ہے- جب آتے ہیں پس ساتھ ہی بارش رحمت کی آتی ہے- کیا تو ان کے سوا کوئی اور لوگ ابدال جانتا ہے- کیونکہ وہ لوگ وہ لوگ ہیں جن پر پتھر چلائے گئے- پس انہوں نے استقامت اختیار کی اور ان کی جمعیت باطنی بحال رہی-''

اسی طرح فرمایا:

''جس سلسلہ میں عبداللطیف شہید جیسے صادق اور مُلہَم خدا نے پیدا کئے جنہوں نے جان بھی اس راہ میں قربان کردی اور خدا سے الہام پاکر میری تصدیق کی ایسے سلسلہ پر اعتراض کرنا کیا یہ تقویٰ میں داخل ہے- ایک پارساطبع صالح اہل علم کا ایک جھوٹے انسان کے لئے اس قدر عاشقانہ جوش کب ہوسکتا ہے؟

عشق است کہ ایں کار بہ صد صدق کناند   کس بہر کسے سر ندہد جاں نفشاند

عشق است کہ برخاک مذلت غلطاند   عشق است کہ درآتش سوزاں بنشاند

عشق است کزیں دام بہ یک دم برہاند   بیعشق دلے پاک شود من نہ پذیرم

''صاحبزادہ مولوی عبداللطیف شہید نے اپنے خون کے ساتھ سچائی کی گواہی دی......

عبداللطیف شہید مرحوم وہ صادق اور متقی خدا کا بندہ تھا جس نے خدا کی راہ میں نہ اپنی بیوی کی پروا کی نہ بچوں کی نہ اپنی جانِ عزیز کی- یہ لوگ ہیں جو حقانی علماء ہیں جن کے اقوال واعمال پیروی کے لائق ہیں جنہوں نے اخیر تک خدا کی راہ میں اپنا صدق نباہ دیا-'' (۱۵۰)

صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب شہید کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فارسی نظم کے چند اشعار

آں جواں مرد و حبیب کردگار   جوہرِ خود کرد آخر آشکار

نقد جاں از بہر جاناں باختہ   دل ازیں فانی سرا پرداختہ

پرُخطَر ہست ایں بیابان حیات　صدہزاراں اژدہائش دَرجہات
صَدہزاراں آتشے تاآسماں　صدہزاراں سیل خونخوار و دماں
صدہزاراں فَرسخے تا کوئے یار　دَشتِ پُرخار و بلائش صد ہزار
بنگرایں شوخی ازاں شیخ عجم　ایں بیاباں کرد طے از یک قدم
ایں چنیں باید خدا را بندۂ　سر پئے دلدار خود افگندۂ
اوپئے دِلدار از خود مُردہ بود　از پئے تریاق زہرے خوردہ بود
تا نہ نوشد جامِ ایں زہرے کسے　کَے رہائی یابَد اَز مرگ آں خسے
زیرِ ایں موت است پنہاں صدحیات　زندگی خواہی بخور جام ِممات
بیں کہ ایں عبداللطیف پاک مرد　چوں پئے حق خویشتن برباد کرد
جاں بصدق آں دلستاں را دادہ است　تا کنوں در سنگہا اُفتادہ است
ایں بود رسم و رہِ صدق و وفا　ایں بود مردانِ حق را اِنتہا
از پئے آں زندہ از خود فانی اند　جاں فشاں برمسلکِ ربّانی اند
فارغ اُفتادہ زِ نام و عزّ و جاہ　دِل زکف و زِ فرق اُفتادہ کلاہ
دُور تر از خود بہ یار آمیختہ　آبرو از بہرِ رُوئے ریختہ
ذکرِ شاں ہم می دہد یاد از خدا　صدق ورزاں در جنابِ کبریا
(۱۵۱)

حضرت سید محمد عبداللطیفؓ کی شہادت کا ذکر سلسلہ احمدیہ کے اخبارات میں عنوانِ خون یعنی حضرت مولانا مولوی عبداللطیف کی شہادت

’’حضرت نالہ نمیدانم کہ چون است
ہمیں بینم کہ عنوانش بہ خون است

معزز ناظرین الحکم اس خونی خبر کے سننے کے لئے ہرگز تیار نہ ہونگے جو ہم ان کو

سوگواراور معاً امید افزا دل کے ساتھ سناتے ہیں- اگرچہ یہ خبر ایک عرصہ سے اخبارات میں شائع ہو چکی ہے- لیکن ہم نے مزید تحقیقات اور تصدیق کے خیال سے اس وقت تک خاموشی اختیار کی اور اب جبکہ پورے طور پر اس خبر کی تصدیق ہو چکی ہے- ہم اس کی اشاعت کی جرأت کرتے ہیں-

''عالی جناب اخوندزادہ مولانا مولوی عبداللطیف صاحب، رئیس اعظم خوست شیخ اجل افغانستان اور سرآمدہ علماء کابل کے نام سے ہمارے ناظرین بخوبی واقف ہیں- مولوی صاحب موصوف اپنے علم وفضل تقویٰ وطہارت، ورع اور خداترسی کے لئے کابل اور اس کے نواح میں ایک مشہور ومعروف عالم تھے- یہاں تک کہ دربار کابل میں آپ کی جو عزت اور عظمت تھی اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ امیر عبدالرحمٰن کے مرض الموت میں وہ حاضر تھے اور موجودہ امیر صاحب کے سر پر تاج شاہی رکھتے وقت حاضر- غرض اپنے ملک، اپنی قوم، اپنے فرمانروا کی نظر میں ہر طرح سے عزت اور خصوصیت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے-

''اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے ان کو حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شناخت عطا فرمائی اور صدق دل اور پوری ارادت و نیازمندی کے ساتھ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونے کی عزت بخشی ....آپ حضرت امام الملۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور حاضر بھی ہوئے- دارالامان میں وہ ایک مدت تک رہے اور حضرت اقدس کی پاک تعلیم سے مستفید ہوئے ...... آخر آپ دارالامان سے ایک پاک جوش اور عقیدت کے ساتھ اپنے وطن مالوف کو تشریف لے گئے اور دربار کابل کے سربرآوردہ اور ذمہ دار حکام اور آفیسرز کو انہوں نے وہ پاک اور راحت بخش پیغام پہنچایا جو زمینی نہیں بلکہ آسمانی تھا- اس پیغام میں چونکہ وہ شہزادۂ امن (مہدی) کی دعوت اور تبلیغ پر مشتمل تھا مولوی صاحب موصوف نے اپنے ملک میں جہاد کی حرمت کے فتویٰ کی بھی اپنی تقریروں کے ذریعہ اشاعت کی- کیونکہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آثار وعلامات میں سے یہ بھی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یَضَعُ الْحَرْبَ کے پاک الفاظ میں بیان کی ہے-

''اس پاک تعلیم کی اشاعت پر سرزمین کابل کے میڈ[1] ملاؤں نے جن کے سر میں جہاد کے خیالات خام کی کھچڑی پکتی رہتی ہے ایک شور مولوی صاحب موصوف کے خلاف پیدا کر دیا- یہاں تک کہ امیر کابل نے باوجود اس عزت و احترام کے جو وہ مولوی صاحب موصوف کی اپنے دل میں رکھتے تھے- مولوی صاحب موصوف کو گرفتار کر لیا اور آخران ......ملاؤں نے اخوندزادہ صاحب موصوف کے سنگسار کرنے کا حکم اور فتویٰ دے دیا اور مُلّاؤں کے محکوم امیر نے اس کو منظور کر لیا- اور اس طرح پر ہمارے معزز و محترم بھائی مولوی عبداللطیف صاحب رضی اللہ عنہ خدا تعالیٰ کے اس وعدہ کے مطابق جو بہت عرصہ پیشتر براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۰ پر درج ہے شہید ہو گئے ......

''حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شہادت کے متعلق ایک عظیم الشان رسالہ تذکرۃ الشہادتین کے نام سے لکھا ہے''-(۱۵۲)

---

[1] Mad

حوالہ جات

(۱) تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ ۵۱

(۲) عاقبۃ المکذّبین حصہ اول صفحہ ۴۰ سن اشاعت ۱۹۳۶ء

(۳) شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ اول صفحہ ۱، ۲ - حصہ دوم صفحہ ۵ - عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ ۴۰

(۴) قلمی مسودہ صفحہ ۷۷ و چشم دید واقعات حصہ دوم صفحہ ۱۸، ۱۹ - تاریخ احمدیہ سرحد مصنفہ قاضی محمد یوسف صاحب صفحہ ۲۳۶

(۵) قلمی مسودہ صفحہ ۸۷ - شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ اول صفحہ ۱ تا ۳ - شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ دوم صفحہ ۲، ۳، ۸ تا ۱۲

(۶) انگریزی کتاب ''افغانستان'' مصنفہ مسٹر انگس ہملٹن مطبوعہ لندن ۱۹۰۲ء صفحہ ۴۱۵ بحوالہ عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ ۲۹

(۷) ''شہید مرحوم کے چشم دید واقعات'' حصہ اول صفحہ ۲ تا ۴ اور صفحہ ۱۲، ۱۳

(۸) ملخص از کتاب "The Pathans" صفحہ ۳۸۱، ۳۸۲

(۹) "The Pathans" مصنفہ Caroc ایڈیشن ۱۹۷۶ء آکسفورڈ یونیورسٹی پریس صفحہ ۳۸۱، ۳۸۲ - ''عاقبۃ المکذبین'' صفحہ ۳۰ - ''شہید مرحوم کے چشم دید واقعات'' حصہ اول صفحہ ۲ تا ۴

(۱۰) ''شہید مرحوم کے چشم دید واقعات'' حصہ دوم صفحہ ۳، ۱۲، ۱۳، ۲۳ تا ۲۶ - وقلمی مسودہ صفحہ ۹۷

(۱۱) تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۰

(۱۲) تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۶، ۴۷

(۱۳) ''عاقبۃ المکذبین'' حصہ اول - مصنفہ جناب قاضی محمد یوسف صاحب صفحہ ۳۰

(۱۴) تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۰ - ۱۱

(۱۵) قلمی مسودہ صفحہ ۸۷، ۸۸

(۱۶) تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ۳ تا۱۱

(۱۷) عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ ۳۰، ۳۱ - قلمی مسودہ صفحہ۱۴، ۱۵، ۲۰، ۲۱، ۲۷ تا ۳۵ - شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ اول صفحہ۳، ۴

(۱۸) شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ دوم صفحہ۴، ۵

(۱۹) شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ دوم صفحہ۱۴، ۱۵ - سیرت المہدی حصہ سوم روایت نمبر ۶۱۷

(۲۰) انجام آتھم، روحانی خزائن جلد۱۱ صفحہ ۲۳۶

(۲۱) تذکرۃ الشہادتین - روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ ۴۷، ۴۸

(۲۲) شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ اول صفحہ۴، ۵

(۲۳) عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ ۳۱، ۳۲ - مصنفہ جناب قاضی محمد یوسف صاحب - وقلمی مسودہ تاریخ احمدیت افغانستان مصنفہ سید محمود احمد افغانی

(۲۴) قلمی مسود صفحہ ۱۶ تا ۲۰ - شہید مرحوم کے چشم دید حالات حصہ دوم صفحہ۱۴، ۱۵

(۲۵) قلمی مسودہ صفحہ۱۹ - عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ۳۲، ۳۳ - وتاریخ افاغنہ حصہ اول صفحہ ۹۹ مؤلفہ شہاب الدین ثاقب مطبوعہ حمیدیہ پریس لاہور

(۲۶) شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ اول صفحہ۳ - قلمی مسودہ صفحہ۱۹

(۲۷) عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ۳۵، ۳۶ - و "The Pathan" by Caroe "Under The Absolute Amir" by Frank A. Martin

(۲۸) شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ دوم صفحہ۱۵ - وقلمی مسودہ صفحہ۱۹، ۲۰

(۲۹) تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ۹ تا ۱۰

(۳۰) شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ اول و عاقبۃ المکذبین حصہ اول مصنفہ جناب قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت صوبہ سرحد

(۳۱) تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ۱۰

(۳۲) البدر ۲۸ نومبر و ۵ دسمبر ۱۹۰۲ء وملفوظات جلد ۴ صفحہ ۲۱۷، ۲۱۸-
(۳۳) ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم - روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۲۹، ۳۳۰
(۳۴) رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۵ صفحہ ۸۲
(۳۵) تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۱۰ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۱، ۱۲
(۳۶) تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۹۳
(۳۷) تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۵
(۳۸) قلمی مسودہ صفحہ ۲۱ تا ۲۳
(۳۹) رجسٹر روایات صحابہ جلد ۱۰ صفحہ ۷۴، ۷۵
(۴۰) رجسٹر روایات صحابہ جلد ۱۰ صفحہ ۷۶
(۴۱) شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ اول صفحہ ۶، ۷
(۴۲) عاقبۃ المکذبین حصہ اول مصنفہ جناب قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت صوبہ سرحد-صفحہ ۴۰ تا ۴۲ - تاریخ اشاعت ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۶ء
(۴۳) سیرت المہدی حصہ سوم روایت نمبر ۳۵۷
(۴۴) الحکم ۱۰ اگست ۱۹۰۳ء ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۶، ۱۷
(۴۵) رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۵ صفحہ ۹۲
(۴۶) رجسٹر روایات صحابہ جلد ۱۰ صفحہ ۸۰، ۸۱
(۴۷) رجسٹر روایات صحابہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۰۵، ۱۰۶
(۴۸) رجسٹر روایات صحابہ جلد ۶ صفحہ ۲۲۵، ۲۲۶
(۴۹) رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۷ صفحہ ۳۰۴
(۵۰) قلمی مسودہ صفحہ ۲۱
(۵۱) شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ اول صفحہ ۶ تا ۸
(۵۲) شہید مرحوم کے چشم دید حالات حصہ دوم صفحہ ۲۰

(۵۳) تذکرۃ الشہادتین حاشیہ- روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ ۷۵

(۵۴) رجسٹر روایات صحابہ جلد ۹ صفحہ ۶۸

(۵۵) سیرت المہدی حصہ سوم روایت نمبر ۶۳۱ -

(۵۶) سیرت المہدی حصہ دوم روایت نمبر ۶۳۴

(۵۷) روایت مولوی عبدالستار خان صاحب- اخبار الحکم ۱۴/ دسمبر ۱۹۳۵ء

(۵۸) شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصہ دوم صفحہ ۱۴

(۵۹) شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصہ دوم صفحہ ۱۷

(۶۰) شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصہ اول صفحہ ۶ تا ۸

(۶۱) اخبار الحکم ۲۱/ مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۳

(۶۲) الحکم ۱۴/ دسمبر ۱۹۳۵ء

(۶۳) رجسٹر روایات صحابہ

(۶۴) البدر ۱۳/ مارچ ۱۹۰۳ء ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۱۳۳ حاشیہ

(۶۵) البدر ۱۳/ مارچ ۱۹۰۳ء ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۴۰، ۱۴۱

(۶۶) شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصہ اول صفحہ ۸، ۹

(۶۷) یہ ایک لمبا قصیدہ ہے جو اخبار البدر نمبر ۹ جلد ۲ - ۱۶/ اکتوبر ۱۹۰۳ء میں شائع ہوا-

(۶۸) تذکرۃ الشہادتین - روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۹

(۶۹) تذکرۃ الشہادتین - روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۳، ۵۴

(۷۰) سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۱۴۱ - روایت نمبر ۷۱۵-

(۷۱) سیرت المہدی حصہ اول روایت نمبر ۳۶۰

(۷۲) شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصہ اول صفحہ ۱۴

(۷۳) رجسٹر روایات صحابہ جلد ۷ صفحہ ۲۲۵

(۷۴) رجسٹر روایات صحابہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۶

(۷۵) البدر ۱۳؍ مارچ ۱۹۰۳ء - و ۲۰؍ مارچ ۱۹۰۳ء - ملفوظات جلد پنجم

(۷۶) تاریخ احمدیہ سرحد صفحہ ۹۲ - مطبوعہ ۱۹۵۹ء

(۷۷) الحکم ۱۴؍ دسمبر ۱۹۳۵ء

(۷۸) شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصہ اول صفحہ ۹، ۱۰

(۷۹) شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصہ دوم صفحہ ۲۰

(۸۰) بیان سید احمد نور صاحب - شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصہ اول صفحہ ۹ تا ۱۱

(۸۱) تذکرۃ الشہادتین - روحانی خزائن، جلد ۲۰ صفحہ ۴۹، ۵۰

(۸۲) تذکرۃ الشہادتین - روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۲۷

(۸۳) شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصہ اول صفحہ ۹ تا ۱۱

(۸۴) شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصہ اول صفحہ ۱۱، ۱۲

(۸۵) شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ اول صفحہ ۱۱، ۱۲

(۸۶) قلمی مسودہ صفحہ ۱۲ - شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصہ اول صفحہ ۱۱، ۱۲

(۸۷) شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصہ اول صفحہ ۱۲ تا ۱۶

(۸۸) شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصہ اول صفحہ ۱۶

(۸۹) تذکرۃ الشہادتین - روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۲۶، ۱۲۷

(۹۰) الحکم ۶؍ مارچ ۱۹۰۸ء - ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۴۵۷، ۴۵۸

(۹۱) شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصہ اول صفحہ ۱۵ و ۱۶

(۹۲) شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصہ اول صفحہ ۱۵ تا ۱۶ - وقلمی مسودہ صفحہ ۳۴

(۹۳) قلمی مسودہ صفحہ ۳۴ تا ۴۰

(۹۴) قلمی مسودہ صفحہ ۳۹

(۹۵) قلمی مسودہ صفحہ ۳۹ - ۴۰

(۹۶) تذکرۃ الشہادتین - روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۰، ۵۱

(۹۷) شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصہ اول صفحہ ۱۷- وقلمی مسودہ صفحہ ۴۲

(۹۸) تذکرۃ الشہادتین- روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۱ تا ۵۳

(۹۹) الحکم ۱۸ ؍جون ۱۹۰۸ء- ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۵۸۴، ۵۸۵- حضور کے یہ ارشادات ۲ ؍مئی ۱۹۰۸ء کے ہیں جو آپ نے بمقام لاہور فرمائے تھے-

(۱۰۰) شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصہ اول صفحہ ۱۳

(۱۰۱) عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ ۴۴

(۱۰۲) تذکرۃ الشہادتین- روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۴، ۵۵

(۱۰۳) تذکرۃ الشہادتین- روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۲۸

(۱۰۴) عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ ۴۴ تا ۴۶

(۱۰۵) قلمی مسودہ صفحہ ۴۳

(۱۰۶) قلمی مسودہ صفحہ ۴۴ تا ۴۷

(۱۰۷) عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ ۳۷، ۳۸

(۱۰۸) قلمی مسودہ صفحہ ۴۴ تا ۴۷

(۱۰۹) ملخص از کتاب "Under The Absolute Amir" by Frank A Martin صفحہ ۲۰۱، ۲۰۴

(۱۱۰) تذکرۃ الشہادتین- روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۴، ۵۵

(۱۱۱) تذکرۃ الشہادتین- روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۶

(۱۱۲) تذکرۃ الشہادتین- روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۴، ۵۵

(۱۱۳) عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ ۴۶ تا ۵۰

(۱۱۴) تذکرۃ الشہادتین- روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۶ تا ۵۸

(۱۱۵) تذکرۃ الشہادتین- روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۸ تا ۶۰

(۱۱۶) الحکم ۶ ؍مارچ ۱۹۰۸ء- ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۴۵۷

(۱۱۷) شہید مرحوم کے چشمد ید واقعات حصہ اول صفحہ ۲۴

(۱۱۸) شہید مرحوم کے چشمد ید واقعات حصہ اول صفحہ ۲۴ و قلمی مسودہ صفحہ ۴۸

(۱۱۹) عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ ۵۰ تا ۵۳

(۱۲۰) ملخص از رجسٹر روایات صحابہ جلد ۲ صفحہ ۴۲

(۱۲۱) عاقبۃ المکذبین حصہ اول مصنفہ جناب قاضی محمد یوسف صاحب امیر صوبہ سرحد۔ شائع شدہ ۲۰ / اکتوبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۵۱، ۵۲

(۱۲۲) سیرت المہدی حصہ اول روایت نمبر ۲۵۹

(۱۲۳) رجسٹر روایات صحابہ جلد ۷ صفحہ ۲۲۶

(۱۲۴) تذکرۃ الشہادتین - روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۲۷

(۱۲۵) تذکرۃ الشہادتین - روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۷

(۱۲۶) ملخص مفہوم از کتاب Under The Absolute Amir مصنفہ Mr. Frank A Martin صفحہ ۲۰۱ تا ۲۰۴

(۱۲۷) ''افغانستان'' مصنفہ مسٹر انگس ہملٹن صفحہ ۴۵۰ - بحوالہ عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ ۵۷

(۱۲۸) تذکرۃ الشہادتین - روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۷

(۱۲۹) تذکرۃ الشہادتین - روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۷۵، ۷۶

(۱۳۰) الحکم ۲۴ / جنوری ۱۹۰۴ء - ملفوظات جلد سوم صفحہ ۵۱۳، ۵۱۴

(۱۳۱) ملفوظات جلد سوم صفحہ ۵۱۴، ۵۱۵

(۱۳۲) تذکرۃ الشہادتین - روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۳، ۵۴

(۱۳۳) تذکرۃ الشہادتین - روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۶۰

(۱۳۴) تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۲۶

(۱۳۵) شہید مرحوم کے چشمد ید واقعات حصہ اول صفحہ ۱۹

(۱۳۶) قلمی مسودہ صفحہ ۲ تا ۵ شہید مرحوم کے چشمد ید واقعات صفحہ ۲۰، ۲۱

(۱۳۷) قلمی مسودہ صفحہ ۵ تا ۱۰ - شہید مرحوم کے چشمد ید واقعات حصہ اول صفحہ ۲۱ تا ۲۳

(۱۳۸) قلمی مسودہ صفحہ ۱۰، ۱۱ - و شہید مرحوم کے چشمد ید واقعات حصہ اول صفحہ ۲۲، ۲۳ - تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۲۶ حقیقۃ الوحی - روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۱۱

(۱۳۹) سیرت المہدی حصہ سوم روایت ۳۶۸

(۱۴۰) شہید مرحوم کے چشمد ید واقعات صفحہ ۲۵

(۱۴۱) تذکرۃ الشہادتین - روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۶۰

(۱۴۲) تذکرۃ الشہادتین - روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۷ - ۵۸

(۱۴۳) تذکرۃ الشہادتین - روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۷۵ - ۷۶

(۱۴۴) تذکرۃ الشہادتین - روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۶۹ تا ۷۴

(۱۴۵) البدر یکم دسمبر ۱۹۰۳ء - ملفوظات جلد سوم صفحہ ۴۷۰، ۴۷۱

(۱۴۶) البدر ۸ر جنوری ۱۹۰۴ء - ملفوظات جلد سوم صفحہ ۵۱۲

(۱۴۷) الحکم ۲۴ر جنوری ۱۹۰۴ء - ملفوظات جلد سوم صفحہ ۵۱۲، ۵۱۳

(۱۴۸) الحکم ۲۴ر جنوری ۱۹۰۷ء - ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۱۳۳

(۱۴۹) ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم - روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۲۹، ۳۳۰

(۱۵۰) حقیقۃ الوحی - روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۱۲

(۱۵۱) تذکرۃ الشہادتین - روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۶۰ تا ۶۲

(۱۵۲) الحکم ۲۴ر نومبر ۱۹۰۳ء

ببلیوگرافی رسالہ شیخ عجم

(۱) کتب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایڈیشن ۱۹۸۵ء

(۲) سیرت المہدی مصنفہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳) اخبارات سلسلہ احمدیہ۔ البدر، الحکم۔

(۴) شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصہ اول مصنفہ سید احمد نور صاحب کابلیؓ۔

(۵) شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصہ دوم مشتمل برروایات مولوی عبدالستار خان صاحب معروف بہ بزرگ صاحب۔

(۶) عاقبۃ المکذبین حصہ اول مصنفہ جناب قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت احمدیہ صوبہ سرحد (۱۹۳۶ء)۔

(۷) رجسٹرز روایات صحابہ (قلمی مسودات)۔

(۸) قلمی مسودہ مشتمل برروایات صاحبزادہ ابوالحسن قدسی صاحب، سید احمد نور صاحب، مولوی محمد شاہزادہ خان صاحب، مولوی شان محمد صاحب (۱۹۴۷ء)۔

(۹) تاریخ احمدیت افغانستان مصنفہ سید محمود احمد صاحب افغانی - غیر مطبوعہ (۱۹۹۳ء)۔

(۱۰) "Under the Absolute Amir" by Mr Frank A.Martin. London (1907)

(۱۱) "The Pathans" by Sir Olaff Caroe. Oxford University Press (1976)

(۱۲) تذکرۃ المہدی - مصنفہ حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحبؓ۔

(۱۳) تاریخ احمدیہ سرحد - مرتبہ جناب قاضی محمد یوسف صاحب مطبوعہ ۱۹۵۹ء۔

باب سوم

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف شہید رضی اللہ عنہ

کا خاندان

واقعۂ شہادت کے بعد امیرانِ کابل کے ہاتھوں

ان کے مصائب اور مشکلات

ارشادات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف کے واقعۂ شہادت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

''افسوس اَمیر پر کہ اُس نے کُفر کے فتویٰ پر ہی حُکم لگا دیا...... ہائے وہ معصوم اُس کی نظر کے سامنے ایک بکرے کی طرح ذِبح کیا گیا...... اُس کا پاک جسم پتھروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا...... اَور اُس کی بیوی اور اُس کے یتیم بچوں کو خوست سے گرفتار کر کے بڑی ذِلّت اور عذاب کے ساتھ کسی اور جگہ حراست میں بھیجا گیا۔'' (۱)

''جب مقتل پر پُہنچے تو شاہزادہ مرحوم کو کمر تک زمین میں گاڑ دیا اور پھر اِس حالت میں جب کہ وہ کمر تک زمین میں گاڑ دیئے گئے تھے تو امیر ان کے پاس گیا اور کہا کہ اگر تو قادیانی سے جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے انکار کرے تو اب بھی میں تجھے بچا لیتا ہوں۔ اب تیرا آخری وقت ہے اور یہ آخری موقعہ ہے جو تجھے دیا جاتا ہے اور اپنی جان اور اپنے عیال پر رحم کر۔ تب شہید مرحوم نے جواب دیا کہ نعوذ باللہ سچائی سے کیونکر اِنکار ہوسکتا ہے اور جان کی کیا حقیقت ہے اور عیال و اطفال کیا چیز ہیں جن کے لئے میں ایمان کو چھوڑ دوں۔ مجھ سے ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور میں حق کے لئے مروں گا۔ تب قاضیوں اور فقیہوں نے شور مچایا کہ کافر ہے۔ کافر ہے اس کو جلد سنگسار کرو'' (۲)

''شاہزادہ عبداللطیف کے لئے جو شہادت مقدر تھی وہ ہو چکی ...... ایسے لوگ اکسیرِ اَحمر کے حُکم میں ہیں جو صدق دل سے ایمان اور حَق کے لئے جان بھی فِدا کرتے ہیں اور زن و فرزند کی کچھ بھی پروا نہیں کرتے'' (۳)

''میاں احمد نُور جو حضرت صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب کے خاص شاگرد ہیں ۸ نومبر ۱۹۰۳ء کو مع عیال خوست سے قادیان پہنچے اُن کا بیان ہے............ جَب گھر میں تھے اور ابھی گرفتار نہیں ہوئے تھے...... اپنے دونوں ہاتھوں کو مُخاطب کر کے فرمایا کہ اے

میرے ہاتھو! کیا تم ہتھکڑیوں کی برداشت کرلو گے؟ اُن کے گھر کے لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا بات آپ کے مُنہ سے نکلی ہے- تب فرمایا کہ نماز عصر کے بعد تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ کیا بات ہے-تب نماز عصر کے بعد حاکم کے سپاہی آئے اور گرفتار کرلیا اور گھر کے لوگوں کو انہوں نے نصیحت کی کہ میں جاتا ہوں اور دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم کوئی دوسری راہ اختیار کرو- جس ایمان اور عقیدہ پر میں ہوں چاہئیے کہ وہی تمہارا ایمان اور عقیدہ ہو-'' (۴)

دیگر احباب کی روایتیں اور تحریریں خاندان کی خوست میں گرفتاری اور کابل روانگی

صاحبزادہ سید ابوالحسن قُدسی صاحب جو حضرت صاحبزادہ صاحب کی شہادت کے وقت اُن کے بیٹوں میں سے چوتھے بیٹے تھے بیان کرتے ہیں کہ

جب صاحبزادہ صاحب کو سنگساری کا حُکم سنایا گیا- اُس کے بعد یہ حکم صادر ہوا کہ اُن کے تمام رشتہ داروں اور تمام خاندان کو گرفتار کرکے کابل لایا جائے- ان کی تمام جائداد ضبط کرلی جائے- اُن کی اس زمین کے بدلہ میں کابل میں زمین دی جائے گی- اور ان کو نظر بندی کی حالت میں کابل میں رکھا جائے گا یہ حکم حاکمِ خوست کو پہنچا یہ حاکم جس چھاؤنی میں رہتا تھا وہ چھاؤنی سید گاہ سے تقریباً پانچ میل کے فاصلہ پر تھی-

حاکم خوست نے جس کا نام عبدالرحمٰن یا عطاء الرحمٰن خان تھا کچھ فوجی سپاہی گرفتاری کے واسطے بھیجے-

اُس وقت شہید مرحوم کی دو بیویاں اور پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں

پانچ لڑکوں میں سے سب سے بڑے جن کی عمر قریباً بائیس برس کی ہوگی محمد سعید مرحوم تھے باقی بچے چھوٹے تھے محمد سعید سے چھوٹے عبدالسلام- پھر محمد عمر پھر ابوالحسن پھر محمد طیّب -محمد طیّب کی عمر تقریباً ڈیڑھ سال تھی- (۵)

''جس وقت حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیفؓ کی شہادت کا جانکاہ واقعہ کابل کی خون ریز اور سفّاک سرزمین میں رونما ہوا اس وقت صاحبزادہ ابوالحسن کی عمر تین سال کے

قریب اور صاحبزادہ محمد طیب کی عمر ڈیڑھ سال کے قریب تھی-‘‘(۶)

صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی بیان کرتے ہیں کہ گرفتاری اور کابل لے کر جانے کا حکم حضرت صاحبزادہ صاحب کے تمام رشتہ داروں کے نام تھا کہ برادر و برادر زادہ حاضر کئے جائیں اُس وقت خوست کا حاکم ہمارے خلاف تھا اس لئے اُس نے ہم سب کو قید کر لیا-(۷)

صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی کا بیان ہے کہ اُس وقت سیّدگاہ میں اُن کے خاندان کے چار بڑے گھرانے تھے جن میں سے صرف ایک گھرانہ احمدی تھا مگر حکم چاروں کی گرفتاری کا ہوا- اب یہ باقیوں کے واسطے مفت میں مصیبت تھی وہ کچھ مخالف بھی تھے- یہ تمام خاندان تقریباً ساٹھ نفر پر مشتمل تھا- تمام سامان جو لے سکتے تھے لے کر چل پڑے- پہلے پانچ میل کے فاصلہ پر چھاؤنی میں ٹھہرے اور کچھ دن قیام کیا اور پھر کابل روانہ ہو گئے-

تمام خرچ وغیرہ کا انتظام ذاتی تھا- پہرہ کے ساتھ کابل روانہ کیا گیا کیونکہ اس خاندان میں پردہ بہت سخت تھا اس لئے عورتوں کی سواری کے واسطے اونٹوں کا انتظام کیا گیا ان کو ہَودَجوں میں لے جایا گیا-

مَردوں کے واسطے گھوڑوں کا انتظام کیا گیا- یہ تمام اخراجات صاحبزادگان کے ذمہّ تھے حکومت کی طرف سے کوئی امداد نہ ملی-(۸)

کابل روانہ ہوئے تو صاحبزادگان کے گھوڑے اپنے تھے لیکن (فوج کے) افسروں نے اپنے ردّی گھوڑے اُن کو دے کر اُن کے اچھے گھوڑے خود لے لئے-

ابھی تک خاندان کو معلوم نہ تھا کہ صاحبزادہ صاحب شہید ہو گئے ہیں- راستہ میں جب کہ کابل شہر قریب تھا معلوم ہوا- سید احمد نور صاحب نے اطلاع دی کہ حضرت والد صاحب شہید ہو گئے ہیں اور میں فلاں جگہ ان کی لاش دفن کر آیا ہوں-(۹)

سید احمد نُور بیان کرتے ہیں کہ جب انہوں نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی لاش پتھروں سے نکالی تو ان کی تدفین کے بعد کچھ عرصہ کابل میں سردار عبدالرحمٰن جان ابن سردار شیرین دل خان کے پاس مقیم رہے پھر انہوں نے کابل سے روانگی کا پروگرام بنایا اور ایک خچر

کرایہ پر لی اور اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے - جب ایک منزل طے کی تو دیکھا کہ حضرت شہید مرحوم کے اہل وعیال کو حکومت کے سپاہی کابل لے جا رہے ہیں - مستورات اور بچے بھی ساتھ ہیں - محافظ سپاہیوں نے سید احمد نُور سے خچر چھین لی اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے اہل وعیال کی ضرورت کے لئے استعمال میں لے آئے - سید احمد نور نے حضرت شہید مرحوم کے کسی عزیز یا رشتہ دار سے مصلحتاً بات نہیں کی راستہ میں ایک جگہ بیٹھ گئے تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے دیکھا کہ ملاّ میرو جو مولوی عبدالستار خان معروف بہ بزرگ صاحب کے چھوٹے بھائی تھے قافلہ کے پیچھے کچھ فاصلہ پر آ رہے ہیں - سید احمد نور نے ان کو اشارہ سے بلایا اور شہادت کے متعلق بتا دیا اور یہ کہا کہ قبر کا مقام سردار عبدالرحمٰن جان سے دریافت کر لیں - ملاّ میرو اپنی محبت اور اخلاص کی وجہ سے حضرت صاحبزادہ صاحب کے اہل وعیال کے پیچھے پیچھے ہو لئے تھے ورنہ ان کی گرفتاری یا کابل لے جائے جانے کا کوئی سرکاری حکم نہ تھا اس کے بعد سید احمد نور پیدل اپنے گاؤں کی طرف چلے گئے - (۱۰)

کابل میں آمد

چند دن راستہ میں صَرف کر کے کابل پہنچے اور چہار باغ مقام پر ڈیرہ لگا دیا - جتنے دن کابل شہر میں قیام کیا خوراک وغیرہ کا انتظام ہمارا اپنا تھا - (۱۱)

''واقعہ شہادت کے بعد حضرت شہید مرحوم کے تمام بال بچوں اور سارے خاندان کو جس کے افراد کی تعداد مع خدام کے ایک سو کے قریب تھی فوج اور رسالہ کی حراست میں کابل لے جایا گیا جہاں سب کو توچی باغ میں نظر بند کر دیا گیا - یہ شروع سردی کا موسم تھا وہاں مہینہ ڈیڑھ مہینہ نظر بند رکھنے کے بعد سب کو ترکستان کے علاقہ میں جلا وطن کر دیا گیا - اس وقت سخت سردی پڑ رہی تھی اور سامان کی کمی کی وجہ سے اس قافلہ کو سخت تکالیف اور مصائب برداشت کرنا پڑی -'' (۱۲)

کابل سے جانب ترکستان جلا وطن کئے جانے کا حکم

''جب ہم کابل پہنچے تو کابل کی حکومت نے حاکم خوست کو لکھا کہ ان کی جائداد کی

مفصل رپورٹ لکھوتا کہ کابل میں سرکاری طور پر ان کی زمین کے بدلہ زمین دے دی جائے۔

''اُس زمانہ میں افغانستان کا نائب السلطنت سردار نصر اللہ خان تھا جو امیر حبیب اللہ خان کا چھوٹا بھائی تھا۔ یہ شخص پرلے درجہ کا ظالم تھا۔ جس کو تمام افغانستان کے لوگ ظالم کے نام سے یاد کرتے تھے اس نے ہزارہا بے گناہ کئی مواقع پر مروا دیئے اور سینکڑوں مسلمان بے گناہ قید خانوں میں ڈالے اور سالہا سال تک ان کی پڑتال نہ ہوا کرتی تھی۔

''اُس کو اِس خاندان کے ساتھ بڑی دشمنی تھی۔ جب اُس نے دیکھا کہ ان کی جائداد اس قدر زیادہ ہے کہ تمام سرکاری زمین کابل کی دے دی جائے تو پوری نہیں ہوگی تو اس پر اس نے حکم دیا کہ ان کو جلاوطن کر کے جانب ترکستان بھجوا دیا جائے چنانچہ اس حکم کے صادر ہونے پر ہمیں سخت مصیبت کا سامنا ہوا۔

''ہمارے خاندان کے علاوہ باقی تین خاندان جن کا احمدیت سے کوئی تعلق نہ تھا صرف رشتہ داری کی وجہ سے گرفتار تھے انہوں نے مشورہ کیا کہ ہم یہ درخواست بادشاہ کو پیش کرتے ہیں کہ مرنے والا مر گیا اور اس نے سزا بھگت لی ہم بالکل اس کے مذہب کے ساتھ متفق نہیں اس لئے ہمیں معاف فرما دیں۔ باقی تین خاندانوں کے لوگوں نے میرے بھائی محمد سعید سے کہا کہ درخواست میں آپ بھی شریک ہو جائیں ورنہ اس طرح تو ہمارا تمام خاندان دربدر ہو جائے گا مگر بھائی ان کی باتوں میں نہ آئے۔ محمد سعید نے باوجود کم عمری کے موت کو (سامنے) دیکھتے ہوئے کہہ دیا کہ آپ بے شک لکھ دیں کہ آپ واقعہ میں شریک نہیں ہیں۔ ہم بھگت لیں گے اور آپ لوگ اس پر رہا ہو جائیں گے۔

''اس درخواست سے قبل کوتوال نے باقی تین خاندانوں کے نام اس فہرست سے نکال دیئے تھے اور لکھا تھا کہ صرف ان کے خاص رشتہ داروں کو بھیجنا ہے۔

انہوں نے بیزاری نامہ بغیر احتیاط کے حکومت میں پیش کیا تھا تا کہ جلاوطنی سے بچ جائیں مگر عجیب اتفاق ہوا کہ حکومت میں ان کی درخواست پیش ہوئی تو کچھ فائدہ نہ ہوا نا منظور ہوگئی۔ اس پر مجبوراً کوتوال نے ان کے نام بھی شامل کر دیئے اور تمام خاندان کو (جانبِ)

ترکستان جانے کا حکم ہوا۔'' (۱۳)

سید احمد نور بیان کرتے ہیں ''جس وقت حضرت صاحبزادہ صاحب کے اقارب گرفتار ہوئے اس وقت آپ کا خاندان خوست میں تھا سنگساری کے حکم کے بعد تمام خاندان کے متعلق حکم ہوا کہ جلاوطن کر کے (جانب) بلخ بھیج دیا جائے اور تمام جائداد ضبط کر لی جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بلخ کے راستہ میں بہت تکلیف پہنچی خوست سے کابل پچاس میل کا (فاصلہ ہے) اور کابل سے بلخ (جو ترکستان کی سرحد پر واقعہ ہے) تقریباً تین سو میل کے فاصلہ پر ہوگا سخت سردی تھی چھوٹے چھوٹے بچے ساتھ تھے۔'' (۱۴)

کابل سے جانب ترکستان کا سفر

حضرت صاحبزادہ صاحب کے تمام خاندان یعنی چاروں گھرانوں کو جن کا پہلے ذکر آ چکا ہے حکومت افغانستان کی طرف سے جانب ترکستان سفر کرنے کا حکم ہوا۔

صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی بیان کرتے ہیں کہ سردی کا موسم تھا سخت سردی تھی ترکستان کابل سے قریباً تین سو میل کے فاصلہ پر (جانب شمال) واقعہ تھا۔ راستہ نہایت دشوار گزار اور بلند وخطرناک پہاڑوں میں سے جاتا تھا۔ کوئی ریل یا موٹر نہ جاتی تھی۔

مسلح فوجی سپاہی ساتھ روانہ کئے گئے۔ حکومت کی طرف سے خوراک وغیرہ کا کوئی انتظام نہ کیا گیا تمام خرچ خاندان نے اپنی طرف سے کیا۔ (۱۵)

(فوجیوں کا نگران) جمعدار سلطان علی کو مقرر کیا گیا تھا یہ شخص شیعہ تھا۔

صاحبزادہ صاحب سیّد تھے اور انہوں نے ایک زمانہ میں شیعوں کے متعلق یہ فتویٰ جاری کیا تھا کہ یہ کافر نہیں ہیں۔ ان کا ذبیحہ جائز ہے۔ جب کہ صاحبزادہ صاحب کے علاوہ افغانستان کے دیگر علماء کا فتویٰ یہ تھا کہ شیعہ کافر ہیں۔ اور ان کا ذبیحہ حرام ہے۔

اس سفر میں جمعدار سلطان علی کی وجہ سے کوئی خاص تکلیف نہیں ہوئی اور اس نے ہماری خاصی مدد کی (جب قیام ہوتا) تو رات کو خود گاؤں سے (ضرورت کے مطابق) سامان کا

انتظام کر دیتا تھا کیونکہ راستہ غیر آباد تھا- چونکہ راستہ میں خوراک وغیرہ کا خرچ ہمیں خود کرنا ہوتا تھا- اس واسطے جمعدار سلطان علی کو خرچہ (میں کفایت) کا بھی بڑا خیال رہتا تھا- (۱۶)

ترکستان میں آمد اور قیام

ترکستان سے مراد اس جگہ افغانستان کی مملکت کا وہ علاقہ ہے جو جانب شمال روسی ترکستان (ازبکستان) سے متصل تھا- سرحدی علاقہ ہونے کی وجہ سے اس علاقہ کے لوگ اگرچہ افغانستان کی حکومت کے ماتحت تھے لیکن ان کی زبان اور ثقافت پر ترکستان کے اثرات تھے- اس بناء پر اس کو ترکستان کہہ دیا جاتا تھا (نوٹ از مرتب)

صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی بیان کرتے ہیں کہ تقریباً مہینہ ڈیڑھ مہینہ سفر کرنے کے بعد آخر مشکل سے ترکستان پہنچے- وہاں مزار شریف کے شہر میں پہنچے تو باغِ ازغر (یا باغِ اصغر) میں ڈیرہ لگا دیا- سردی کا موسم اس میں گزارا چار ماہ اس باغ میں رہے- یہاں باقاعدہ سرائے وغیرہ تھی- اس جگہ بھی اخراجات ہمارے اپنے تھے-

کابل سے چودہ (فوجی) آدمی ہمارے ساتھ آئے تھے انہوں نے مزار شریف کی حدود میں آنے کی وجہ سے ہمیں یہاں کی کوتوالی کے سپرد کر دیا- جنہوں نے سات آدمی ہماری نگرانی پر مقرر کر دیئے اور جمعدار سلطان علی اور اس کے ساتھی فوجی وہاں سے واپس چلے گئے-

جب ہم ترکستان میں پہنچے تو یہاں کا نائب الحکومت مر چکا تھا اور دوسرا نیا حاکم ابھی نہیں آیا تھا- اس وقت سرور نام ایک شخص جو (پہلے) وزیرِ مال تھا قائمقام نائبُ السلطنت بنا تھا- یہ شخص پہلے سے صاحبزادگان کا واقف تھا کیونکہ صاحبزادگان کے پہلے سے حاکموں کے ساتھ تعلقات تھے-

اس نے ہم سے بڑا اچھا سلوک کیا اور کچھ غلہ بھی بطور امداد کے دیا- اس شخص نے صاحبزادگان سے کہا کہ اس علاقہ میں جو جگہ آپ لوگوں کو آب و ہوا وغیرہ کے لحاظ سے پسند

ہو میں وہ جگہ آپ کی رہائش کے لئے دے دوں گا اس طرح اس نے خاص امداد کی۔

اس پر ہم لوگوں نے اِدھر اُدھر آدمی بھیجے تا کہ جگہ تلاش کریں۔ ایک جگہ ہژدہ نہر کا علاقہ پسند آیا اس کے اندر نہر عبداللہ کی جگہ پسند کی گئی اس میں ایک مقام قلعہ قرّہ نخجلہ کو پسند کیا قائمقام نائبُ السلطنت سرور نے اس کی منظوری دے دی۔

اس اثناء میں اس علاقہ کے واسطے نائب الحکومت سردار عبداللہ خان طوخی مقرر ہو کر آیا۔ یہ شخص حضرت صاحبزادہ صاحب کے حالات سے واقف تھا اور سخت مخالف تھا۔(۱۷)

مزار شریف کے پاس قلعہ قرہ نخجلہ دَر علاقۂ نہر عبداللہ و ہژدہ نہر میں قیام

''یہاں جہاں ہم نے قیام کیا وہ امیرِ کابل کی حکومت کی آخری سرحد تھی۔ وہاں کے باشندوں نے پہلے تو ہمیں رہائش کے لئے مکان دینے سے انکار کر دیا اور گاؤں کے لوگ اس جگہ کے حاکم کے پاس گئے اور کہا کہ ہم ان لوگوں کو رہائش کے لئے جگہ نہیں دے سکتے۔

''انکار کرنے کی وجہ یہ تھی کہ ہم سے پہلے جو لوگ جلا وطن ہو کر کسی جرم کی سزا میں آتے تھے ان میں سے اکثر اصل باشندوں کے لئے کئی طرح کی تکالیف کا باعث بن جاتے تھے اور ان کو تنگ کرتے تھے ہمارے متعلق بھی شروع میں ان کا اچھا خیال نہ تھا اس پر حاکم نے یہ فیصلہ کیا کہ جس طرح ہو سکے ہم لوگ خرگاہوں یعنی خیموں کا انتظام کریں اور ان کے اندر گزارہ کریں۔مُخالف حاکم نے اس بارہ میں کوئی مدد نہ کی اس پر ہم نے خیموں کا انتظام خود کیا اور ان میں رہنے لگے۔ ہماری حالت اس وقت ایک ایسے مسافر کی تھی جس کو گھر سے دور نکال دیا گیا ہو کوئی خوراک وغیرہ نہ دی جائے۔ نہ آبادی میں رکھا جائے۔قریباً دو ماہ اسی طرح گزرے۔

''کچھ مدت کے بعد جب وہاں کے لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ ہم اچھے اور شریف لوگ ہیں تو گاؤں کے لوگوں نے درخواست کی کہ آپ لوگ ہم سے مکان لے لیں۔ اس پر ہم نے ان سے چند مکان گروی لے لئے۔ جو مکان ہم نے لئے ان کے اندر باغ تھا۔ اور ہر طرح

با آرام تھے۔

کچھ مدت کے بعد حکومت افغانستان نے ہمارے لئے بالکل قلیل رقم منظور کی اور وہ بھی بطور قرضہ۔‘‘(۱۸)

جلاوطنی میں روپیہ کا ختم ہو جانا اوراخراجات کی سبیل

’’کچھ عرصہ کے بعد جو رقم ہمارے پاس تھی سب کی سب ختم ہوگئی گورنمنٹ کی طرف سے کوئی انتظام خرچ کا نہ ہوا۔ اس لئے ہم نے مشورہ کر کے اپنا ایک نوکر پرائیویٹ طور پر علاقہ بنوّں میں بھجوایا جو انگریزی حکومت میں تھا اور جہاں ہماری جائداد تھی باقی خاندان نے بھی ہمارے نوکر کو خط دے دیئے تا کہ تمام خاندان اپنے لئے خرچ اپنے اپنے رشتہ داروں سے منگوالیں۔

’’اس وقت تک ان لوگوں کو جو بنوّں میں تھے ہمارے حالات کا کچھ پتہ نہ تھا نہ ان کو علم تھا کہ ہم کس مصیبت میں گرفتار ہیں۔ جب ہمارا آدمی وہاں پہنچا تب انہیں حالات اور ہماری مصیبت اور خرچ کی ضرورت کا پتہ چلا۔ ان کو بہت رنج ہوا انہوں نے فوراً روپیہ کا بندوبست کیا۔ تمام غلّہ وغیرہ فروخت کر کے تقریباً تین ہزار روپیہ مہیا کیا اسی طرح باقیوں نے بھی روپیہ جمع کیا۔ اور یہ تمام روپیہ بنوّں میں جمع کر دیا گیا۔ یہاں کے ہندوؤں کا کابل کے ساتھ کافی کاروباری تعلق تھا وہاں کے لئے چیک لے لیا کہ اتنی رقم دے دی جائے اور کچھ نقدی نوٹوں کی صورت میں ساتھ لے لی اس طرح ہمارے گزارہ کا بندوبست ہوگیا ورنہ جب تک یہ رقم نہ ملی ہم مکان بھی رہائش کے لئے نہ لے سکتے تھے۔ کیونکہ جلاوطنی کی حالت میں جیسا کہ پہلے بھی ذکر آ چکا ہے حکومت نے نہ صرف یہ کہ خود کوئی مدد نہ کی بلکہ حکومت کا یہ حکم بھی تھا کہ ان کو کسی قسم کی مدد نہ دی جائے۔ اس لئے افغانستان کی حکومت میں بڑے بڑے لوگ جو ہمارے واقف تھے جو ہماری مدد اور خدمت نہایت شوق سے کرتے مگر حکومت کے حکم اور احمدیت قبول کرنے کی وجہ سے یہ بہت ڈرے ہوئے تھے اس لئے وہ جرأت نہ کر سکے اور جتنا

ہی کوئی امیر ہوتا احمدیوں یا احمدیت سے دور بھاگتا تھا۔‘‘ (۱۹)

’’خاندان کے ایک فرد جو گرفتاری کے وقت علاقہ انگریزی میں تھے اور بنوں کے ضلع میں خاندان کی جو جائداد ہے اس کا انتظام کرتے تھے وہ اس جائداد کی آمدنی وہاں پہنچاتے رہے جس سے گزارہ ہوتا تھا۔‘‘ (۲۰)

امیر حبیب اللہ خان کی مزار شریف میں آمد اور رہائی کی کوشش

صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی بیان کرتے ہیں کہ ہم قریباً چار سال جلاوطنی میں جانبِ ترکستان مقیم رہے۔ پانچویں سال یعنی ۱۹۰۷ء میں امیر حبیب اللہ خان افغانستان کے دورہ پر نکلا۔ کابل سے قندھار آیا۔ قندھار سے ہرات آیا اور ہرات سے فراح اور وہاں سے میمنہ اور پھر مزارِ شریف آیا۔

’’وہ مقام جہاں ہم مقیم تھے مزارِ شریف سے پندرہ میل کے فاصلہ پر جانبِ بلخ تھا جو قبلہ کی جہت بھی ہے۔ امیر کے مصاحبین میں سے ایک شخص سلطان جان تھا جو ہماری برادری کے آدمی مزمل شاہ کا واقف تھا۔ مزمل شاہ نے سلطان جان کی معرفت ایک درخواست امیر حبیب اللہ خان کے پیش کی جس میں یہ لکھا تھا کہ اب ہمیں چھوڑ دیا جائے یعنی ہماری جلاوطنی ختم کردی جائے اور ہمیں وطن واپس جانے کی اجازت دے دی جائے۔ امیر نے درخواست پڑھی اور جب اس میں حضرت شہید مرحومؓ کا نام دیکھا تو درخواست پھاڑ دی اور پھٹی ہوئی درخواست لفافہ میں بند کر کے واپس کردی۔ پھٹی ہوئی درخواست ملنے پر ہمیں بڑا رنج ہوا اور ہم لوگوں کو یقین ہوگیا کہ اب ہمیں خوست نہ بھیجا جائے گا کیونکہ خود بادشاہ نے ہمارا عریضہ پھاڑ دیا ہے۔‘‘ (۲۱)

’’ان حالات میں سات سال کے قریب یہ خاندان ترکستان میں رہا‘‘ (۲۲)

سید ابوالحسن صاحب قدسی بیان کرتے ہیں کہ ملا میرو صاحب حضرت صاحبزادہ صاحب کی لاش کو کابل سے نکال کر ان کا تابوت ان کے گاؤں سیّدگاہ میں لے آئے تھے اور

وہاں دفن کر دیا تھا جب کابل کی حکومت کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے خوست کے حاکم محمد اکبر خاں شاہ غاصی کو حکم دیا کہ رات کو کچھ سپاہی لے کر حضرت شہید مرحوم کی لاش نکال کر کہیں اور لے جائے اور ملاّ میرو کو سزا دے چنانچہ ان کو شدید اذیتیں پہنچائی گئیں مارا پیٹا اور گھسیٹ کر قید خانہ میں لے جایا گیا ان کا منہ کالا کر کے گاؤں میں پھرایا گیا بالآخر جب ملا میرو قید سے رہا ہوئے تو اس وقت شہید مرحوم کا خاندان ترکستان کی جانب جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ ان کی خوست والی جائداد حکومت نے ضبط کر لی تھی۔ جو جائداد بنوّں کے علاقہ میں تھی اس کی آمد سے گزارہ ہوتا تھا۔ اس وقت ملاّ میرو کا وجود تھا جن کو خاندان سے ہمدردی اور ان کی خدمت کا احساس تھا قریباً پندرہ سال تک وہ ہی ہمارے خرچ کا انتظام کرتے رہے۔ بنوّں جا کر زمین کی آمد لے کر جلاوطنی میں پہنچا دیتے تھے۔ راستہ کی دوری برفوں اور پہاڑوں کی مشکلات ان کے راستہ میں حائل نہ ہوئیں وہ یہ دور دراز کا سفر پیدل طے کرتے رہے۔ پھر جب ہم کابل میں جلاوطن تھے اور جیل خانہ میں قید تھے وہاں بھی آپ کا وجود ہمارے لئے مفید ثابت ہوا اور ہم خدا کے فضل سے عزت و آبرو کے ساتھ رہتے رہے۔ خلاصہ یہ کہ جب تک ہمیں ضرورت تھی اس وقت تک انہوں نے ہمیں نہ چھوڑا اور جب ہم کو شاہ امان اللہ خان نے سیّدگاہ آنے کی اجازت دے دی اور ہماری جائداد بھی ہم کو مل گئی تو وہ عمر کے آخری حصہ میں ہجرت کر کے قادیان آ گئے۔ (۲۳)

برٹش انڈیا اور افغانستان کے مابین ۱۹۰۹ء میں باہمی سرحد کے بارہ میں جھگڑا اور رہائی کی سبیل

امیر حبیب اللہ خان کے دورۂ مزار شریف کے دو سال بعد یعنی تقریباً ۱۹۰۹ء میں برٹش انڈیا کی حکومت اور افغانستان کے مابین دونوں ملکوں کی سرحد کے بارہ میں کچھ جھگڑا پیدا ہو گیا۔

اس اختلاف کو طے کرنے کے لئے حکومت افغانستان کی طرف سے دو افسر مقرر ہوئے جن میں سے ایک امین الانتظام تھا جس کا نام محمود تھا اور دوسرا امین الکاتب تھا جس کا

نام غالبًا ابراہیم تھا- یہ دونوں افسران فارسی جانتے تھے ان کو پشتو زبان سے واقفیت نہ تھی کیونکہ سمت جنوبی یعنی خوست وغیرہ کے لوگ جن سے واسطہ پڑنا تھا کی زبان پشتو تھی اس لئے مذکورہ بالا دونوں افسران کو ایک معاون دیا گیا جو پشتو جانتا تھا اس کا نام خواجہ گُل خان تھا-

جب مذکورہ بالا دونوں افسران خوست آئے اور سرحد کے بارہ میں فیصلہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو جب کابل واپس گئے تو اس علاقہ کے بڑے بڑے لوگوں کو (جنہوں نے فیصلہ کروانے میں مدد دی تھی) اپنے ساتھ کابل لے گئے اور انہیں کہا کہ تمہیں بادشاہ کی طرف سے انعامات دیئے جائیں گے- کابل میں ان کی ایک یا دو دن شاہی مہمان نوازی ہوئی- سردار نصر اللہ خان ان کا مہمان نواز مقرر تھا- جب کھانا کھانے کا وقت آیا اور بادشاہ دستر خوان پر بیٹھا تو خوست سے آنے والے سرداروں نے کھانا نہیں کھایا اس بارہ میں وہ پہلے باہم مشورہ کر کے خواجہ گُل خان کو بتا چکے تھے کہ ہم اس طرح کرنے والے ہیں- بادشاہ نے جب دیکھا کہ مہمان کھانا نہیں کھا رہے تو اس نے پوچھا کہ کیا بات ہے آپ کھانا کیوں نہیں کھاتے خواجہ گُل خان کی معرفت انہوں نے جواب دیا کہ ہم لوگوں میں یہ دستور ہے کہ جب کوئی مُراد پوری کروانی ہوتی ہے تو کھانا نہیں کھایا جاتا جب تک مُراد پوری نہ ہو اس کے بعد کھانا کھاتے ہیں- بادشاہ نے کہا کہ کیا مُراد ہے- ہم پوری کریں گے اس پر خواجہ گل خان نے بتایا کہ خوست کے صاحبزادگان قدیم سے پیرِ خانہ اور شریف لوگ ہیں اور ہم سب ان کی عزت کرتے ہیں ہماری عرض ہے کہ انہیں ترکستان سے واپس بلا لیا جائے-

اس پر امیر حبیب اللہ خان نے فوراً حکم کر دیا کہ اچھا وہ واپس آ جائیں

چونکہ یہ صرف زبانی حکم تھا اور اس کے ساتھ کوئی تحریر نہ تھی اس واسطے صاحبزادگان کے واپس آنے میں دیر ہو گئی بعض بڑے بڑے لوگوں نے صاحبزادوں کو لکھا کہ تمہارے بارہ میں امیر نے یہ حکم دے دیا ہے اس واسطے اب تم واپس آ جاؤ مگر ہمیں حکومت کی طرف سے کوئی حکم نہیں ملا-

''اس پر ہمارے کچھ رشتہ داروں نے اس معاملہ کو اٹھایا کہ بادشاہ کے اس حکم پر

با قاعدہ کارروائی ہونی چاہیئے ان رشتہ داروں میں ایک مولوی محمد صدیق صاحب تھے جو ہندوستان میں تعلیم حاصل کر چکے تھے انہوں نے ایک موقعہ پا کر امیر حبیب اللہ خان کے حضور پیش ہو کر کہا کہ اس طرح آپ نے حکم دیا تھا لیکن ابھی تک اس پر عمل نہیں ہوا۔ اس پر بادشاہ نے کہا کہ میں اب پھر حکم کرتا ہوں کہ واپس آ جائیں اور ان کو کرایہ بھی دیا جائے اور خادم بھی دیئے جائیں اور اپنے وطن واپس چلے جائیں۔ کچھ عرصہ بعد سردار عبداللہ خان طوخی کی معرفت ہمیں یہ حکم مل گیا اور ان سے کرایہ وغیرہ کی رقم بھی مل گئی۔ اس پر ہم نے اپنی واپسی کا انتظام کر لیا اور کابل واپس آ گئے۔ ابھی تک یہ فیصلہ نہ ہوا تھا کہ ہمیں ہماری زمین واپس کی جائے۔ ہم نے کابل واپس آ کر زمین کی واپسی کے سلسلہ میں درخواست دی لیکن اس پر کئی ماہ گزر گئے اس عرصہ میں ایک ماہ تک تمام خاندان کابل ہی میں رہا اس کے بعد دو آدمی کابل میں رہے اور باقی سب خوست چلے گئے۔ درایں اثناء امیر حبیب اللہ کو جائداد کی فہرست پیش ہوئی باقی تین گھرانوں کو تو زمین دے دی گئی لیکن ہماری زمین جو سولہ ہزار کنال تھی اور جس میں باغ اور پن چکیاں تھیں ان کے متعلق حکم ہوا کہ یہ ہمیں واپس نہ کی جائیں۔ بلکہ یہ لوگ خوست سے کابل واپس آ جائیں اور ہم ان کو یہاں کابل میں زمین دے دیں گے۔'' (۲۴)

خوست میں عارضی قیام کے دوران صاحبزادوں کے دوسرے گھرانوں کو تو ان کی جائداد واپس کر دی گئی۔

''مگر حضرت شہید مرحوم کے صاحبزادگان کو ان کی جائداد نہ دی گئی اور امیر کے نہ دینے کی وجہ یہ بتائی کہ ان کی بہت بڑی جائداد ہے نہیں دی جا سکتی اس پر ان کے پرائیویٹ سیکرٹری نے ان سے کہا کہ پھر یہ لوگ گزارا کیونکر کریں گے تو سردار نصر اللہ خان نے یہ جواب دیا کہ جس طرح ان کی مرضی ہو کریں ہم کچھ نہیں دیں گے۔ چونکہ اس خاندان سے عقیدت رکھنے والے اس علاقہ میں بکثرت لوگ تھے اور وہ اس حال میں ان کو نہ دیکھ سکتے تھے اس لئے حکومت نے یہ خیال کر کے کہ وہ لوگ اس ظلم کے باعث جو شہید مرحوم کے بال بچوں پر روا رکھا جا رہا تھا۔ کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائیں۔ اس خاندان کو زیرِ حراست کابل بلا لیا اس وقت

اس قافلہ کی تعداد مع خدام ۱۴ رہ گئی جنہیں کابل میں رہنے کے لئے دو بہت ہی تنگ کوٹھڑیاں دی گئیں۔ اس کے متعلق درخواست دی گئی کہ اتنی تنگ جگہ میں گزارا مشکل ہے اور خدام کے لئے علیحدہ رہنے کی جگہ کا ہونا ضروری ہے لیکن اس کے جواب میں کہا گیا۔ ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے۔ آخر ایک مکان اپنے (خرچ) پر کرایہ پر لیا گیا۔ تب جا کر گزارا ہونے لگا۔ ان ایام میں ہفتہ میں دو بار کوتوالی جا کر اطلاع دینی پڑتی تھی کہ ہم لوگ اسی جگہ پر ہیں اور گھر پر محلّہ کا نمبردار دن رات نگرانی کرتا تھا اس حالت میں سارا خاندان پانچ سال رہا'' (۲۵)

جیسا کہ پہلے ذکر آیا ہے امیر حبیب اللہ خان نے حضرت صاحبزادہ صاحب کے اپنے گھرانہ کے بارہ میں یہ حکم دیا کہ یہ خوست میں نہ رہیں بلکہ واپس کابل آجائیں۔ جب یہ حکم پہنچا تو حاکم خوست نے اس فرمان پر عمل کچھ دیر روکے رکھا کیونکہ وہ سخت سردی کا موسم تھا اور راستے برف سے بھرے ہوئے تھے۔

جب برف ختم ہوئی تو حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف شہید کے گھرانہ کو کابل واپس بھجوادیا۔ اور وہ وہاں مقیم ہوگئے۔ حکومت نے وعدہ کیا تھا کہ جب یہ کابل میں آجائیں گے تو ان کو زمین دے دی جائے گی۔ صاحبزادہ ابوالحسن قدسی بیان کرتے ہیں کہ کابل میں ہمیں اس حساب سے زمین دی گئی جو مجاہدین کو دی جاتی تھی۔ بالغ مجاہد کے لئے فی کس بارہ کنال مقرر تھی اور چھوٹی عمر والوں کے لئے چھ کنال مقرر تھی۔ اس حساب سے تمام گھرانہ کو مجموعی طور پر اکیس کنال زمین دی گئی یہ زمین اس قدر تھوڑی تھی کہ اس سے گزارے کے لئے غلّہ بھی پورا نہ ہوتا تھا اس لئے گزارہ کے لئے بنوں کی زمین سے روپیہ منگوانا پڑتا تھا۔ اس طرح قریباً دس سال کا عرصہ کابل میں گُزارا۔ (۲۶)

جناب قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت احمدیہ صوبہ سرحد کا بیان ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے اہل وعیال کا قیام (تخمیناً) ۱۹۱۱ء سے ۱۹۲۰ء تک کابل میں رہا۔ وہاں رہائش کے لئے ایک معمولی سا مکان شور بازار میں متصل چہاردہ معصوم کرایہ پر لیا ہوا تھا۔ (۲۷)

کابل قیام کے دوران صاحبزادگان کی گرفتاری اور شیر پور جیل میں ایک اذیّت ناک قید

کابل میں قیام پر تقریباً ۷، ۸ سال گزرے تھے کہ بعض وجوہات سے سردار نصر اللہ خان اور امیر حبیب اللہ خان ان کے بارہ میں بعض شکوک وشبہات میں مبتلا ہو گئے جس کے نتیجہ میں صاحبزادگان کو ایک اذیت ناک قید میں ڈال دیا گیا - واقعہ یہ ہے کہ ضلع گجرات (شادیوال) کا ایک احمدی فضل کریم نامی مجذوب الاحوال تھا - قادیان سے پشاور آیا اور کچھ عرصہ انجمن احمدیہ پشاور میں مقیم رہا - انہی ایام میں حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف شہید کا تیسرا بیٹا صاحبزادہ سید محمد عمر جان جو ایک خوبصورت نوجوان تھا اور جس کی عمر قریباً بیس سال ہوگی وہ بھی پشاور آیا اور جماعت پشاور کے پاس بطور مہمان مقیم رہا کچھ دن کے واسطے سرائے نورنگ ضلع بنوں بھی گیا جہاں اس خاندان کی زرعی جائداد تھی وہاں سے حاصلات زراعت وصول کر کے پشاور واپس آ گیا - اس دوران میں کابل سے ایک احمدی دوست حضرت شہید مرحوم کی زوجہ محترمہ کا پیغام لائے کہ عزیز محمد عمر جان کو کابل واپس بھجوا دیا جائے ورنہ اُن کے خاندان کو بڑے مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا اگرچہ عزیزم محمد عمر جان کا ابھی کابل واپس جانے کا پروگرام نہیں تھا لیکن والدہ محترمہ کے تعمیلِ ارشاد میں کابل واپس چلا گیا - فضل کریم احمدی مجذوب جو اس وقت پشاور میں ہی موجود تھا اس نے صاحبزادہ عمر جان کو دیکھ لیا تھا - لیکن وہ پورے طور پر ان کے حالات سے واقف نہ تھا وہ ان کو حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف شہید کا بڑا بیٹا سمجھتا رہا - فضل کریم مجذوب صاحب کی ذہنی حالت بھی بہت اچھی نہ تھی جس کی وجہ سے غلطی لگنے کا بھی امکان تھا -

صاحبزادہ محمد عمر جان کے پشاور سے چلے جانے کے کچھ عرصہ بعد فضل کریم مجذوب بھی ایک روز بلاحصولِ اجازت انجمن احمدیہ پشاور سے غائب ہو گئے - بعد میں یہ معلوم ہوا کہ وہ پشاور سے کوہاٹ اور کُرَّم کی راہ سے درّہ پیواڑ کوتل میں سے گزر کر جاجی علاقہ میں جواب

صوبہ پکتیا میں واقعہ ہے افغانستان میں داخل ہو گئے اور پھر وہاں سے کابل کا رخ کر لیا ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ افغانستان میں تبلیغ احمدیت کریں گے اور قیاس ہے کہ وہ کابل میں احمدی احباب کو بھی ملے جو ان ایام میں حکومت کے خوف سے مخفی طور پر رہتے تھے بالآخر انہوں نے احمدیت کے شدید ترین دشمن سردار نصر اللہ خان کو درخواست بھجوائی کہ میں احمدی ہوں اور کابل میں احمدیت کی تبلیغ کے لئے آیا ہوں- سردار نصر اللہ خان نے فضل کریم صاحب کو تو گرفتار کروا دیا- اور حاکم شہر کابل نے اس معاملہ کی تحقیق کی- حاکم شہر نے فضل کریم صاحب سے دریافت کیا کہ کیا تم یہاں کسی احمدی سے واقف ہو- اس نے کہا کہ ہاں میں صاحبزادہ سید محمد لطیف شہید کے بڑے فرزند کو جانتا ہوں اور چند اور احمدیوں کے نام لئے اس طرح وہ تمام احمدی جن کے فضل کریم نے نام لئے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے تمام لڑکے گرفتار کر کے شیر پور جیل میں ڈال دیئے گئے اس وقت صاحبزادہ محمد سعید جان صاحب- صاحبزادہ عبدالسلام جان صاحب صاحبزادہ محمد عمر جان صاحب صاحبزادہ احمد ابوالحسن قدسی صاحب اور صاحبزادہ محمد طیب جان صاحب مقید کر دیئے گئے ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی گئیں (۲۸)

مکرم سید ابوالحسن قدسی صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب کابل میں جلا وطنی کو سات سال گزر گئے تو فضل کریم صاحب احمدی افغانستان آ گئے اور احمدیت کی وجہ سے انہیں قید کر لیا گیا تحقیقات کے دوران اس کو سید حسین شاہ نے جو افغانستان کے پولیٹیکل محکمہ میں افسر تھا کہا کہ اگر تم احمدی ہو تو کابل میں جو احمدی ہیں ان کے نام بتا دو تو ہم تمہیں چھوڑ دیں گے- اس پر فضل کریم نے کہا کہ میں شہید مرحوم کی اولاد کو جانتا ہوں جو قادیان گئے تھے- حالانکہ اس وقت تک ہم میں سے کوئی قادیان نہ گیا تھا- اس طرح بن بلائے یہ مصیبت ہم پر آ پڑی اور ہم سب بھائیوں کو قید کر لیا گیا اور پانچوں کو بیڑیاں ڈال دی گئیں جن میں سے ہر ایک کا وزن ساڑھے چھ سیر کے قریب تھا ہمارے پاؤں زخمی ہو گئے- اب ہمارے بارہ میں تحقیقات شروع ہوئی- قریباً چھ ماہ کے بعد صرف چالان مکمل ہوا کہ ان کو دربار میں حاضر کیا جائے اس عرصہ میں بیڑیوں سمیت آٹھ بار دربار گئے لیکن پیشی نہ ہوئی کبھی یہ کہا جاتا کہ امیر صاحب بیمار

ہیں کبھی یہ کہ آج تو فلاں معاملہ پیش ہے وغیرہ ذالک جیل خانہ میں ہمیں کھانے کا انتظام بھی خود کرنا پڑا۔ (۲۹) آٹھ نو ماہ تک جیل خانہ کی سخت تکالیف میں مبتلا رہے اور تمام صاحبزادے بیمار ہو گئے جیل فیور یا تپ زندان میں مبتلا ہو گئے (۳۰)

اخبار الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۲۶ء میں سید احمد ابوالحسن قدسی صاحب کا یہ بیان شائع ہوا ہے کہ ایک پنجابی احمدی دوست جن کا نام فضل کریم تھا اور جو گجرات کے رہنے والے تھے کابل گئے اور احمدی ہونے کی وجہ سے پکڑے گئے ان سے جب پوچھا گیا کہ یہاں کوئی اور بھی احمدی ہے تو انہوں نے ہمارا نام لیا۔ اس پر پانچوں بھائی اور ایک اور رشتہ دار جو بطور مہمان ہمارے پاس آئے ہوئے تھے گرفتار کر لئے گئے۔

''ہمارے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر ہمیں جیل خانہ میں ڈال دیا گیا اور یہاں تک ہم پر تشدد اور سختی کی گئی کہ انہی ایام میں جب ہماری والدہ صاحبہ فوت ہوئیں تو ہمیں ان کا آخری دفعہ چہرہ دیکھنے کی اجازت نہ دی گئی۔ آخر ہمارے یہ کہنے پر کہ ان کی تجہیز و تکفین کرنے والا سوائے ہمارے کوئی نہیں تو صرف ہمارے بڑے بھائی کو اجازت دی گئی کہ وہ جا کر دفن کر آئیں۔ باقی کسی اور کو چہرہ دیکھنے کی بھی اجازت نہ ملی۔ اس قید میں ہم لوگ آٹھ ماہ کے قریب رہے ہم سب خرچ اپنا کرتے تھے۔ کیونکہ حکومت ہمیں قید میں ڈال کر اور بیڑیاں پہنا کر کھانے پینے کے لئے کچھ دینے پر تیار نہ تھی۔'' (۳۱)

سردار امان اللہ خان کے ذریعہ صاحبزادگان کی رہائی

آخر اللہ تعالیٰ نے یہ اسباب پیدا کر دیئے کہ امیر حبیب اللہ خان، سردار امان اللہ خان سے ان کی والدہ عُلیاء حضرت کی وجہ سے ناراض ہو گیا۔ اس سے قبل جب بھی وہ کابل سے موسم سرما گذارنے باہر جاتا تھا تو سردار امان اللہ خان اس کے ساتھ جاتا تھا۔ جو امیر حبیب اللہ خان کا تیسرا بیٹا تھا اور سردار عنایت اللہ خان جو حضرت عُلیا کے بطن سے اس کا بڑا بیٹا تھا کابل میں اپنا قائمقام بنا کر چھوڑ جاتا تھا۔

عُلیا حضرت سے ناراضگی کی وجہ سے وہ جب ۱۹۱۸ء کی سردیوں میں سیر وتفریح اور شکار کے لئے پغمان - کونٹر اور جلال آباد کے علاقہ میں گیا تو سردار عنایت اللہ خان کو اپنے ساتھ لے گیا اور سردار امان اللہ خان کو کابل میں چھوڑ گیا - چونکہ سردار امان اللہ خان کابل کا والی اور امیر حبیب اللہ خان کا قائمقام تھا اس لئے من جملہ دیگر امور کے کابل کے قید خانے بھی اس کے ماتحت ہو گئے -

سردار امان اللہ خان کی بیگم ثریا تھی جو سردار محمود خان طرزی کی بیٹی تھی اور امان اللہ خان سردار محمود خان طرزی کے زیر اثر تھا - سردار محمود خان طرزی ایک جدید خیالات والا آزادیٔ ضمیر کا دلدادہ اور جمہوری سیاست میں یقین رکھنے والا سردار تھا اور کئی سال ملک شام میں رہ چکا تھا اُس کی کوشش اور خواہش تھی کہ افغانستان کا نظام بھی جدید ترقی یافتہ ممالک کے رنگ میں چلایا جائے چونکہ سردار امان اللہ خان اس سے متاثر تھا اس لئے وہ بھی ان خیالات کا دلدادہ ہو گیا اور افغانستان میں حُریتِ خیالات اور مذہبی آزادی پھیلانے کا خواہاں تھا -

اس لئے وہ انتظامی اور سیاسی امور میں نرمی برتتا تھا - اس نے کابل کے کوتوال کو حکم دیا کہ تمام قیدیوں کی فہرست پیش کرے تا کہ وہ قیدی جو سالوں سے جیلوں میں بند پڑے ہیں اور ان کے کیسز پر نہ غور ہوتا ہے اور نہ انہیں انصاف کے نقطہ نگاہ سے رہائی کی امید ہے - ایسے قیدیوں کو اس کے حضور پیش کیا جائے تا کہ اُن کے بارہ میں جلد فیصلہ کر دیا جائے - اس طرح تقریباً دو صد آدمی اس کے دربار میں حاضر کئے گئے وہ سارا دن دربار لگاتا - اس طرح اس نے بہت سے قیدی رہا کر دیئے اور بعض قیدیوں کو انعامات سے بھی نوازا - اس وجہ سے دوسرے قیدیوں اور ان کے دوستوں اور رشتہ داروں نے بھی کوششیں شروع کر دیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو سردار امان اللہ خان کے دربار میں ان کی پیشی ہو جائے اور ان کے کیسز کا فیصلہ ہو کر وہ قید کی مصیبت سے نجات پائیں -

صاحبزادہ سید ابوالحسن قُدسی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے بھی کوشش کی اور دربار میں حاضر ہو گئے ہم نے سردار امان اللہ خان کے ماموں ابراہیم جان کی معرفت یہ کوشش کی تھی -

اس کوشش کی وجہ سے اس نے ہمارے اس مہمان کو جو ہمارے ساتھ بلا وجہ قید کر لیا گیا تھا رہا کر دیا اور ہمیں یہ کہا کہ تم لوگوں کو تو سردار نصر اللہ خان نے قید کیا تھا اس لئے میں تمہارے واسطے ان سے ہی فیصلہ کرواؤں گا اور اس کو فون کر کے تم لوگوں کے بارہ میں حکم لے لوں گا - آج جمعرات ہے میں پیر کے روز تک تمہاری رہائی کا حکم لے کر چھوڑ وں گا - اس پر ہم واپس آ گئے اور ہمیں (فوری رہائی نہ ہونے کی وجہ سے) مایوسی ہوئی - صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی کا بیان ہے کہ سردار امان اللہ خان نے ہم سے اپنے سیکرٹری فقیر محمد خان کے توسط سے گفتگو کی تھی گفتگو کے وقت امان اللہ خان نے اپنا سر نیچے کیا ہوا تھا وہ ہماری یہ حالت دیکھ کر برداشت نہ کر سکا تھا - اس وقت ہمارے بھائی محمد سعید صاحب کی عمر بائیس سال - محمد عبدالسلام صاحب کی سولہ سال، محمد عمر صاحب کی پندرہ سال میری (یعنی سید ابوالحسن قدسی کی) چودہ سال اور محمد طیب کی ۱۲ سال تھی -

نوٹ :- سید احمد ابوالحسن قدسی کے اس بیان میں عمروں کی تفصیل غلطی سے درست نہیں لکھی گئی - ۱۹۱۸ء میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی شہادت کو ۱۵ سال گزر چکے تھے اُس وقت بعض صاحبزادگان کی جو عمریں بتائی گئی تھیں وہ رسالہ کے شروع میں درج شدہ ہیں ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے صاحبزادگان کی عمریں ۱۹۱۸ء میں یہ ہونی چاہئیں -

صاحبزادہ سید محمد سعید جان ۳۷ سال - صاحبزادہ محمد عبدالسلام جان اور صاحبزادہ محمد عمر جان صاحبزادہ سید محمد سعید جان سے چھوٹے تھے اور ان سے چھوٹے صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی تھے جن کی عمر ۱۷، ۱۸ سال اور صاحبزادہ محمد طیب جان ۱۶، ۱۷ سال کے ہوں گے -

بدھ کے روز ابراہیم جان نے اپنا اردلی عظیم گل نامی ہمارے پاس جیل میں بھجوایا اس نے ہمیں بتایا کہ ابراہیم جان نے مجھے بھیجا ہے کہ مبارکباد دے دوں کہ آپ رہا ہو جائیں گے - قید خانہ کے افسران میں سے ایک بادشاہ خان حوالدار تھا - جس کا حضرت صاحبزادہ صاحب سے اچھا تعلق تھا ہم نے اس کو کہلا بھیجا کہ وہ معلوم کرے کہ کیا فیصلہ ہوا پہلے ہم اس کا

انتظار کرتے رہے لیکن وہ تین روز تک نہیں آ سکا- اس کے بعد اس کے اردلی نے بتایا کہ تمہارے بارہ میں کوتوال کو حکم آیا ہے- اور کوتوال کو صرف ان لوگوں کے بارہ میں حکم آتا ہے جن کو قتل کرنا مقصود ہو تب ہم نے یہ یقین کر لیا کہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑا جائے گا اور موت کے ذریعہ ہماری رہائی ہو گی- یہ معلوم کر کے ہمارا کھانا پینا سونا سب ہم پر حرام ہو گیا- عجیب غم میں مبتلا ہو گئے- اس کے بعد کوتوال نے جیل کے داروغہ کو حکم بھجوایا کہ ان کو مسلح پہرہ میں جلدی کوتوالی بھجوا دیا جائے- ہم روانہ ہوئے اور ہمیں بالکل یقین تھا کہ اب ہمارے لئے موت کے علاوہ کچھ نہیں رہا- جیل میں عبدالسلام، محمد طیب اور ابوالحسن قدسی تینوں کو نمونیہ ہو گیا تھا اور باقی سب بھی بیمار تھے- کیونکہ قید خانہ میں سخت سردی تھی اور اس سے بچاؤ کا کوئی انتظام نہ تھا اور بڑی تعداد میں لوگ مر چکے تھے-

جب کوتوالی کو روانہ ہوئے تو ہمارے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور ہم بیماری کی وجہ سے ایک دوسرے پر گرتے تھے- ہم سب میں محمد سعید کچھ بچے ہوئے تھے یعنی ان کی حالت قدرے بہتر تھی باقی سب بیمار تھے- عبدالسلام کی حالت تو نازک تھی- کوتوالی، جیل سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر تھی- بیڑیوں کی وجہ سے ہم سب کے پاؤں زخمی ہو چکے تھے- ایک عجیب منظر تھا- محمد عمر جان بخار کی تیزی کی وجہ سے گر پڑے ان کو عبدالسلام نے پکڑنے کی کوشش کی لیکن پکڑ نہ سکے اس پر ایک سپاہی نے مدد دی- راستہ میں ہم کہتے تھے کہ کوتوالی جانے سے پہلے ہی اگر موت آ جائے تو اچھا ہو- جب کوتوالی پہنچے تو مرزا عبدالخالق جو کوتوال کا سیکرٹری تھا اس نے حکم دیا کہ بیڑیاں فوراً اتار دی جائیں- اب ہمیں کچھ امید پیدا ہوئی - جب بیڑیاں توڑنے لگے تو لوہار کا سامان خراب ہو گیا اس واسطے پھر ایک میل کا فاصلہ طے کر کے لوہار کی دوکان پر بیڑیاں تڑوائیں- ابھی تک ہمارے اوپر پہرہ برقرار تھا- اس کے بعد ہمیں محکمہ شرعیہ میں حاضر کیا گیا- محکمہ شرعیہ میں قاضی عبدالشکور کی عدالت میں پیش کیا گیا قاضی نے پوچھا کہ تم فضل کریم قادیانی جو پنجابی ہے اس کو جانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں- پھر پوچھا کہ تم لوگ قادیان گئے تھے ہم نے کہا نہیں- تحقیقات مکمل ہونے پر پھر کوتوالی حاضر ہوئے اور وہاں رہا کئے جانے

کا حکم ملا - اس پر ہم آزاد ہوئے اور کابل میں اپنے گھر آئے صرف محمد سعید واپس قید خانہ میں گئے اور بستر وغیرہ سارا سامان دوسرے قیدیوں میں تقسیم کر دیا - (۳۲)

سید ابوالحسن قدسی کا جو بیان اخبار الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۲۶ء میں شائع ہوا ہے اس میں لکھا ہے کہ آخر امان اللہ خان کے ایک سیکرٹری کو ہم نے تین سو روپیہ دیا اور اس نے امان اللہ خان سے سفارش کروا کر ہمیں رہا کرا دیا - (۳۳)

صاحبزادہ محمد عمر جان کی وفات

قید خانہ میں صاحبزادہ محمد عمر جان بہت بیمار ہو گئے تھے اور رہائی کے وقت بھی بیمار تھے انہیں شدید بخار تھا - اسی وجہ سے وہ رہائی کے بعد گھر پر چودہ دن بیمار رہ کر فوت ہو گئے - اِنا للّٰہ و انا الیہ راجعون - (۳۴)

''اس آٹھ ماہ کے عرصہ میں اس قدر تکلیف دی گئی ...... کہ جیل خانہ کی تکالیف کی وجہ سے ہمارے ایک بھائی محمد عمر صاحب بیمار ہو گئے اور آخر اسی بیماری سے فوت ہو گئے - میں ابوالحسن بھی بیمار ہو گیا گو میں رہائی کے ایک ماہ بعد اچھا ہو گیا لیکن ان تکالیف کے اثرات تا حال میرے جسم پر موجود ہیں -'' (۳۵)

صاحبزادہ محمد سعید جان کی وفات

صاحبزادگان کی رہائی کے بعد سردار امان اللہ خان والی کابل نے ہمارے گھرانے کو بعض شرائط پر اپنے وطن علاقہ خوست میں بھیجنا چاہا - اس بارہ میں جو گفت شنید ہوئی اس میں صاحبزادہ محمد سعید جان نے کہا کہ جب تک ہماری جائداد واپس نہ کی جائے ہم اپنے وطن واپس نہیں جا سکتے ابھی یہ معاملہ زیرِ غور ہی تھا کہ صاحبزادہ محمد سعید جان فوت ہو گئے - انا للہ و انا الیہ راجعون (۳۶)

''قید خانہ سے نکلنے کے ایک سال بعد ہمارے سب سے بڑے بھائی محمد سعید صاحب فوت ہو گئے ان کے فوت ہونے کے بعد ۱۵، ۱۶ دن کے اندر امیر حبیب اللہ خان قتل ہو گئے'' (۳۷)

نوٹ :- جیسا کہ آگے ذکر آئے گا امیر حبیب اللہ خان ۲۰ فروری ۱۹۱۹ء کو قتل ہوا تھا - (۳۸)

امیر حبیب اللہ خان کا قتل اور امیر امان اللہ خان کی تخت نشینی

پہلے ذکر آچکا ہے کہ ۱۹۱۸ء کے موسم سرما میں امیر حبیب اللہ خان سیر و تفریح اور شکار کے لئے کابل کی سمت مشرق میں جلال آباد - کونڑ اور پغمان کے سرسبز و شاداب علاقے میں گیا ہوا تھا اور کابل میں اپنے بیٹے سردار امان اللہ خان کو اپنا قائمقام والی بنا کر چھوڑ گیا تھا جو افسران اور رؤسا اس کے ساتھ تھے ان میں جنرل محمد نادر خان - سردار نصر اللہ خان مستوفی الملک مرزا محمد حسین بریگیڈیئر شامل تھے سیر و تفریح کرتے ہوئے ایک مقام کلہ گوش میں ٹھہرا اور کیمپ لگانے کا حکم دیا - چند روز وہاں قیام کا ارادہ کیا ۲۰ فروری ۱۹۱۹ء بروز جمعرات اپنے خیمہ میں اپنی ملکہ عُلیاء حضرت کے ساتھ محو استراحت تھا کہ کسی نامعلوم دشمن نے باوجود پہرہ اور حفاظتی انتظامات کے خیمہ میں گھس کر اس کے کان میں پستول رکھ کر چلا دیا اور اس سے اس کی موت واقعہ ہوگئی - امیر حبیب اللہ خان کے بعد اصولاً اس کا بڑا بیٹا سردار عنایت اللہ خان مستحق تاج و تخت تھا لیکن اس کے چچا سردار نصر اللہ خان نے اس کا حق غصب کر لیا اور خود بادشاہ بن گیا اور جلال آباد کے علاقہ میں دربار کر کے اس کا اعلانِ عام کر دیا - جب کابل میں سردار امان اللہ خان اور دیگر سرداران کو یہ خبر ملی تو وہ شک و شبہ میں مبتلا ہو گئے - سردار امان اللہ خان نے سردار عبدالقدوس خان شاہِ غاصی کے مشورہ سے کابل میں موجود اراکین سلطنت رؤسا اور علماء کا اجلاس طلب کیا اور علاقہ جلال آباد میں ہونے والے تمام واقعات کا باچشم تر تذکرہ کیا - اور کہا کہ میرا باپ اور ملک کا بادشاہ کس مپرسی کی حالت میں قتل کر دیا گیا - سردار نصر اللہ خان نے نہ تو قاتل کی گرفتاری کے لئے تگّ و دو کی اور نہ ولی عہدی کے بارہ میں امیر حبیب اللہ خان کی وصیت کی پرواہ کی بلکہ سردار عنایت اللہ خان کو محروم کر کے اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کروا دیا - کیا ان حالات سے نتیجہ نہیں نکلتا کہ دراصل یہ قتل سردار نصر اللہ خان نے کروایا ہے کیا جو کچھ ہوا درست ہوا اس پر حاضرین نے کہا کہ نہیں درست نہیں ہوا - اس پر

امان اللہ خان نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو آپ لوگ میرا ساتھ دیں اور قصاص لینے میں میری اعانت کریں۔ حاضرین نے اس سے اتفاق کیا اور امیر امان اللہ خان کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کو افغانستان کا بادشاہ تسلیم کرلیا امیر امان اللہ خان نے ان ارکینِ سلطنت کے اہل و عیال کو اپنے زیرنگرانی کر لیا جو سردار نصر اللہ خان کے حامی تھے اور ان کے گھروں اور جائدادوں پر قبضہ کرلیا علاوہ ازیں اس نے کابل میں موجود اسلحہ کے ذخائر اور خزانہ بھی اپنے تصرفّ میں لے لئے۔ اُس نے ایک فرمانِ شاہی کے ذریعہ سردار نصر اللہ خان اور اس کے حامیوں۔ سردار عنایت اللہ خان اور مستوفی الملک مرزا محمد حسین بریگیڈئیر جو کابل کا مستقل گورنر امیر عبدالرحمٰن خان اور امیر حبیب اللہ خان کے زمانہ سے چلا آرہا تھا کونوٹس دیا کہ وہ لوگ حکومت کے باغی اور امیر حبیب اللہ خان کے قاتل ہیں اس لئے فوراً سردار نصر اللہ خان دعویٰ بادشاہی سے دستبردار ہوا اور وہ اور اس کے ساتھی پابجولان کابل میں حاضر ہوں اور اپنی صفائی پیش کریں۔ اب سردار نصر اللہ خان اور اس کے ساتھیوں نے اپنے آپ کو بے بس پایا۔ سردار نصر اللہ خان نے دستبرداری کا اعلان کر دیا اور تینوں اور ان کے دیگر حامی سردار پابجولان کابل لائے گئے۔

تحقیقات کے بعد سردار نصر اللہ خان کو عمر قید اور سردار عنایت اللہ خان اور سردار ہدایت اللہ خان کو کابل میں نظر بند کر دیا گیا اور مرزا بریگیڈیئر محمد حسین مستوفی الملک کو قتل کروا دیا اس کے علاوہ بھی بعض افسروں کو سزائے موت اور سزائے قید دی گئی۔ کچھ عرصہ بعد پر سردار نصر اللہ خان کو خفیہ طور پر دم بند کر کے مروا دیا۔

امیر حبیب اللہ خان کی بیوی عُلیاء حضرت جو امیر امان اللہ خان کی والدہ تھیں قندھار کے ایک صاحبِ رسوخ خاندان سے تھیں اور امیر حبیب اللہ خان کی چہیتی اور صاحبِ اثر ورسوخ بیوی تھیں اور ان کو اس کے عہد میں بڑا اقتدار حاصل تھا۔ جب امیر حبیب اللہ خان ۱۹۰۹ء میں ہندوستان کے دورہ پر آئے تو بیان کیا جاتا ہے کہ انگریزوں نے ان کو رنگین مزاج بنا دیا تھا اور ان میں یہ تبدیلی ان کے قتل کا باعث بن گئی۔ علیاء حضرت کو امیر حبیب اللہ

خان کی رنگین مزاجی پسند نہ تھی اس وجہ سے امیران سے ناراض رہنے لگا اور عُلیا حضرت - امیر کی نظروں سے گر چکی تھی اور امیر نے ان کو شاہی محل سے بھی نکلوا دیا تھا - سنا جاتا ہے کہ وہ اس بے عزتی کو برداشت نہ کر سکیں اور انہوں نے امیر مقتول کے خلاف سازشیں شروع کر دی تھیں - جن کا انجام بالآخر امیر حبیب اللہ خان کے قتل پر منتج ہوا - اوران کی پس پردہ کوششوں سے ان کا اپنا بیٹا امیر امان اللہ خان بادشاہ بن گیا - امیر امان اللہ خان فوج کی امداد حاصل کرنے میں بھی کامیاب ہو گیا اس نے فوجیوں کی تنخواہیں بھی بڑھا دیں -

جلال آباد کے علاقہ میں فوج نے نہ صرف امیر امان اللہ خان کی بادشاہت کو تسلیم کیا بلکہ ان لوگوں کو بھی گرفتار کیا جو امیر امان اللہ خان کے خلاف تھے اور جن پر امیر حبیب اللہ خان کے قتل کا الزام تھا - امیر امان اللہ خان نے بادشاہ بن کر تمام صوبوں کے گورنر بدل دیئے اور ان میں سردارانِ پشاور کے خاندان کے آدمی لگائے جو عرفِ عام میں مصاحبین کہلاتے تھے سردار جنرل محمد نادر خان بھی مصاحبین میں شامل تھا -

قندھار کے صوبہ میں امیر امان اللہ خان نے سردارانِ قندھار میں سے ایک شخص لوہ ناب خوش دل خان کو گورنر مقرر کیا - یہ شخص امیر امان اللہ خان کی والدہ عُلیاء حضرت کا سوتیلا بھائی تھا اور ویسے بھی امیر حبیب اللہ خان اور امیر عبدالرحمٰن خان کے خاندان کا جدی رشتہ دار تھا جیسا کہ امیرانِ افغانستان کے شجرۂ نسب سے واضح ہو گا جو اس رسالہ میں دیا گیا ہے - (۳۹)

امیر امان اللہ خان کی تخت نشینی کے بعد صاحبزادگان کے حالات

جب امیر امان اللہ خان بادشاہ بن گیا تو اس نے سات دِن تک امیر حبیب اللہ خان کا سوگ منایا - اُس کے بعد کئی ماہ تک تخت نشینی کا جشن منایا گیا - کابل کے باہر سے بڑے بڑے لوگ اور سرداران قبائل نئے امیر کی بیعت کے لئے بلائے گئے اور ان کے اعزاز میں دعوتوں کا اہتمام کیا گیا -

سمت جنوبی یعنی خوست وغیرہ سے بھی لوگ بلائے گئے ان میں ایک بڑا آدمی خان

ببرک خان بھی تھا جو حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف شہید سے عقیدت رکھتا تھا جب وہ بیعت کے لئے پیش ہوا تو اس کے ساتھ صاحبزادہ عبدالسلام بھی بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے تھے- اس موقعہ پر خان ببرک خان نے بادشاہ سے صاحبزادگان کے بارہ میں درخواست کی کہ ان کو ان کے وطن خوست بھجوا دیا جائے اس پر بادشاہ نے حکم دیا کہ صاحبزادگان خوست واپس چلے جائیں اور اُن کی جائداد بھی ان کو واپس کر دی جائے-(۴۰)

''جب امیر امان اللہ خان صاحب حکمران ہوئے تو ان کی حکومت کے ابتدائی ایام میں ...... علاقہ خوست کے سرکردہ لوگوں نے جن کا ہیڈ ایک مشہور و معروف شخص ببرک خان تھا (اس نے) درخواست دی ...... اس پر امیر امان اللہ خان صاحب نے ہم کو رہا کر دیا اور ساتھ ہی یہ حکم دے دیا کہ ان کو ان کی جائداد مل جائے اس امر کے متعلق ہمیں امیر امان اللہ صاحب کی طرف سے ایک فرمان بھی ملا جو ہم نے علاقہ خوست کے گورنر کو لا کر دے دیا ...... اس طرح ایک دفعہ پھر ہمارا خاندان اپنے وطن آ گیا اور زندگی بسر کرنے لگا''(۴۱)

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف شہید کا گھرانہ واپس اپنے وطن خوست میں

جب بادشاہ امان اللہ خان نے حضرت صاحبزادہ صاحب کے گھرانہ کو خوست واپس جانے کی اجازت دی اور ان کی جائداد کے واپس کئے جانے کا حکم دے دیا تو تین دن کے اندر یہ لوگ خوست روانہ ہو گئے-

سردار شیریں دِل خان جو امیر عبدالرحمٰن خان اور امیر حبیب اللہ خان کے ابتدائی زمانہ میں حاکم خوست تھا- اب اس کا بیٹا سردار عطا محمد خان حاکم خوست تھا سردار شیرین دل خان کا سارا خاندان حضرت صاحبزادہ صاحب سے عقیدت رکھتا تھا اس کی بیوی نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی بیعت کی ہوئی تھی اس کا ایک بیٹا سردار عبدالرحمٰن جان حضرت صاحبزادہ صاحب کی شہادت کے وقت کابل میں موجود تھا- جب سید احمد نور کابلی نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی نعش پتھروں کے نیچے سے نکالی اور انہیں تابوت میں رکھ کر کابل کے ایک قبرستان میں

امانتاً دفن کیا تو اس سارے کام میں سردار عبدالرحمٰن جان نے مدد کی اور سید احمد نور کو رقم بھی دی تا کہ وہ تابوت اور کفن وغیرہ خرید لیں- جب تابوت قبرستان میں لایا گیا تو سردار عبدالرحمٰن جان نے ان کا جنازہ بھی پڑھایا اور انہی دنوں اس نے احمدیت بھی قبول کر لی اور سید احمد نور کے ہاتھ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک جائے نماز بھی تحفۃً بھجوائی- اس وجہ سے سردار عطاء محمد خان حاکم خوست کو بھی صاحبزادگان سے ہمدردی تھی جب صاحبزادگان کی ملاقات عطا محمد خان سے ہوئی تو اس نے اپنے سیکرٹری کو کہا کہ ان کو دو خط دیئے جائیں ایک خط برگٹ خوست کے نام دیا جائے جس کا نام شاہ بزرگ تھا اور اس کو ہدایت دی گئی کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے گھرانہ کو ان کی زمین دے دی جائے- دوسرا خط حاکم چمکنی کے نام تھا جس کا نام محی الدین تھا چمکنی میں بھی ان کی زمین تھی-

خوست والی زمین ان کو فوراً واپس مل گئی حاکم چمکنی کے نام خط لے کر صاحبزادہ عبدالسلام جان گئے انہوں نے یہ خط چمکنی میں حوالدار بادشاہ خان کو دیا جو پہلے کابل میں رہتا تھا اس کے ساتھ اس خاندان کے پرانے تعلقات تھے اس نے چمکنی والی زمین کا بھی انتظام کر دیا یہ زمین بارہ حصوں میں منقسم تھی جن میں ایک حصہ صاحبزادگان کا تھا- جب زمین واپس مل گئی تو یہ خاندان آرام سے اپنے وطن میں رہنے لگا-

صاحبزادگان کی واپسی کی خبر سن کر دور دور سے رشتہ دار آنے لگے اور انہوں نے تحائف پیش کئے- علاوہ ازیں احمدیوں نے بھی دُنبے وغیرہ پیش کئے-(۴۲)

صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی بیان کرتے ہیں کہ کسی رشتہ دار نے ہماری رپورٹ برگیڈئیر سے کر دی کہ صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف شہید کے خاندان کے لوگوں کا تعلق خوست کے احمدیوں سے ہے اور ان کو ان کی طرف سے تحائف اور مال آنا شروع ہو گیا ہے- اس واسطے ان کی نگرانی رکھنی ضروری ہے- وہاں ایک ایسا آدمی تھا جس کا صاحبزادہ عبدالسلام جان سے تعلق تھا- اس نے عبدالسلام جان کو اس شکایت کی اطلاع کر دی- اس پر عبدالسلام جان ملاقات کے لئے گئے اور برگیڈئیر کو کہا کہ ہر آدمی کے کچھ دشمن ہوتے ہیں- ہمارے بھی بڑے

دشمن ہیں اس واسطے اگر ہمارے خلاف کوئی شکایت ہو تو اس کی تحقیق ضرور کریں بریگیڈیئر کے عبدالسلام جان سے اچھے تعلقات تھے اس نے بڑے ادب واحترام سے جواب دیا کہ شکایت کی صورت میں ضرور تحقیق کی جائے گی- اگر بغیر تحقیق کے کوئی کاروائی کرنی ہوتی تو اب تک میں کچھ کر چکا ہوتا کیونکہ جب سے تم لوگ خوست آئے ہو تمہارے بارے میں بہت سی رپورٹیں پہنچی ہیں لیکن میں نے ان سب کو رد کر دیا ہے کیونکہ میں خود انہیں غلط سمجھتا ہوں-(۴۳)

افغانستان کی تیسری جنگ اور امیر امان اللہ خان کی طرف سے انگریزی حکومت کے خلاف جہاد کا اعلان

امیر امان اللہ خان نے بادشاہ بنتے ہی انگریزوں کے خلاف جنگ چھیڑ دی جو افغانستان کی تیسری جنگ کہلاتی ہے- اس جنگ میں علاوہ افغانستان کی باقاعدہ فوج کے قبائل اور عوام میں بھی جہاد کا اعلان کیا گیا اور افغانوں نے تین محاذوں پر برٹش انڈیا پر حملہ کیا- ایک حملہ تو ڈکہ کے علاقے میں یعنی کابل سے پشاور آنے والی سڑک کے راستہ کیا گیا دوسرا حملہ قندھار کی جانب سے کیا گیا-

اور تیسرا حملہ افغانستان کی سمت جنوبی خوست وغیرہ کی جانب سے کوہاٹ کی جانب کیا گیا-

اس حملہ کی کمان جنرل محمد نادر خان نے سنبھالی ہوئی تھی-

چونکہ حملہ کی پہل افغانستان نے کی تھی اس لئے ابتداء میں ان کو کامیابی ہوئی اور وہ برٹش انڈیا کے اندر گھس گئے جنرل محمد نادر خان فوج اور قبائل حامیوں کی مدد سے ٹل ضلع کوہاٹ تک پہنچ گیا-

عطا محمد خان حاکم خوست جو سردار شیریں دل خان کا بیٹا تھا اس نے صاحبزادہ عبدالسلام جان کو تحریک کی کہ وہ بھی اس ''جہاد'' میں شامل ہوں چنانچہ صاحبزادہ عبدالسلام صاحب اپنے پچاس خدام کے ساتھ ٹل کے محاذ پر جنگ میں شامل ہوئے اور ٹل کو افغانوں نے

فتح کرلیا اور افغان فوجیں ٹل پر قابض ہوگئیں یہ رمضان المبارک کے ایّام تھے اس جنگ میں انگریزوں نے فوری کارروائی کی اور پیچھے سے فوجیں لاکر افغان حملہ کا مقابلہ کیا اور ان کو روک دیا بعض پرانے ہوائی جہاز بھی انگریزوں نے استعمال کئے چنانچہ ٹل اور کابل وغیرہ پر بمباری کی گئی اس سے افغانوں میں دہشت پھیل گئی اور ان کا خاصہ جانی نقصان ہوا اس پر امیر امان اللہ خان لڑائی بند کرنے پر تیار ہوگیا اور اس بارہ میں اس نے وائسرائے ہند کو لکھا کہ وہ سیز فائر یعنی جنگ بندی کے لئے تیار ہے پہلے تو انگریزوں نے پرواہ نہیں کی بالآخر وہ بھی جنگ بندی کے لئے تیار ہوگئے اور دونوں طرف کے نمائندے راولپنڈی میں جنگ بندی کا فیصلہ کرنے کے لئے جمع ہوئے۔

افغانستان کی طرف سے سردار علی جان خان جنگ بندی اور صلح کے لئے راولپنڈی گیا۔ اور دونوں فریقوں کا جنگ بندی پر اتفاق ہوگیا۔

افغانستان کو اس جنگ کا کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا۔ امیر امان اللہ خان کا خیال تھا کہ اس کے نتیجہ میں وہ ڈیورنڈ لائن سے جانب شرق بعض علاقے جو صوبہ سرحد یا بلوچستان میں شامل تھے افغانستان میں شامل کروانے میں کامیاب ہو جائے گا لیکن انگریز اپنے موقف پر سختی سے قائم رہے اور انہوں نے برطانوی ہند کا کوئی علاقہ افغانستان کو دینے سے انکار کر دیا۔

اس وقت امیر عبدالرحمٰن خان اور امیر حبیب اللہ خان کے زمانہ سے افغانستان کو خارجی خودمختاری حاصل نہ تھی اور دفاع اور امور خارجہ میں افغانستان انگریزوں کے ماتحت تھا اور اس کے عوض افغانستان کے اُمراء کو لاکھوں روپیہ وظیفہ ملتا تھا۔

انگریزوں نے صلح اور جنگ بندی کی گفت وشنید میں افغانستان کی خارجی خودمختاری تسلیم کر لی اور اس کے نتیجہ میں افغانستان ایک آزاد مملکت کی صورت میں منصۂ ظہور پر آیا۔ انگریزوں نے وظیفہ کی وہ رقم جو اُمراءِ افغانستان کو دیا کرتے تھے اس کی ادائیگی بند کر دی۔

سردار علی جان خان نمائندہ افغانستان کو یہ اُمور تسلیم کرنے پڑے اور اس نے جنگ بندی کے معاہدہ پر دستخط کر دیئے امیر امان اللہ خان حسبِ خواہش تمام مقاصد کے حصول میں

نا کامی کی وجہ سے جنگ میں افغانوں کی فوج کے انگریزوں کا کامیاب مقابلہ نہ کر سکنے کی وجہ سے مایوسی کا شکار ہوگیا اور سردار علی جان سے اس وجہ سے ناراض ہوگیا کہ اس کی رائے میں اس صلح کے کرنے میں وہ ناکام ثابت ہوا اور ڈیورنڈ لائن میں کوئی ترمیم افغانستان کے حق میں نہ کروا سکا۔ جب سردار علی جان خاں واپس کابل آیا تو امیر امان اللہ خان کی نظروں سے گر چکا تھا اسی طرح افغانستان کی آزادی اور جمہوریت کی دلدادہ پارٹی سردار محمود خان طرزی کی قیادت میں سردار علی جان خان سے ناراض ہوگئی جنگ بندی کا معاہدہ ۱۶/اگست ۱۹۱۹ء راولپنڈی میں مکمل ہوا۔ اس کے نتیجہ میں امیر امان اللہ خان نے سردار علی جان خان کو کابل میں نظر بند کر دیا یہ نظر بندی کئی سال جاری رہی۔ (۴۴)

اس زمانہ میں سمت جنوبی کے حکمرانوں کا صاحبزادگان سے سلوک

کچھ مدت کے بعد شاہ محمود خان برادر جنرل محمد نادر خان کی شادی امیر امان اللہ خان کی ہمشیرہ قمر النساء سے ہوگئی یہ شخص سمت جنوبی کا حاکم مقرر ہو کر آیا اور گردیز میں قیام کیا جو صوبہ پکتیا کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ دورہ کرتے ہوئے خوست بھی آیا کیونکہ یہ شکار و تفریح کا دلدادہ تھا سیّدگاہ کے قریب ایک باغ میں ڈیرہ لگایا۔

بعض وجوہات سے شاہ محمود خان اور اس کی بیوی حضرت صاحبزادہ صاحب کے خاندان سے ناراض ہو گئے چنانچہ وہ راتوں رات ڈیرہ اٹھا کر چلا گیا اور جاتے وقت صاحبزادگان کو دھمکی دے گیا کہ اب میں تمہیں درست کر دوں گا۔

تھوڑے عرصہ بعد کابل سے اطلاع آئی کہ شاہ محمود خان پکتیا سے کابل واپس چلا گیا اور افغانستان کے ایک اور مقام پر اس کو بغاوت کے فرو کرنے کے لئے بھجوا دیا گیا۔ اور یہ خطرہ ٹل گیا۔

اس کے بعد ایک شخص امیر الدین خان حاکم مقرر ہو کر آئے یہ دراصل گجرات کے رہنے والے تھے اور بڑے اچھے آدمی تھے انہوں نے مشورہ دیا کہ تمہارے خاندان میں سے

کچھ افراد حکومت میں ملازم ہونے ضروری ہیں- اس پر میں (یعنی صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی صاحب) سیکرٹری اور صاحبزادہ سید محمد طیب جان صاحب بطور صندوق دار یعنی خزانچی مقرر ہو گئے-

امیر الدین صاحب قریباً تین سال تک خوست میں حاکم رہے اور ہمیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہوئی- اس دوران میں امیر امان اللہ خان نے سمتِ جنوبی کا دورہ کیا اور گردیز مقام پر اس نے تقریر کی کہ احمدی اچھے لوگ ہیں کیونکہ جس حکومت کے ماتحت رہتے ہیں اس کی فرماں برداری کرتے ہیں میں ان لوگوں کو پسند کرتا ہوں-

نوٹ از مرتب: یہ غالباً ۱۹۲۲ء کا ذکر ہے جب کہ حکومت افغانستان آزادی ضمیر مذہبی رواداری اور جمہوریت کی دلدادہ تھی اور نہ صرف اس کا اعلان کرتی تھی بلکہ اس کی عملی کوشش بھی تھی کہ افغانستان کے ملاّنوں کو جو تعصّب مذہبی پھیلانے کے ذمہ دار ہیں دبایا جائے اور ایسے قوانین نافذ کئے جائیں جن سے عوام میں آزادی کا شعور ترقی کرے افغانستان کے بعض وزراء اور سیاسی لیڈر جن کے سرفہرست سردار محمود خان طرزی تھے اس پالیسی کو تیار کرنے والے اور اسے پروموٹ کرنے والے تھے اور ان کا اثر امیر امان اللہ خان بھی قبول کرتا تھا- (۴۵)

احمدیوں کے بارہ میں حکومت افغانستان کے رویہ میں سختی اور مظالم اور تشدد کی کارروائیاں

افغانستان کے سمت جنوبی یعنی خوست پکتیا اور ملحقہ علاقوں میں آباد اقوام منگل، جدران چمکنی وغیرہ نے امیر امان اللہ خان کی آزاد پالیسیوں اور اصلاحات کو اپنے خیالات فرسودہ کے مطابق خلافِ شریعت وقرآن قرار دے دیا اور امیر امان اللہ خان پر نہ صرف فتویٰ کفر لگایا بلکہ اپنے خیال میں اس کو قادیانی قرار دے دیا اس بغاوت کا سرغنہ ملائے عبداللہ، ملائے لنگ اور اس کا داماد ملا عبدالرشید ملائے دنیگ تھا انہوں نے سمت جنوبی کے دوسرے ملاؤں اور پیروں سے مل کر کھلم کھلا آتشِ فساد اور بغاوت بلند کر دی- انہوں نے خوست کے

احمدیوں کو بھی اس بغاوت میں شریک ہونے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی لیکن احمدیوں نے اپنے اس اصول کے تحت کہ حکومت وقت کے خلاف بغاوت کرنا ان حالات میں جائز نہیں اس میں شمولیت سے معذرت کر دی اور اس بغاوت سے الگ رہے اس پر باغیوں نے اس علاقہ کے احمدیوں کی جائدادوں اور املاک کو لوٹا اور احمدیوں کو لتاڑا اور اُن کو ایذائیں دینے لگے اس پر بہت سے احمدی برطانوی ہند کی طرف جانے پر مجبور ہو گئے باغیوں نے یہ بھی مشہور کیا کہ دراصل امیر امان اللہ خان خود بھی قادیانی ہے اسی لئے احمدی اس کے خلاف بغاوت میں شریک نہیں ہوتے اور یہ کہ کابل میں احمدیوں کا مشن مولوی نعمت اللہ خان کی سرکردگی میں موجود ہے- اگر امان اللہ خان قادیانی نہیں تو اسے چاہیئے کہ چند احمدیوں کو قتل کروائے جیسا کہ اس کے باپ امیر حبیب اللہ خان اور دادا امیر عبدالرحمٰن خان نے قتل و سنگسار کروائے تھے- اس پر امیر امان اللہ خان نے سردار علی احمد جان کو نظر بندی سے نکال کر سمت جنوبی بغاوت رفع کرنے کے لئے بھجوایا سردار علی احمد جان نے باغیوں سے گفت وشنید کی اور ان کی شرائط قبول کر لیں اور امیر امان اللہ خان نے بھی قرآن مجید پر قسم کھا کر یہ اقرار کیا کہ باغیوں کے لیڈروں کو کچھ نہیں کہا جائے گا چنانچہ وہ کابل جانے پر رضامند ہو گئے امیر امان اللہ خان نے احمدیوں پر مظالم شروع کروا دیئے چنانچہ پہلے تو ۱۹۲۴ء میں احمدی مبلغ مولوی نعمت اللہ خان کو سنگسار کروا کے شہید کروا دیا پھر دو اور احمدیوں مولوی عبدالحلیم صاحب اور قاری نور علی صاحب کو مورخہ ٦ فروری ۱۹۲۵ء کو ایک ہی دن میں سنگسار کروا دیا-

خدا کے فضل سے ان تینوں نے احمدیت کی خاطر بڑی بہادری سے جان دی- اگر چہ اس وقت حضرت صاحبزادہ صاحب کا خاندان براہِ راست ایذا دہی سے بچا رہا لیکن آئندہ ان کو بھی ظلم وستم کا شکار بننا پڑا جس کا ذکر آگے آئے گا-(۴٦)

حضرت صاحبزادہ صاحب سید محمد عبداللطیف شہید کے خاندان کے افغانستان سے نکلنے اور ہندوستان میں آنے اور قادیان کی زیارت کرنے کے حالات

اس بارہ میں اخبار الفضل رقم طراز ہے کہ جیسا کہ احباب کرام کو اطلاع دی جا چکی ہے احمدیت پر قربان ہونے والے شہید صادق حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب مرحوم کے دو صاحبزادے جن کے نام سید ابوالحسن صاحب و محمد طیب صاحب ہیں چند دن سے قادیان تشریف لائے ہیں جنہیں دیکھ کر خوشی اور مسرت کے جذبات کے ساتھ ان کے والد بزرگ کی شہادت کا واقعہ تازہ ہو جاتا اور اس سے خاص جوش پیدا ہوتا ہے- صاحبزادگان موصوف کے چہروں پر نجابت اور شرافت کے آثار نمایاں ہیں اور سلسلہ احمدیہ سے اخلاص اور محبت واضح طور پر مشاہدہ کی جا سکتی ہے-

چونکہ ان کے والد بزرگ کی احمدیت کے لئے قربانی اور جاں نثاری کے واقعہ کے ساتھ جماعت احمدیہ کے پاک جذبات وابستہ ہیں- نیز ان کے اس وقت تک کے حالات زندگی بھی احمدیت کی خاطر ایثار اور قربانی کے بے نظیر واقعات سے مملو ہیں اس لئے ایڈیٹر الفضل نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر خواہش کی کہ وہ اپنے حالات مختصر طور پر بیان فرمائیں- تا جماعت احمدیہ ان سے آگاہ ہو کر ایمانی لذت اور سرور حاصل کر سکے اور......اس کے اندر جوش اور ولولہ پیدا ہو-

ایک مختصر سی ملاقات میں بوساطت برادرم نیک محمد خان صاحب صاحبزادگان موصوف نے اپنے جو حالات بیان کئے وہ احباب کرام کے ازدیاد ایمان کے لئے درج ذیل کئے جاتے ہیں-

صاحبزادہ سید احمد ابوالحسن قدسی صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب ہمارا خاندان امیر امان اللہ خان کے فیصلہ کے مطابق خوست آ گیا اور زمینیں بھی ہمیں واپس مل گئیں تو اس حالت میں چار سال کا عرصہ گزرا ہوگا کہ امیر امان اللہ خان کے خلاف بغاوت پھوٹ پڑی ہم

چونکہ حکومت کے خیر خواہ تھے اور سرکاری آدمیوں کے ساتھ علاقہ میں پھر کر بغاوت فرو کرنے کی کوشش کر رہے تھے اس لئے باغیوں نے ہماری عدم موجودگی میں ہمارے مکانات جلا دیئے اور باغات کاٹ ڈالے لیکن چونکہ بغاوت احمدیت کے خلاف کی گئی تھی اور ہم احمدی مشہور تھے اس لئے حکومت نے سید میر اکبر صاحب سید ابوالحسن قدسی، شیخ عبدالصمد صاحب اور امین گل صاحب کو پکڑ کر قید کر دیا- سات دن کے بعد مؤخر الذکر دو شخصوں کو تو رہا کر دیا اور باقی کو قید رکھا گیا- ہم ۱۹ ماہ تک قید میں رہے- اس اثناء میں چونکہ درگئی کے علاقہ میں امن تھا- کیونکہ اس علاقہ کے لوگ امیر کے حامی تھے اس لئے باقی ماندہ خاندان کو بھی اس علاقہ میں پہنچا دیا گیا- ان دنوں صاحبزادہ محمد طیب جان صاحب آزاد تھے ان کی کوشش اور سعی سے خوست کے سربرآوردہ لوگوں نے حکومت کو اس قسم کی درخواست دی جو پہلے بھی ہمارے بارہ میں حکومت کو کر چکے تھے- اس پر وزیر حربیہ نے ایک طرف تو یہ حکم لکھ دیا کہ ان کو رہا کر دیا جائے دوسری طرف اس مقامی حاکم کو جس کی نگرانی میں ہمیں رکھا گیا تھا یہ لکھا کہ انہیں رہا نہ کرو بلکہ میرے پاس بھجوا دو میں ان کو کابل لے جاؤں گا اس حاکم کا نام گل محمد تھا- اور وزیر حربیہ نے یہ بھی ہدایت دی کہ صاحبزادہ محمد طیب جان اور صاحبزادہ عبدالسلام جان کو بھی گرفتار کرلو مع ان کے تمام خاندان کے- جب حاکم کو یہ دو متضاد حکم ملے تو اس نے صاحبزادہ محمد طیب جان سے کہا کہ میں وزیر حربیہ سے دریافت کرتا ہوں کہ ان دو مختلف باتوں کا کیا مطلب ہے؟ کس پر عمل کیا جائے ان کا جواب آنے پر میں جواب دوں گا-

یہ حالت دیکھ کر صاحبزادہ محمد طیب جان صاحب راتوں رات وہاں سے چل کر اپنے لواحقین کے پاس درگئی پہنچ گئے وہاں انہوں نے دیکھا کہ ان کے بھائی صاحبزادہ عبدالسلام کی گرفتاری کے لئے تین فوجی سوار آئے ہوئے ہیں-

اس پر انہوں نے تمام خاندان سمیت نکل کر کہیں اور جانے کی تیاری شروع کر دی- جو بھائی قید تھے انہوں نے بھی کہہ دیا تھا کہ ہمیں بحوالہ خدا کر کے کہیں دور چلے جاؤ-

اس تجویز کے ماتحت رات کو بارہ بجے سید عبدالسلام صاحب مع سارے خاندان کے

مکان کے ایک طرف سے نکل کھڑے ہوئے اس وقت فوجی سوار مکان کے دوسری طرف تھے اور صاحبزادہ محمد طیب صاحب گھر کے بقیہ سامان واسباب کو سنبھال کر صبح ایک دوسرے راستہ سے روانہ ہوئے۔

جب ان تین سواروں کو ہمارے نکل جانے کا علم ہوا تو وہ گاؤں کے نمبرداروں اور سربرآوردہ لوگوں کو لے کر ہمارے تعاقب میں چلے اور ایک مقام پر جس کا نام گریز ہے۔ صبح کے وقت سب کو گرفتار کر لیا اور واپس گاؤں میں لے آئے عورتوں اور بچوں کو تو ایک شریف آدمی جس کا نام بہرام خان تھا کی ضمانت پر چھوڑ دیا اور مردوں کو قید کر کے خوست کی چھاؤنی میں لے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد خوست کا حاکم بدل گیا اور اس کی جگہ دوسرا حاکم آ گیا اس پر ہم نے اس کو درخواست دی کہ ہم بے قصور ہیں ہمیں چھوڑ دیا جائے اس پر اس نے ہماری مسل منگوائی جسے پڑھ کر اس نے کہا کہ صاحبزادہ عبدالسلام جان کو تو میں خود رہا کرتا ہوں باقی دو کی رہائی کے لئے حاکم اعلیٰ کو لکھ کر مسل اسے بھجوادی اس نے جواب بھجوایا کہ ان لوگوں نے چونکہ احمدیت کی وجہ سے بغاوت کی تھی اور احمدیت کے باعث ان کو گرفتار کیا گیا تھا اس لئے ان کے متعلق خوست کے سرداروں سے مشورہ کیا جائے کہ ان کو رہا کر دیا جائے یا نہ۔ خوست کے سرکردہ لوگوں نے کہا کہ ہم ان کا کوئی قصور نہیں سمجھتے یہ لوگ خود شریف ہیں اور شریف زادے ہیں انہوں نے کبھی حکومت کے خلاف کسی فساد میں حصہ نہیں لیا۔ اپنے باپ کے وقت سے حکومت کے خیر خواہ اور مددگار چلے آئے ہیں اس پر ہمیں رہا کر دیا گیا۔

اس کے بعد ایک ہفتہ ہی گزرا تھا کہ خوست کے گورنر نے حکم بھیجدیا کہ ان کو گرفتار کر کے کابل بھیج دیا جائے اس پر سید ابوالحسن قدسی کو گرفتار کر کے خوست کی چھاؤنی میں لے گئے وہاں حاکم ضلع سے حاضری کی ضمانت لے کر اس لئے رہا کر دیا کہ اپنے باقی بھائیوں کو بھی جا کر لے آؤ۔ سید ابوالحسن قدسی کے واپس آنے پر سارے خاندان نے مل کر مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہئیے۔ آخر یہ تجویز ہوئی کہ چونکہ ہمارے متعلق حکومت کی نیت بخیر نہیں معلوم ہوتی اس لئے ہمیں یہ ملک چھوڑ کر باہر چلے جانا چاہئیے۔ چنانچہ ۲ فروری ۱۹۲۶ء کو وہاں سے

چل کر علاقہ بنوّں میں جہاں خاندان کی اپنی جاگیر ہے پہنچ گئے- آخری دفعہ جب صاحبزادگان کو قید کیا گیا تھا تو اس کا علم ہونے پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میاں نیک محمد صاحب غزنوی کو قادیان سے ان کے حالات دریافت کرنے کے لئے بھجوایا تھا اب جب سارا خاندان بنوّں کے علاقہ میں آ گیا تو حضور نے ان کو خوش آمدید کہنے کے لئے نیک محمد خان صاحب غزنوی کو بنوّں کے علاقہ میں بھجوایا- چنانچہ حضرت صاحبزادہ محمد عبداللطیف صاحب کے دو صاحبزادے سید ابوالحسن قدسی اور سید محمد طیب جان نیک محمد خان صاحب غزنوی کے ساتھ قادیان آ گئے-

۱۹۲۶ء میں خاندان کے وہ افراد جو افغانستان سے نکل کر بنوّں کے علاقہ میں سرائے نورنگ مقام پر آئے ان میں حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب شہید کے خاندان کے مندرجہ ذیل تیرہ افراد تھے-

(۱) صاحبزادہ سید محمد عبدالسلام جان صاحب

(۲) صاحبزادہ سید احمد ابوالحسن قدسی صاحب

(۳) صاحبزادہ سید محمد طیب جان صاحب

(۴) اہلیہ محترمہ حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف شہید جو صاحبزادہ سید محمد طیب جان کی والدہ تھیں-

(۵) صاحبزادہ سید محمد ہاشم جان ابن صاحبزادہ سید محمد سعید جان شہید کابل

(۶) اہلیہ صاحبہ سید محمد ہاشم جان صاحب

(۷) (۸) صاحبزادہ سید محمد ہاشم جان کی دو بیٹیاں

(۹) (۱۰) صاحبزادہ سید محمد عبدالسلام جان صاحب کے دو بیٹے جن کے نام سید ہبت اللہ اور سید حمایت اللہ ہیں

(۱۱) ہمشیرہ صاحبہ حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب شہید

(۱۲) (۱۳) ہمشیرہ صاحبہ کے دو بیٹے عبدالرب صاحب و عبدالقدوس صاحب

۱۹۲۶ء میں ان میں سے دو صاحبزادگان یعنی صاحبزادہ سید احمد ابوالحسن قدسی اور صاحبزادہ سید محمد طیب جان قادیان آ کر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملے۔ ان کا بیان ہے کہ ''حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ پہلی ہی ملاقات کرنے پر حضور نے ہم پر اس قدر شفقت اور نوازش فرمائی ہے کہ ہمیں اپنی تمام تکالیف اور مصائب بھول گئے ہیں اور ہم حضور کے لطف و کرم کا شکریہ ادا کرنے سے اپنے آپ کو قطعاً قاصر پاتے ہیں یہ ہماری انتہائی خوش قسمتی اور نیک بختی ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں اس ارضِ مقدس کی زیارت کا شرف بخشا۔ جہاں سے ہمارے والد محترم نے نُور حاصل کیا تھا اور جہاں ہم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی قدم بوسی سے مشرف ہوئے''

اس کے بعد اخبار الفضل تحریر کرتا ہے کہ احباب کرام نے اس سرگزشت کو پڑھ کر اندازہ لگایا ہوگا کہ صاحبزادگان نے اپنے حالات بیان کرتے ہوئے اپنی ذاتی تکالیف کا بہت کم ذکر کیا ہے حالانکہ ان سے عرض کر دیا گیا تھا کہ چونکہ ان کے مصائب اور مشکلات جماعت کے لئے ازدیادِ ایمان کا باعث ہوں گے۔ اس لئے وہ افغانی حجاب کو قطع نظر کرتے ہوئے وضاحت سے ان کا ذکر کریں بہرحال جس قدر حالات انہوں نے بیان کئے ہیں وہ بھی کوئی کم مؤثر نہیں ہیں۔ ان کی ہمت اور جرأت و استقلال کا ثبوت ہیں احباب دعا فرمائیں کہ شہید مرحوم کے ان نونہالوں کو اپنے والد محترم کی شاندار یادگار بنائے اور اُن برکات و فیوض سے بہرہ وافر بخشے جن کی خاطر انہوں نے اس قدر مشکلات اور تکالیف کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ (۴۷)

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف شہید کے صاحبزادہ سید محمد طیب جان کا ایک خواب ''مبایعین حق پر ہیں''

ترجمہ از فارسی:۔ ۳۱/ مارچ ۱۹۲۶ء کی رات کو میں شہر پشاور میں سویا ہوا تھا۔ میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا کہ حضورؑ جنوب کی طرف منہ کئے بیٹھے ہیں اور حضورؑ کے اردگرد تمام افغان لوگ ہیں۔ جن میں بعض بیٹھے ہیں اور بعض کھڑے

ہیں اور حضورؑ کے سامنے ہم تینوں بھائی عبدالسلام و احمد ابوالحسن و محمد طیب بیٹھے ہوئے ہیں۔مگر سب سے زیادہ حضورؑ کے قریب ابوالحسن صاحب جو کہ اس وقت قادیان میں سکونت پذیر ہیں بیٹھے ہیں۔اسی اثناء میں ہم تینوں نے حضورؑ سے بیعت کی درخواست کی مگر حضورؑ نے فرمایا کہ میں نے ایک اور شخص کو تمہاری بیعت لینے کی اجازت دی ہے اس پر ہم نے فوراً ان افغانوں سے کہا کہ تم اردو میں حضورؑ کی خدمت میں ہماری طرف سے عرض کرو کہ ہم حضورؑ کی بیعت کو مقدس سمجھتے ہیں۔یہ کہنے پر حضورؑ نے ہمیں اردو میں یہ جواب دیا کہ میری اور اس شخص کی بیعت میں کوئی فرق نہیں۔اس وقت فوراً میری زبان سے یہ نکلا کہ اس شخص سے مراد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب ہیں۔ پھر ہم خاموش ہو گئے۔اسی اثنا میں ان افغانوں میں سے جو حضور کی خدمت میں حاضر تھے ایک نے آنحضور کا نام مبارک صرف ان الفاظ میں لیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے سوا کچھ نہ کہا۔اس کے کہنے سے مجھے پختہ یقین ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر راضی ہیں حالانکہ آپ نے اس شخص کی طرف غور سے بھی دیکھا۔مَیں خواب میں ہی اپنے دل میں کہتا ہوں کہ حضورؑ پر درود پڑھنے پر حضورؑ کے خاموش رہنے اور منع نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب اور صاحبزادہ سیف الرحمٰن صاحب پشاوری حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خلافت کے انکار کی وجہ سے غلطی پر ہیں کیونکہ درود رسولوں اور انبیاء پر کہنے کی سنت ہے۔'' (۴۸)

صاحبزادہ سید محمد طیب جان کی سرائے نورنگ ضلع بنوں کو واپسی اور صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی کا تعلیم دین کی غرض سے قادیان میں قیام

اخبار الفضل لکھتا ہے کہ

''صاحبزادہ سید محمد طیب صاحب ابن حضرت مولوی عبداللطیف صاحب شہید واپس تشریف لے گئے ہیں کیونکہ گھر کا انتظام و دیگر کاروبار انہی کے سپرد ہے۔

ان کے دوسرے بھائی صاحبزادہ سید ابوالحسن صاحب حصول تعلیم کی غرض سے ٹھہر گئے ہیں‘‘ (۴۹)

محترمہ اہلیہ صاحبہ حضرت صاحبزادہ محمد عبداللطیف شہیدؓ کا انتقال

اخبار الفضل قادیان ۱۲ نومبر ۱۹۳۹ء کو رقمطراز ہے کہ

’’یہ خبر نہایت رنج و افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ حضرت سید محمد عبداللطیف صاحب شہید کابل کی اہلیہ محترمہ جن کا نام شاہجہان بی بی تھا یکم نومبر بعد نماز عصر تین ماہ کے قریب علیل رہ کر انتقال فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

’’مرحومہ نہایت مخلص اور پُر جوش احمدی تھیں جب حضرت سید عبداللطیف صاحب کی شہادت کا نہایت دل دوز اور روح فرسا واقعہ سرزمین کابل میں وقوع پذیر ہوا تو انہوں نے اس وقت نہایت استقلال اور صبر کا نمونہ دکھایا اور اس کے بعد اپنی چھوٹی اور بڑی سب اولاد کو احمدیت کی تعلیم دینے اور اس کی صداقت پر پختہ کرنے میں منہمک ہوگئیں اور باوجود اس کے کہ حکومت کے علاوہ خاندان کے بعض لوگ بھی ہر رنگ میں دکھ اور تکالیف پہچانے اور مخالفت کرنے میں کمی نہ کرتے تھے مرحومہ ہر موقعہ پر یہی فرماتیں کہ اگر احمدیت کی وجہ سے میرے چھوٹے چھوٹے بچے اور میں خود بھی قتل ہو جاؤں تو اس پر خدا تعالیٰ کی بے انتہا شکر گزار ہوں گی اور بال بھر بھی اپنے عقائد میں تبدیلی نہ کروں گی مرحومہ کے اس عزم و استقلال کے مقابلہ میں مصائب و آلام کے کوہِ گراں آئے لیکن خدا کے فضل سے پَر کاہ کی طرح اُڑ گئے اور وہ اپنے مدعا میں کامیاب ہوگئیں چنانچہ حضرت سید عبداللطیف صاحب کے خاندان میں خدا کے فضل سے احمدیت پختہ ہوگئی اور ان کی ساری اولاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قابل رشک اخلاص و محبت رکھتی ہے۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پوری پوری پابند تھیں۔ انہوں نے اپنے ورثہ کے ۱/۳ حصہ کی وصیت بھی کی ہوئی تھی۔ ۱۹۲۶ء میں جب سے یہ خاندان خوست سے سرحد میں آیا۔ ہر سال سالانہ جلسہ پر تشریف لاتی تھیں۔ بیماری کی حالت میں بھی ان کی

خواہش تھی کہ قادیان پہنچیں اور مقبرہ بہشتی میں دفن ہوں .... ہم حضرت سید عبداللطیف صاحب مرحوم کے خاندان کی اس بزرگ خاتون کے انتقال پر تمام خاندان سے نہایت ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ مرحومہ کو اپنے قرب کے بلند درجات عطاء فرمائے۔ اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ نیز یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ احباب نماز جنازہ پڑھ کر محترمہ مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کریں۔'' (۵۰)

ہمارے استاد سید ابوالحسن قدسی صاحب

خدا کے فضل سے قادیان میں قیام کے دوران صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی صاحب نے دینی تعلیم حاصل کی اور اردو سیکھی اور اس میں تحریر کا ملکہ پیدا کیا۔

بعد ازاں مدرسہ احمدیہ قادیان و جامعہ احمدیہ قادیان اور تقسیم ہند کے بعد احمد نگر میں بھی استاد کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ پاکستان میں انتقال کیا اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ان کی شادی حضرت مولانا عبدالماجد بھاگلپوری کے خاندان میں کروادی تھی۔ خدا کے فضل سے آپ صاحب اولاد تھے۔ (۵۱)

مصادر ومنابع
Sources

تذکرۃ الشہادتین ۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۲۰

قلمی مسوّدہ بہ روایت سید محمد نور ۱۹۴۷ء

اخبار الفضل قادیان

عاقبۃ المکذبین حصہ اول سن اشاعت ۲۰ / اکتوبر ۱۹۳۶ء مطبوعہ در اللہ بخش سٹیم پریس ۔ قادیان

کتاب زوال غازی مصنفہ عزیز ہندی صاحب

A History of Afghanistan By Brig. General Sir Percy Sykes

اخبار پائینر الٰہ آباد ۔ یو پی ہندوستان

اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور

تاریخ احمدیت افغانستان بزبان پشتو بصورت مسوّدہ مصنفہ سید محمود احمد افغانی خلافت لائبریری میں موجود ہے ۔

Under The Absolute Amir by Frank A. Martin

حوالہ جات

(۱) تذکرۃ الشہادتین - روحانی خزائن جلد نمبر ۲۰ صفحہ ۵۵

(۲) تذکرۃ الشہادتین - روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۹

(۳) تذکرۃ الشہادتین - رُوحانی خزائن جلد نمبر ۲۰ صفحہ ۶۰

(۴) تذکرۃ الشہادتین - رُوحانی خزائن جِلد نمبر ۲۰ صفحہ ۱۲۶

(۵) قلمی مسوّدہ بہ روایت سید محمد نور صاحب جو ۱۹۴۷ء میں مرتب کیا گیا صفحہ ۲۸ - بیان سید ابوالحسن قدسی صاحب مطبوعہ اخبار الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۲۶ء

(۶) اخبار الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۲۶ء

(۷) بیان سید ابوالحسن قدسی صاحب مسوّدہ قلمی روایات صفحہ ۴۹

(۸) قلمی مسوّدہ روایات صفحہ ۲۷، صفحہ ۲۸

(۹) روایت صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی صاحب مسوّدہ روایات صفحہ ۴۹ - ۵۰

(۱۰) قلمی مسوّدہ صفحہ ۵ و شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ اوّل صفحہ ۲۱

(۱۱) روایت صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی - قلمی مسوّدہ روایات صفحہ ۲۸ و صفحہ ۲۹

(۱۲) الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۲۶ء

(۱۳) روایت سید ابوالحسن قدسی صاحب - قلمی مسوّدہ ۱۹۴۷ء صفحہ ۲۹ تا ۳۱

(۱۴) قلمی مسوّدہ روایت سید احمد نور صاحب صفحہ ۱۱ و صفحہ ۱۲

(۱۵) قلمی مسوّدہ روایات صفحہ ۳۱

(۱۶) قلمی مسوّدہ صفحہ ۵۲ و صفحہ ۵۳

(۱۷) قلمی مسوّدہ صفحہ ۵۳ و صفحہ ۵۴

(۱۸) قلمی مسوّدہ صفحہ ۳۲، ۳۳، ۵۳ تا ۵۵

(۱۹) روایت سید ابوالحسن قدسی صاحب از قلمی مسوّدہ صفحہ ۳۱ تا ۳۴

(۲۰) اخبار الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۲۶ء

(۲۱) قلمی مسوّدہ صفحہ ۵۵، ۵۶

(۲۲) الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۲۶ء

(۲۳) ملخص از مضمون سید ابوالحسن قدسی صاحب بحوالہ اخبار الفضل قادیان ۱۷/ جنوری ۱۹۳۳ء

(۲۴) مسوّدہ صفحہ ۵۸ تا صفحہ ۶۰

(۲۵) بیان سید احمد ابوالحسن قدسی صاحب مطبوعہ اخبار الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۲۶ء یہ بیان مکرم نیک محمد خان صاحب غزنوی کی معرفت الفضل کو دیا گیا

(۲۶) روایت سید ابوالحسن قدسی صاحب۔ قلمی مسوّدہ صفحہ ۶۱

(۲۷) عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ ۵۹ سن اشاعت ۲۰/ اکتوبر ۱۹۳۶ء مطبوعہ چوہدری اللہ بخش سٹیم پریس قادیان

(۲۸) عاقبۃ المکذبین جلد اول صفحہ ۵۹، ۶۰

(۲۹) قلمی مسوّدہ صفحہ ۶۲، ۶۳

(۳۰) عاقبۃ المکذبین صفحہ ۶۰، ۶۱

(۳۱) اخبار الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۲۶ء بیان صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی صاحب

(۳۲) بیان سید ابوالحسن قدسی صاحب۔ قلمی مسوّدہ صفحہ ۶۲ تا صفحہ ۶۸

(۳۳) الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۲۶ء

(۳۴) قلمی مسوّدہ روایت سید ابوالحسن قدسی صاحب

(۳۵) الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۲۶ء بیان صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی صاحب

(۳۶) قلمی مسوّدہ۔ روایت صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی صاحب بذریعہ سید محمد نور صاحب

(۳۷) اخبار الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۲۶ء صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی صاحب بذریعہ محترم نیک محمد خان صاحب غزنوی

(۳۸) تاریخ احمدیت افغانستان بزبان پشتو ربصورت مسوّدہ - مصنفہ سید محمود احمد افغانی
(۳۹) قلمی مسوّدہ صفحہ ۶۹ بیان سید ابوالحسن قدسی صاحب و Under Absolute Amir by Frank Martin و عاقبۃ المکذبین مصنفہ قاضی محمد یوسف صاحب سن اشاعت ۲۰/ اکتوبر ۱۹۳۶ء درقادیان صفحہ ۶۸ و ۲۷ و ۵۷ و کتاب زوالِ غازی مصنفہ عزیز ہندی صاحب صفحہ ۲۳ تا ۲۵ و ۳۰ و مضمون قاضی مظہر الحق صاحب احمدی کوٹ نجیب اللہ صوبہ سرحد- الفضل ۴ مارچ ۱۹۱۹ء و History of Afghanistan by Brig General sir Percy Sykes P.P. 265to268 و اخبار پائینیر الٰہ آباد ۲۳/ اپریل ۱۹۱۹ء بحوالہ اخبار الفضل قادیان ۱۰ مئی ۱۹۱۹ء صفحہ ۴
(۴۰) قلمی مسوّدہ بیان سید ابوالحسن قدسی صاحب صفحہ ۶۹ و صفحہ ۷۰
(۴۱) اخبار الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۲۶ء بیان صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی صاحب بذریعہ محترم نیک محمد خان غزنوی صاحب
(۴۲) قلمی مسوّدہ روایت سید صاحبزادہ ابوالحسن قدسی صاحب صفحہ ۷۰، ۷۱
(۴۳) ماخوذ از قلمی مسوّدہ خلاصۃً صفحہ ۷۱، ۷۲
(۴۴) زوال غازی مصنفہ عزیز ہندی صفحہ ۳۱۴، عاقبۃ المکذبین حصہ اوّل مصنفہ قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت احمدیہ صوبہ سرحد صفحہ ۷۹ و ۸۰، قلمی مسوّدہ صفحہ ۷۱ و ۷۲ روایت صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی صاحب، History of Afghanistan by Sir Percy Sykes صفحہ ۲۶۸ تا ۲۸۴ و صفحہ ۳۵۸ و ۳۵۹
(۴۵) قلمی مسوّدہ صفحہ ۷۳ تا ۷۶ روایت صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی صاحب، عاقبۃ المکذبین جناب قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت صوبہ سرحد حصہ اوّل صفحہ ۷۹ تا صفحہ ۸۲، کتاب زوالِ غازی مصنفہ عزیز ہندی صاحب صفحہ ۳۱۴-
(۴۶) عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ ۸۳ تا صفحہ ۱۰۱ مصنفہ قاضی محمد یوسف صاحب امیر صوبہ سرحد، کتاب زوال غازی مصنفہ عزیز ہندی صاحب صفحہ ۴۳ و صفحہ ۲۳۸، اخبار الفضل ۲۴ فروری ۱۹۲۵ء

صفحہ۲، الفضل ۲۸ فروری ۱۹۲۵ء، اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۲۵ء

(۴۷) ماخوذ از اخبار الفضل قادیان ۲۶ مارچ ۱۹۲۶ء ملخّص

(۴۸) محمد طیب احمدی بقلم خود یوم چہار شنبہ ۳۱ مارچ ۱۹۲۶ء مطابق ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۴۴ھ، اخبار الفضل ۱۴ر مئی ۱۹۲۶ء

(۴۹) اخبار الفضل قادیان ۳۰ مارچ ۱۹۲۶ء

(۵۰) اخبار الفضل ۱۲ نومبر ۱۹۳۹ء

(۵۱) نوٹ:- خاکسار سید مسعود احمد مرتب رسالہ ہذا

باب چہارم

سوانح حیات مولوی نعمت اللہ خان شہید افغانستان

واقعہ شہادت بہ زمانہ

سیدنا خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۱ ؍اگست ۱۹۲۴ء

مولوی نعمت اللہ خان صاحب شہید کا وطن، خاندان، پیدائش، قبول احمدیت

مولوی نعمت اللہ خان - موضع خوجہ تحصیل - رخہ - ضلع پنجشیر افغانستان کے رہنے والے تھے - آجکل کی صوبائی تقسیم میں پنجشیر افغانستان کے صوبہ پروان میں شامل ہے - (۱)

آپ کے والد صاحب کا نام امان اللہ خان تھا آپ کی شہادت ۱۹۲۴ء مطابق ۱۳۴۳ھ میں ہوئی اس وقت ان کی عمر ۳۴ سال کے قریب تھی - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پیدائش ۱۸۹۰ء یا ۱۸۹۱ء میں ہوئی -

مولوی نعمت اللہ خان صاحب نوجوانی میں خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب مرحوم افغانی کے ذریعہ احمدی ہوئے خلیفہ عبدالرحمٰن صاحب حضرت صاحبزادہ عبدالطیف صاحب شہید کے شاگرد تھے - ان کا تعلق قبیلہ صافی افغان سے تھا قریہ دہ سبز صوبہ کابل کے رہنے والے تھے خلیفہ صاحب کی وفات ۱۷/دسمبر ۱۹۶۵ء کو ہوئی - مولوی نعمت اللہ خان جوانی میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے قادیان آ گئے تھے اور مدرسہ احمدیہ میں تعلیم پاتے تھے (۲)

افغانستان کے سیاسی و مذہبی حالات

اس زمانہ میں افغانستان میں امیر حبیب اللہ خان کی حکومت تھی یہ دور افغانستان کے احمدیوں کے لیے شدید مشکلات کا زمانہ تھا - ان پر ہر طرح کے مظالم ہوتے تھے - بہت سے احباب قید کر لیے جاتے تھے اور انہیں قید خانوں میں طرح طرح کی ایذائیں دی جاتی تھیں - جس کی وجہ سے بعض احمدی قید خانوں میں یا ان سے رہا ہونے کے بعد ان مصائب کے نتیجہ میں جن کا ان کو جیل خانوں میں سامنا کرنا پڑتا تھا فوت ہو گئے ان کی موت شہادت کی موت تھی - امیر حبیب اللہ خان کے زمانہ میں ہی حضرت صاحبزادہ سید محمد عبدالطیف کو ۱۹۰۳ء میں سنگسار کر کے شہید کیا گیا - اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے خاندان کو اپنے وطن سے سینکڑوں میل دور مزار شریف کے علاقہ میں اور اس کے بعد شہر کابل میں سالہا سال جلاوطن رکھا گیا ان کی جدّی جائیداد کو جو خوست میں تھی ضبط کر لیا گیا علاوہ ازیں ان کے صاحبزادگان

کو ۱۹۱۸ء میں شیر پور جیل میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں اور جیل خانہ کی سختیوں کی وجہ سے صاحبزادگان بیمار ہو گئے اور ان میں سے دو رہائی کے کچھ عرصہ بعد کابل میں فوت ہو گئے ان کے نام صاحبزادہ محمد سعید جان صاحب اور صاحبزادہ محمد عمر صاحب تھے۔

جب صاحبزادگان جیل میں تھے تو کابل میں ان کی ایک والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا لیکن حکومت نے صاحبزادگان کو جنازہ میں شرکت یا مرحومہ کا چہرہ دیکھنے کا موقعہ بھی نہیں دیا صرف بڑے صاحبزادے کو اصرار کرنے پر یہ اجازت دی گئی کہ وہ اپنی والدہ صاحبہ کی تجہیز و تکفین و تدفین کا انتظام کرے۔

امیر حبیب اللہ خان کے علاوہ اس کا چھوٹا بھائی سردار نصر اللہ خان اور افغانستان کے ملّا اور قاضی احمدیوں کو ایذا دینے میں پیش پیش تھے۔ اسی طرح بعض ہندوستانی جو ہجرت کر کے کابل آ گئے تھے اور جن کا تعلق پنجاب کے اہل حدیث فرقہ سے تھا بسلسلہ ملازمتِ امیرِ افغانستان میں رہتے تھے۔ یہ لوگ بھی احمدیوں سے بہت تعصّب اور عناد رکھتے تھے اور سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جماعت احمدیہ کے بارہ میں غلط باتیں امیر کابل اور افغانستان کے ملّاؤں کے کانوں میں ڈالتے رہتے تھے۔ اور ان کو احمدیوں کو قتل کرنے اور دکھ دینے پر ابھارتے تھے ان میں نمایاں تین شخص تھے ایک ڈاکٹر عبدالغنی اور اس کے دو بھائی مولوی نجف علی اور مولوی محمد چراغ یہ جلالپور جٹاں ضلع گجرات کے رہنے والے تھے اور امیر عبدالرحمٰن خان اور امیر حبیب اللہ خان کے زمانہ سے افغانستان میں مقیم تھے اور امراء افغانستان کے ہاں رسوخ رکھتے تھے۔ سردار نصر اللہ خان سے ان کے خاص تعلقات تھے۔(۳)

افغانستان کے بادشاہ امیر حبیب اللہ خان کا قتل اور امیر امان اللہ خان کی تخت نشینی

امیر حبیب اللہ خان کی عادت تھی کہ وہ عموماً موسم سرما میں کابل سے باہر کسی پر فضا مقام پر سیر و تفریح و شکار کے لیے جایا کرتا تھا اس کے خاندان کے افراد۔ بعض وزراء اور سرداران کابل اس کے ساتھ ہوتے تھے اس کی غیر حاضری میں بالعموم اسکا بڑا بیٹا سردار عنایت اللہ

خان کابل میں اس کا قائمقام ہوتا تھا - اپنی زندگی کے آخری سال ۱۹۱۹ء میں امیر حبیب اللہ خان کابل کی سمت مشرق میں جلال آباد - کونڑ اور لغمان کے سر سبز و شاداب علاقہ میں سیر و تفریح کے لیے گیا اس موقعہ پر وہ اپنے بڑے بیٹے سردار عنایت اللہ خان کو اپنے ساتھ لے گیا اور اپنے تیسرے بیٹے سردار امان اللہ خان کو بجائے اپنے ساتھ لے جانے کے کابل کا گورنر بنا کر پیچھے چھوڑ گیا - جو افسران اس کے ساتھ تھے ان میں جنرل محمد نادر خان - سردار نصر اللہ خان اور مستوفی الملک مرزا محمد حسین بر گیڈیئر شامل تھے - جب سیر و شکار کرتے ہوئے ایک مقام کلہِ گوش میں پہنچا جو ایک خوبصورت تفریحی مقام اور شاہی شکارگاہ ہے تو کیمپ لگانے کا حکم دیا اور چند روز وہاں قیام کرنا چاہا -

۲۰ فروری ۱۹۱۹ء بروز جمعرات امیر اپنے خیمہ میں اپنی ملکہ علیاء حضرت کے ساتھ محو استراحت تھا کہ کسی نا معلوم دشمن نے باوجود پہرہ کے اور ہر قسم کے حفاظتی انتظامات کے اس کے کان میں پستول رکھ کر چلا دیا اور اس سے اسکی موت واقعہ ہوگئی -

امیر حبیب اللہ خان کی وفات کے بعد اصولاً اس کا بڑا بیٹا سردار عنایت اللہ خان مستحق تاج و تخت تھا - لیکن سردار نصر اللہ خان نے جو امیر حبیب اللہ خاں کا چھوٹا بھائی اور سردار عنایت اللہ خان کا چچا تھا اپنے بھتیجے کا حق غصب کر لیا - امیر حبیب اللہ خان کی لاش جلال آباد کے قریب دفن کروا کر اپنی بادشاہت کا اعلان کروایا - اسنے امیر حبیب اللہ خان کے قتل کیے جانے کی اطلاع اور اپنے بادشاہ بن جانے کی خبر وائسرائے ہند کو بھی کر دی اور ان کی تائید و توثیق کا خواہاں ہوا - سردار امان اللہ خان کو جب یہ علم ہوا کہ اسکا باپ اور ملک کا بادشاہ باوجود سردار نصر اللہ خان اور دیگر سرداروں کی موجودگی کے کسمپرسی کی حالت میں مارا گیا اور نصر اللہ خان بجائے قاتل کی گرفتاری کے لیے تگ و دو کرنے کے ولی عہد کا حق غصب کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا ہے تو سردار امان اللہ خان اور کابل میں موجود دیگر سرداران شک و شبہہ میں مبتلا ہو گئے سردار امان اللہ خان نے سردار عبدالقدوس خان شاہ غاصی کے مشورہ سے کابل میں موجود اراکین سلطنت - رؤسا اور علماء کا اجلاس طلب کیا اور ان کے اجتماع میں علاقہ

جلال آباد میں ہونے والے تمام واقعات کا باچشم تر تذکرہ کیا اور کہا کہ ملک کا بادشاہ اور ہمارا باپ کسمپرسی کی حالت میں قتل کر دیا گیا ہے سردار نصراللہ خان نے نہ تو قاتل کی گرفتاری کے لیے کوشش کی اور نہ ولی عہدی کے بارہ میں امیر حبیب اللہ خان کی وصیّت کی پرواہ کی بلکہ آپ اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کروا دیا کیا ان حالات سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ دراصل یہ قتل سردار نصراللہ خان نے کروایا ہے کیا جو کچھ ہوا درست ہوا؟

اس پر حاضرین نے کہا کہ درست نہیں ہوا۔ اس پر امان اللہ خان نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو آپ لوگ میرا ساتھ دیں ہم مظلوم ہیں اور قصاص لینے میں ہماری اعانت کریں۔ حاضرین نے اس سے اتفاق کیا اور اس موقعہ پر امیر امان اللہ خان کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کو افغانستان کا بادشاہ تسلیم کر لیا۔

امیر امان اللہ خان نے امیر بن کر ان اراکین سلطنت کی اولادوں کو اپنے زیرِ نگرانی رکھ لیا جو اس وقت سردار نصراللہ خان کے حامی تھے اور ان کے گھروں اور جائیدادوں پر قبضہ کر لیا۔

علاوہ ازیں اس نے کابل میں موجود اسلحہ کے ذخائر اور خزانہ بھی اپنے تصرّف میں لے لئے۔ اس نے جلال آباد میں ایک فرمان شاہی بھجوایا اور سردار نصراللہ خان اور اس کے حامیوں سردار عنایت اللہ خان اور مستوفی الملک مرزا محمد حسین کو مطلع کیا کہ وہ لوگ حکومت کے باغی اور امیر حبیب اللہ خان کے قاتل ہیں اس لیے فوراً سردار نصراللہ خان دعوٰی بادشاہی سے دستبردار ہو اور وہ اور اس کے ساتھی پابجولاں کابل میں حاضر ہوں اور اپنی صفائی پیش کریں اس فرمان کے ملنے پر سردار نصراللہ خان اور اس کے ساتھیوں نے اپنے آپ کو بے بس پایا۔ سردار نصراللہ خان نے اپنی دستبرداری کا اعلان کر دیا اور یہ تینوں پابجولاں کابل لائے گئے۔

سردار نصر اللہ خان اور اس کے ساتھیوں کا انجام

جب سردار نصر اللہ خان اور دوسرے سردار کابل لائے گئے تو ان کے بارہ میں تحقیقات کروائی گئی اور ان پر جرم ثابت کر کے امیر امان اللہ خان نے سردار نصر اللہ خان کو تو ایک بُرج میں قید کروا دیا۔ مستوفی الملک مرزا محمد حسین کو قتل کروا دیا گیا اور اس کی تمام جائیداد اور مال ضبط کر لیا گیا اور سردار عنایت اللہ خان کو کابل میں نظر بند کر دیا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ صدمہ سے سردار نصر اللہ خان کا ذہنی توازن بگڑ گیا اور وہ مخبوط الحواس ہو گیا کچھ عرصہ بعد اسے رات کے وقت سانس بند کر کے مار دیا گیا۔ یہ واقعہ ۱۹۱۹ء یا ۱۹۲۰ء کا ہے۔ سردار نصر اللہ خان کو کسی جگہ دفن کر کے اس کی قبر معدوم کر دی گئی۔ سردار نصر اللہ خان کے قتل کے بعد اس کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی عالیہ بیگم زندہ تھی۔ کچھ عرصہ بعد امیر امان اللہ خان نے اپنے چچا کے بیٹے کو بھی مخفی طور پر قتل کروا دیا۔ سردار نصر اللہ خان کی بیٹی کافی عرصہ زندہ رہی امیر امان اللہ خان نے اسے شادی کا پیغام دے دیا لیکن عالیہ بیگم نے اس بناء پر کہ وہ اپنے والد اور بھائی کے قاتل کے ساتھ شادی نہیں کر سکتی انکار کر دیا۔ لیکن امیر امان اللہ خان کا اصرار جاری رہا بالآخر عالیہ بیگم مان گئی اور امیر امان اللہ خان نے اپنی پہلی ملکہ ثریّا بیگم کی مخالفت کے سبب اس سے خفیہ نکاح کر لیا۔ ملکہ ثریّا سردار محمود خان طرزی کی بیٹی تھی۔

امیر امان اللہ خان کے دو بھائی سردار عنایت اللہ خان اور سردار حیات اللہ خان دونوں کافی عرصہ نظر بند رہے۔

عزیز ہندی صاحب جو اس وقت افغانستان میں موجود تھے اور ان واقعات کے شاہد ہیں لکھتے ہیں کہ سردار عنایت اللہ خان دستورِ بادشاہی کے مطابق افغانستان کے تاج وتخت کے حقیقی وارث تھے یہ اپنے والد امیر حبیب اللہ خان کے قتل ہونے کے وقت ان کی معیّت میں تھے اور اپنے چچا سردار نصر اللہ خان کے زیر اثر تھے۔ اور اپنے چچا کے حق میں جلال آباد میں سلطنت افغانستان سے دستبردار ہو چکے تھے اگر اس وقت وہ اپنے چچا کے بجائے بادشاہ بن

جاتے تو امیر امان اللہ خان کے بادشاہ بننے کی بظاہر کوئی امید نہ تھی لیکن قدرت چونکہ افغانستان کی عنان حکومت امیر امان اللہ خان کو دینا چاہتی تھی اس لیے واقعات بھی اسی کے مطابق پیش آئے- سردار عنایت اللہ خان کافی عرصہ تک اپنے محل میں نظر بند رکھے گئے جب ان کو نظر بندی کی قیود سے آزاد کیا گیا تو وہ یکہ وتنہا تھے-

بریگیڈئیر جنرل Sir Percy Sykes اپنی کتاب A History of Afghanistan میں بیان کرتا ہے امیر حبیب اللہ خان شکار کا شوقین تھا خاص طور پر Snipe Shooting پسند کرتا تھا وہ اس غرض سے پغمان کے علاقہ میں گیا ہوا تھا اس کے ساتھ جو محافظ تھے ان کا کمانڈر احمد شاہ خان تھا جو جنرل محمد نادر خان کے خاندان سے تھا یہ خاندان بالعموم مصاحبین یا سرداران پشاور کے نام سے یاد کیا جاتا ہے- ۲۰ فروری ۱۹۱۹ء کی صبح کو معلوم ہوا کہ کوئی نامعلوم قاتل بادشاہ کے خیمہ میں گھس آیا اور اس نے اسے کان کے راستہ شوٹ کر دیا-

اس وقت بعض ملاّؤں پر بھی شک کیا گیا تھا جن کے بعض بڑے مولویوں کو امیر حبیب اللہ خان نے اس بناء پر موت کی سزا دی تھی کہ وہ اس کی حکومت کے خلاف ایک سازش میں شریک تھے اس لیے امکان تھا کہ شاید ان کے مریدوں نے انتقام کے لیے قتل کیا ہو-

جب امیر حبیب اللہ خان قتل ہوا تو اس وقت امیر کی بیوی علیا حضرت جو امان اللہ خان کی والدہ تھی اَور سردار نصر اللہ خان اَور جنرل محمد نادر خان وغیرہ کیمپ میں یا اس کے آس پاس موجود تھے نئے بادشاہ کا انتخاب سردار نصر اللہ خان اور سردار عنایت اللہ خان کے مابین ہونا تھا- نصر اللہ خان قدیمی خیالات کی پارٹی کا نمائندہ تھا اور افغانستان کے ملاّ اور سرحد کے قبائلی اس کے حق میں تھے- سردار عنایت اللہ خان امیر حبیب اللہ خان کا بڑا بیٹا تھا اسکی عمر ۲۱ سال تھی لیکن کوئی پارٹی اسکی مددگار نہ تھی ۲۱ فروری ۱۹۱۹ء کو جلال آباد میں عام دربار ہوا جس میں سردار عنایت اللہ خان نے سردار نصر اللہ خان کے امیر افغانستان مقرر کیے جانے کی توثیق کر دی- وائسرائے ہند کو جب اس انتخاب کی اطلاع دی گئی تو یہ بھی لکھا گیا کہ سردار نصر اللہ خان افغانستان کے ملاّؤں اور قبائلیوں میں بہت مقبول ہے- سردار امان اللہ خان جو

امیر حبیب اللہ خان کا تیسرا بیٹا تھا اس نے شاہی خزانہ اور آرمی ہیڈ کوارٹر اور اسلحہ خانہ اپنے قبضہ میں لے لئے - اور خود بادشاہ بننے کے لیے کوششیں شروع کر دیں اس وقت سردار نصر اللہ خان جلال آباد میں بیٹھا رہا اس کو مشورہ دیا گیا کہ کابل روانہ ہو جائے لیکن وہ نہ مانا - امان اللہ خان نے فوج کی امداد حاصل کرنے کی بھی کوشش کی فوجیوں کو یہ پیش کش کی گئی کہ آئندہ سے ان کی ماہوار تنخواہ گیارہ روپیہ سے بڑھا کر بیس روپیہ کر دی جائیگی - امان اللہ خان کی والدہ علیا حضرت کا اثر ورسوخ بھی اس کے حق میں مفید ثابت ہوا - مندرجہ بالا وجوہ کی بناء پر کابل میں موجود فوج نے امان اللہ خان کو فوراً امیر تسلیم کر لیا - جلال آباد کے علاقہ میں فوجیوں نے نہ صرف امیر امان اللہ خان کی بادشاہت کو تسلیم کیا بلکہ ان لوگوں کو بھی گرفتار کر لیا جن پر امیر حبیب اللہ خان کے قتل کا شبہہ تھا - اس پر سردار نصر اللہ خان دستبردار ہو گیا اور اس کو قیدی بنا کر کابل لے جایا گیا - ایک بات بہت نمایاں نظر آتی ہے کہ امیر امان اللہ خان نے اپنی امارت کا جو اعلان کیا تھا اس میں قوم کو مخاطب کیا گیا تھا اور اس کے دوسرے حصّہ میں فوج مخاطب تھی لیکن اس اعلان میں مذہبی علماء سے خطاب نہیں تھا - ☆

امیر امان اللہ خان کی حکومت بغیر کسی ظاہری مخالفت کے تمام ملک میں تسلیم کر لی گئی - امیر امان اللہ خان نے تمام صوبوں کے گورنر بدل دیئے - اور ان میں مصاحبین کے خاندان کے آدمی لگائے گئے - سوائے صوبہ قندھار کے اس میں لوہ ناب خوش دل خان کو گورنر مقرر کیا گیا - یہ شخص امیر امان اللہ خان کی والدہ علیا حضرت کا سوتیلا بھائی تھا -

عزیز ہندی علیا حضرت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ وہ قندھار کے ایک اثر ورسوخ والے خاندان سے تھیں اور امیر حبیب اللہ خان کی چہیتی بیوی تھیں اور ان کو اس کے عہد میں بڑا اقتدار حاصل تھا - لیکن بعد میں علیا حضرت امیر کی نظروں سے گر چکی تھیں - یہاں تک کہ اس نے ان کو شاہی محل سے بھی نکلوا دیا تھا - سنا جاتا ہے کہ وہ اس بے عزتی کو

☆ یہ بات لکھنے سے Sir Percy کا یہ منشاء معلوم ہوتا تھا کہ امیر امان اللہ خان شروع سے ہی آزاد خیال تھا اور ملاّؤں کے سیاسی اثر ورسوخ کا مخالف تھا -

برداشت نہ کرسکیں۔ اورانہوں نے امیر مقتول کے خلاف سازشیں شروع کردی تھیں۔ جن کا انجام بالآخر امیر حبیب اللہ خان کے خاتمہ پر منتج ہوا اور علیا حضرت کا اپنا بیٹا امان اللہ خان بادشاہ بن گیا۔ آپ شروع میں اپنے بیٹے امان اللہ خان کے کاروبار حکومت میں بہت دخیل رہیں۔ آپ کی ایک لڑکی ان کے بھتیجے سردار علی احمد جان سے بیاہی گئی تھی۔ اور منجھلی صاحبزادی جنرل محمد نادرخان سپہ سالار افغانستان کے چھوٹے بھائی سردار شاہ ولی خان سے شادی شدہ تھی۔ علیا حضرت کو سردار محمود خان طرزی وزیر خارجہ کے خاندان سے کچھ کد تھا۔ سردار محمود خان طرزی امیر امان اللہ خان کے خسر اور ملکہ ثریا کے والد تھے۔ ملکہ ثریا بھی امیر کے مزاج پر بہت حاوی تھیں۔

عزیز ہندی صاحب نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ جب امیر حبیب اللہ خان انگریزوں کی دعوت پر ۱۹۰۷ء میں ہندوستان کی سیاحت کو گئے تھے تو واپس آ کر ان میں ایک تبدیلی آ گئی تھی اور وہ یہ کہ وہ سیاحت کے بعد رنگین مزاج ہو گئے تھے۔ اور یہ رنگین مزاجی ہی ان کے قتل کا باعث بن گئی تھی۔ (۴)

سردار نصر اللہ خان برادر امیر حبیب اللہ خان کے بارہ میں اخباری رپورٹ

۲۳ اپریل ۱۹۱۹ء کا اخبار پائنیر الہ آباد رقم طراز ہے کہ ۱۳ اپریل کو کابل میں ایک دربار عام امیر امان اللہ خان کے حکم سے منعقد کیا گیا۔ اس میں سردار نصر اللہ خان کے متعلق یہ بیان کیا گیا۔ کہ وہ امیر حبیب اللہ خان کے قتل میں ملوث تھا اور اس کو حبسِ دوام کی سزا دی گئی۔ اس قسم کی سزا اس کے پیش خدمت لڑکے کو بھی دی گئی۔ جو شریک جرم تھا۔ ایک افغانی کرنل کو جس نے قتل کیا تھا۔ سزائے موت دی گئی۔ (۵)

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف شہید کے خاندان سے امان اللہ خان کا سلوک

حضرت صاحبزادہ صاحب کا خاندان امیر حبیب اللہ خان کے زمانہ میں ۱۹۰۳ء سے کئی سال جلاوطن رہا پہلے ان کو مزار شریف کے علاقہ میں جو جانب ترکستان واقع ہے، رکھا

گیا پھران کوبعض سفارشات کی بناء پر کابل آنے کی اجازت دی گئی اور وہ کابل میں جلاوطنی کی زندگی گذارتے رہے۔ ۱۹۱۸ء میں امیر حبیب اللہ خان اور سردار نصراللہ خان ان کے بارہ میں بعض شبہات میں مبتلا ہو گئے اور امیر حبیب اللہ خان نے پانچوں صاحبزادوں یعنی محمد سعید جان صاحب، عبدالسلام صاحب جان، محمد عمر جان صاحب، محمد طیب جان صاحب، اور ابوالحسن قدسی صاحب کو شیر پور کی جیل میں ایک نہایت تکلیف دہ قید میں ڈال دیا۔ بالآخر سردار امان اللہ خان نے جب وہ کابل کا گورنر تھا ان کی رہائی کی کوشش کی اور سردار نصراللہ خان سے بات کر کے ان کو ۱۹۱۸ء میں رہا کر دیا۔ لیکن افسوس کہ شہید مرحوم کے دو صاحبزادے محمد سعید جان جو سب سے بڑے تھے اور محمد عمر جان جو آپکے تیسرے بیٹے تھے رہائی کے کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گئے ان کی وفات ان عوارض کے نتیجہ میں ہوئی جو ان کو قید کے دوران لاحق ہو گئے تھے۔

فروری ۱۹۱۹ء میں امیر امان اللہ خان بادشاہ بن گیا تو اس نے کچھ عرصہ بعد خوست کے علاقہ کے بعض سرداروں کی سفارش پر جو اس کی بیعت کے لیے اپنے وطن سے آئے تھے تینوں صاحبزادگان اور ان کے خاندان کے دوسرے افراد کو اپنے وطن خوست جانے کی اجازت دے دی اور ان کی جائیدادیں بھی واپس کر دیں اس طرح یہ لوگ ۱۹۲۳ء تک نسبتاً امن وامان سے اپنے گھروں میں رہتے رہے۔(۶)

افغانستان کی تیسری جنگ

امیر امان اللہ خان نے امیر بننے کے کچھ عرصہ بعد ہندوستان کی سرحد پر انگریزوں کی حکومت سے جنگ چھیڑ دی جسے افغانستان کی تیسری جنگ کہا جاتا ہے۔ لڑائی مئی ۱۹۱۹ء میں شروع ہوئی مؤرخین کی رائے ہے کہ امیر امان اللہ خان جن حالات میں بادشاہ بنا ان کی وجہ سے وہ کئی خطرات سے دوچار تھا۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ شاید تمام افغانی قوم ان کی بادشاہت تسلیم نہ کرے اور سلطنت کے مختلف دعویدار کھڑے ہو جائیں۔ اور امیر کو ان سے جنگیں لڑنی

مختصر شجرہ نصب امیرانِ افغانستان

از قبیلہ ابدالی (دُرانی) بارک زئی، محمد زئی، یحیٰی خیل

حاجی جمال خان

سردار پائندہ خان

سرداران قندھار

رحم دل خان

غلام محمد طرزی

محمود خان طرزی

مہر دل خان

خوش دل خان

شیریں دل خان
والی خوست

سردار عبدالرحمٰن جان

پردل خان

خوش دل خان

سرداران کابل

امیر دوست محمد خان

امیر محمد افضل خان

امیر عبدالرحمٰن خان

امیر حبیب اللہ خان

غلام علی خان

نصر اللہ خان

امیر امان اللہ خان

امیر عنایت اللہ خان

حیات اللہ خان

امیر شیر علی خان

شہزادہ محمد ابراہیم خان لاہوری

شہزادہ عبدالحمید خان

شہزادہ عبدالمجید خان

ہاشم خان

شاہ ولی خان

مُصاحِبین

سرداران پشاور

یار محمد خان

پیر محمد خان

سردار محمد خان

سردار محمد یحیٰی خان

سردار محمد یوسف خان

یحیٰی خیل

امیر نادر شاہ

امیر ظاہر شاہ

محمد عزیز خان

داؤد خان

نجیب اللہ خان

پڑیں۔ پھر یہ بھی امکان تھا کہ انگریز جو اس وقت افغانستان کے سیاسی امور میں دخیل تھے اور خارجہ پالیسی انہی کے اختیار میں تھی اس کی امارت کو تسلیم نہ کریں۔ ان خطرات سے بچنے کے لیے اور افغان قوم کی توجہ بدلنے کے لیے اس نے جہاد کا اعلان کر کے انگریزوں سے جنگ چھیڑ دی جس میں نہ صرف افغانستان کی فوج شامل تھی بلکہ قبائلی لشکر بھی اپنے ملاّؤں کے زیر اثر جہاد کے لیے نکل پڑے تھے غرض یہ تھی کہ ایک تو افغان قوم اور قبائلی علاقوں کے لوگوں کی مدد اس کو حاصل ہو جائے دوسرے انگریزوں کو مجبور کر کے خارجی خود مختاری منوا لی جائے تیسرے یہ کہ ڈیورنڈ لائن میں ردّ و بدل کر کے افغانستان کو صوبہ سرحد اور قبائلی علاقہ کا کچھ زائد حصّہ مل جائے۔ جنگ عظیم ثانی کے بعد ہندوستان میں انگریزی فوج کی طاقت معمول سے کم تھی نفری بھی تھوڑی تھی اور سامان حرب بھی تھوڑا تھا۔ چونکہ افغانستان نے پہلے حملہ کیا تھا اس لیے شروع میں ان کو کامیابی ہوئی اور تینوں محاذوں پر افغانی چند میل آگے بڑھ گئے۔ ان میں سے ایک خیبر کا محاذ تھا جس کی کمان سردار محمد صالح خان کر رہے تھے۔ دوسرا کرّم اور ٹل کا محاذ تھا جس کے قائد جنرل محمد نادر خان تھے جس کی قیادت سردار عبدالقدوس خان شاہ غاصی کے سپرد تھی۔ لیکن چند ہفتوں کے اندر اندر انگریزی فوج بہت سرعت سے دوسرے مقامات سے سرحدوں پر جمع ہوگئی اور ان کے جوابی حملہ سے افغان فوج کو پیچھے ہٹنا پڑا انگریز چند پرانے ہوائی جہاز بھی جنگ میں لے آئے اور کابل۔ جلال آباد اور بعض دوسرے مقامات پر بم گرائے جن سے دہشت پھیل گئی اور جانی و مالی نقصان بھی ہوا۔ اور تھوڑے عرصہ میں لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا۔

اس پر امیر امان اللہ خان نے جنگ بندی کا فیصلہ کر لیا چنانچہ امیر کی طرف سے ۲۱ مئی ۱۹۱۹ء کو وائسرائے ہند کو لکھا گیا کہ افغانستان لڑائی ختم کرنے کو تیار ہے کچھ عرصہ خط و کتابت کے بعد دونوں فریق جنگ بندی پر راضی ہو گئے اور اس بات پر متفق ہوئے کہ طرفین کے نمائندے راولپنڈی میں جنگ بندی کی گفت وشنید کے لیے اکٹھے ہوں اس صلح میں افغانستان کا نمائندہ سردار علی احمد جان تھا جو امیر امان اللہ خان کی والدہ علیا حضرت کا بھتیجا

اور داماد تھا- اگست ۱۹۱۹ء میں جنگ بندی کے دستخط ہوئے جس کی رو سے انگریزوں نے افغانستان کی خارجہ خودمختاری تسلیم کر لی اور افغانستان بطور ایک آزاد مملکت کے منصّہ ظہور پر آ گیا- جہاں تک نئی سرحدات کے تعیّن کا معاملہ تھا افغانستان اسمیں ناکام رہا اور انگریزی نمائندوں کے اصرار پر ڈیورنڈ لائن ہی ہندوستان کی سرحد تسلیم کی گئی اس میں افغانستان کے حق میں کوئی تبدیلی نہ کی جا سکی-

چونکہ اب افغانستان ایک آزاد ملک بن چکا تھا اس لیے وہ امدادی رقم جو انگریزوں کی طرف سے افغانستان کے امیروں کو ادا کی جاتی تھی اس کی ادائیگی بند کر دی گئی-

امیر امان اللہ خان کی خواہش تھی کہ انگریزوں سے کچھ وہ علاقے حاصل کیے جائیں جو ڈیورنڈ لائن کے تحت انگریزوں کے زیر اثر آ گئے تھے- سردار احمد علی جان کو اس میں ناکامی ہوئی چونکہ مذاکرات کے دوران اس نے ڈیورنڈ لائن کو سرحد تسلیم کر لیا تھا اس لیے جب وہ راولپنڈی سے واپس آیا تو شاہی معتوب قرار پایا اور اسے کابل میں نظر بند کر دیا گیا- لیکن چونکہ وہ علیا حضرت والدہ صاحبہ امیر امان اللہ خان کا داماد تھا اس لیے کچھ عرصہ کے بعد نظر بندی سے آزاد کر دیا گیا-

افغانستان کی نوجوان پارٹی جو آزادی کی دلدادہ تھی اور جن کا رہنما سردار محمود خان طرزی سمجھا جاتا تھا اس کے نقطہ نگاہ سے بھی سردار احمد علی جان راولپنڈی کانفرنس میں بالکل ناکام رہا تھا- امیر امان اللہ خان بھی سردار محمود خان طرزی کے زیر اثر تھا- اس کا آگے ذکر نسبتاً تفصیل سے آئے گا-(۷)

افغانستان میں نیشنل ازم اور آزادی خیال کے رجحانات کا فروغ

سردار محمد خان طرزی پسر سردار غلام محمد طرزی امیر حبیب اللہ خان کے زمانہ میں سراج الاخبار کابل کا مدیّر تھا- وہ امیر امان اللہ خان کا خسر اور ملکہ ثریا کا والد تھا- امیر عبدالرحمٰن خان نے اسکو افغانستان سے ملک بدر کر دیا تھا وہ ملک شام میں رہنے لگا اور عرب

ممالک میں نیشنل ازم اور آزادی کی لہر کا گہرا اثر لے کر افغانستان واپس آیا۔ اس نے امیر امان اللہ خان کو مشورہ دیا کہ افغانستان کا نظام دیگر متمدّن اور مہذّب ممالک کے اصولوں کے مطابق بنایا جائے۔ امیر امان اللہ خان ان خیالات سے متاثر ہوا اور اس کے مطابق ملکی نظام کے ڈھانچے میں تبدیلی لانا چاہتا تھا اس نے اس بات کا اعلان عام کیا کہ میری مملکت میں ہر مذہب اور فرقہ کے پیرو مکمل آزادی سے زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ سردار محمود خان طرزی اپنے دو دامادوں یعنی امیر امان اللہ خان اور سردار عنایت اللہ خان میں سے امان اللہ خان کو زیادہ عزیز جانتا تھا کیونکہ وہ امان اللہ خان کو ایک عالی خیال اور حریّت پسند جوان یقین کرتا تھا جبکہ سردار عنایت اللہ خان ایک رجعت پسند اور پرانے خیالات والا شخص تھا اس لیے امیر حبیب اللہ خان کی زندگی میں ہی امان اللہ خان کے گہرے تعلقات سردار محمود خان طرزی سے قائم ہو گئے تھے اور جب کبھی امان اللہ خان کو کابل کا گورنر مقرر کیا جاتا تو وہ آزادی پسند نوجوانوں کو سیاسی سرگرمیاں کرنے کی ترغیب دیا کرتا تھا اور ان کی مالی مدد بھی کیا کرتا تھا۔

جب امیر امان اللہ خان بادشاہ بن گیا تو یہ آزادی پسند افراد امیر کی حمایت کے لیے آموجود ہوئے اور امیر امان اللہ خان نے بھی ان لوگوں کو اعلیٰ عہدوں پر سرفراز کر دیا۔ (۸)

مولوی نعمت اللہ خان صاحب کو ۱۹۱۹ء میں قادیان سے افغانستان بھجوایا گیا جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے کہ مولوی نعمت اللہ خان صاحب امیر حبیب اللہ خان کے زمانہ میں قادیان میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ۱۹۱۹ء میں جب یہ خبر آئی کہ امیر حبیب اللہ خان کو قتل کر دیا گیا ہے اور نیا امیر امان اللہ خان مقرر ہوا ہے اور اخباروں میں اس امر کا ذکر بھی آیا کہ افغانستان کا نیا امیر آزادی پسند نوجوان ہے اور اس کو سردار محمود خان طرزی اور آزاد نوجوان پارٹی کی حمایت حاصل ہے جو افغانستان کو مہذّب اور آزاد ممالک کے رنگ پر چلانا چاہتی ہے تو طبعاً حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو افغانستان میں بسنے والے احمدیوں کا خیال آیا کہ اللہ چاہے تو افغانستان کے احمدیوں کو بھی آزادی ملے گی اور ان کے لیے کچھ سہولتیں پیدا ہو

جائیں گی۔ اس پر حضور رضی اللہ عنہ نے نوجوان افغان طالب علم نعمت اللہ خان کو کابل جانے کی ہدایت فرمائی تا کہ وہ افغانستان اور افغانستان کے احمدیوں کے حالات معلوم کریں اور حضورؓ کو اس سے اطلاع کریں۔

جیسا کہ حضورؓ نے بعد میں ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ ''نعمت اللہ ایک طالب علم تھا اور اسے دراصل وہاں جماعت کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا مگر بعد میں اس کو مبلّغ مقرر کر دیا گیا'' (۹) نیز فرمایا کہ ''مولوی نعمت اللہ خان کابل کے پاس ایک گاؤں کے رہنے والے تھے...... ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ وہ سلسلہ کی تعلیم بھی حاصل کریں اور وہ قادیان چلے آئے جہاں وہ احمدیہ دینی کالج میں داخل ہوئے وہ ابھی کالج ہی میں تعلیم پا رہے تھے کہ کابل کے احمدیوں کی تعلیم کے لیے ان کو وہاں بھیجنا پڑا چنانچہ ۱۹۱۹ء میں وہ وہاں چلے گئے اور چونکہ افغانستان میں احمدیوں کی لیے امن نہ تھا مخفی طور پر اپنے بھائیوں کو سلسلہ کی تعلیم سے واقف کرتے رہے'' (۱۰)

افغانستان کی حکومت کی طرف سے ملک میں مذہبی آزادی کا واضح اعلان

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

''اس عرصہ میں گورنمنٹ افغانستان نے کامل مذہبی آزادی کا اعلان کیا اور ہم نے سمجھا کہ اب احمدیوں کو اس علاقہ میں امن ہوگا۔ مگر پیشتر اس کے کہ وہاں کی جماعت کے لوگ اپنے آپ کو علی الاعلان ظاہر کرتے مناسب سمجھا گیا کہ گورنمنٹ سے اچھی طرح دریافت کر لیا جائے ...... چنانچہ جب محمود طرزی صاحب سابق سفیر پیرس کی امارت میں افغان گورنمنٹ کا ایک مشن برٹش گورنمنٹ سے معاہدہ صلح کرنے کے لیے آیا تو اس وقت میں نے ان کی طرف ایک وفد☆ اپنی جماعت کے لوگوں کا بھیجا تا کہ وہ ان سے دریافت کرے کہ کیا مذہبی آزادی دوسرے لوگوں کے لیے ہے یا احمدیوں کے لئے بھی۔ اگر احمدیوں کے لیے بھی ہے تو وہ لوگ جو اپنے گھر چھوڑ کر قادیان میں آ گئے ہیں واپس اپنے گھروں کو چلے

☆ میاں نیک محمد خان صاحب نے بتایا کہ اس وفد میں ان کے علاوہ مولانا...... ہلال پوری بھی تھے اور بات چیت ڈیرہ دون میں ہوسکتی تھی۔

جاویں- محمود طرزی صاحب نے میرے بھیجے ہوئے وفد کو یقین دلایا کہ افغانستان میں احمدیوں کو اب کوئی تکلیف نہ ہوگی کیونکہ ظلم کا زمانہ چلا گیا ہے اور اب اس ملک میں کامل مذہبی آزادی ہے- اسی طرح دوسرے ممبران وفد نے بھی یقین دلایا-

''ان لوگوں میں سے جو اپنے ملک کو چھوڑ کر قادیان آ گئے ہیں ایک نوجوان نیک محمد بھی ہے جو احمدیت کے اظہار کی آزادی نہ پا کر چودہ سال کی عمر میں اپنا وطن چھوڑ کر چلا آیا تھا- اس نوجوان کا والد غزنی کے علاقہ کا رئیس تھا...... اس کو دیکھ کر کئی ممبران وفد کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ ایسے معزز خاندانوں کے بچے اس عمر میں اپنے عزیزوں سے جدا ہو کر دوسرے وطنوں کو جانے پر مجبور ہوں یہ بہت بڑا ظلم ہے جو ہز میجسٹی امان اللہ خان کے وقت میں نہ ہوگا- اور ایشیائی طریق پر اپنے سینوں پر ہاتھ مار کر کہنے لگے کہ تم واپس وطن کو چلو دیکھیں تو تم کو کون ترچھی نظر سے دیکھتا ہے؟

''اس ملاقات کے نتیجہ میں ہمارا وفد اپنے نزدیک نہایت کامیاب واپس آیا- مگر مزید احتیاط کے طور پر میں نے چاہا کہ امیر افغانستان کو اپنے عقائد سے بھی مطلع کر دیا جائے اور ہماری امن پسند عادت سے بھی آگاہ کر دیا جائے- تا کہ پھر کوئی بات نہ پیدا ہو اور میں نے مولوی نعمت اللہ خان کو ہدایت کی کہ وہ محمود طرزی صاحب سے ان کی واپسی پر ملیں اور ان سے بعض احمدیوں پر جو ظلم ہوا ہے اس کا تذکرہ کریں اور امیر کے سامنے اپنے خیالات پیش کرنے کی بھی اجازت لیں- محمود طرزی صاحب نے ان احمدیوں کی تکلیف کا ازالہ کر دیا اور اس امر کی ضمانت دی کہ جو خط امیر کے نام آئے وہ اس کو غور سے پڑھیں گے- اس موقعہ پر ہمارے مبلغ نے اپنے آپ کو جس طرح گورنمنٹ کے سامنے ظاہر کر دیا تھا- پبلک پر بھی ظاہر کر دیا- چونکہ افغانستان کے بعض علاقوں سے یہ خبریں برابر آ رہی تھیں کہ احمدیوں پر برابر ظلم ہو رہا ہے- ان کو بلا وجہ قید کر لیا جاتا ہے- پھر ان سے روپیہ لے کر چھوڑا جاتا ہے- اس لئے میں نے اپنے صیغہ دعوت و تبلیغ کے سیکرٹری کو ہدایت کی کہ وہ اس کے متعلق افغان گورنمنٹ سے خط و کتابت کریں- چنانچہ انہوں نے ایک چٹھی وزیر خارجیہ افغانستان کو لکھی......

''اس چٹھی کے جواب میں وزیر خارجیہ افغانستان کی ایک چٹھی مئی ۱۹۲۱ء میں آئی - جس میں لکھا تھا کہ احمدی اسی طرح اس ملک میں محفوظ ہیں جس طرح دوسرے وفادار لوگ، ان کو احمدیت کی وجہ سے کوئی تکلیف نہ دی جاوے گی اور اگر کوئی احمدی ایسا ہے جسے مذہب کی وجہ سے تکلیف دی جاتی ہو تو اس کا نام اور پتہ لکھیں - گورنمنٹ فوراً اس کی تکلیف کو دور کر دے گی - اس کے کچھ عرصہ بعد خوست کے علاقہ میں بعض احمدیوں کو پھر تکلیف ہوئی تو احمدیہ جماعت کی شملہ کی لوکل شاخ نے سفیر کابل متعینہ ہندوستان کو اس طرف توجہ دلائی اور ان کی معرفت ایک درخواست گورنمنٹ کابل کو بھیجی جس کا جواب مؤرخہ ۲۴ مئی ۱۹۲۳ء کو سفیر کابل کی معرفت ان کو یہ ملا کہ وہ احمدی امن کے ساتھ گورنمنٹ کے ماتحت رہ سکتے ہیں - ان کو کوئی تکلیف نہیں دے سکتا - باقی وفادار رعایا کی طرح ان کی حفاظت کی جائے گی - اس خط میں اس طرف بھی اشارہ کیا گیا تھا کہ یہ معاملہ ہز میجسٹی امیر کے سامنے پیش کیا گیا تھا - اور ان کے مشورہ سے جواب لکھا گیا ہے - شملہ کی لوکل احمدی انجمن کی درخواست میں احمدیہ عقائد کا بھی تفصیلاً ذکر کیا گیا تھا اور گورنمنٹ افغانستان نہیں کہہ سکتی کہ اسکو پہلے احمدی عقائد کا علم نہ تھا - اس طرح متواتر یقین دلانے پر کابل اور اس کے گرد کے احمدی ظاہر ہو گئے - مگر کابل سے دُور علاقوں کے لوگ پہلے کی طرح مخفی ہی رہے - کیونکہ گورنمنٹ افغانستان کا تصرّف ان علاقوں پر ایسا نہیں کہ اس کی مرضی پر پوری طرح عمل کیا جائے - وہاں لوگ قانون اپنے ہاتھ ہی میں رکھتے ہیں اور بار ہا حکام بھی لوگوں کے ساتھ مل کر کمزوروں پر ظلم کرتے رہتے ہیں - ہم خوش تھے کہ افغانستان میں ہمارے لیے امن ہو گیا ہے'' (۱۱)

امیر امان اللہ خان کی ابتدائی زمانہ میں حکومت افغانستان کی جانب سے یقین دہانی کے خطوط کہ احمدیوں کو افغانستان میں آزادی ہے اور حکومت ان کی حفاظت کرے گی

۱۹۲۱ء: - (۱) جماعت احمدیہ کے مرکز قادیان سے صدر انجمن احمدیہ کی نظارت امور عامہ کی

طرف سے سلطنت افغانستان کو خط لکھا گیا جس میں افغانستان میں رہنے والے احمدیوں کی تکالیف اور مصائب کی طرف توجّہ دلائی گئی جو انھیں محض احمدی ہونے کی وجہ سے اٹھانا پڑتے ہیں۔

اس کے جواب میں سردار محمود خان طرزی وزیر خارجہ افغانستان نے اپنے خاص سرکاری لیٹر ہیڈ پر جو جواب بھجوایا اس میں تحریر تھا کہ

''مکتوب شما ۳۰ ماہ اپریل ۱۹۲۱ء-- بنام ایں خدمتگار عالم اسلام رسیدہ مضامین ومطالب آن را مطالعہ کرد- الیٰ آخیرہ دانستہ شدیم- جواباً می نگارم کہ درسلطنت اعلیٰ حضرت غازی پادشاہت معظّمہ افغانستان ہیچ یک زحمت یا تکلیفے از طرف حکومت- در بارۂ تابعین و متعلّقین شما درخاک افغانستان ابرار نیافتہ''

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ

''آپ کا خط ۳۰/اپریل ۱۹۲۱ء جناب جلالت مآب جمال پاشا اور عالم اسلام کے اس خدمتگار کے نام پہنچا جس کے تمام مطالب ومضامین سے آگاہی ہوئی جواباً لکھا جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت غازی کے عہد حکومت میں کسی قسم کی زحمت یا تکلیف حکومت کی طرف سے کابل کی سرزمین میں رہنے والے آپ کے ساتھیوں اور متعلقین کو نہیں پہنچائی جاتی''

اس مکتوب میں یہ بھی لکھا ہے کہ

''اگر سیاہہ اشخاص تابعین خود را کہ در خاک افغانستان سکونت دارند برائے ما بفرستید- ممکن است اگر تکلیفے در بارۂ شاں واردشدہ باشد رفع شود''

اس حصّہ کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ

''اگر ان احمدیوں کی فہرست جو ملک افغانستان میں سکونت رکھتے ہیں ہمارے پاس بھیج دی جائے تو ممکن ہے کہ اگر انھیں کوئی تکلیف پیش آئے تو رفع کر دی جائے''(۱۲)

(۲) ایک اور مکتوب جو افغانستان کے قونصل جنرل مقیم ہندوستان نے جماعت احمدیہ شملہ ہندوستان کے ایڈریس کے جواب میں لکھا اس میں درج ہے کہ

''شما نفرے عارضاں رااطمینان بدہید کہ ازطرف افغانستان واہالی ہیچ گاہ بدون سبب وواسطہ- اذیت براقوامِ شاں نخواہدرسید''

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ

''آپ احمدیوں کو اطمینان دلادیں کہ افغانستان اوراہالیان افغانستان کی طرف سے کسی وقت بلاسبب اوروجہ کوئی اذیت وتکلیف ان لوگوں کونہیں پہنچے گی'' (۱۳)

مولوی نعمت اللہ خان صاحب کا بطور مبلغ تقرر اور کابل میں قیام

جب جماعت احمدیہ کوحکومت افغانستان کی طرف سے بار بارتحریری اورزبانی طور پر یقین دہانی کروائی گئی کہ احمدیوں کو افغانستان میں مکمل مذہبی آزادی دی جائے گی اوران کی حفاظت کی جائے گی تو سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مولوی نعمت اللہ خان صاحب کو دوبارہ افغانستان بطور مبلغ بھجوانے کا فیصلہ فرمایا اور ۱۹۲۲ء میں ان کو جناب عبدالاحد خان صاحب افغان کی معیت میں براستہ پشاور افغانستان بھجوایا گیا اس سے قبل حضور اقدسؓ نے ایک مبسوط کتاب دعوۃ الامیر کے نام سے تحریر فرمائی- جو امیر امان اللہ خان کو مخاطب کر کے لکھی گئی تھی- اوراس میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ اورمقام نیز اس کے اثبات کے دلائل قرآن مجید اوراحادیث نبویہ اور کتب علماء اسلام سے بڑی وضاحت اورعمدہ پیرایہ میں بیان فرمائے اوران غلط فہمیوں کا ازالہ فرمایا جو جماعت احمدیہ اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں بعض مسلمان ملاّ پھیلاتے رہتے ہیں- اس کتاب کا فارسی میں ترجمہ کروایا گیا- جسے زیور طبع سے آراستہ کیا گیا- دعوۃ الامیر کی بہت سی جلدیں مولوی نعمت اللہ خان صاحب اور عبدالاحد خان صاحب افغان اپنے ساتھ لے گئے تاکہ اسے مناسب طریق سے افغانستان میں تقسیم کیا جائے- اوراحمدیت کا پیغام پہنچانے میں مدد ملے- جب مولوی نعمت اللہ خان صاحب اور جناب عبدالاحد خان صاحب افغان پشاور پہنچے تو جماعت احمدیہ پشاور کے مرکز واقعہ جہاں گیر پورہ میں کچھ عرصہ مقیم رہے- اوراحباب صوبہ سرحد سے ملتے رہے- اس بارہ میں جناب

قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت احمدیہ صوبہ سرحد لکھتے ہیں کہ

اس وقت مولوی نعمت اللہ خان صاحب درمیانہ قد کے خوبصورت نوعمر نوجوان تھے۔ اور تازہ خط ریش چہرہ پر آیا ہوا تھا۔ اندازاً بیس یا پچیس سال عمر ہوگی۔ وہ نہایت پاکیزہ' کم گو' پرجوش' متدین نوجوان تھے۔ گفتگو میں شیرینی تھی۔ خدا تعالیٰ شاہد ہے کہ ان کے ایام قیام پشاور میں ہم پر یہ اثر ہوتا تھا کہ وہ اپنے اخلاق حسنہ اور صلاحیت کی وجہ سے انسان نہیں بلکہ فرشتہ مجسم معلوم ہوتے ہیں۔

وہ شیریں کلام' مؤثر لہجہ میں کلام کرنے والے سرخ وسفید خوبصورت چہرے والے' سیاہ چشم سڈول وجود' کشادہ پیشانی' سیاہ بال' سیاہ بادام نما آنکھوں والا انسان تھا۔

زبان فارسی تھی اور پشتو بھی بولتے تھے۔ اردو بھی قدرے سیکھ لی تھی۔ برادر نعمت اللہ خان کی ملائم طبع اور نرم مزاج کو دیکھ کر ہم نے دریافت کیا کہ

اگر خدانخواستہ افغانستان حکومت اپنے عہد پر قائم نہ رہے اور آپ کو کوئی ابتلاء یا امتحان پیش آئے۔ تو کیا آپ مصائب وشدائد باز پرس ودار وگیر برداشت کرسکیں گے؟

برادر موصوف (نعمت اللہ خان) پر ہمارے اس سوال کا ایک خاص اثر ہوا اور انہوں نے آبدیدہ ہوکر کہا کہ ''انشاء اللہ آپ دیکھ لیں گے۔ میں اس وقت کیا لاف وگذاف کرسکتا ہوں۔''

مولوی نعمت اللہ خان کی کابل میں آمد اور مشن کا قیام

بالآخر برادر نعمت اللہ خان صاحب' عبدالاحد خان افغان کی معیت میں پشاور سے احباب جماعت سے مل کر رخصت ہوئے۔ دعا کی اور براستہ جمرود' درۂ خیبر وجلال آباد' کابل چلے گئے۔

وہاں کے احمدی ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ ایک مکان کرایہ پر لیا گیا اور جماعت احمدیہ کابل کو درس القرآن دینے لگے۔ احباب جماعت کی ترقی علم دین وتربیت

اخلاق میں مشغول ہو گئے۔ جب بھی موقعہ ملتا۔ خط و کتابت کر کے اپنے حالات سے اطلاع دیتے رہتے تھے۔عبدالاحد خان صاحب افغان کچھ عرصہ بعد قادیان واپس آ گئے۔(۱۴)

افغانستان کی سمت جنوبی خوست اور ملحقہ علاقوں میں بغاوت اور احمدیوں کے لئے مشکلات وتکالیف

افغانستان کی سمت جنوبی میں رہائش رکھنے والے قبائل، منگل، چمکنی، جدران وغیرہ میں ۱۹۲۳ء اور ۱۹۲۴ء میں امیر امان اللہ خان کے خلاف بغاوت پھوٹ پڑی۔ اس کے بانی مبانی بعض ملّا اور پیر تھے۔ بالخصوص ملّا عبداللہ ملّائے لنگ اور اس کا داماد عبدالرشید ملّائے دبنگ اس بغاوت کے پھیلانے میں سرگرم تھے۔ بغاوت کے برپا ہونے کے اسباب یہ تھے کہ امیر امان اللہ خان اور اس کے آزادی پسند وزیروں نے ملک افغانستان کے قوانین اور نظام دولت میں بعض ایسی تبدیلیاں اور اصلاحات شامل کی تھیں۔ جن کی بعض دفعات ملاؤں کے نزدیک بدعت اور خلاف اسلام تھیں اور اس طرح امیر امان اللہ خان ان کے نزدیک کافر اور بے دین قرار پاتا تھا۔

جیسا کہ پہلے ذکر آ چکا ہے کہ جب ۱۹۱۹ء میں امیر امان اللہ خان برسر اقتدار آیا تو اس نے افغانستان میں مذہبی آزادی دیئے جانے کا عام اعلان کیا اور اس کے نتیجہ میں احمدیوں کے لئے کچھ آرام اور سہولت کا زمانہ آیا۔ جب خوست کے علاقہ میں امیر امان اللہ خان کے خلاف بغاوت ہوئی تو باغیوں نے احمدیوں سے بھی مطالبہ کیا کہ وہ ان کے ساتھ مل کر امیر امان اللہ خان کے خلاف بغاوت میں شریک ہوں۔ اس پر خوست کے احمدیوں نے جواب کے لئے مہلت مانگی اور اپنا ایک نمائندہ پشاور کی جماعت احمدیہ کے پاس روانہ کیا اور ان سے مشورہ مانگا کہ ایسی صورت میں جماعت احمدیہ کیا تعلیم دیتی ہے۔

پشاور کی جماعت نے اس نمائندہ کو تفصیل سے بتایا کہ احمدیت کی تعلیم یہ ہے کہ احمدی بالعموم اپنی حکومت اور بادشاہ وقت کے وفادار رہیں اور اس کے خلاف بغاوت یا شورش میں

حصہ نہ لیں- اس بناء پر احمدیانِ خوست امیر امان اللہ خان کے خلاف بغاوت سے الگ رہے اور باغیان کو بتا دیا کہ وہ اپنے مذہبی اصولوں کی وجہ سے اس بغاوت میں شامل نہیں ہو سکتے - باغیوں نے جب یہ دیکھا کہ احمدی ان کا ساتھ نہیں دے رہے تو انہوں نے وہاں کے احمدیوں کے خلاف کارروائی شروع کر دی- احمدیوں کو مارا پیٹا اور لتاڑا ان کی جائدادوں کو لوٹا اور مکانوں کو جلایا- اس وجہ سے بعض احمدی خوست کا علاقہ چھوڑ کر ہندوستان ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے-

باغی اب تک تو امیر امان اللہ خان کو دیگر وجوہات کی بناء پر کافر قرار دے رہے تھے- اب انہوں نے یہ بھی کہنا شروع کر دیا کہ دراصل امیر امان اللہ خان بھی احمدی ہے- یہی وجہ ہے کہ افغانستان کے احمدی اس کے خلاف ہمارے ساتھ بغاوت میں شامل نہیں ہوتے اور یہ کہ کابل میں احمدیہ مشن کھلا ہوا ہے اور حکومت اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرتی -

امیر امان اللہ خان نے باغیوں کو سمجھانے اور بغاوت فرو کرنے کے لئے سردار علی جان اور بعض دیگر سرداروں کو خوست بھجوایا تھا- ان لوگوں نے ملاّ عبداللہ عرف ملاّئے لنگ اور ملاّ عبدالرشید عرف ملاّئے دبنگ کو سمجھا بجھا کر کابل آنے اور بغاوت کا راستہ چھوڑنے پر آمادہ کر لیا- اس موقعہ پر باغیوں نے یہ مطالبہ پیش کیا تھا کہ امیر امان اللہ خان کو چاہئے کہ جس طرح امیر عبدالرحمٰن اور امیر حبیب اللہ خان نے بعض احمدیوں کو قتل کروادیا تھا وہ بھی افغانستان کے احمدیوں کو قتل کروائے-

اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ خود احمدی نہیں ہے جیسا کہ اس کے بعض کاموں اور پالیسیوں سے سمجھا جاتا ہے مثلاً اس نے کابل میں احمدیوں کو مذہبی آزادی دے رکھی ہے اور ان کا مبلّغ بھی کابل میں موجود ہے-

سردار علی احمد جان نے بھی اس کی تائید کی امیر امان اللہ خان نے اس ظالمانہ شرط کو تسلیم کر لیا اور امیر نے اپنے ماتحت کارکنوں اور پولیس وغیرہ کو اجازت دیدی کہ وہ احمدیوں کو گرفتار کریں ان پر مقدمات بنائیں اور اگر کابل کی عدالتیں ان کے قتل کے فیصلے کریں تو اس کو

عملی جامہ پہنائیں۔

یہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ امیر نے احمدیوں کے معاملہ میں بدعہدی کی اور ایسے احکامات دیئے جو ان وعدوں اور یقین دہانیوں کے سراسر خلاف تھے جو اسکی حکومت مسلسل احمدیوں سے کرتی چلی آئی تھی کہ ان کی حفاظت اور مذہبی آزادی کی ضمانت دی جاتی ہے اور حکومت اس بارہ میں ہر ممکن کاروائی کرے گی۔

افسوس کہ باوجود اس کے کہ احمدیان سمت جنوبی نے بادشاہ کی اطاعت اور وفاداری کے لیے اپنے آپ کو خطرے میں ڈالا اور باغیوں نے بغاوت میں نہ شامل ہونے کی بناء پر ان پر طرح طرح کے مظالم کیئے لیکن امیر نے بجائے اس کے کہ ایسی وفادار رعایا کی قدر کرتا اور احمدیوں کی حفاظت اور ان کے ساتھ انصاف کرتا اس نے الٹا باغیوں کو خوش کرنے کے لیے احمدیوں پر مظالم ڈھانے کی ٹھان لی افسوس کہ امیر حبیب اللہ خان کا بیٹا اور امیر عبدالرحمٰن کا پوتا اپنے باپ دادا سے احمدیوں پر ظلم و تعدّی کرنے میں کم نہ نکلا۔(۱۵)

خوست کی بغاوت کے بارہ میں اخبار پاؤنیر الہ آباد نے یہ لکھا کہ

اگرچہ حکومت افغانستان خوست میں بغاوت فرو کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ لیکن بعض قبائلی لشکر امیر کی فوج کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ امیر امان اللہ خان کی جدید اصلاحات اور نئے قوانین کی وجہ سے یہ بغاوت برپا ہوئی ہے کیونکہ جدید نظام کے نافذ کئے جانے سے قبائل کا سیاسی اور اقتصادی نظام تہہ و بالا ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں جدید ضابطہ فوجداری کی تعزیری دفعات کے متعلق لوگوں کا خیال ہے کہ وہ قدیم اور اسلامی قانون کے خلاف ہیں ......

ان امور کے بارہ میں خوب پراپیگنڈا کیا گیا اور دور دراز علاقوں میں اس امر کی اشاعت کی گئی ہے کہ حکومت افغانستان بدنیّت ہوگئی ہے اور اس بارہ میں انواع واقسام کے جھوٹوں سے حاشیہ آرائی کی گئی ہے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ امیر امان اللہ خان احمدی ہو گئے ہیں ...... اس پراپیگنڈا کا پہلا اثر یہ ہوا کہ خوست کے علاقہ میں رہنے والے احمدیوں کے دیہات اور افراد پر حملے کئے گئے۔(۱۶)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ۱۹۲۴ء میں لندن میں ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

''۱۹۲۳ء کے آخر میں اطلاع ملی کہ دو احمدیوں کو افغانستان کی گورنمنٹ نے قید کر لیا ہے جن میں سے ایک کا بیٹا بھی ساتھ قید کیا گیا ہے۔ ان دو میں سے ایک تو دے دلا کر اپنے بیٹے سمیت چھوٹ گیا لیکن دوسرا میری قادیان سے روانگی تک قید تھا اور مجھے معلوم نہیں کہ اس کا اب کیا حال ہے؟ دوسرا جو آزاد ہو گیا تھا اس کو ایام گرفتاری میں اس قدر مارا گیا کہ وہ آزاد ہونے کے بعد ۱۴ دن کے اندر فوت ہو گیا'' (۱۷)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی روانگی برائے سفر یورپ

افغانستان میں بغاوت ابھی کلیۃً رفع نہیں ہوئی تھی۔ اور احمدیوں پر مظالم شروع ہو گئے تھے کہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو انگلستان کا سفر کرنا پڑا اس سفر کا مقصد ایک تو لندن کی مذاہب کی کانفرنس میں شمولیت اور احمدیت کے بارہ میں اپنا مقالہ سنوانا تھا اور دوسری غرض لندن میں سب سے پہلی احمدیہ مسجد کی بنیاد رکھنا تھا حضورؓ کے دورۂ لندن کی مفصّل رپورٹ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کی کتاب تاریخ مسجد فضل لندن اور اس زمانہ کے سلسلہ احمدیہ کے اخبارات و رسائل میں محفوظ ہے۔ حضورؓ مؤرخہ ۱۲ جولائی ۱۹۲۴ء بروز ہفتہ قادیان سے روانہ ہوئے۔ (۱۸)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو انگلستان جاتے ہوئے عدن میں اطلاع ملی کہ مولوی نعمت اللہ خان صاحب کو گرفتار کر لیا گیا ہے

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جولائی ۱۹۲۴ء میں قادیان سے روانہ ہو کر بذریعہ ریل بمبئی پہنچے اور وہاں سے بذریعہ بحری جہاز یورپ کے لئے روانہ ہوئے آپ کے ساتھ بارہ رفقاء سفر تھے۔

جب حضورؓ عدن پہنچے تو حضرت مولوی شیر علی صاحب قائمقام امیر قادیان کے تار

سے مولوی نعمت اللہ خان کی گرفتاری کی اطلاع ملی۔ اس بارہ میں شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی تحریر کرتے ہیں کہ ۲۳ جولائی (۱۹۲۴ء) کی صبح کو ہمارا جہاز عدن ۹ بجے کے بعد پہنچا جہاز کے پہنچتے ہی حضرت کے ہاتھ میں ایک تار اور خط آیا۔ جس نے حضرت کے چہرہ پر خوشی اور فکر کی ملی ہوئی لہر پیدا کر دی ان میں خوشی کی خبر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے گھر بیٹا ہونے کی تھی ......اور فکر افزاء خبر مولوی نعمت اللہ خان صاحب مبلّغ کے کابل میں قید کئے جانے کی تھی ......

کابل میں نعمت اللہ خان کے قید کئے جانے نے ......حضرت کو تکلیف دی ہے۔ اس لیے نہیں کہ اس سے احمدیت کو کوئی نقصان پہنچے گا۔ بلکہ کابل کی سنگلاخ زمین میں اس سے پیشتر ہم اپنے خون سے احمدیت کا اعلان کر چکے ہیں اور ان بے گناہوں کے خون نے احمدیت کے پودے کو سیراب کیا ہے آئندہ بھی احمدیت کے لئے اگر کسی کو تکلیف دی جائے گی تو وہ احمدیت کی اشاعت میں روک کا موجب نہ ہوگی۔ حضرت کی تکلیف نعمت اللہ خان کی ذاتی تکلیف کی وجہ سے تھی اور ہے۔ آپ نے نعمت اللہ خان کی رہائی کے لئے مستقل اور پیہم کوشش کے لئے ہدایات جاری کی ہیں۔ امیر کابل نے ملّانوں کے ڈر سے اپنی غیر احمدیت کا ثبوت دینے کے لئے یہ راہ اختیار کی ہے جو کسی صورت میں مبارک نہیں ہوسکتی۔ (۱۹)

عدن سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا تار

حضرت مولوی شیر علی صاحب قائم مقام امیر ہندوستان کے نام حضورؓ کا عدن سے تار مؤرخہ ۲۴ جولائی ۱۹۲۴ء کو موصول ہوا

''مولوی نعمت اللہ خان کابلی کو مذہبی اختلاف کی وجہ سے قید کئے جانے کے خلاف احتجاج کیا جائے اور ان کی آزادی کے لئے جدّ وجہد کی جائے'' (۲۰)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں

''شروع جولائی میں مولوی نعمت اللہ خان صاحب کو بھی حکام نے بلایا اور بیان لیا

کہ کیا وہ احمدی ہیں- انہوں نے حقیقت کو ظاہر کر دیا اور ان کو بیان لے کر چھوڑ دیا گیا- اس کے چند دن بعد ان کو گرفتار کر لیا گیا اور پھر علماء کی کونسل کے سامنے پیش کیا گیا- جس نے ۱۱/اگست کو ان سے بیان لیا کہ وہ احمدؑ کو کیا سمجھتا ہے انہوں نے اپنے عقائد کا اظہار کیا- جس پر علماء کی کونسل نے ان کو احمدی قرار کر مرتد قرار دیا اور موت کا فتویٰ دیا اس کے بعد ۱۶/اگست ۱۹۲۴ء کو ان کو علماء کی اپیل کی عدالت کے سامنے پیش کیا گیا جس نے پھر بیان لے کر ماتحت عدالت کے فیصلہ کی تائید کی اور فیصلہ کیا کہ نعمت اللہ کو ایک بڑے ہجوم کے سامنے سنگسار کیا جائے-''(۲۱)

حضرت مولوی شیر علی صاحب قائمقام امیر قادیان نے ۱۵/اگست ۱۹۲۴ء کو خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ

''حضرت سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے روانگی سے پہلے ایک خطبہ پڑھا تھا جس میں حضور نے یہ خبر سنائی تھی کہ کابل سے مولوی نعمت اللہ خان صاحب کا خط آیا ہے جو ایک تشویش ناک خط ہے- اس میں وہ لکھتے ہیں کہ مجھے پولیس نے بلایا ہے اور پوچھا ہے کہ کیوں یہاں رہتے ہو اور احمدیت کے متعلق بھی سوالات کئے ہیں جس سے مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس کے نتیجہ میں مجھے قید کریں گے یا قتل کریں گے- اس پر حضور نے فرمایا تھا کہ احباب دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے یا اگر موت ہی ان کے لئے مقدّر رہے تو انہیں استقامت دے...... حضرت صاحب کی روانگی کے بعد ایک دوست کا خط کابل سے آیا جس سے معلوم ہوا کہ گورنمنٹ کابل نے مولوی نعمت اللہ خان کو قید کر لیا ہے-

''یہ خبر ہم نے بذریعہ تار حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو عدن پہنچائی- جس کے جواب میں حضور نے تار دیا کہ ہر ممکن صورت نعمت اللہ خان کی رہائی کے متعلق کی جائے- اس تار کے آنے پر ہم نے رہائی کے لئے کوشش کی اور ایک تار امیر کابل کو نعمت اللہ خان کی رہائی کے متعلق دیا- جس کا کوئی جواب امیر نے نہ دیا- قونصل کابل متعینہ شملہ کے ذریعہ بھی کوشش کی گئی اور قونصل کی معرفت مولوی نعمت اللہ خاں مرحوم کے متعلق امیر کو چٹھی بھی لکھی گئی- مگر ان

کوششوں کا کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوا۔

''اس کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ایک دوست نے مولوی نعمت اللہ خان کا ایک پنسل کا دستخطی خط قید خانہ سے لکھا ہوا قادیان روانہ کیا......جس سے آپ ان کے دل کی حالت کا اندازہ لگا سکیں گے کہ ان کے اندر احمدیت کے متعلق کس قدر اخلاص تھا اور کس طرح وہ احمدیت پر قربان ہونے کیلئے تیار تھے۔ اس خط کے بعد چند روز ہوئے کابل سے ایک اور خط آیا جس میں لکھا ہوا تھا کہ مولوی نعمت اللہ خان صاحب کو پا بہ زنجیر ایک اور سنگین قید خانہ میں قید کر دیا گیا ہے۔ نہ معلوم اس کا نتیجہ کیا ہو............ اب وہ خط جو پنسل کا لکھا ہوا قید خانہ سے ایک دوست کو نعمت اللہ خان نے بھیجا تھا۔ اور انہوں نے قادیان روانہ کیا تھا میں سناتا ہوں۔'' (۲۲)

مولوی نعمت اللہ خان شہید افغانستان کا کابل کے قید خانہ سے خط

مولوی نعمت اللہ خان نے کابل میں گرفتاری کے بعد قید خانہ سے جو خط فارسی زبان میں لکھا تھا۔ اس کا اردو ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

بخدمت جناب معظم مکرم حضرت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مشرف ومکرم با دامًا بعد عرض ہے کہ یہ کمینہ داعئ اسلام تیئس روز سے توقیف خانہ میں قید ہے جس کا دروازہ اور روشن دان بھی بند رہتے ہیں اور صرف ایک حصّہ کا دروازہ کھلتا ہے۔ کسی کے ساتھ بات کرنے کی جب میں وضوء اور طہارت کے لئے جاتا ہوں تو ساتھ پہرہ ہوتا ہے۔ خادم کو قید خانہ میں آنے کے دن سے لے کر اس وقت تک چار کوٹھریوں میں تبدیل کر چکے ہیں لیکن جس قدر بھی زیادہ اندھیرا ہوتا ہے خدا تعالیٰ مجھے روشنی اور اطمینان قلب دیتا ہے، جس دن میں قید خانہ میں آیا ہوں اس دن اخراجات کے لئے ایک پیسہ بھی میرے پاس نہ تھا۔ بلکہ مبلغ پچاس روپیہ کا مقروض تھا اور اس دن سے اب تک میرے لئے ....خرچ بھیجتا ہے میں نہیں جانتا کہ اب ان کا میں کس قدر قرضدار ہو چکا ہوں اور یہ

عاجز اس سے پہلے اور لوگوں کا بھی قرضدار تھا۔

آپ کو چاہیے کہ آپ مہربانی کر کے ملّا بیچارہ سے دریافت کریں کہ انہوں نے کس قدر میرے لئے خرچ کیا ہے۔

اس سے خط لے کر حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ تعالیٰ کے حضور بھیج دیں۔

علاوہ ازیں بذریعہ تار یا خط میرے احمدی بھائیوں کو میرے حال سے اطلاع دے دیں تا وہ دعا فرمادیں کہ خدا تعالیٰ مجھے دین متین کی خدمت میں کامیاب کرے۔ میں ہر وقت قید خانہ میں خدا تعالیٰ سے یہ دعا مانگتا ہوں۔ الٰہی اپنے نالائق بندہ کو دین کی خدمت میں کامیاب کر۔

میں یہ نہیں چاہتا کہ مجھے قید خانہ سے رہائی بخش اور قتل سے نجات دے۔ بلکہ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ الٰہی اس بندۂ نالائق کے وجود کا ذرّہ ذرّہ اسلام پر قربان کر۔

پس اگر قضاء الٰہی میں خاکسار کی موت مقدّر رہے تو یہ عرض ہے کہ براہ کرم ومہربانی حقیر خادم نابکار کا کتبہ اصحاب مسیح موعود علیہ السلام کے زمرہ میں مقبرہ بہشتی میں لگا دیا جائے۔

خادم کا نام ...... عمر ۳۴ سال، والد کا نام امان اللہ۔ ضلع پنجشیر۔ تحصیل رخہ موضع خوجہ۔

میرے احمدی بھائی آگاہ رہیں کہ خاکسار کی موت سے نہ ڈریں۔ اس وقت آزادی کی نسبت قید خانہ میں ہزار ہا درجہ زیادہ لذّت حاصل ہو رہی ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ موت سے مجھے زیادہ لذّت حاصل ہو گی۔

اس وقت تک سہ شنبہ دو مرتبہ اس خادم کا بیان لیا گیا ہے۔ سنا ہے کہ میری کتابیں قبضہ میں لے لی گئی ہیں

میں نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ کا کیا منشاء ہے۔

فقط والسلام مؤرخہ سہ شنبہ

۲۸ ذی الحج ۱۳۴۲ھ

خاکسار نعمت اللہ خان احمدی از قید خانہ

ملّا عبداللہ صاحب کو چاہیے کہ یہ خط محمد عظیم کو دے دیں۔ (۲۳)

مولوی نعمت اللہ خان صاحب کے اصل فارسی خط کی فوٹوسٹیٹ

(۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بخدمت جناب معظم مکرم حضرت . . . .

السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ شرف وتکریم باد

اما بعد عرض اینکہ این کمینہ داعی خادم

۲۳ بست سہ روز میشود کہ در توقیف خانہ قید میباشد

دروازہ و روشن دان ہا نیز بند میباشد مگر یک

طبقہ دروازہ خلاصی میباشد و سخن کردن بہمراہ دیگر

ہم منع ہست و ہرگاہ بجہت نقض وضو و طہارت

بمعہ یک بہرہ میباشد از روز آمدن خادم در قید خانہ

تا امروز بہ چہار کوٹھ ہا تبدیل کردانند ہر چند کہ تاریک

باشد خداوند تعالیٰ برای من روشنی واطمینان خاطر میدہد

در روز آمدن نخود یک پیسہ ۳ خریدہ داشتیم و مبلغ

پنجاہ روپیہ قرضی دار نیز بودم و از ان روز تا حال

(۲)

برای من خرچ روان میکنند نمیدانم کہ چہ قدر

دیگر قرضی دار ملا مذکور شدہ باشیم و خود این

عاجز نیز قرضی دار مردم میباشد ...

از نزد عاجز بر نزد دکانش چیز آید نزد رد باید کہ شما

ہربانی کردہ از نزد ملای بیچارہ پرسان بکنید کہ چہ قدر

خرچ کردہ اند و از نزد ش خط گرفتہ بحضور حضرت

خلیفۃ المسیح علیہ السلام بفرستند و دیگر بذریعہ

تار یا خط برادر ہا را از احوال خبر بدہید کہ دوعا فر

مایند کہ خداوند تعالیٰ مارا در خدمت دین متین

کامیاب و ہمیشہ از خداوند تعالیٰ در قید خانہ طلب میکنم

کہ الٰہی من ... بندۂ نالائق خود را در خدمت

دین کامیاب کن و اینکہ ... نمی خواہم کہ مرا از

نبدی خانہ خلاص کن و از کشتن نجات بدہ

(۳)

بعدہ عرض میکنم کہ الٰہی ذات وجودم

این بندۂ نالائق و گناہ کار را فدائی اسلام

بکن اگر قضای الٰہی بمرت حقیر رفتہ باشد

باید کہ از روی کرم و مہربانی کتبہ حقیر خادم

نابکار را در مقبرۂ بہشتی در زمرۂ اصحاب مسیح

موعود علیہ السلام تو نوشتہ کنید و نام خادم

و عمر سی ہم ۳۰ و ولد امان اللہ و ضلع پنجشیر

و ... محال رفتہ و دہ خوجہ و خبر دار با

شید کہ بخدمت دین خود برادر اسلام خود مشغول

(بقیہ از صفحہ ۳)

و از مرگ حقیر نترسید تا حال از خلاصی گرسی در بند

گری ہزار ہا درجہ لذت زیاد حاصل شد

از خداوند تعالیٰ امید دارم کہ موقع کوکر کو کر زیاد لذت

(۴)

حاصل شود تا الیوم سہ شنبہ دو مرتبہ از خادم

اقرار گرفتہ شنیدم کہ کتاب ہا من نیز پیدا کردہ

در محکمہ برداند نمیدانم کہ از جانب خداوند تعالیٰ

چہ خواہد فقط و السلام مورخہ یوم سہ شنبہ

۲۸ ذی الحجہ ۱۳۴۲

خاکسار نعمت اللہ احمدی

از قید خانہ

مولوی نعمت اللہ خان کی گرفتاری اور افغانستان کے دوسرے احباب کو ایذا دیئے جانے پر اخبار الفضل قادیان کا احتجاج

''سرزمین کابل میں بعض نہایت مقتدر اور قابل احترام ہستیاں جس طرح ظلم وستم کا نشانہ بن چکی ہیں۔ اس سے ساری دنیا واقف ہے۔ یہی وہ سرزمین ہے جسے سب سے پہلے افراد جماعت احمدیہ کو خدا تعالیٰ کے مقدس دین کی خاطر اور اس کے فرستادہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے کی وجہ سے اپنے خون سے سرخ کرنا پڑا۔

''اس طرح شہادت کا جام پینے والے تو پی گئے اور اپنی مظلومی اور بیکسی کے کبھی نہ مٹنے والے نشانات چپہ چپہ پر ثبت کر گئے لیکن افسوس کہ انہیں کافی نہیں سمجھا جا رہا پچھلے دنوں جب خوست میں بغاوت پھوٹی تو اس شورش میں بھی احمدیوں کو ہدف جفا کاری بننا پڑا۔ اور انہیں جانی و مالی مصائب میں مبتلا کیا گیا۔

''اسے اگر عوام کے جاہلانہ اور وحشیانہ جوش وغضب کا نتیجہ قرار دیا جائے تو اس کے متعلق کیا کہا جائے گا کہ خاص دارالسلطنت کابل میں بعض احمدیوں کو محض احمدی ہونے کی وجہ سے طوق وسلاسل میں جکڑ دیا گیا اور انہیں اپنے عقائد بدلنے پر مجبور کیا گیا ہے۔

''ابھی پچھلے دنوں خبر آئی تھی کہ ایک احمدی نے قید خانہ کے مصائب وآلام کو برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے داعی اجل کو لبیک کہا اور قید کرنے والوں پر ثابت کر گیا کہ تمہارے ظلم اور تمہاری سختیوں کی رسائی صرف جسم تک محدود ہے میری روح تاریک سے تاریک اور خطرناک سے خطرناک جیل خانہ میں بھی آزاد ہے' اسے گرفتار کرنا تمہارے بس میں نہیں ہے اور لو اب وہ اپنے اصل مقام کی طرف پرواز کرتی ہے۔ اگر تمہیں ہمت ہے تو پکڑ لو'' (۲۳)

''اس وقت تک احمدیت کی تاریخ میں سب سے زیادہ دردناک اور روح فرسا مظلومیت کی مثال سرزمین کابل کے اندوہ ناک واقعات ہیں۔ جہاں نہایت مقتدر اور قابل احترام ہستیوں کو محض اس لئے زمین میں زندہ گاڑ کر اور پتھر مار مار کر شہید کر دیا گیا۔ کہ انہوں

نے کیوں خدا تعالیٰ کے سچے اور راستباز فرستادہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شناخت کی توفیق پائی اور کیوں وہ اس راہ حق پر قائم ہو گئے۔ جس پر خدا تعالیٰ ساری دنیا کو قائم کرنا چاہتا ہے۔ ......لیکن افسوس اور صد افسوس کہ اپنے اس رویہ میں اصلاح کر کے انہیں مدہم کرنے اور ان کی عقوبت سے بچنے کی کوشش کرنے کی بجائے روز بروز انہیں زیادہ چمکایا جا رہا ہے۔ اور کوئی دن نہیں گذرتا جس میں بے گناہ احمدیوں کی مظلومیت میں اضافہ نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ جس امن پسندی اور حکومت کی اطاعت شعاری کا وہ ثبوت دے رہے ہیں اس کی مثال اور کوئی پیش نہیں کرسکتا۔

''ایک مسلمان حکومت میں اور ایک مسلمان حکمران کے ماتحت جس کا دعویٰ ہو کہ اس نے ہر مذہب وملت کے لوگوں کو آزادی دے رکھی ہے جس کی سلطنت میں غیر مذاہب کے لوگ آرام واطمینان سے بستے بلکہ بڑے بڑے عہدوں پر مامور ہوں۔ اس کی رعایا اور نہایت وفادار اور جاں نثار رعایا ہو کر اسلام کے سچے متبع بن کر فتنہ وفساد شورش وبغاوت کی تمام راہوں سے بچ کر رہنے والے احمدیوں کو چین نصیب نہیں ہے۔ وہ ایک طرف تو عوام کی وحشت اور درندگی کا شکار ہوتے رہتے ہیں سنا گیا تھا کہ موجودہ والئے کابل نے ہر مذہب کے لوگوں کو مذہبی آزادی دے رکھی ہے۔ اور کسی سے اختلاف عقائد کی وجہ سے تعرض نہیں کیا جاتا۔

''ممکن ہے دیگر مذاہب کے متعلق یہ بات درست ہو لیکن احمدیوں کے متعلق تو اس میں ذرا بھی شائبہ صداقت نہیں۔ احمدی اسی طرح ستائے اور دکھ دیے جارہے ہیں جس طرح پہلے ستائے جاتے تھے۔ احمدیوں کے لیے اب بھی جہنم سے بدتر جیل کابل کی تنگ وتاریک کوٹھڑیاں اسی طرح کھلی ہیں۔ جس طرح پہلے کھلی تھیں ......

''ناظرینِ اخبار اپنے اس مجاہد بھائی کا حال سن چکے ہیں جس کا نام نعمت اللہ خان ہے اور جوان دنوں کابل کے جیل خانہ کی ایسی تیرہ وتار کوٹھڑی میں بند ہے جہاں روشنی کا گذر بھی ناممکن ہے ...... ہماری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اسے صبر اور استقلال عطا فرمائے اس پر صبر اور سکینت نازل کرے اور اس کے وجود کو احمدیت کے لیے مفید ترین وجود قرار دے۔ جس جگہ کا

نام ''قید خانہ'' ہو وہ ہر ملک کی ہی تکلیف دہ جگہ ہوتی ہے لیکن وہ لوگ جنہوں نے ہندوستان کے جیل خانوں کی حالت کو دیکھا...... وہ کابل کے جیل خانہ کی حالت کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے - چہ جائیکہ اس کا کوئی نام تجویز کر سکیں یکے بعد دیگرے نہایت تنگ اور تاریک کوٹھڑیاں ہوتی ہیں- جن میں ہوا اور روشنی کا قطعاً گذر نہیں ہوتا - ان میں بند رکھا جاتا ہے- اور اس مصیبت پر مصیبت یہ ہوتی ہے کہ قیدی کو اپنی خوراک کے لیے خود انتظام کرنا ہوتا ہے اگر باہر سے کسی نے اس کے لیے کچھ بھیج دیا اور اس تک پہنچ گیا تو اس نے کھا لیا ورنہ بھوکا پڑا رہیگا یا اس سے گداگری کرائی جائے گی ......

''والئی کابل اپنے ملک کی ترقی اور بہبودی کے لیے کوشاں ہیں یہ بہت مبارک بات ہے لیکن ترقی کے تمام ذرائع سے بڑھ کر بیکس رعایا کو مظالم سے نجات دینا اور تشدّد سے بچا کر آرام پہنچانے کی کوشش کرنا ہے- ورنہ بعض اوقات کسی ایک مظلوم کی آہ بڑی بڑی پائدار اور باعظمت سلطنتوں کا تختہ الٹ سکتی ہے-

''پس ہم والئی کابل کی خدمت میں نہایت ادب مگر اصرار کے ساتھ یہ عرض کریں گے کہ وہ مظلوم احمدیوں اور اس وقت خاص کر نعمت اللہ خان کے حال زار پر رحم فرماویں اور اسے قید سے آزاد کر دیں- یہ گذارش ہم اس لیے بھی کر رہے ہیں کہ ہمارے دل اپنے اس محترم اور عزیز بھائی کی تکالیف اور مصیبتوں سے پاش پاش ہو رہے ہیں- اور ہمیں اس قدر رنج اور صدمہ پہنچ رہا ہے جسے الفاظ کے ذریعہ ظاہر کرنا ناممکن ہو رہا ہے...... احمدیوں پر محض اس لیے ظلم کرنا کہ کیوں انہوں نے اس برگزیدۂ خدا کو قبول کیا جو دنیا میں اسلام کا بول بالا کرنے اور صداقت اسلام کا ڈنکا بجانے کے لیے آیا خدا کے غضب کو بھڑکانیوالا اور دین و دنیا اور جسم و روح دونوں کو تباہ کرنیوالا ہے-

''پس ہماری اس مخلصانہ درخواست پر نہایت تحمل اور دور اندیشی سے غور کرنا چاہیے اور ہمیں ممنون کرتے ہوئے اپنی بہتری اور بھلائی کا بھی خیال رکھنا چاہیے-'' (۲۴)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی لندن میں تشریف آوری

۲۲/اگست ۱۹۲۴ء کو حضورؓ لندن میں خیریت سے پہنچ گئے تھے یہ اطلاع پرائیویٹ سیکرٹری مولوی عبدالرحیم صاحب درد نے بذریعہ تار ۲۳/اگست کو لندن سے بھجوائی جو مولانا شیر علی صاحب امیر ہندوستان کے نام تھی اور ۲۶/اگست ۱۹۲۴ء کو بٹالہ کے راستہ قادیان پہنچی۔(۲۵)

مولوی نعمت اللہ خان کی گرفتاری کے بعد ان پر چلائے گئے مقدمہ کے کوائف

محکمہ شرعیہ ابتدائیہ کا فیصلہ

''۲۰ ماہ اسد ۱۳۰۳ شمسی ہجری مطابق ۹ محرم الحرام ۱۳۴۳ھ کو کوتوالی شہر کابل کے قوماندان (کوتوال) کے چالان کرنے پر ملّا نعمت اللہ ولد امان اللہ ولد میرزا ساکن موضع خوجہ' رخہ علاقہ پنج شیر جو مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروؤں میں سے تھا۔ محکمہ شرعیہ ابتدائیہ کابل میں حاضر ہوا۔ جب اس سے دریافت کیا گیا تو باوجود اس کے کہ وہ اپنے آپ کو حنفی المذہب کہتا تھا۔ اس نے اقرار کیا کہ مرزا غلام احمد مذکور مسیح موعود و مہدی معہود اور ظلی نبی ہیں اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام جسمانی طور پر زندہ نہیں اور آسمان سے ان کا جسمانی نزول درست نہیں ہے۔

''علاوہ ازیں شخص مذکور ان تمام معتقدات کا پیرو اور ماننے والا ہے۔ جن کا معتقد مرزا غلام احمد قادیانی تھا اور ان کی تمام تالیفات و تصانیف کو حق سمجھتا ہے اور کہتا ہے میں خود بھی ان عقائد کو جو ان کی مذکورہ کتابوں میں مندرج ہیں۔ درست اور صحیح سمجھتا ہوں اور مرزا غلام احمد مذکور اگرچہ نبی صاحب شریعت جدیدہ نہیں ہے لیکن ظلی نبی یعنی فناء فی الرسول ہے......

''یہی باتیں جن کا اس (ملّا نعمت اللہ) نے اپنی زبان سے اقرار کیا ہے اور اپنے قلم سے لکھ دی ہیں۔ حسب اصول مذہب حنفی اور مطابق عقائد اہل سنت و جماعت (ملّا نعمت اللہ) مذکور کو اس کے ان صاف الفاظ کی وجہ سے اور اس کے اس اعتقاد کی وجہ سے...... کافر قرار دیا جاتا ہے......اور ایسے شخص کی توبہ اس کے قتل کے حکم کو ساقط نہیں کرسکتی......''

عدالتِ مرافعہ کابل کا فیصلہ

''چونکہ قاعدہ کی رو سے محکمہ شرعیہ کے قوماندان کے ذریعہ مندرجہ بالا فیصلہ کی نسبت مرافعہ کیا گیا- اس لئے نعمت اللہ مذکور نے بھی اس محکمہ میں حاضر ہوکر مندرجہ بالا باتوں کے مطابق اقرار کیا اور اس کے علاوہ اس نے یہ بھی اقرار کیا کہ میں اہل سنت و جماعت کے ان علماء کو جنہوں نے مسئلہ نزول عیسیٰ روح اللہ کو بصورت جسمانی بتایا ہے- اس مسئلہ میں غلطی خوردہ سمجھتا ہوں- گویا اہل تفاسیر اسلام میں سے جولوگ عیسیٰ روح اللہ علی نبینا وعلیہ السلام کے رفع کے معتقد ہیں اور ایسا کہتے ہیں ان کو وہ غلطی پر سمجھتا ہے- پس اس بناء پر یہ خادم شرع شریف اس فیصلہ کے حکم کو صحیح سمجھتا ہوا اس کی درستی کی تصدیق کرتا ہے- فقط تحریر بروز دوشنبہ ۱۶ محرم ۱۳۴۳ھ بمطابق ۲۷ ماہ اسد ۱۳۰۳ ہجری شمسی''

عدالت عالیہ تمییز کی تصدیق

''فیصلہ مذکورہ بالا عدالت عالیہ تمییز میں پیش ہوا اور علم میں آیا- فیصلہ مذکورہ حسب اصول محاکمات شرعیہ درست نہیں- نعمت اللہ کو جم غفیر کی موجودگی میں سنگسار کرایا جائے-'' (۲۶)

قادیان میں مولوی نعمت اللہ خان کی شہادت کی اطلاع

اخبار الفضل قادیان رقم طراز ہے کہ

''بذریعہ خاص تار معلوم ہوا کہ ہمارے مکرم معظم احمدی بھائی مولوی نعمت اللہ خان کو جس کے متعلق مفصل حالات الفضل میں چھپ چکے ہیں- محض اس جرم میں کہ وہ احمدی ہے کابل میں ۳۱ اگست ۱۹۲۴ء کو سنگسار کر دیا گیا- اِنَّالِلّٰه وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُون'' (۲۷)

قادیان میں مولوی نعمت اللہ خان صاحب شہید کی نماز جنازہ غائب

''حضرتِ امیر مولوی شیر علی صاحب نے ۵ ستمبر ۱۹۲۴ء کو خطبہ جمعہ مولوی نعمت اللہ خان صاحب شہید کی شہادت پر فرمایا اور دوران خطبہ میں اکثر سامعین کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں-

نماز جمعہ کے بعد شہید موصوف کا جنازہ غائب پڑھا گیا اور دعائے مغفرت کی گئی۔'' (۲۸)

مولوی نعمت اللہ خان کو کیسے شہید کیا گیا

خاص کابل کی ایک تازہ اطلاع مظہر ہے کہ

''مولوی نعمت اللہ خان صاحب کو ۳۱ اگست بعد نماز عصر بروز اتوار کو بمقام شیر پور چھاؤنی کابل سنگسار کر کے شہید کیا گیا۔

''شہید مرحوم کو مرتد کرنے کی ازبس کوشش کی گئی لیکن اس کوہ وقار کو ایمان سے متزلزل نہ کر سکے۔

''آخر اتوار کو ظہر کے وقت بازاروں میں شہید مرحوم کو پھرا کر اور محض احمدی عقائد رکھنے کے سبب سنگسار کرنے کی تشہیر کر کے عصر کے وقت شہید کر دیا گیا۔اِنَّالِلّٰہ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون

''شہید مرحوم نے آخری وقت دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد پھر اسے اپنے عقائد حقہ بدلنے کے لئے کہا گیا لیکن اس نے قطعاً انکار کر دیا اس پر اُسے زمین میں گاڑ کر اتنے پتھر مارے گئے کہ جسم مبارک ان کے نیچے چھُپ گیا۔ شہید کی لاش ورثاء کو دینے سے انکار کر دیا گیا۔ اور اس پر پہرہ لگا دیا گیا۔'' (۲۹)

مولوی نعمت اللہ خان صاحب کی شہادت کے اسباب کے متعلق افغانستان کے سرکاری اخبار ''حقیقت'' کا بیان

اخبار حقیقت کی اصل عبارت فارسی زبان میں ہے۔ جس کا اردو ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

''مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک مرید کی سنگساری

''چند دنوں کا واقعہ ہے کہ شیر پور (کابل) میں ایک شخص ملاّ نعمت اللہ قادیانی کو جو اسلامی عقائد اور شریعت محمدیہ کے اصول اور حنفی مذہب کی تعلیمات کے خلاف خیالات کا اظہار کرتا تھا۔ اور لوگوں کو اپنے قادیانی عقائد باطلہ کی اتباع کی دعوت کیا کرتا تھا مطابق

فیصلہ علماءِ اعلام وفضلائے کرام محکمہ شرعیہ ابتدائیہ حقوق وجزا و فیصلہ مرافعہ مرکزی کابل و فیصلہ عدالت عالیہ تمیز وزارتِ جلیلہ عدلیہ سنگسار کیا گیا ہے- اس سیاہ روزگار بدکردار کی سنگساری کے موقع پر ملکی اور فوجی لوگوں کی ایک بڑی جماعت اور ایک جم غفیر موجود تھا-

''یہ بدبخت تادم آخرین اپنی ان ہرزہ سرائیوں اور یاوہ گوئیوں سے جن کا وہ معتقد تھا (نعوذ باللہ من ذالک ناقل) باز نہ آیا- اور اگرچہ ایسے مجرموں کی توبہ بھی شرعاً قابل پذیرائی نہیں ہے لیکن یہ بدآئین تو اپنے اقراراتِ باطلہ پر پختگی سے قائم رہا اور تادم مرگ تائب نہ ہوا-

''آخر چند لمحوں کے اندر ہمارے احکام دینیہ وقواعد شرعیہ کے مطابق ایسے طور پر پتھروں کی بارش ہونے لگی اور وہ سنگسار کر دیا گیا کہ اس کے وجود سراپا مطرود پر پتھروں کا ایک بڑا ڈھیر لگ گیا-''

جب حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مولوی نعمت اللہ خان کی شہادت کی اطلاع لندن میں ملی

''لندن ۳ ستمبر ۱۹۲۴ء

''آج عصر کی نماز سے قبل حضرت مولوی شیر علی صاحب کا تار نعمت اللہ خان شہید کابل کی خبر شہادت لے کر آیا- حضرت کو اس خبر کے سننے سے سخت صدمہ ہوا-

''ہم محسوس کرتے تھے کہ حضرت کو اس قدر تکلیف اس سے پہلے کبھی محسوس نہیں ہوئی ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے کہ آپ کے بچے نے وفات پائی اور آپ ایک نہایت سکون اور اطمینان کے ساتھ اسے دفن کر رہے ہیں- مگر اس خبر نے آپ کے قلب پر جو اثر کیا وہ بہت بڑھ کر تھا اور حقیقت میں یہی ایک چیز ہے جو ہماری زندگی کا موجب ہے-

''حضرت کو نعمت اللہ خان کی ایمانی قوّت- مستقل مزاجی- وفاداری اور خدا کے لیے کامل قربانی پر تو اطمینان تھا اور ہے اور جو نمونہ اس نے جماعت کے لیے قائم کیا وہ ایک

نشان ملّی ہے۔مگر اس کی بیکسی اور ایذا رسی کا تصور انسان کی بنیاد حیات کو ہلا دیتا ہے۔آپ کے دل میں اس خبر کی اشاعت اور اس کے متعلق دنیا کی مہذب حکومتوں اور شریف انسانوں کو توجہ دلانے کے لیے اس قدر جوش ہے کہ میں اس کا نقشہ نہیں کھینچ سکتا۔

''آپ چاہتے ہیں کہ آسمان پر جیسا یہاں ہوتا ہے بجلی کے ذریعہ بہت جلی اشتہار دیا جاوے تا کہ تمام لندن کے باشندے اس سے واقف ہوں۔ بڑے بڑے پوسٹر چھپوا کر موٹروں پر رکھ کر شہر میں گشت کروائے جائیں۔ ......اس ظلم عظیم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا گیا اور نہ رکھا جائے گا۔

''......حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز خاموشی کے ساتھ دروازہ بند کر کے اندر بیٹھ گئے۔ ہم یہی یقین کرتے ہیں۔ کہ اس شہید کابل کی درجات کی بلندی اور اجر کے لیے خدا جانے کس کس رنگ میں دعائیں کی ہونگی (پھر) ''فوراً مولوی عبدالرحیم صاحب (درد) ایم۔اے۔اور چوہدری فتح محمد صاحب کو ہدایات دے کر اخبارات کے دفتروں میں بھیجا اور نیّر صاحب کو بھی اشاعت کے لیے مامور کیا اور آپ عصر کی نماز پڑھ کر انہی تجاویز میں مصروف ہو گئے ....آپ نے عزم کر لیا ہے کہ وہ اس صدائے احتجاج کو ہر آئینی طریقہ سے بلند کریں گے۔ اور اس ظلم اور خون ناحق کے خلاف آواز اٹھاتے رہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ اپنی قدرت نمائی سے حق کو ظاہر نہ کردے۔''(۳۰)

''ٹھیک پورے چار بجے ہیں کہ ایک ارجنٹ تار قادیان سے پہنچا جس نے اس حقیقت کو آشکار کیا اور اس ظلم کی کہانی کو ہم تک پہنچایا جو سرزمین کابل میں ۳۱؍اگست ۱۹۲۴ء کے دن ایک خون ناحق کے رنگ میں واقع ہوئی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ۔ اِنَّمَا اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ۔

''ظالم مظلوموں کو قتل کر کے حق کو مٹانا چاہتے ہیں مگر یقین رکھیں کہ ان مظلوموں کے خون کا ایک ایک قطرہ لاکھوں طالبان حق پیدا کرے گا۔

''حضور کی طبیعت کئی دن سے پہلے ہی کمزور اور ناساز تھی سیر تک کو گھر سے نہ نکل سکتے

تھے...... آج اس صدمہ نے حضور کے قلب پر کیا اثر کیا ہوگا اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے مگر ہم جانتے ہیں یہ لوگ بڑے ہی مہربان اور ہمدرد ہوتے ہیں غلاموں کے ایک کانٹے کی تکلیف ان کو دوبھر گذرتی ہے- چہ جائیکہ ان کا ایک غلام- ہاں بے گناہ اور معصوم خادمِ دین ایسا خادم جس نے حق کے لیے جان تک کی پرواہ نہ کی اس کے قتل کی اچانک خبر حضور کو پہنچی''(۳۱)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا تار برقی پیغام

''شہید کی شہادت کا سچّا جواب اس کام کو جاری رکھنا ہے جس کے لیے وہ شہید ہوا''

''لنڈن سے ۴ستمبر کو ۷بجکر ۵منٹ پر چلا ہوا تار بنام مولوی شیر علی صاحب ۵ستمبر ۱۰ بجے صبح بٹالہ پہنچا اور مغرب کے وقت قادیان ایک آدمی لایا- حضور اس تار میں تحریر فرماتے ہیں:

''ظالم امیر کے مولوی نعمت اللہ خان کو بے رحمانہ قتل کرنے کی افسوس ناک خبر پہنچی- اللہ تعالیٰ شہید مرحوم کو اپنا قرب عطا فرمائے- اور ہمیں اس بڑی مصیبت پر صبر کرنے کی توفیق بخشے-

''امیر نے ہمارے بہادر بھائی کو قتل کیا ہے لیکن وہ اس کی روح کو قتل نہیں کرسکتا- وہ زندہ ہے- اور ہمیشہ زندہ رہے گا- کیونکہ کوئی شخص ایک سچّے مسلمان کو قتل نہیں کرسکتا-

''برادران! غم کے اس وقت میں ہمیں اپنے فرض کو نہیں بھلانا چاہیے جو ہمارے اس مبارک بھائی کی طرف سے ہم پر عاید ہوتا ہے جس نے اپنی جان خدا کے لیے قربان کر دی ہے- اس نے اس کام کو شروع کیا ہے جسے ہمیں پورا کرنا ہے-

''آؤ ہم اس لحہ سے یہ مصمّم ارادہ کرلیں کہ ہم اس وقت تک آرام نہیں کریں گے جب تک کہ ہم ان شہیدوں کی زمین کو فتح نہ کرلیں گے- (یعنی وہاں احمدیت نہ پھیلا لیں گے) صاحبزادہ عبداللطیف- نعمت اللہ خان اور عبدالرحمٰن کی روحیں آسمان سے ہمیں ہمارے فرائض یاد دلا رہی ہیں- اور میں یقین کرتا ہوں کہ احمدیہ جماعت ان کو نہیں بھولے گی- امیر کے اس قابل نفرت فعل کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے متعلق جو کچھ تم ضروری خیال کرتے

ہو کر ولیکن ایک ہی سچّا جواب جو احمدی دے سکتے ہیں یہ ہے کہ وہ اس کام کو جاری رکھیں جس کے لیے نعمت اللہ خان شہید کیا گیا۔

براہ مہربانی مقبرہ بہشتی کے خاص احاطہ میں صاحبزادہ عبداللطیف اور نعمت اللہ خان کے لیے کتبے لگادیں۔ اور تمام احمدیوں سے درخواست کریں کہ وہ شہید مرحوم کے لیے خصوصیت کے ساتھ دعا کریں''

محمود احمد'' (۳۲)

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے لندن سے خط لکھا اس میں تحریر کرتے ہیں۔

''۴ ستمبر کی شام کی نماز کے بعد حضور نے کھانا کھایا اور پھر اپنے کمرے میں تشریف لے گئے حضور کی طبیعت اداس تھی اور چہرے پر غم اور رنج کے آثار موجود تھے۔ نماز عشاء کے لیے عرض کرنے کو میں حاضر ہوا تو حضور کچھ خط لکھ رہے تھے اور نہایت مشغول تھے۔ دو ایک مرتبہ عرض کرنے پر فرمایا بہت اچھا! مولوی رحیم بخش صاحب کو بھیج دو۔ مولوی رحیم بخش صاحب (مولوی عبدالرحیم صاحب درد۔ ناقل) گئے اور کوئی پندرہ منٹ کے بعد واپس آئے اور نیچے چلے گئے مجھے کہا کہ عرفانی صاحب کو لیتے آنا۔ ہم نیچے گئے تو معلوم ہوا کہ حضرت نے ایک تار قادیان کے لیے لکھا ہے۔ اور اس کو مولوی صاحب نے ٹائپ کیا اور اسی وقت بڑے تار گھر میں تار دینے کو چلے گئے (۳۳)

''حضرت صاحب نماز کے لیے تشریف لائے نماز پڑھائی اور پھر بیٹھ گئے۔ چند منٹ کی خاموشی کے بعد حضور نے حافظ روشن علی صاحب کو قرآن شریف سنانے کا حکم دیا۔ حافظ صاحب نے سورہ مومنون شروع کی اور ختم کر دی۔

''حضور سر جھکائے چہرہ پر رومال رکھے ایک ہی حالت میں بیٹھے رہے جب سورۃ ختم ہوئی تو چند لمحات کے بعد حضور نے سر اٹھایا اور آنکھوں کو رومال سے پونچھا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ حضور کی آنکھوں میں رقّت اور سوز سے نمی یا آنسو آئے ہوئے تھے۔

''تھوڑی دیر تک ادھر ادھر کی باتیں ہوئیں اتنے میں مولوی رحیم بخش صاحب واپس آ گئے۔ پھر حضور نے ان سے مختلف نظمیں سنیں اور اس کے بعد پھر اور اذکار جاری رہے حتّٰی کہ رات کے ٹھیک دس بجے حضور مسجد کے کمرہ سے اٹھے'' (۳۴)

امیر کابل کے خلافِ انسانیت فعل کے خلاف دُوَل یورپ وامریکہ سے اپیل

''لنڈن ۴ ستمبر۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے جمیعۃ الاقوام کے صدر۔ برطانیہ عظمٰی۔ فرانس اور اٹلی کے وزرائے اعظم اور اضلاع متحدہ امریکہ کے صدر کو برقی پیغامات بھیجے ہیں۔ جن میں نعمت اللہ خان احمدی کو احمدی ہونے کی وجہ سے حکومت کابل کے حکم سے سنگسار کرنے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ہے۔ اور توّقع ظاہر کی ہے۔ کہ یہ حکومتیں حکومت افغانستان کے اس خلافِ انسانیت فعل کے خلاف احتجاج کریں گی جو کہ دغابازی پر مبنی ہے۔ کیونکہ افغانستان میں مذہبی آزادی کا اعلان کیا گیا تھا۔ اور احمدیوں کو یقین دلایا گیا تھا کہ ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے گا'' (۳۵)

مولوی نعمت اللہ خان کی شہادت کے بارہ میں لندن میں ایک بنگالی صاحب کے سوال کے جواب میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشادات

۵ ستمبر ایک بنگالی صاحب جو بہت با اثر اور با رسوخ ہیں حضور سے ملنے کے لیے آئے۔ مولوی نعمت اللہ خان کی شہادت کے ذکر پر کہنے لگے اس واقعہ کے خلاف آواز اٹھانے پر ہندوستان کے مسلمان بھی اور حکومت کابل بھی آپ کے سخت خلاف ہو جائیگی۔ اور آپ کو مشکلات کا سامنا ہوگا۔

حضور نے فرمایا کچھ پرواہ نہیں۔ پہلے کونسے یہ لوگ ہمارے دوست ہیں۔ اب مظلوم ہو کر بھی اگر آواز نہ اٹھائیں تو کیا کریں۔

اس پر اس نے کہا کہ اگر حکومت کابل کو اس سے کوئی نقصان ہوا تو آپ کو تکلیف تو نہ ہو گی۔ آخر اسلامی حکومت ہے۔

حضور نے فرمایا کہ اسلامی حکومت کے نقصان کو تو ہم لوگ کسی صورت میں بھی گوارا نہیں کر سکتے - اور باوجود مخالفت اور تکالیف کے بھی ہم چاہتے ہیں کہ اسلامی وقار جہاں تک ممکن ہو اور اسلامی شوکت جہاں تک رہ سکے- قائم رکھنے میں مدد کریں- مگر جہاں حق اور صداقت کا سوال آ جائے اور ان چیزوں کو کسی وجود سے نقصان پہنچے یا حق وصداقت کے راستہ میں اگر کوئی چیز روک ہو تو اس کی ہم لوگ پھر بالکل پرواہ نہیں کرتے - ان باتوں کو سن کر وہ شخص بڑا متاثر ہوا اور اسنے کہا کہ آپ لوگ حق پر ہیں میں آپ کے ساتھ ہوں اور پوری خدمت اور مدد کے لیے حاضر ہوں ڈیڑھ بجے کے قریب حضور اس کی ملاقات سے فارغ ہوئے (۳۶)

۱۲ستمبر۱۹۲۴ء

لندن میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا خطبہ جمعہ

''......اگر کوئی شخص خدا کے لیے جان دیتا ہے تو وہ جان دے کر اس کے فضل کو پہلے سے زیادہ پاتا ہے- اور اس کے قریب تر ہو جاتا ہے......سب سے بڑی قربانی جان دے دینا ہے یا جان دیدینے کے خوف سے مرعوب نہ ہونا -

''مگر حقیقت کیا ہے کیا اس قربانی سے ہم نقصان اٹھاتے ہیں یا ترقی کرتے ہیں- خدا کے لئے جان دے کر انسان خدا کے اور قریب ہو جاتا ہے- پس کوئی زمانہ اور کوئی قربانی ہماری راہ میں روک نہیں- ایک شاعر کہتا ہے-

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

''......پس جب یہ صورت ہے تو مومن کو چاہئے کہ اس کی ساری قربانیاں خدا ہی کے لئے ہوں کیونکہ خدا تعالیٰ کے انعامات کا سلسلہ اور اس کے صحیح بدلہ کا خاتمہ نہیں ہوتا - مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے......خدا کی طرف سے جو انعام مرنے والوں کو ملتا ہے- وہ

غیر منقطع ہوتا ہے- خدا تعالیٰ ان کی عزت ہمیشہ کرتا ہے ان کو حیات ابدی ملتی ہے-

''پس میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اسی ابدی زندگی اور دائمی عزت کے لئے کوشش کریں- اور اس کے لئے وہ اپنے اعمال میں اس کلیہ کو یاد رکھیں- جو **الحمد للّٰہ رب العالمین** میں بیان کیا گیا ہے کہ خدا کے فضل کے بغیر کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا......

''پس میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے لئے قربانی کریں- ہمارے سامنے مثالیں موجود ہیں- خدا تعالیٰ نے ہماری جماعت کو خالی نہیں رکھا- ہم کو ایسے ملک میں پیدا کیا- جہاں قتل اس طرح پر نہیں ہوتے- مگر خدا تعالیٰ نے ایسے ملک میں بھی ہماری جماعت کو پیدا کر دیا جہاں قتل ہوتے ہیں اور اس طرح پر ٹریڈیشن کو قائم کر دیا- ٹریڈیشن بڑا کام کرتی ہے اور اس کا بڑا اثر ہوتا ہے- اس سے جوش پیدا ہوتا ہے ابتداً مشکلات ہوتی ہیں لیکن جو شخص پہلے جاتا ہے وہ راستہ کھول دیتا ہے- اسی طرح ہمارے لئے راستہ کھل گیا ہے-

''افغانستان کے بعض دوستوں نے اس راستہ کو کھولا ہے- انہوں نے خدا کے لئے موت کو آسان کر دیا ہے...... خطرناک راستہ میں اگر ایک چل پڑے تو سب چل پڑتے ہیں- پہلے ہی کے لئے مشکل ہوتا ہے- اس طرح اس راستہ کو ہمارے دوستوں نے آسان کر دیا ہے-

''بعض تقویٰ اور علم کے لحاظ سے کم سمجھے جاتے تھے- مثلاً نعمت اللہ ایک طالب علم تھا- اور اسے دراصل وہاں جماعت کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا- مگر بعد میں اس کو مبلّغ مقرر کر دیا گیا- اس نے اپنی جان دے کر ثابت کر دیا کہ خدا کی راہ میں قربانی کرنا اس کے لئے بہت آسان تھا- اس نے اپنے بھائیوں کے لئے اس راستہ کو جان دے کر کھولا ہے...... تار آیا ہے کہ اس نے بڑی بہادری سے جان دی- اس کو اصرار سے کہا گیا کہ توبہ کر لو مگر وہ چٹان کی طرح قائم رہا- پھر اس کو شہر میں پھرایا گیا اور اعلان کیا گیا کہ اسے ارتداد کی وجہ سے قتل کیا جائے گا اور چھاؤنی میں جا کر سنگسار کیا گیا-

''اب گورنمنٹ افغان کوئی اور حیلہ تراش نہیں سکتی- خود اس کے ہاتھ کٹے ہوئے

ہیں ...... ان مرنے والوں کے لئے بڑا درجہ ہے کیونکہ انہوں نے ثبات ایمان کا مقام پا لیا تھا اور اس کا ثبوت انہوں نے جان دے کر دے دیا......

''ہم کو اس مقام کے حاصل کرنے کے لئے طیار ہونا چاہئے- اور اس کے لئے قربانی کے لئے طیار رہنا ضروری ہے- خدا تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ اس کی محبت اَور عظمت کے سوا اور کسی کی محبت یا عظمت ہمارے دلوں میں نہ رہے- آمین'' (۳۷)

جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب مقیم لندن کا خط افغانستان کے سفیر کے نام

۵ ستمبر کو حسب ذیل خط جناب چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے افغانی سفیر کو لکھا:

''جناب عالی! بذریعہ تار برقی قادیان سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ نعمت اللہ خان احمدی مبلغ کابل کو محض اس جرم کی پاداش میں سنگسار کیا گیا ہے- کہ اس نے ایک ایسے شخص کی صداقت کو قبول کیا جو دنیا کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے اس زمانہ میں مبعوث کیا گیا ہے-

''جناب عالی! یہ خبر ان لوگوں کے لئے جو اسلامی رواداری و آزادی ضمیر کی تعلیم سے واقف ہیں- حیرت انگیز ہے- کیونکہ ایک بادشاہ کو جو مسلمان ہونے کا دعویٰ رکھتا ہے اور ایک ایسی سلطنت کو جو اس کوشش میں ہے کہ مہذب تسلیم کی جائے- ایسے بدترین جرم کا اپنے آپ کو مجرم ٹھہراتی ہے- جو نہایت ہی خلاف انسانیت ہے اور یہ وجہ بھی کہ کوئی زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ آپ کی قوم وحشت کے ظلمت کدہ سے نمودار ہوئی ہے- ہمیں اس بات پر آمادہ نہیں کرتی کہ ہم یہ خیال کر لیں کہ ان میں ابھی اس قدر درندگی باقی ہے کہ وہ ایک ایسے شخص کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں- جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے متعلق ان سے اعلیٰ اور ارفع خیال رکھتا ہو-

''جناب عالی! آپ کی قوم اور آپ کے فرماں روا نے اسلامی تعلیم سے معلوم ہوتا ہے کچھ بھی استفادہ حاصل نہیں کیا- لیکن آپ کے مغربی اقوام سے میل جول نے اگرچہ وہ قلیل عرصہ سے ہی ہو- آپ کو بتا دیا ہوگا- کہ وہ قوم جو مذہبی اختلاف کی بناء پر دوسرے کے

خون کا مطالبہ کرے اور وہ بادشاہ جو ایسے مطالبہ کو پورا کرے- دنیا کی نظروں میں ہمیشہ ذلیل رہیں گے-

''حیات بعد الموت کے متعلق میں یقین رکھتا ہوں کہ والیٔ افغانستان اس آیت قرآنی کا مطلب سمجھنے کے لئے کافی عربی جانتے ہیں-

مَنْ قَتَل مُؤمِناً مُتعمّداً فَجزاءُہٗ جَھنَّم

''جناب عالی! یہ امر کہ افغان گورنمنٹ نے زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ آزادی ضمیر کا ممالک محروسہ میں اعلان کیا تھا اور یہ کہ جماعت احمدیہ کو بھی اس امر کا یقین دلایا تھا- ۳۱/اگست کے واقعہ کی کمینگی اور دھوکہ دہی میں اور بھی اضافہ کر دیتا ہے-

''جناب عالی! یہ پہلا ہی واقعہ نہیں کہ آپ کے ملک میں بادشاہ کی منظوری سے خدا اور اس کی مخلوق کے خلاف ایسی بزدلانہ اور ذلیل غدّاری کو روا رکھا گیا ہو- یہ خیال کیا جا سکتا تھا کہ وہ سزائے آسمانی جو سابق مجرم کو اس کے بدلہ میں دی گئی اس کے جانشینوں کو ایسے افعال سے باز رکھے گی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس سے کہیں سخت عذاب الٰہی فرمانروایان افغانستان کو انسانیت اور انصاف کے اصول ذہن نشین کرانے کے لیے درکار ہے-

''جناب عالی! آج آپ کی قوم غالباً اس انسانیت سوز فعل پر شاداں و نازاں ہے- جس نے والئی افغانستان کے ہاتھوں کو ایک بے گناہ کے خون سے رنگ دیا ہے- لیکن چاہئیے کہ خائف ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے اور اپنے فرمانروا کے گناہوں کی معافی چاہیں- کیونکہ خدا کی چکّی آہستہ پیستی ہے- لیکن اس کا پسا ہوا بہت باریک ہوتا ہے'' (۳۸)

حضرت مولانا شیر علی صاحب قائمقام امیر جماعت احمدیہ ہندوستان کا امیر امان اللہ خان کو ٹیلی گرام

مولوی نعمت اللہ خان کی شہادت کی خبر ملنے پر حضرت مولانا شیر علی صاحب نے جماعت احمدیہ کی طرف سے حسب ذیل ٹیلی گرام دیا:

''ہمیں خبر موصول ہوئی ہے کہ یور میجیسٹی کی گورنمنٹ نے ہمارے بھائی مولوی نعمت اللہ خان کو سنگسار کر کے شہید کر دیا ہے کابل کے سرکاری اخبار حقیقت مورخہ ۲ رصفر نمبر گیارہ میں ہم نے پڑھا ہے کہ ہمارے بھائی کے جرم کی بناء سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ احمدیہ عقائد کا معتقد اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی موعود کا متبع تھا۔ سلطنت کابل کا یہ فعل انسانیت اور انصاف کے حد درجہ خلاف ہونے کے علاوہ یور میجیسٹی کی گورنمنٹ کے اعلانات اور ذمہ وار افغان افسروں کے وعدوں کے بھی صریح خلاف ہے۔ ہمارے بھائی نعمت اللہ خان کے شہید کئے جانے سے لاکھوں احمدیوں کے جذبات کو سخت صدمہ پہنچا ہے جو دنیا کے تمام حصّوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ہم یور میجیسٹی کے اس فعل پر سختی کے ساتھ اظہار نفرت کرتے ہیں۔ اور یور میجیسٹی اور آپ کی سلطنت کے اراکین کو یاد دلاتے ہیں کہ گو سلطنت کابل اپنے آپ کو کیسا خودسر اور طاقتور سمجھتی ہو کہ جو بھی اس کے جی میں آئے کر گزرے۔ لیکن وہ خدا تعالیٰ کے سامنے جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ اس سے بڑھ کر حقیقت نہیں رکھتی جو کہ اس کی کمزور ترین مخلوق کی ہوسکتی ہے اور سلطنت کابل یقیناً خدا کے حضور اپنے اس فعل کے لیے جواب دہ ہوگی۔

''ہمیں اپنے مرحوم بھائی کے شہید ہونے کا افسوس نہیں ہے کیونکہ وہ اپنی مراد کو پہنچ گیا اور اب اس کی روح اپنے خالق و مالک کی گود میں آرام پا رہی ہے۔

''لیکن سلطنت کابل کا یہ فعل یقیناً اس کے نام پر سیاہ ترین دھبّہ رہے گا۔ اور تمام مہذب دنیا اس فعل کو ایک وحشیانہ فعل قرار دیتی ہے، اور دے گی۔

''حق کی فتح ہو کر رہے گی اور کوئی دنیاوی بادشاہ اس کا استیصال نہیں کرسکتا کیونکہ وہ اس خدا کی طرف سے آیا ہے جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔(۳۹)

خطبہ جمعہ حضرت مولوی شیر علی صاحب

''امیر امان اللہ خان نے تخت نشین ہوتے وقت ...... اعلان کیا تھا اور کہا تھا کہ کابل میں ہر مذہب والوں کو آزادی ہو گی۔ اس اعلان سے اصل مقصود احمدی ہی تھے کیونکہ افغانستان میں ایک احمدی ہی ایسی قوم تھی جس کو مذہبی آزادی حاصل نہ تھی۔ اس اعلان سے عملی طور پر بھی احمدی جماعت کو فائدہ پہنچا۔

''مگر رعایا نے امیر کا یہ رویہ دیکھ کر بغاوت کا علم بلند کیا اور یہ افواہ ملک میں پھیل گئی کہ امیر صاحب احمدی ہو گئے ہیں۔ اس الزام کو دور کرنے کے لیے امیر نے لوگوں سے ڈر کر اور ان کو خوش کرنے کے لیے ایک بے گناہ کو قتل کر دیا...... اور اس آزادی کے اعلان کو جس کی رو سے احمدیوں کو مذہبی آزادی کی امید دلائی گئی تھی منسوخ کر دیا اور کہا گیا کہ آزادی سے مراد مذہبی آزادی نہ تھی بلکہ شخصی آزادی تھی مذہبی آزادی نہ کبھی اس ملک میں ہوئی نہ اب ہے...... یہ کام اس نے لوگوں کو خوش کرنے کے واسطے کیا۔ اور اپنی رعایا کے دیوتا کے آگے ایک بے گناہ احمدی نوجوان کی قربانی پیش کی۔ اس نے رعایا کا خوف کیا لیکن اس خدائے قہّار کا خوف نہ کیا جس نے فرمایا ہے وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ۔ اس نے رعایا کے خوش کرنے کے لیے خدا تعالیٰ کے غضب کو بھڑکایا اب دیکھئے کہ وہ رعایا کو خوش کرنے میں کہاں تک کامیاب ہوتا ہے۔

''امیر کو یہ طاقت تو نہیں کہ وہ کسی غیر سلطنت کی رعایا کو خواہ وہ سلطنت کیسی ہی کمزور ہو قتل کر سکے لیکن ایک بے گناہ احمدی پر بڑی دلیری سے ہاتھ چلا دیا۔ اس نے سمجھا کہ یہ ایک بیکس انسان ہے اس کے متعلق کون باز پرس کرنے والا ہے ان لوگوں کو تکلیف پہنچانے سے تو وہ ڈرتا ہے جن کی حمایت کرنے کے لئے کوئی غیر حکومت موجود ہے لیکن وہ نہ ڈرا تو ایک بے گناہ اور بے ضرر اور امن پسند احمدی کے قتل سے نہ ڈرا جو اس کے پایہ تخت میں درویشانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ اس نے سمجھا کہ اس غریب کی حمایت کرنے والا کوئی نہیں اور نہایت دلیری

اور بے رحمی کے ساتھ اس فرشتہ سیرت انسان کو سنگسار کیا۔ لیکن اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ بیکس نہیں۔ اس کی حمایت میں بھی ایک سلطنت ہے اور وہ آسمانی سلطنت ہے جو ضرور اس خون کا بدلہ لے گی۔ بجز اس کے کہ سچّی توبہ کر کے آسمانی بادشاہت میں پناہ حاصل کی جائے۔" (۴۰)

ہز میجیسٹی امیر کابل کو ناظر امور عامہ جماعت احمدیہ کی طرف سے تار

"ہم ہز میجیسٹی کے سامنے علماء کے ساتھ اختلافی مسائل پر گفتگو کے لیے تیار ہیں"

بخدمت وزیر خارجیہ دولت افغان کابل

"ایک احتجاج کا تار ہز میجیسٹی امیر کابل کے نام ۱۱ستمبر ۱۹۲۴ء کو حضرت امیر جماعت احمدیہ قادیان (یعنی حضرت مولوی شیر علی صاحب۔ ناقل) کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔ جس کا اس وقت تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔

"میں ادب کے ساتھ آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ہز میجیسٹی کی توجہ ہمارے مذکورہ بالا تار کی طرف منعطف کرائیں اور ہمیں جلد سے جلد جواب سے سرفراز کریں۔

"مولوی نعمت اللہ خان احمدی کی شہادت نے تمام مہذب دنیا کو چونکا دیا ہے اور مخالفین اسلام کی نظر میں اسلام کو بدنام کیا ہے۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ ہمیں وزارت کابل نے متفرق تحریرات کے ذریعہ یقین دلایا تھا کہ افغانستان میں احمدیوں کو احمدیت کی وجہ سے کوئی تکلیف نہ دی جائے گی اور دوسری رعایا کی طرح ان کی بھی حفاظت کی جائے گی۔

"اگر مولوی نعمت اللہ خان کسی سیاسی اور کسی جرم میں مجرم ثابت ہو کر سزا دیے جاتے تو اور بات تھی لیکن ایک وفادار اور امن پسند شہری کو نہایت ظالمانہ طور پر اس بناء پر قتل کر دینا کہ وہ بعض مخصوص مذہبی عقائد رکھتا ہے۔ حد درجہ صدمہ پہنچانے والا فعل ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ایسا فعل قرآن کریم کی شریعت کے بالکل خلاف ہے۔

"چند متعصب ملّانوں کی آواز جو کہ ہر وقت اس بات پر تلے رہتے ہیں کہ کفرو

ارتداد کے فتوے جاری کریں۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو ہرگز اس قابل نہیں کہ ایک روشن دماغ حکمران کو انصاف اور سلامت روی کے راستہ سے ہٹا سکے۔

''کیا ہم ان حالات میں یہ امید نہ رکھیں کہ افغان گورنمنٹ اپنے اس فعل پر تائب ہوگی اور ایک پبلک اعلان کے ذریعہ اپنی تمام رعایا کو کامل مذہبی آزادی دے گی۔

''اگر ہز میجیسٹی معلیٰ القاب رضامند ہوں تو ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس بات کے لیے تیار ہیں کہ ہز میجیسٹی کے سامنے کابل کے مولویوں کے ساتھ رُو در رُو بیٹھ کر تمام اختلافی مسائل پر بحث کریں۔ تاکہ ہز میجیسٹی ذاتی طور پر اس بات کا فیصلہ کر سکیں کہ کابل کے ملّا کہاں تک احمدیوں کے خلاف کفر و ارتداد کے فتوے جاری کرنے میں حق بجانب ہیں۔ یہ ایک نہایت اہم امر ہے۔ اور افغان گورنمنٹ کو اپنی مذہبی پالیسی طے کرنے سے قبل اس بارے میں کامل غور و خوض کرنا چاہیے۔

''اگر اس نے اس معاملہ میں جلد بازی سے اور بلا سوچے سمجھے کام لیا تو ہم خدا تعالیٰ کو گواہ رکھ کر کہتے ہیں کہ تمام ان لوگوں کا خون جو اس کی پالیسی کے بے گناہ شکار ہوں گے اس کی گردن پر ہوگا۔

بہی خواہ دولت کابل زین العابدین ولی اللہ شاہ ناظر امور عامہ جماعت احمدیہ قادیان'' (۴۱)

جلسۂ احتجاج کے بارہ میں

''لندن سے آمدہ رپورٹ

''۷ ستمبر ۱۹۲۴ء۔ آج شام کو مولوی نعمت اللہ خان شہید کابل کے واقعہ شہادت کے متعلق پروٹسٹ کا جلسہ ہے جس میں حضرت اقدس کی تقریر واقعات شہادت پر ہوگی۔

''اس جلسہ کے لیے ایک اشتہار شائع کیا گیا تھا (اشتہار کی اصل کاپی بھی ملاحظہ کریں) اور اس کے ساتھ انگلستان کے اخبارات کے بعض اقتباسات ایک ہینڈ بل کی

A SPECIAL GATHERING

WILL BE HELD AT

ESSEX HALL, Essex Street, Strand,
W.C. 2.

On WEDNESDAY, 17th SEPT., 1924,
AT 8.15 P.M.

where a protest will be made against the outrageous persecution of Maulvi Nematullah Khan,an Ahmadi Priest who was stoned to death in Kabul, on 31st August Last, Solely on account of religious differences.

His Holiness The KHALIFATUL MASIH,
Head of the Ahmadiyya Community,

will throw further light on what has been hitherto published in the London Press.

You are cordially invited to attend with friends.

ADMISSION FREE.

ARTHUR S. FLOWERS
K. N. DAS GUPTA
ZAFRULLAH KHAN
for the Committee.

صورت میں شائع کر دیے گئے تھے- یہ جلسہ پہلے سنٹر ہال میں تجویز کیا گیا تھا مگر سنٹر ہال والوں نے یہ کہہ کر کہ چونکہ تم نے عیسویت پر دھاوا بول دیا ہے- آپ کو نہیں دیا جائے گا انکار کر دیا تھا- اس لیے ایسکس ہال تجویز ہوا-

''حضرت نے اس موقعہ پر اپنی تقریر...... قلم برداشتہ لکھی اور چوہدری صاحب ساتھ ساتھ اس کا ترجمہ کرتے جاتے تھے-

''وقت مقررہ پر یہ جلسہ اسیکس ہال میں زیر صدارت ریورنڈ ڈاکٹر والٹر واش منعقد ہوا جلسہ میں ممتاز اور سر برآوردہ پختہ رائے لوگ شریک تھے اور بڑی خصوصیت اس جلسہ کی یہ ہے کہ ہر طبقہ کے لوگ تھے-

''جلسہ میں صرف دو ریزولیشن پیش ہونے تجویز ہوئے تھے مگر لوگوں میں اس قدر جوش تھا کہ دو اور ریزولیشن بھی ساتھ شامل ہو گئے جن میں ایک شہید مرحوم کے ورثا کے ساتھ ہمدردی کا اظہار اور دوسرا اس میں جلسہ کی پروسیڈنگ کی کاپی لارڈ میئر اور لیبر کونسل کو بھیجے جانے کے متعلق تحریک تھی- پریذیڈنٹ اور دوسرے مقررین نے جو انگریز تھے احمدیہ موومنٹ کی عظمت اور اس کے امن آفرین طریق کا نہایت شاندار الفاظ میں ذکر کیا'' (۴۲)

مولوی نعمت اللہ خان کی شہادت کے بارہ میں لندن کے احتجاجی جلسہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تقریر

حضورؓ نے فرمایا

''پریذیڈنٹ! بہنو اور بھائیو!

''میں آپ لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ہمارے صدمہ میں ہم سے ہمدردی کا اظہار کیا ہے-

''آپ لوگ یہ تو پڑھ چکے ہوں گے کہ مولوی نعمت اللہ خان احمدی کو ۳۱ راگست (۱۹۲۴ء) کے دن کابل گورنمنٹ نے سنگسار کرایا ہے- صرف اس وجہ سے کہ اس نے

احمدیت کو کیوں قبول کیا۔

''مگر آج آپ کو اختصار کے ساتھ اس واقعہ کی تمام کیفیت سنانا چاہتا ہوں تاکہ آپ لوگوں کو معلوم ہو کہ یہ فعل کیسا نا روا تھا۔

''مولوی نعمت اللہ خان کابل کے پاس ایک گاؤں کے رہنے والے تھے......ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ وہ سلسلہ کی تعلیم بھی حاصل کریں اور وہ قادیان چلے آئے جہاں وہ احمدیہ دینی کالج میں داخل ہوئے...... وہ ابھی تعلیم پا رہے تھے کہ کابل کے احمدیوں کی تعلیم کے لیے ان کو وہاں بھیجنا پڑا۔

''چنانچہ ۱۹۱۹ء میں وہ وہاں چلے گئے اور چونکہ افغانستان میں احمدیوں کے لیے امن نہ تھا مخفی طور پر اپنے بھائیوں کو سلسلہ کی تعلیم سے واقف کرتے رہے۔ اس عرصہ میں گورنمنٹ افغانستان نے کامل مذہبی آزادی کا اعلان کیا اور ہم نے سمجھا کہ اب احمدیوں کو اس علاقہ میں امن ہوگا۔ مگر پیشتر اس کے کہ وہاں کی جماعت کے لوگ اپنے آپ کو علی الاعلان ظاہر کرتے۔ مناسب سمجھا گیا کہ گورنمنٹ سے اچھی طرح دریافت کر لیا جائے......

''جب محمود طرزی صاحب سابق سفیر پیرس کی امارت میں افغان گورنمنٹ کا ایک مشن برٹش گورنمنٹ سے معاہدہ صلح کرنے کے لیے آیا تو اس وقت میں نے ان کی طرف ایک وفد اپنی جماعت کے لوگوں کا بھیجا تا وہ ان سے دریافت کرے کہ کیا مذہبی آزادی دوسرے لوگوں کے لیے ہے یا احمدیوں کے لیے بھی۔ اگر احمدیوں کے لیے بھی ہے تو وہ لوگ جو اپنے گھر چھوڑ کر قادیان میں آ گئے ہیں واپس اپنے گھروں کو چلے جاویں۔

''محمود طرزی صاحب نے میرے بھیجے ہوئے وفد کو یقین دلایا کہ افغانستان میں احمدیوں کو اب کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ کیونکہ ظلم کا زمانہ چلا گیا ہے اور اب اس ملک میں کامل مذہبی آزادی ہے اسی طرح دوسرے ممبران وفد نے بھی یقین دلایا۔

''ان لوگوں میں سے جو اپنے ملک کو چھوڑ کر قادیان آ گئے ہیں ایک نوجوان نیک محمد بھی ہے۔ جو احمدیت کے اظہار کی آزادی نہ پا کر چودہ سال کی عمر میں اپنا وطن چھوڑ کر چلا آیا

تھا اس نوجوان کا والد غزنی کے علاقہ کا رئیس تھا - اور غزنی کا گورنر بھی رہا ہے یہ نوجوان بھی وفد کے ساتھ تھا- اس کو دیکھ کر کئی ممبران وفد کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ ایسے معزز خاندانوں کے بچے اس عمر میں اپنے عزیزوں سے جدا ہو کر دوسرے وطنوں کو جانے پر مجبور ہوں- یہ بہت بڑا ظلم ہے جو ہز میجسٹی امیر امان اللہ خان کے وقت میں نہ ہوگا - اور ایشیائی طریق پر اپنے سینوں پر ہاتھ مار کر کہنے لگے کہ تم واپس وطن کو چلو- دیکھیں تو تم کو کون ترچھی نظر سے دیکھتا ہے-

''اس ملاقات کے نتیجہ میں ہمارا وفد اپنے نزدیک نہایت کامیاب واپس آیا......

مزید احتیاط کے طور پر میں نے چاہا کہ امیر افغانستان کو اپنے عقائد سے بھی مطلع کر دیا جائے - اور ہماری امن پسند عادت سے بھی آگاہ کر دیا جائے تاکہ پھر کوئی بات پیدا نہ ہو اور میں نے مولوی نعمت اللہ خان کو ہدایت کی کہ وہ محمود طرزی صاحب سے ان کی واپسی پر ملیں - اور ان سے بعض احمدیوں پر جو ظلم ہوا ہے اس کا تذکرہ کریں - اور امیر کے سامنے اپنے خیالات پیش کرنے کی بھی اجازت لیں-

''محمود طرزی صاحب نے ان احمدیوں کی تکلیف کا تو ازالہ کرا دیا اور اس امر کی ضمانت دی کہ جو خط امیر کے نام آئے وہ اس کو غور سے پڑھیں گے- اس موقعہ پر ہمارے مبلغ نے اپنے آپ کو جس طرح گورنمنٹ کے سامنے ظاہر کر دیا تھا - پبلک پر بھی ظاہر کر دیا-

''چونکہ افغانستان کے بعض علاقوں سے یہ خبریں برابر آ رہی تھیں کہ احمدیوں پر برابر ظلم ہو رہا ہے- ان کو بلا وجہ قید کر لیا جاتا ہے پھر ان سے روپیہ لے کر چھوڑا جاتا ہے- اس لیے میں نے اپنے صیغہ دعوۃ والتبلیغ کے سیکرٹری کو ہدایت کی کہ وہ اس کے متعلق افغان گورنمنٹ سے خط و کتابت کریں چنانچہ انھوں نے ایک چٹھی وزیر خارجیہ افغانستان کو لکھی اور ایک جمال پاشا ترکی مشہور جنرل کو جو سیکرٹری دعوۃ والتبلیغ کے ذاتی طور پر واقف تھے اور اس وقت افغانستان میں تھے ان سے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ بھی اس امر کے متعلق افغانستان کی گورنمنٹ سے سفارش کریں-

''اس چٹھی کے جواب میں وزیر خارجیہ افغانستان کی ایک چٹھی مئی ۱۹۲۱ء میں آئی جس میں لکھا تھا کہ احمدی اسی طرح اس ملک میں محفوظ ہیں جس طرح دوسرے وفادار لوگ۔ ان کو احمدیت کی وجہ سے کوئی تکلیف نہ دی جائے گی اور اگر کوئی احمدی ایسا ہے جسے مذہب کی وجہ سے تکلیف دی جاتی ہو تو اس کا نام اور پتہ لکھ دیں گورنمنٹ فوراً اس کی تکلیف کو دور کر دے گی۔

''اس کے کچھ عرصہ بعد خوست کے علاقہ میں بعض احمدیوں کو پھر تکلیف ہوئی تو احمدیہ جماعت کی شملہ کی لوکل شاخ نے سفیر کابل متعینہ ہندوستان کو اس طرف توجہ دلائی اور ان کی معرفت ایک درخواست گورنمنٹ کابل کو بھیجی جس کا جواب مؤرخہ ۲۴ مئی ۱۹۲۳ء کو سفیر کابل کی معرفت ان کو یہ ملا کہ احمدی امن کے ساتھ گورنمنٹ کے ماتحت رہ سکتے ہیں۔ ان کو کوئی تکلیف نہیں دے سکتا۔ باقی وفادار رعایا کی طرح ان کی حفاظت کی جائے گی۔ اس خط میں اس طرف بھی اشارہ کیا گیا تھا۔ کہ یہ معاملہ ہزمیجیسٹی امیر کے سامنے پیش کیا گیا تھا اور ان کے مشورہ سے جواب لکھا گیا ہے۔ شملہ کی لوکل احمدی انجمن کی درخواست میں احمدیہ عقائد کا بھی تفصیلاً ذکر کیا گیا تھا اور گورنمنٹ افغانستان نہیں کہہ سکتی کہ اس کو پہلے احمدی عقائد کا علم نہ تھا۔

''اس طرح متواتر یقین دلانے پر کابل اور اس کے گرد کے احمدی ظاہر ہو گئے۔ مگر علاقوں کے لوگ پہلے کی طرح مخفی ہی رہے کیونکہ گورنمنٹ افغانستان کا تصرف علاقوں پر ایسا نہیں کہ اس کی مرضی پر پوری طرح عمل کیا جائے۔ وہاں لوگ قانون اپنے ہی ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ اور بار ہا حکام بھی لوگوں کے ساتھ مل کر کمزوروں پر ظلم کرتے رہتے ہیں۔

''ہم خوش تھے کہ افغانستان میں ہمارے لیے امن ہو گیا ہے کہ ۱۹۲۳ء کے آخر میں اطلاع ملی کہ دو احمدیوں کو افغانستان کی گورنمنٹ نے قید کر لیا ہے جن میں سے ایک کا بیٹا بھی ساتھ ہی قید کیا گیا ہے۔ ان دو میں سے ایک تو دے دلا کر اپنے بیٹے سمیت چھٹ گیا لیکن دوسرا میری قادیان سے روانگی تک (یعنی ۱۹۲۴ء جولائی) تک قید تھا اور مجھے معلوم نہیں کہ اس کا اب کیا حال ہے؟ دوسرا جو آزاد ہو گیا تھا اس کو ایام گرفتاری میں اس قدر مارا گیا کہ وہ

آزاد ہونے کے بعد ۱۴ دن کے اندر فوت ہوگیا......

''شروع جولائی میں مولوی نعمت اللہ خان کو بھی حکام نے بلایا اور بیان لیا کہ کیا وہ احمدی ہیں- انھوں نے حقیقت کو ظاہر کر دیا اور ان کو بیان لے کر چھوڑ دیا گیا- اس کے چند دن بعد ان کو گرفتار کر لیا گیا- اور پھر علماء کی کونسل کے سامنے پیش کیا گیا- جس نے ۱۱/اگست (۱۹۲۴ء) کو ان سے بیان لیا کہ وہ احمدؑ کو کیا سمجھتا ہے- انھوں نے اپنے عقائد کا اظہار کیا جس پر علماء کی کونسل نے ان کو احمدی قرار دے کر مرتد قرار دیا اور موت کا فتویٰ دیا- اس کے بعد ۱۶/اگست ۱۹۲۴ء کو ان کو علماء کی اپیل کی عدالت کے سامنے پیش کیا گیا جس نے پھر بیان لے کر ماتحت عدالت کے فیصلہ کی تائید کی اور فیصلہ کیا کہ نعمت اللہ خان کو ایک بڑے ہجوم کے سامنے سنگسار کیا جائے-

''۳۱/اگست کو پولیس نے ان کو ساتھ لے کر کابل کی تمام گلیوں میں پھرایا- اور وہ ساتھ ساتھ اعلان کرتی جاتی تھی- کہ اس شخص کو ارتداد کے جرم میں سنگسار کیا جائے گا- لوگوں کو چاہیے کہ وہاں چلیں اور اس نیک کام میں شامل ہوں- اسی دن شام کے وقت کابل کی چھاؤنی کے ایک میدان میں ان کو کمر تک گاڑا گیا اور پہلا پتھر کابل کے سب سے بڑے عالم نے مارا اس کے بعد ان پر چاروں طرف سے پتھروں کی بارش شروع ہوگئی- یہاں تک کہ وہ پتھروں کے ڈھیر کے نیچے دب گئے......

''اس کے بوڑھے باپ نے جو احمدی نہیں ہے گورنمنٹ سے درخواست کی کہ وہ اس کو لاش دے دیں تاکہ وہ اس کو دفن کر دے مگر گورنمنٹ نے اس کی لاش کو دفن کرنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا-

''کابل گورنمنٹ نے مولوی نعمت اللہ خان کو سنگسار کرنے سے پہلے بار بار احمدیت کے چھوڑ دینے کی صورت میں آزادی کا انعام پیش کیا- مگر مولوی نعمت اللہ شہید نے ہر دفعہ اسے حقارت سے رد کر دیا اور ضمیر کی آزادی کو جسم کی آزادی پر ترجیح دی-

''جب ان کو سنگسار کرنے کے لیے گاڑا گیا تب پھر آخری دفعہ ان کو ارتداد کی تحریک

کی گئی۔مگر انھوں نے جواب دیا کہ جس چیز کو میں حق جانتا ہوں اس کو زندگی کی خاطر نہیں چھوڑ سکتا۔جس وقت ان کو گلیوں میں پھرایا جارہا تھا اوران کی سنگساری کا اعلان کیا جارہا تھا۔اس وقت کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بجائے گھبرانے کے مسکرارہے تھے۔گویا کہ ان کی موت کا فتویٰ نہیں بلکہ عزت افزائی کی خبر سنائی جارہی ہے۔

''جب ان کو میدان میں سنگسار کرنے کے لیے لے گئے تو انھوں نے اس وقت ایک خواہش کی جسے افغان حکام نے منظور کرلیا۔اور ہم اس کے لیے اس کے ممنون ہیں ...... یہ خواہش تھی کہ اس دنیا کی زندگی کے ختم ہونے سے پہلے ان کو ایک دفعہ اپنے رب کی عبادت کرنے کا پھر موقع دیا جائے۔حکام کی اجازت ملنے پر انھوں نے اپنے رب کی عبادت کی اور اس کے بعد ان کو کہا کہ اب میں تیار ہوں جو چاہو سو کرو۔

''کابل کا نیم سرکاری اخبار جس سے شہادت کے واقعات کا اکثر حصّہ لیا گیا ہے اپنی ۶ستمبر کی اشاعت میں حالات شہادت لکھتے ہوئے لکھتا ہے کہ مولوی نعمت اللہ بڑے زور سے احمدیت پر پختگی سے مصر رہا اور جس وقت تک اس کا دم نہیں نکل گیا سنگساری کے وقت بھی وہ اپنے ایمان کو بآوازِ بلند ظاہر کرتا رہا......

''ایسوسی ایٹڈ پریس پشاور کا ۴ستمبر کا تار جو ہندوستان کے سب اخبارات میں چھپا ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ سنگساری سے پہلے مولوی نعمت اللہ خان شہید کو قید خانہ میں بھی کئی قسم کے عذاب دیے گئے۔

''ہندوستان کا سب سے وسیع الاشاعت اینگلو انڈین روزانہ پاؤنیر لکھتا ہے کہ یہ معاملہ معمولی نہیں بلکہ نہایت اہم ہے وہ اپنے تازہ ایشو میں یہ بھی لکھتا ہے کہ امیر نے نعمت اللہ خان کو صرف آرتھوڈوکس پارٹی کے خوش کرنے کے لیے قتل کیا ہے۔

''کابل کی آمدہ خبروں سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ گورنمنٹ کابل نے اعلان کیا ہے کہ وہ آئندہ بھی احمدیوں سے ایسا ہی معاملہ کرے گی۔اور یہ ظاہر کرتی ہے کہ ہمارے ملک کا قانون مرتد سے ایسے ہی سلوک کا مطالبہ کرتا ہے......

''اے بہنو! اور بھائیو! گو یہ واقعہ اپنی ذات میں بھی نہایت افسوس ناک ہے مگر یہ واقعہ منفرد نہیں ہے- یہ تیسرا خون ہے جو گورنمنٹ افغانستان نے صرف مذہبی اختلاف کی بناء پر کیا ہے-

''سب سے پہلے مولوی عبدالرحمٰن صاحب کو امیر عبدالرحمٰن خان نے احمدیت کی بناء پر گلا گھونٹوا کر مروا دیا- پھر صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب کو جو خوست کے ایک بڑے رئیس تھے اور تیس ہزار آدمی ان کے مرید تھے اور علم میں ان کا ایسا پایہ تھا کہ امیر حبیب اللہ خان کی تاجپوشی کے موقعہ پر انھوں نے ہی اس کے سر پر تاج رکھا تھا- امیر حبیب اللہ خان نے سنگسار کروا دیا اور باوجود اس عزت کے جو ان کو حاصل تھی- ان کو پہلے چار ماہ تک قید رکھا گیا اور زمانہ قید میں طرح طرح کے دکھ دیئے گئے لیکن جب انھوں نے اپنے عقائد کو ترک نہ کیا تو ان پر سنگساری کا فتویٰ دیا اور حکم دیا کہ ان کی ناک چھید کر اس میں رسّی ڈالی جائے اور پھر اس رسی سے گھسیٹ کر ان کو سنگسار کرنے کی جگہ تک لے جایا جائے- مسٹر مارٹن اپنی کتاب UNDER THE ABSOLUTE AMIR میں ان کی شہادت کا واقعہ لکھتے ہوئے اس امر پر خاص طور سے زور دیتے ہیں کہ ان کے قتل کا اصل سبب احمدیہ جماعت کی وہ تعلیم ہے کہ دین کی خاطر جہاد جائز نہیں ہے- امیر ڈرتا تھا کہ اگر یہ تعلیم پھیلی تو ہمارے ہاتھ سے وہ ہتھیار نکل جائے گا جو ہم ہمیشہ ہمسایہ قوموں کے خلاف استعمال کیا کرتے ہیں ...... مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ افغان گورنمنٹ کے بعض سفیر اب یہ کوشش کر رہے ہیں کہ اس قتل کو پولیٹکل رنگ دیں مگر وہ ان واقعات کو کہاں تک چھپا سکتے ہیں ......

''کابل کے بازاروں میں اس امر کا اعلان کیا گیا ہے کہ مولوی نعمت اللہ خان کو ارتداد کی وجہ سے سنگسار کیا جائے گا اور آخر میں کابل کے نیم سرکاری اخبار ''حقیقت'' کو وہ کہاں لے جائیں گے جس نے مقدمہ کی پوری کارروائی چھاپ دی ہے- اور تسلیم کیا ہے کہ شہید مرحوم کے سنگسار کیئے جانے کا باعث اس کا مذہب تھا......

''مگر میں مضمون کو ختم کرنے سے پہلے یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ باوجود اس کے

لمبے عرصۂ ظلم کے میں اپنے دل میں افغان گورنمنٹ اور اس کے حکام کے خلاف جذبات نفرت نہیں پاتا- اس کے فعل کو نہایت برا سمجھتا ہوں- مگر میں اس سے ہمدردی رکھتا ہوں اور وہ میری ہمدردی کی محتاج ہے اگر کوئی شخص یا اشخاص اخلاقی طور پر اس حد تک گر جائیں کہ ان کے دل میں رحم اور شفقت کے طبعی جذبات بھی باقی نہ رہیں- تو وہ یقیناً...... ہماری ہمدردی کے زیادہ محتاج ہیں- میں نے آج تک کسی سے عداوت نہیں کی اور میں اپنے آپ کو اس واقعہ کی بناء پر خراب کرنا نہیں چاہتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ میرے سچے متبع بھی اسی طریق کو اختیار کریں گے......

''میں جانتا ہوں کہ ظلم نہ ظلم سے مٹتے ہیں اور نہ عداوت سے- پس میں نہ ظلم کا مشورہ دوں گا اور نہ عداوت کے جذبات کو اپنے دل میں جگہ دوں گا...... میری اغراض اس میٹنگ میں شمولیت سے یہ ہیں-

''اوّل اس امر کا اظہار کہ امیر کے اس فعل کو اسلام کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہئے- یہ فعل اسلام کے بالکل خلاف ہے- اسلام کامل مذہبی آزادی دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ حق اور باطل ظاہر امور ہیں- پس کسی پر زبردستی کرنے کی کوئی وجہ نہیں- ہر شخص کے لئے اس کا اپنا دین ہے- حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں جو لوگ مرتد ہوئے ان کو کسی نے نہیں قتل کیا- صرف اس وقت تک ان سے جنگ کی گئی جب تک کہ انہوں نے حکومت سے بغاوت جاری رکھی- پس کسی شخص کو حق نہیں کہ وہ اس فعل کو اسلام کی طرف منسوب کرے- ایسے افعال ہر مذہب کے لوگوں سے ہوتے رہتے ہیں-

''دوم اس امر کا اظہار کہ ہم لوگ امیر کے اس فعل کو درست نہیں سمجھتے- اور اس اظہار کی یہ غرض ہے کہ جب کسی شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے فعل کو دنیا عام طور پر نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے تو اس کی آئندہ اصلاح ہو جاتی ہے- پس بلا جذبات عداوت کے اظہار کے جن کو میں اپنے دل میں نہیں پاتا- میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کابل گورنمنٹ کا یہ فعل اصول اخلاق و مذہب کے خلاف تھا اور ایسے افعال کو ہم لوگ ناپسندیدہ سمجھتے ہیں-

''مگر یہ افعال ہمیں اپنے کام سے پیچھے نہیں ہٹا سکتے - نہ پہلے شہیدوں کی موت سے ہم ڈرے ہیں اور نہ یہ واقعہ ہمارے قدم کو پیچھے ہٹا سکتا ہے- چنانچہ اس دل ہلا دینے والے واقعہ کی اطلاع ملتے ہی ، مجھے تار کے ذریعہ سے بائیس آدمیوں کی طرف سے درخواست ملی ہے کہ وہ افغانستان کی طرف مولوی نعمت اللہ خان کا کام جاری رکھنے کے لئے فوراً جانے کو تیار ہیں- اور ایک اور درخواست یہاں انگلستان میں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب بار ایٹ لاء، ایڈیٹر انڈین کیسز نے اسی مضمون کی دی ہے-

''پس جو غرض ان قتلوں سے ہے وہ ہرگز پوری نہ ہوگی- ہم آٹھ لاکھ آدمیوں میں سے ہر ایک خواہ مرد ہو خواہ عورت خواہ بچہ اس راستہ پر چلنے کے لئے تیار ہے- جس پر نعمت اللہ خان شہید نے سفر کیا-

''اب میں اس امید پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں کہ مذہبی آزادی کے دلدادہ اس موقع پر وہ کم سے کم خدمت کر کے جو آزادی کی راہ میں وہ کر سکتے ہیں- اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے - یعنی اس فعل پر ناپسندیدگی کا اظہار کریں گے-

''قومیں الگ ہوں ، حکومتیں الگ ہوں مگر ہم سب انسان ہیں- ہماری انسانیت کو کوئی نہیں مار سکتا - ہماری ضمیر کی آزادی کو کوئی نہیں چھین سکتا - پس کیا انسانیت اس وقت ظلم پر اپنی فوقیت کو بالا ثابت کر کے نہیں دکھائے گی'' (۴۳)

مولوی نعمت اللہ خان کی شہادت پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا احباب جماعت کے نام ایک پیغام

مؤرخہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لندن سے ایک ٹیلی گرام بھجوایا جو ۱۲؍ اکتوبر کو قادیان پہنچا - اس میں منجملہ دیگر امور کے حضور نے احباب جماعت کے نام یہ پیغام دیا کہ

''تمام بھائیوں کو اطلاع دے دی جائے کہ میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو انہوں

نے (مولوی) نعمت اللہ خان کی شہادت پر مجھ سے ہمدردی کا اظہار کیا ہے......

''اور اس عزم نے کہ وہ نعمت اللہ خان کے کام کو جاری رکھیں گے- مجھ پر بہت اثر کیا ہے- بعض اوقات میں فخر محسوس کرنے لگتا ہوں کہ میری امامت میں ایسے بہادروں کی جماعت ہے-''(۴۴)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکتوب از لندن میں مولوی نعمت اللہ خان صاحب کی شہادت کا ذکر اور جماعت احمدیہ کو نصائح

''میں اس تکلیف دہ واقع کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو کابل میں ہوا-

''مولوی نعمت اللہ صاحب کی شہادت معمولی بات نہیں ہے کیونکہ افغانستان کے پہلے فعل اگر جہالت کے ماتحت تھے- تو یہ دیدہ دانستہ ہے- اب افغانستان کی گورنمنٹ ہمارے اصول سے اچھی طرح واقف ہوگئی ہے- اور اس کا یہ فعل نہایت قابل افسوس ہے-

''مگر مسلمان لڑنے کے لئے نہیں بلکہ دنیا کے لئے قربان ہونے کے لئے پیدا کیا گیا ہے- اس لئے ہمیں اپنے خیالات کی رو کو صلح اور امن کی طرف پھیرنا چاہیئے نہ کہ بغض اور فساد کی طرف-

''پس ہمیں افغانستان کی گورنمنٹ اور اس کے فرمانروا کے خلاف دل میں بغض نہیں رکھنا چاہیئے- بلکہ دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اب بھی ان کو ہدایت دے-

''بے شک یہ کام مشکل ہے مگر اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ صبر مشکل ہے- ہمیں اپنی پوری توجہ اس کام کے جاری رکھنے کے لئے کرنی چاہیئے- جس کی خاطر مولوی نعمت اللہ صاحب نے جان دی ہے...... ہمیں افغانستان میں تبلیغ کے سوال پر خاص غور کرنا چاہیئے- وہاں کھلی تبلیغ کا دروازہ تو سردست بند ہے- مگر ہمیں اس ملک کو ایک دن کے لئے بھی نہیں چھوڑنا چاہیئے-

''چاہیئے کہ ہمارے مخلص دوست اپنے اپنے علاقوں میں جا کر وہاں سے بااثر

خاندانوں کے نوجوانوں کو ہندوستان میں لاویں- پھر قادیان میں ان کو کچھ عرصہ تک رکھا جائے اور ان کو سلسلہ سے واقف کر کے، چھ سات ماہ بعد ان کے وطن واپس کر دیا جائے- جو شخص ایک ماہ بھی قادیان میں رہے گا- اس کا بغیر احمدی ہونے کے واپس جانا، بظاہر خلاف توقع ہے- اور ہمیں یہی امید کرنی چاہئے کہ ان میں سے سو فی صدی ہی احمدی ہو کر جائیں گے- یہ لوگ جب واپس جائیں گے تو اپنے اپنے علاقہ کے لئے مبلغ کا کام دیں گے اور صرف اپنے رشتہ داروں میں تبلیغ کریں گے اور اس طرح چند سال میں ہی ایک معقول تعداد نو احمدیوں کی افغانستان میں پیدا ہو جائے گی-

''یہ ضروری ہے کہ ایسے لوگ مختلف علاقوں اور شہروں سے آئیں تا ایک ہی وقت میں سب طرف احمدیت کا اثر پھیل جائے- اس کے لئے ہمیں تین چار آدمی مقرر کرنے چاہئیں جو ہر وقت افغانستان میں چکر لگاتے رہیں-

''میں امید کرتا ہوں کہ اگر افغانستان کے باشندوں میں سے جو اس کام کے پہلے حقدار ہیں- اس بات کے لئے آدمی نہ ملیں تو پنجابیوں اور خصوصاً سرحدیوں کو اس کام کے لئے تیار ہو جانا چاہئے ......

''افسوس کے میری ذمہ داریاں مجھے اجازت نہیں دیتیں اور نہ میری کوئی بالغ اولاد ہی ہے کہ وہ میری دلی تڑپ کو پورا کرے- اس لئے میں خونِ دل پی کر خاموش ہوں- اور چونکہ کسی کو دل کھول کر نہیں دکھایا جا سکتا- اس لئے اپنی حالت کا اظہار بھی نہیں کر سکتا ورنہ

خدا شاہد ہے اس کی راہ میں مرنے کی خواہش میں
مرا ہر ذرہ تن جھک رہا ہے التجا ہو کر

''اے عزیزو! اب وقت تنگ ہے اور میں آپ سے رخصت ہوتا ہوں- طبیعت میری ابھی تک بیمار ہے......مگر میں اپنے رب کے ہاتھ میں ہوں اور آپ کو بھی اسی کے سپرد کرتا ہوں-

نعم المولیٰ و نعم النصیر

والسلام خاکسار مرزا محمود احمد'' (۴۵)

چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی افغانستان جانے پر آمادگی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی لندن سے اپنے ایک مکتوب میں جو احباب جماعت کے نام ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:

''میں نہایت خوشی سے اعلان کرتا ہوں کہ بغیر اس تجویز کے علم کے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے اپنے نام کو اس لئے پیش کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ میں صرف نام دینے کے لئے ایسا نہیں کرتا بلکہ پورا غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مجھے اس کام کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنا چاہئے۔'' (۴۶)

شہداء کابل کی قربانیوں کی یاد تازہ رکھنے کے بارہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشادات

''ہمیں ان لوگوں کی یاد کو تازہ رکھنا چاہئے۔ تا کہ ہمارے تمام افراد میں قربانی کا جوش پیدا ہو۔ میری رائے ہے کہ جس قدر سلسلہ کے شہید ہوں۔ ان کے نام ایک کتبہ پر لکھوائے جائیں۔ اور اس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سرہانے کی طرف لگوایا جائے تا کہ وہ ہر اک کی دعا میں شامل ہوتے رہیں اور ہر اک کی نظر ان کے ناموں پر پڑتی رہے۔ فی الحال اس کتبہ پر مولوی شہزادہ عبداللطیف صاحب اور مولوی نعمت اللہ صاحب کا نام ہو۔

''اگر آئندہ کسی کو یہ مقام عالی عطا ہو تو اس کا نام بھی اس کتبہ پر لکھا جائے۔ اسی طرح ایک کتاب تیار ہو۔ جس میں تاریخی طور پر تمام شہداء کے حالات جمع ہوتے رہیں۔ تا آئندہ نسلیں ان کے کارناموں پر مطلع ہوتی رہیں اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔'' (۴۷)

۱۹۲۴ء

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی لندن سے قادیان کو واپسی

مولوی نعمت اللہ خان کی شہادت کے بارہ میں جماعت کو نصائح اور افغانستان میں تبلیغ کا پروگرام

حضورؓ کی خدمت میں قادیان میں مقیم احمدی افغانستان کا سپاس نامہ اور اس پر حضورؓ کے ارشادات

۲۶ نومبر ۱۹۲۴ء کو قادیان میں مقیم افغان احمدیوں نے ایک سپاس نامہ حضورؓ کی خدمت میں پیش کیا جو خان گل محمد صاحب نے اردو زبان میں پڑھ کر سنایا۔ بعد میں مولوی عبدالستار خان صاحب افغان نے یہ سپاس نامہ حضور اقدسؓ کی خدمت میں پیش کیا۔

اس سپاس نامہ میں افغان احباب نے اپنے اخلاص کا اظہار کیا تھا اور مولوی نعمت اللہ خان اور حضرت مولوی عبداللطیف صاحب کی شہادت کا ذکر کر کے منجملہ اور امور کے یہ بھی بیان کیا تھا کہ

''سیدنا! ہماری جانیں آپ پر قربان، ہم سلسلہ حقہ کی خاطر ہر مصیبت جھیلنے پر آمادہ ہیں اپنے شہداء کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں اور اپنی جانوں کو حضور کے سپرد کرتے ہیں۔

''افغانوں میں وہ شخص نہایت ہی ذلیل خیال کیا جاتا ہے۔ جو اپنا بدلہ نہیں لے سکتا۔ حضرت مولوی نعمت اللہ خان صاحب شہید کی سنگساری کے بعد واقعی ہم اپنے آپ کو ذلیل خیال کرتے ہیں۔ ہمیں کابل سے بہت بدلے لینے ہیں۔ ہمارے بھائیوں کو سنگسار کر دیا گیا۔ ان کو قید خانوں میں ڈال کر تکلیفوں کے ساتھ مار ڈالا گیا مالی نقصانات پہنچائے گئے۔

''ہمارے دل میں یہ جذبہ موجزن ہے کہ ہم بھی اپنا بدلہ لے کر سرخرو ہوں ......مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہم کو ہدایت دی۔ اب ہم اپنے جذبات پر قابو رکھتے ہیں جوش تو موجود ہے۔ مگر رخ دوسرا ہے۔ یعنی بجائے اس کے کہ ہم کسی کا خون کریں۔ ہمارے اندر سے یہ آواز نکلتی ہے کہ ہم انتقام لینے والے جوشوں کے ساتھ اس کام کو جاری رکھیں۔ جس کے دبانے کے لئے کابل کوشش کر رہا ہے۔ اور اس راستہ پر چلیں جس پر ہمارے شہداء چلے۔

''کابل میں ایک میدان ہے۔ جس کی بابت مشہور ہے کہ یہاں مہدی کی فوج کفار سے لڑے گی۔

''سو وہ میدان ہمارا انتظار کر رہا ہے۔ اور ہم حضور کی فوج، اسی میدان میں کفار کے ساتھ لڑنے کے لئے بالکل آمادہ ہیں۔ جس طرح حکم ہو۔ اس پر عمل کرنا اپنا ایمان خیال کرتے

ہیں ...... شہید مرحوم مولوی عبداللطیف صاحب نے اپنی شہادت سے بہت پہلے فرمایا تھا کہ کابل کی زمین میرا خون چاہتی ہے اور اسی سے ہمیں ترقی نصیب ہوگی ۔ بغیر خون کے کابل کی زمین میں اصلاح نہیں ہوسکتی ۔ جب ہم خوشی خوشی جانیں دیں تب وہاں ترقی ہوگی ......

''سو حضور ہمارے لئے ایسی تجاویز فرمائیں کہ جن سے ہماری دلی آرزو پوری ہو اور احمدیت کا بول بالا ہو......

ہم ہیں حضور کے غلام

احمدی افغانان قادیان دارالامان''

اس ایڈریس کے پڑھے جانے کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ نے جو تقریر فرمائی ۔ اس کے بعض اقتباسات یہاں درج کئے جاتے ہیں :

فرمایا:

''مولوی نعمت اللہ خان صاحب کی شہادت اس قسم کے واقعات میں سے ایک واقعہ ہے ۔ جس نے اس وقت دنیا میں شور اور تہلکہ مچا دیا ہے ۔ حتّٰی کہ وہ لوگ جو ہمارے مذہب کے مخالف ہیں وہ بھی ایسے رنگ میں اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں کہ اسطرح کوئی احمدی بھی نہیں کر سکا ۔

''لندن میں جب اس ظلم کے خلاف اظہار نفرت کا جلسہ ہوا تو اس جلسہ میں یکے بعد دیگرے تین معزز اور با اثر پادریوں نے تقریریں کیں ۔ ان میں سے ایک نے کہا ۱۹ سو سال ہوئے جب حضرت مسیحؑ آئے تھے اس وقت ان کے حواریوں نے جو قربانیاں کیں ۔ ان کی مثال اگر کہیں نظر آتی ہے تو اس زمانہ کے احمدیوں میں ۔ اسی طرح سب نے نہایت زوردار تقریریں کیں اور انہوں نے کہا کہ یہ شہادت صرف احمدیت کے لئے نہیں بلکہ اس اصل کی خاطر ہے کہ انسان سچائی کو کسی دوسرے کے کہنے اور جبر کرنے پر نہیں چھوڑ سکتا ......

''یہ تو اس واقعہ کا موجودہ اثر ہے ۔ آئندہ کے لئے میرے نزدیک یہ واقعہ اور بھی زیادہ اثر اور اہمیت پیدا کرنے والا ہے ۔ اور اس کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی ایک پیشگوئی

بھی ہے- جس کی طرف اب میرا خیال نہیں گیا بلکہ جب وہ شائع کی گئی تھی اسی وقت میرا یہی خیال تھا جواب ہے- وہ پیشگوئی یہ ہے-

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۵۵ میں سید عبداللطیف صاحب شہید کے واقعہ شہادت ذکر کر کے فرماتے ہیں-

'''میں نے ایک کشفی نظر میں دیکھا کہ ایک درخت سرو کی ایک بڑی لمبی شاخ جو نہائیت خوبصورت اور سرسبز تھی ہمارے باغ میں سے کاٹی گئی اور وہ ایک شخص کے ہاتھ میں ہے تو کسی نے کہا کہ اس شاخ کو کواس زمین میں جو میرے مکان کے قریب ہے اُس بیری کے پاس لگادو جواس سے پہلے کاٹی گئی تھی اور پھر دوبارہ اُگے گی اور ساتھ ہی مجھے یہ وحی ہوئی کہ کابل سے کاٹا گیا اور سیدھا ہماری طرف آیا-'

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ الہام صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب کی شہادت کے بعد ہوا- اور اس میں ایک خبر دی گئی ہے-

''جب یہ الہام لکھا گیا- اس وقت بھی اور بعد میں بھی جتنی دفعہ میں نے اسے پڑھا یہی سمجھا کہ یہ اور واقعہ کے متعلق ہے- صاحبزادہ صاحب مرحوم کے متعلق نہیں- کیونکہ وہ تو شہید ہو چکے تھے اور جب شہید ہوئے ہماری طرف ہی تھے- اس وجہ سے میرا خیال تھا کہ کوئی اور واقعہ ہوگا-

''چنانچہ اب جبکہ مولوی نعمت اللہ خان صاحب کی شہادت کا واقعہ ہوا تو خدا تعالیٰ نے سامان بھی ایسے پیدا کئے کہ وہ بہشتی مقبرہ جس کے بنانے کی یہ غرض ہے کہ جماعت کے صلحاء اس جگہ جمع ہوں- اس میں شہید کا کتبہ لگا دیا گیا- اور اس طرح ثابت ہو گیا کہ موجودہ زمانہ میں صلحاء جہاں جمع ہیں- وہاں اسے لایا گیا......

''حضرت مسیح موعودؑ کو جو رؤیا دکھائی گئی وہ بھی عجیب ہے- اس میں آپ کو سرو کی شاخ دکھائی گئی اور کہا گیا کہ اسے اس بیری کے پاس لگا دو- جو اس سے پہلے کاٹی گئی تھی- اس سے بھی ظاہر ہے کہ سرو کی شاخ اور تھی اور اس سے پہلے ایک بیری کاٹی گئی تھی- سرو کی شاخ

اور بیری کا درخت بھی اپنے اندر عجیب حکمت رکھتے ہیں۔

''بیری جو پہلے کاٹی گئی تھی اس سے مراد سید عبداللطیف صاحب تھے۔ انہیں بیری قرار دے کر اس طرف اشارہ کیا گیا کہ وہ پھل دار یعنی صاحبِ اولاد تھے۔ اور سرو کی شاخ سے یہ مراد تھی کہ بیری کے بعد جو شاخ کاٹی جائے گی وہ پھل دار نہیں ہوگی۔ چنانچہ مولوی نعمت اللہ خان صاحب کی ابھی شادی تک بھی نہ ہوئی تھی کہ شہید کر دیئے گئے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سرو کی شاخ جو کاٹی گئی اس سے مراد یہی تھے۔ پھر الہام کے یہ الفاظ کہ 'کابل سے کاٹا گیا اور سیدھا ہماری طرف آیا' یہ بھی عجیب ہیں۔

''بائبل میں آتا ہے کہ جب حضرت لوطؑ کی قوم کے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ تباہ ہونے والی ہے۔ تو انہوں نے خدا تعالیٰ کے حضور عرض کی۔

'کیا تو نیک کو بد کے ساتھ ہلاک کرے گا۔ شاید پچاس صادق اس شہر میں ہوں۔ کیا تو اسے ہلاک کرے گا۔ اور ان پچاس صادقوں کی خاطر جو اس کے درمیان ہیں اس مقام کو نہ چھوڑے گا۔ ایسا کرنا تجھ سے بعید ہے کہ نیک کو بد کے ساتھ مار ڈالے اور نیک بد کے برابر ہو جائیں۔ یہ تجھ سے بعید ہے کہ تمام دنیا کا انصاف کرنے والا انصاف نہ کرے گا۔ اور خداوند نے کہا کہ اگر میں سُدوم میں شہر کے درمیان پچاس صادق پاؤں تو میں ان کے واسطے تمام مکان کو چھوڑ دوں گا۔ تب ابرہام نے جواب دیا اور کہا کہ اب دیکھ میں نے خداوند سے بولنے میں جرأت کی اگرچہ میں خاک اور راکھ ہوں۔ شاید پچاس صادقوں سے پانچ کم ہوں کیا ان پانچ کے واسطے تو تمام شہر کو نیست کرے گا اور اس نے کہا اگر میں وہاں پینتالیس پاؤں تو نیست نہ کروں گا......تب اس نے کہا میں منت کرتا ہوں کہ خداوند خفا نہ ہوں۔ تب میں فقط اب کی بار پھر کہوں۔ شاید وہاں دس پائے جائیں۔ وہ بولا میں دس کے واسطے بھی اُسے نیست نہ کروں گا'

''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نیک بندوں کے اپنی قوم سے تعلقات قائم رہتے ہیں اور ان کی وجہ سے قوم عذاب الٰہی سے بچ سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے الہام میں جو کاٹا گیا

، کے الفاظ ہیں- ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ افغانستان کے لئے ایک وقفہ ہے- جس کے بعد اس کے لئے عذاب مقدر ہے- ورنہ شہید اپنی قوم سے کاٹے نہیں جاتے بلکہ ان کا تعلق قائم رہتا ہے- یہ قطع تعلق وقفہ پر دلالت کرتا ہے- اور اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ وقفہ ہو جس میں آبپاشی ہو اور اور شاخیں پیدا ہوں-

'' پھر اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاخیں یہاں تیار ہوں کیونکہ یہ کہا گیا ہے کہ اس شاخ کو یہاں لگا دو- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بارے میں اسکیم یہاں سے تیار کر کے بھیجنی پڑے گی- پس یہ رؤیا نہ صرف ایک عظیم الشان واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے- اور یہ الہام نہ صرف ایک اور واقعہ شہادت کی طرف اشارہ کرتا ہے بلکہ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ایک وقفہ ہوگا- اور اس بارے میں یہاں سکیم تیار کرنی چاہئے-

'' اب موجودہ زمانہ میں ایسا ہی ہے- گو مولوی نعمت اللہ خان صاحب شہید کا واقعہ ایسا دردناک واقعہ ہے- کہ جب بھی اس کی طرف خیال کیا جائے- طبیعت بے چین ہو جاتی ہے- لیکن اگر کام کرنے والا انسان ہو تو اس کا فرض ہے کہ اپنے جذبات کو سنبھالے اور انہیں قابو میں رکھے- اسی طرح اگر کسی قوم نے کام کرنا ہو تو اس کے لئے بھی ضروری ہے کہ اپنے جذبات اور احساسات کو روک کر رکھے- آنکھوں کے آنسو خدا تعالیٰ نے ایسا پانی پیدا کیا ہے کہ جو دل کی آگ کو بجھائے- مگر جب انسان کا منشا یہ ہو کہ دل کی آگ کو بجھانا نہیں بلکہ اور زیادہ بھڑکانا ہے تو ضروری ہے کہ آنسوؤں کو روکے- بے شک بچہ کی موت پر انسان روسکتا ہے کیونکہ بچہ کی یاد کو قائم رکھنے والی کوئی چیز نہیں- اور اس وجہ سے اس کی موت نے جو آگ پیدا کی ہے- اسے بجھنے دینا چاہئے- اسی طرح میاں بیوی کے مرنے پر اور بیوی میاں کے مرنے پر رو سکتے ہیں- اور اپنی آنکھ کے آنسوؤں سے جدائی کی آگ کو کم کر سکتے ہیں-

'' مگر وہ شخص جس نے خدا کو جان دی وہ خدا کے رستہ میں مارا گیا اس کے نام اور کام کو بھی بھلایا نہیں جا سکتا- اس کا یاد رکھنا ہمارا فرض اور بہت بڑا فرض ہے- اور جن لوگوں نے جن خیالات اور احساسات نے جس گندی تربیت نے، جن غلط عقائد نے اس کے قتل کی

تحریک کی - اگر ان خیالات ، اس تربیت اور ان عقائد کو مٹانا ہمارا فرض ہے تو ضروری ہے کہ ہم اس واقعہ کو ہر وقت یاد رکھیں - اور اس کا بہترین ذریعہ یہی ہے کہ اس کے ذریعہ اپنے اندر جوش پیدا کریں اور پھر اس جوش کو دبائیں نہ کہ آنسوؤں کے ذریعہ نکل جانے دیں ......

'' چونکہ نعمت اللہ خان صاحب شہید کی شہادت دین کی خدمت کے لئے ہوئی ہے اس لئے باوجود طبائع میں جوش اور طبیعت کے رقت کی طرف فطرتاً مائل ہو جانے کے جہاں ایسا موقعہ ہو- وہاں اس جوش اور رقت کو دبانا چاہیئے - ورنہ اس کے یہ معنی ہونگے کہ ہم اس جوش کو مٹانا چاہتے ہیں جو اس واقعہ نے پیدا کیا ہے-

'' دیکھو دوران لڑائی میں کوئی شخص نہیں روتا - خواہ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کا بیٹا ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہو یا اس کا بھائی ریزہ ریزہ ہو رہا ہو یا اس کے باپ کی گردن دشمن اتار رہا ہو- ہاں لڑائی کے بعد اس کے آنسو نکلیں گے کیونکہ آنسو اسبات کی علامت ہیں کہ کام ہو چکا - اب آرام کا وقت ہے- پس ہمیں اپنے آنسوؤں کو اس وقت تک روکنا چاہیئے- جب تک ہم اس واقعہ کے حقیقی انتقام سے فارغ نہ ہو لیں جس کا لینا ہر ایک مومن کا فرض ہے ......

'' خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے- **وَلَاتحسبن الذین قُتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتاً بل احیاء** کہ شہید مرتا نہیں - جہاں خدا تعالیٰ کے اس کلام میں ایک نہایت لطیف امر کی طرف اشارہ ہے- وہاں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جن کے کام کی شراکت کرتے ہوئے شہید جان دیتا ہے- وہ چونکہ اس کے کام کو جاری رکھتے ہیں - اس لئے وہ زندہ ہوتا ہے ......

'' پس ہمیں اپنے جوشوں اور جذبات کا مفید استعمال کرنا چاہیئے - نہ کہ آنسو بہا کر آرام حاصل کرنا چاہیئے - یاد رکھو کہ وہ پانی جو بہہ گیا وہ بہہ گیا لیکن جسے روک لیا جائے وہ بڑے بڑے عظیم الشان کام کرتا ہے- پس یہ جذبات جو واقعہ شہادت سے ہمارے اندر پیدا ہوئے ہیں ان سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور وہ خیالات ناپاک ، وہ عقائد باطلہ اور وہ تربیت خراب جس کی وجہ سے اس قسم کے واقعات ظہور پذیر ہو رہے ہیں ان کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے - میرے نزدیک کابل کے علماء یا امیر امان اللہ خان صاحب یا امیر حبیب اللہ خان

صاحب یا امیر عبدالرحمٰن خان صاحب- مولوی نعمت اللہ خان صاحب ، صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب اور ملا عبدالرحمٰن کے قتل کرنے والے نہیں ہیں- بلکہ ان کے اصل قاتل وہ گندے خیالات اور وہ غلط عقیدے اور وہ خراب تربیت ہے جو ان لوگوں کی ہوئی- اگر ان باتوں کو بدل دو تو کیا اس کے ساتھ ہی یہ لوگ بھی بدل نہ جائیں گے...... ہمارے جو بھائی کابل میں شہید کئے گئے ہیں ان کا انتقام لینا ہم پر فرض ہے- مگر آدمیوں سے نہیں بلکہ وہ انتقام ان بد خیالات اور ان جہالتوں سے لینا ہے- جو کابل میں پھیلی ہوئی ہیں- اور وہ انتقام یہی ہے کہ ان غلط خیالات اور بدعقائد کو مٹائیں جن کی وجہ سے ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں-'' (۴۸)

مولوی نعمت اللہ خان احمدی شہید کی سنگساری پر ہندوستان اور بیرون ہند اخبارات ورسائل کے تبصرے کابل میں قابلِ فخر نعمت اللہ کی شہادت، کابل کی سنگلاخ زمین میں ایک اور بے گناہ کا خون، احمدیوں کے ساتھ کابل کا وحشیانہ سلوک

اخبار الفضل ۹ ستمبر ۱۹۲۴ء یوم سہ شنبہ لکھتا ہے کہ

کابل کی جابر اور ظالم حکومت نے ہمارے نہایت ہی عزیز اور مکرم بھائی نعمت اللہ خان کو محض احمدی ہونے کی وجہ سے نہایت وحشیانہ طریق سے سنگسار کر کے شہید کر دیا- اس وقت تک ہمیں جو اطلاع پہنچی ہے یہ ہے کہ...... یکم اگست ۱۹۲۴ء کو یہ ظالمانہ قتل کیا گیا- اس معصوم اور بے گناہ قتل کی تفاصیل جب معلوم ہوں گی- اس وقت بیان کی جائیں گی...... حکومت کابل اپنی بداعمالیوں اور بدکرداریوں کی وجہ سے ان دنوں جن مصائب اور آلام میں گھری ہوئی ہے اور جن کا کچھ نہ کچھ اخبارات میں ذکر آتا رہتا ہے- ان سے مخلصی پانے اور عوام کو جنہوں نے امیر کابل کے احمدی ہونے کی افواہ بھی اڑائی تھی- مطمئن کرنے کے لئے ہمارے بھائی کے خونِ ناحق سے اپنے ہاتھ رنگے گئے ہیں- اور اس غریب اور بیکس کے متعلق یہ سمجھ کر کہ دنیا میں اس کی داد فریاد سننے والا کون ہے- اپنی بداعمالیوں کی پردہ پوشی کے لئے اسے قربان کیا گیا ہے-

لیکن جابر اور ظالم قاتلوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ گو اس وقت دنیاوی لحاظ سے اس بے گناہ کے خونِ ناحق کا بدلہ لینے والا کوئی نہیں ہے۔لیکن اس خون کے دھبے تا قیامت ان کی آستینوں سے چھوٹ نہیں سکتے اور یہ قتل رنگ لائے بغیر نہیں رہے گا۔

کیا سرزمین کابل کو یاد نہیں کہ حضرت سید عبداللطیف صاحب کو شہید کرنے والوں کا کیا انجام ہوا اور ان کی ہلاکت اور تباہی کیسے عبرت ناک طریق سے ہوئی......سید صاحب شہید تو خوشی اور مسرت کی حالت میں نہایت اطمینان اور سکینت کے ساتھ اپنی جان جان دینے والے کے سپرد کرتے ہیں اور اس میں ایسی لذت اور اتنا سرور پاتے ہیں کہ کسی قسم کی تکلیف اور رنج کے آثار بھی ان کے بشُرہ پر ظاہر نہیں ہوتے لیکن ان کے قاتل اور قتل میں مُؤیّد نہایت حسرت اور اندوہ کے ساتھ کیفرِ کردار کو پہنچتے ہیں......شہید مرحوم کے قاتلوں کو دنیا جانتی ہے اور تا قیامت ان کی جفا کاری اور ستم شعاری پر لعنت بھیجتی رہے گی......

اس نمونہ اور اس عبرت ناک مثال کے موجود ہوتے ہوئے موجودہ والئی کابل نے وہی راہ اختیار کی جو اس کے باپ اور دادا نے اختیار کر کے اپنی عاقبت خراب کر لی تھی اور نہایت بے دردی اور بے رحمی کے ساتھ نعمت اللہ خان کو قتل کرا دیا ہے۔

اس قتل پر ہماری ساری جماعت کو صدمہ ہوا ہے اور بے انتہاء صدمہ ہوا ہے کیونکہ ہمارا ایک ایسا بھائی ہم سے جدا ہو گیا جو دین کی خاطر اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر کابل کی سنگلاخ زمین میں مردانہ وار داخل ہوا تھا اور خاص دارالسلطنت میں رہ کر حق کی اشاعت اور صداقت کی تبلیغ کرنے پر کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی اسے مرعوب نہ کر سکی۔ اس کی یہ مثال یہ جرأت، یہ حوصلہ اور یہ فدا کاری، ہمارے اندر جوش اور ولولہ پیدا کرتی اور ہماری ہمتوں اور ارادوں کو خطرات کے مقابلہ میں بلند ہونے کی دعوت دیتی تھی۔

لیکن اس شہادت نے......ہمارے دلوں میں کسی قسم کا خوف، کوئی خطرہ، کوئی ڈر یا کسی نوع کی مایوسی پیدا کرنے کے بجائے ایسی پرزور لہر پیدا کر دی ہے جو......حضرت سید عبداللطیف صاحب مرحوم کی شہادت سے پیدا ہوئی تھی......حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کو جب حضرت سید صاحب شہید کی شہادت کی خبر پہنچی تو حضور کو بہت ہی صدمہ اور تکلیف ہوئی - لیکن اس لمحہ جن اصحاب نے حضورؓ کی حالت دیکھی - انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ اس خبر سے آپؓ کو ایک قسم کی مسرت اور خوشی بھی تھی اور وہ اس لئے کہ ہماری جماعت میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسے ایسے ثابت قدم اور جری انسان ہیں - جو دین کے مقابلہ میں دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت سے نہ تو مرعوب ہو سکتے ہیں اور نہ اپنی جان کے خوف سے حق کو چھوڑ سکتے ہیں - ان کے لئے جان دے دینا آسان ہے - بہ نسبت اس کے کہ جو صداقت انہوں نے قبول کی ہے - اسے ترک کریں اور یہ بات جماعت کے لئے نہایت ہی فخر اور خوشی کی بات ہے -

دوسری وجہ حضورؓ کی مسرت کی یہ تھی کہ سچی جماعتیں دنیا میں اسی وقت مضبوط اور مستحکم ہوتی ہیں - جب ان پر مصائب آئیں تو ثابت قدمی دکھائیں اور خدا کے لئے جان تک قربان کر دینا ان کے لئے کوئی بڑی بات نہ ہو...... آج ہم اس الم ناک واقعہ کو ساری دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں - اور جب کبھی خدا کی راہ میں جان دینے والوں کا ذکر ہو گا - اس مبارک وجود کو پیش کریں گے...... ہمارے محترم بھائی کو قتل کرنے والے ظالموں اور سفّاکوں نے سمجھا ہو گا کہ ہم نے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا - اور اس کا نام ونشان دنیا سے مٹا دیا لیکن یہ ان کی خام خیالی ہے - کیونکہ شہید مرحوم مرا نہیں بلکہ زندہ ہو گیا اور ایسا زندہ ہوا کہ ہماری جماعت کے ہر ایک مرد و عورت میں زندگی کی روح پھونک گیا - اور بتا گیا کہ حقیقی زندگی اور ہمیشہ کی زندگی وہی ہے جو مجھے حاصل ہوئی ہے -

جیسا کہ ہر ایک کو زندگی بخشنے والا اور زندہ رکھنے والا خدا......فرماتا ہے -

وَلَاتَقُولُوا لِمَن يُقْتَل فِي سَبِيلِ الله اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْيَا ءٌ (سورة البقره آیت ۱۴۹)

خدا کی راہ میں قتل ہونے والوں کو مردہ مت کہو - وہ زندہ ہیں -

پس جس موت کو خدا تعالیٰ حیات قرار دے اور جس قتل کو خدا تعالیٰ زندگی فرمائے - اس کے متعلق کیا شک وشبہہ رہ جاتا ہے - (۴۹)

''اگر چہ حکومت کابل نے ہمارے نہایت ہی محترم اور عزیز بھائی مولوی نعمت اللہ خان

صاحب کو بغیر کسی جرم اور قصور کے محض احمدی ہونے کی وجہ سے سنگساری جیسی ...... سزا دے کر ہمارے کلیجوں کو چھلنی اور ہمارے سینوں کو زخمی کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور اس حادثہ جانکاہ اور اس واقعہ روح فرسا سے ہمیں بے حد رنج و غم پہنچا ہے- لیکن اس الم ناک واقعہ کے بعض پہلو ایسے بھی ہیں جو ہمارے لئے نہایت ہی فخر اور خوشی کا موجب ہیں- اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ یہ خونِ ناحق ہماری جماعت اور سلسلہ کے لئے نہایت ہی بابرکت اور مفید ثابت ہو گا- انشاء اللہ تعالیٰ- خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ **عسٰی اَن تکرھوا شیئاً وھُو خیر لکم** کہ بہت ممکن ہے کہ ایک بات جو تمہیں ...... ناگوار معلوم ہوتی ہو- اپنے انجام اور اثرات کے لحاظ سے تمہارے لئے خیر اور بھلائی کا موجب ہو-

''یہ ارشاد خداوندی ایسے ہی واقعات کے متعلق ہے جو اپنی ظاہر شکل وصورت میں سخت تکلیف دہ اور رنج افزا ہوں لیکن ان کے پسِ پردہ کامیابی و کامرانی و شادمانی اور بامرادی چھپی ہوئی ہو- انسان اپنے جذبات اور احساسات کے لحاظ سے ان سے دکھ اور تکلیف محسوس کرتا ہے لیکن وہ دراصل قوم اور جماعت کی سربلندی اور سرافرازی کی بنیاد ہوں وہ اپنے فوری اور ظاہری اثر کے لحاظ سے دل کو پژمردہ اور روح کو بے چین کر دینے والے ہوتے ہیں لیکن انجام اور عاقبت کے لحاظ سے خوشی اور مسرت کا مژدہ سناتے ہیں- اسی قسم کے واقعات میں مولوی نعمت اللہ خان صاحب شہید کا واقعہ سنگساری بھی ہے ...... حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ان چند الفاظ نے جو حضور نے اس حادثہ کے متعلق لندن سے تحریر فرمائے ہیں اور جو ۴ اکتوبر کے الفضل میں شائع ہو چکے ہیں- ہمارے سامنے اس کے روشن پہلوؤں کو نمایاں کر دیا ہے اور ہم پر ظاہر کر دیا ہے- کہ ہمارا کام سلطنت کابل کے اس ...... فعل کے خلاف اظہار رنج و غم ہی نہیں بلکہ اصل اور حقیقی کام اور ہے- جو یہ ہے کہ

''ہمیں اپنی پوری توجہ اس کام کے جاری رکھنے کے لئے کرنی چاہیئے جس کی خاطر مولوی نعمت اللہ خان صاحب نے جان دی ہے اور ہمیں ان لوگوں کی یاد کو تازہ رکھنا ہے- تا کہ ہمارے تمام افراد میں قربانی کا جوش پیدا ہو......

’’ہمیں افغانستان کی گورنمنٹ اور اس کے فرمانروا کے خلاف دل میں بغض نہیں رکھنا چاہئے بلکہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اب بھی ان کو ہدایت دے‘‘(۵۰)

’’ان ہی ایام میں ...... کابل کے علاقہ میں بغاوت پھیلی ہوئی ہے- باغی، حکومت کے خلاف باقاعدہ جنگ وجدال کر رہے ہیں- اور حکومت کو بہت کچھ نقصان پہنچا چکے ہیں- جس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے- اس کے مقابلہ میں سلطنت جو کچھ کر رہی ہیں- وہ یہ ہے کہ بار باران کی منتیں کرتی ہے- اور باغیوں کی اسے اس قدر خاطر منظور ہے کہ چند ہی دن ہوئے اخبارات میں جب یہ خبر شائع ہوئی کہ سلطنت کابل باغیوں کے خلاف سخت کارروائی کرنے کی تیاری کر رہی ہے- تو اس کی خاص طور پر تردید کی گئی اور کہا گیا کہ اس قسم کا کوئی ارادہ نہیں ہے-

’’حکومت کابل کا باغیوں کے مقابلہ میں اور ان باغیوں کے مقابلہ میں جو سلطنت کا تختہ الٹ دینے اور موجودہ حکمران کو مٹا دینے کے لئے کوشش کر رہے ہیں یہ حال ہے- لیکن ایک باامن اور حکومت کی اطاعت اپنا مذہبی فرض سمجھنے والے احمدی کو نہایت دردناک طریق سے قتل کیا جاتا ہے کیوں؟ کیا ان باغیوں کی نسبت جو موجودہ امیر کابل کی جگہ ایک اور شخص کو تخت پر بٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں اور موجودہ حکومت کو الٹ کر اس کی جگہ نئی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں- ایک اکیلا احمدی مولوی نعمت اللہ خان مسکینی اور بے چارگی کی حالت میں بسر اوقات کرتا ہوا زیادہ خطرناک اور زیادہ نقصان رساں تھا کہ اسے وحشیانہ طریق سے قتل کرنا ضروری سمجھا گیا- نہیں! بلکہ اس کی بیکسی اور بے بسی نے ہی ظالموں اور سفّاکوں کو قتل کی جرأت دلائی اور اس کے احمدی ہونے کی وجہ سے ہی اسے باغیوں کو خوش کرنے کے لئے قربان کر دیا گیا- ورنہ اگر حکومت کابل میں کچھ بھی انسانیت ہوتی اور ذرا بھی جوہر مردانگی رکھتی تو ایسا شرمناک اور بزدلانہ فعل کبھی اس سے سرزد نہ ہوتا وہ باغیوں کا مردانہ وار مقابلہ کرتی اور ان کی شورش کو جرأت اور دلیری سے دباتی ...... لیکن شمشیر بہ کف باغیوں اور جانباز فسادیوں کے مقابلہ میں اس وقت تک جن حیلہ بازیوں سے وہ کام لے رہی ہے- انہی میں سے ایک ہمارے

بے گناہ اور معصوم بھائی نعمت اللہ خان کا قتل بھی ہے جو باغیوں کی اس افواہ کی تردید کے لئے کیا گیا ہے کہ امیر کابل احمدی ہوگیا ہے......لیکن اسے یاد رہے یہ خونِ ناحق اسے تباہی اور بربادی کے گڑھے سے بچانے کا موجب نہیں ہوگا - بلکہ اور زیادہ قریب کردے گا اور وہ دن آئے گا جب اس قسم کی ستم رانیوں کا اسے دردناک خمیازہ بھگتنا پڑے گا -'' (۵۱)

سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور نے اپنے ۱۵ ستمبر ۱۹۲۴ء کے پرچہ میں جو کچھ انگریزی زبان میں شائع کیا - اس کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے:

''افغان عدالتوں کا اصل فیصلہ جس میں مولوی نعمت اللہ خاں احمدی کو سزائے موت کے قابل مجرم قرار دیا گیا ہے ہم نے گذشتہ اشاعت میں ایک افغان اخبار سے نقل کیا تھا -

''یہ فیصلہ جس کے اصلی ہونے میں شبہہ کی کوئی گنجائش نہیں - مقدمہ کو پہلے سے بھی بدتر رنگ میں ظاہر کرتا ہے اور ان لوگوں کے لئے جو افغانستان کی ترقی اور نئی روشنی سے متاثر ہونے کے معتقد ہیں - یقیناً بہت بڑی ناامیدی کا باعث ہوگا -

''اس بات کا امکان ظاہر کیا گیا تھا کہ سزایافتہ مولوی امیر کے خلاف ضرور کسی پولیٹکل سازش میں مبتلا پایا گیا ہوگا - مگر فیصلہ عدالت میں اس قسم کے کسی الزام کا ہرگز ذکر نہیں بلکہ اسے صرف اس کے مذہبی خیالات اور عقائد کی بناء پر مجرم قرار دیا گیا ہے -

''حقیقت تو یہ ہے کہ سارا فیصلہ ایک ایسے جاہلانہ مذہبی تعصب سے لبریز نظر آتا ہے - کہ جس کے امکان کا تصور بھی بیسوی صدی میں مشکل سے ہوسکتا ہے - یہ بات بے شک باور کی جاسکتی ہے کہ اس مقدمہ کی تہہ میں ایک پولیٹکل تحریک تھی یعنی درحقیقت اس کا موجب وہ عنصر ہوا جس کو خوش کرنے اور جس کی مخالفت کو موافقت سے بدلنے کا امیر کو خاص فکر ہے - کیونکہ اس کی اصلاحات پر ان بے حد متعصب لوگوں کی طرف سے خلافِ شرعِ اسلام ہونے کا الزام لگایا گیا ہے -

''ہم کہتے ہیں کہ اگر امیر کا منشاء اپنی سلطنت کے اِن بڑھتے ہوئے متعصب لوگوں کو خوش کرنا ہی تھا تو یہ بات اس نے اس نیک نامی کو قربان کر کے حاصل کی ہے جو اس کی

گورنمنٹ کوترقی یافتہ ہونے اور مذہبی رواداری کے لئے حاصل ہوسکتی تھی۔

''ہمیں احمدیہ جماعت کے مختلف مرکزوں سے احتجاج کے جلسے ہونے کی متواتر رپورٹیں آ رہی ہیں اور ہمیں اس بات پر ہرگز حیرانگی نہیں کہ ان کے لئے یہ واقعہ ایک گہرے صدمے اور بے چینی کا موجب ہے......

''افغانستان کو احمدیوں کے خلاف جو یہ عناد ہے اس کا سمجھنا ایک مشکل امر ہے۔ خصوصاً جب ہم یہ دیکھتے ہیں ...... کہ وہ فرقہ جو احمدیوں کے نام سے ہندوستان میں موسوم ہے ایک امن پسند اور اشتعال انگیزی سے بالکل مُبّرا فرقہ ہے''(۵۲)

اخبار وکیل نے اپنے ۲۷ستمبر۱۹۲۴ء کے پرچہ میں مولوی نعمت اللہ خان کی سنگساری کے صحیح واقعات کا علم ہونے پر بہت جرأت سے ایک پرزور لیڈنگ آرٹیکل شائع کیا اور اظہار حق اور تائید صداقت بہت واشگاف الفاظ میں کی۔ اس نے لکھا:

''ہم نے وکیل کی کسی گذشتہ اشاعت میں ''ایک احمدی کو سنگسار کیا گیا'' کے عنوان سے ایک نوٹ سپرد قلم کیا تھا۔ جس میں افغانستان کے روشن دل اور آزاد خیال حکمران سے محض احمدیت کی بناء پر کسی کو رجم جیسی انتہائی سزا دینا مستعبد بتایا تھا۔

''افغانستان کے طول وعرض میں ہندوؤں کے مذہبی جذبات وحِسیّات کا احترام کرتے ہوئے گاؤکشتی کے امتناع، سکھوں کو رسوم مذہبی کے ادا کرنے میں کافی آزادی وغیرہ روادارانہ امور کا تذکرہ کرتے ہوئے اس بات پر حیرت کا اظہار کیا گیا تھا کہ اسلامی فرقوں سے اس درجہ سخت گیری کا برتاؤ کیونکر روا رکھا گیا ہے۔

''اس کے علاوہ یہ خیال بھی ظاہر کیا تھا کہ شائد تبلیغ احمدیت کی وجہ سے جِسے افغانی قوم کی اشتعال پذیر طبائع کو مدنظر رکھتے ہوئے وہاں ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ یہ سنگساری عمل میں آئی ہوگی۔

''یہ جو کچھ ہم نے لکھا تھا اس حسن ظن کی بناء پر لکھا تھا جو ہمارے دل میں شہریار افغانستان کی نسبت جاگزین ہے۔ لیکن ہنوز کوئی مقامی اطلاع موصول نہیں ہوئی تھی۔

''اس کے بعد افغانستان کی شرعی عدالت کا فیصلہ اخبار ''حقیقت'' کی وساطت سے پہنچا- جس کا ملخّص ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:

''' کچھ عرصہ سے شیر پور کی حدود میں ایک شخص مسمّٰی نعمت اللہ قادیانی اسلام اور شریعت و مذہب حنفیہ کے مسلمہ عقائد کے خلاف خیالات بیان کر رہا تھا- اور لوگوں کو اپنے باطل عقائد کی طرف دعوت بھی دیتا تھا- یہ شخص محکمہ شرعیہ ابتدائیہ ومحکمہ مرافعہ مرکزی کابل کے علماء اعلام کے فیصلہ کے مطابق سنگسار کر دیا گیا-

''' محکمہ شرعیہ ابتدائیہ کابل میں ملاّ نعمت اللہ ولد امان اللہ کو قوماندان کوتوالی نے پیش کیا- اس پر مرزا غلام احمد کے پیرو ہونے کا الزام لگایا گیا- اس شخص نے مذہب حنفی کے پیرو ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود کہا کہ مرزا غلام احمد مذکور مسیح موعود اور مہدی معہود اور نبی ظلی یعنی فنا فی الرسول ہے- اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علی نبینا وعلیہ السلام جسمانی صورت میں زندہ نہیں ہیں- نہ وہ نازل ہونگے- اس شخص نے ان تمام معتقدات کا پیرو ہونے کا اقرار کیا جن کے معتقد مرزا غلام احمد قادیانی تھے...... ملاّ نعمت اللہ کا ان کتابوں کی حقیقت پر ایمان رکھنا- امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے مذہب کی رو سے کفر و الحاد ہے پس مذہب ابوحنیفہ کے اصول کے مطابق ایسے شخص کی سزا قتل ہے-

''' اس کے بعد عدالت مرافعہ نے بھی یہی فیصلہ بحال رکھا اور ہیئت عالیہ تمییز نے بھی مصرحہ تحت الفاظ میں تصدیق کی

''' محاکمات شرعیہ کے مطابق یہی فیصلہ صحیح ہے- نعمت اللہ مذکور کو جم غفیر کے سامنے رجم وسنگسار کیا جائے'

'' یہ ہے خلاصہ اس فیصلہ کا جو افغانستان کے مفتیوں اور قاضیوں نے یا دوسرے الفاظ میں شرعی عدالتوں نے نعمت اللہ خان احمدی کے خلاف صادر کیا ہے اور جس کے متعلق ہندوستان کے حاملین شریعت نے استحسان کا اظہار کیا ہے-

''جمیعۃ العلماء دہلی اور علماء دیوبند نے مہر تصدیق ثبت کر دی ہے- اس فیصلہ کو عین

اسلام کے متعلق قرار دیتے ہوئے امیر افغانستان کو تحسین و آفرین کے تار ارسال کئے ہیں- علماء کی شان تو اس سے بالاتر ہے کہ ہم ان کے متعلق کسی قسم کی لب کشائی کی جرأت کر سکیں-

''البتہ ہمیں افسوس ان جرائد اسلامیہ پر ہے- جنہوں نے حکومت افغانستان کی بے جا طرفداری کے جوش میں اس امر کو قطعاً فراموش کر دیا ہے کہ اس غیر اسلامی فیصلہ کو مطابق اسلام قرار دینے سے دین الفطرۃ کے دامن پر بدنما دھبہ تو نہیں لگے گا- یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ افغانستان کے اس فیصلے سے پہلے مسلم معاصرین فرقہ احمدیہ کو ایک اسلامی فرقہ تسلیم کرتے تھے- اور فتنہ ارتداد کے متعلق اس کے افراد کی مساعی حسنہ کو اپنے کالموں میں انتہائی استحسان کے ساتھ درج کیا کرتے تھے- ممالک غیر میں اشاعت اسلام کے متعلق ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان اختلافات کو فرعی قرار دیتے تھے جو احمدی و غیر احمدی مسلمانوں کے عقائد میں موجود ہیں- پھر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کونسا نیا تغّیر فرقہ احمدیہ کے عقائد میں رونما ہو گیا ہے کہ وہ ایک احمدی کو مرتد قرار دینے لگے ہیں-

''ہم پوچھتے ہیں کہ جو لوگ خدائے قدوس کی توحید پر ایمان رکھتے - محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے قائل ہیں- قرآن پاک کو کتاب اللہ مانتے ہیں- کعبہ مقدسہ کی جانب نمازیں ادا کرتے ہیں- ہمارے ہاتھ کا ذبیحہ کھا لیتے ہیں- غرض تمام ارکان اسلام میں ہمارے ساتھ متفق ہیں کیا صرف اس بناء پر کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے عنصری جسم کے ساتھ آسمان پر جانے کے قائل نہیں اور مرزا صاحب کو فناء فی الرسول شریعۃ محمدیہ کا تابع اور ظلّی نبی سمجھتے ہیں- انہیں مرتد یا کافر قرار دینا جائز ہے؟

''کیا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد **عُلَماءُ اُمّتی کَاَنبیاءِ بنی اِسرائیل** کو آپ فراموش کر چکے ہیں-

''قرآن حکیم کی یہ آیت کہ

'یا ایھا الذین آمنو اِذَا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا و لا تلقوا لِمَنُ القیٰ علیکم السلام لست مومنا...... الخ (سورۃ النساء)'

''اس امر کی اجازت دیتی ہے کہ ایسے گروہ کی تکفیر کی جائے- جو سلام کرنا تو درکنار، قرآن پڑھتا ہے، نمازیں ادا کرتا ہے، روزے رکھتا ہے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوہ حسنہ پر مواظبت کے ساتھ عامل ہے- اشاعت اسلام کے لیے ہم سے زیادہ بے چین ہے- کیا ایسے شخص کو جو اس قسم کے ایک اسلامی فرقہ کا ہم خیال ہو جائے اسے مرتد قرار دینا قرین انصاف ہے؟

''اگر بفرض محال تھوڑی دیر کے لیے یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ احمدیت ارتداد کے مترادف ہے- تاہم یہ سوال پیدا ہوتا ہے- کہ کیا محض ارتداد کی سزا قتل یا رجم اسلامی تعلیم کی رو سے ثابت ہے؟ قرآن کریم میں تو ارتداد کے لیے کوئی دنیوی سزا نہیں بتائی گئی- البتہ آخرت کی سزا کا ذکر آیا ہے- ارشاد ہوتا ہے:

'ومن یر تدد منکم عن دینیه- فیمت وهو کافر فاولئک حبطت اعمالهم فی الدنیا و الآخرة نأو لئک اصحاب النار هم فیها خالدون'

'جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے یا مرتد ہو جائے اور اسی حالت میں مر جائے- ایسے لوگوں کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو جاتے ہیں- اور یہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے-'

''بجائے اس کے کہ مرتد کی سزا رجم یا قتل ثابت ہو- اس آیت میں **فیمت** کے لفظ پر غور کیا جائے تو رجم وقتل کی صریح نفی نکلتی ہے-

''یعنی آخرت کی سزا بھی اسی صورت میں اس کو ملے گی کہ وہ ارتداد ہی کی حالت میں فوت ہو جائے اور اگر اپنی طبعی موت سے پہلے دوبارہ تائب ہو کر ایمان لے آئے تو سزائے آخرت سے بھی محفوظ ہو جائے گا- رہی فقہ حنفیہ سو وہ بھی ......اس خصوص میں رجم وقتل کی مؤید نہیں اس میں بھی جن حالات میں مرتد کے لیے قتل کی سزا تجویز کی گئی ہے وہ سیاسی ہیں مذہبی نہیں-

''ہدایہ میں یہ الفاظ ہیں

'وَلَا قتل الّا بالحراب'

یعنی مرتد کو قتل کرنا اس حالت میں جائز ہوگا جبکہ وہ حربی ہو۔

حاشیہ پر اس کی تشریح میں لکھا ہے

'فَکَأَنّ القتل ھٰھنا مستزلِمًا للحراب لان الکفر لیس بِمبح القتل' قتل کے لیے حربی ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ محض کفر قتل کو مباح نہیں بناتا۔

''اس سے صاف ظاہر ہے کہ فقہ حنفیہ بھی محض ارتداد کو مستوجب قتل نہیں ٹھہراتی۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ مرتد کی سزا قتل یا رجم کہاں سے نکالی گئی ہے۔

''اگر حکومت افغانستان نے کسی سیاسی امر کی بناء پر ایک احمدی کا قتل مناسب خیال کیا تھا تو اسلام کے دامن کو اس سیاہ دھبے سے آلودہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔'' (۵۳)

الہ آباد یو پی کے مشہور انگریزی اخبار ''لیڈر'' نے اپنے پرچہ مؤرخہ ۲۵ ستمبر ۱۹۲۴ء میں لکھا کہ

''نعمت اللہ خان کی ہلاکت کے لیے جو خلاف انسانیت اور انتہائی درجہ کا سفاکانہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ وہ یقیناً ساری دنیا کی مہذب اقوام کے دل کو ہلا دیگا۔ ایک احمدی نامہ نگار کا بیان ہے کہ اس غریب کو کابل کی تمام گلیوں میں پھرایا گیا پولیس اس کے ساتھ ساتھ اعلان کرتی گئی کہ اسے کفر کے جرم میں سنگسار کیا جائے گا۔ لوگ اکٹھے ہو کر اس کی خوفناک ہلاکت کا مشاہدہ کریں پھر اسے کابل چھاؤنی میں ایک کھلی جگہ لے جا کر کمر تک زمین میں گاڑ دیا گیا تب کابل کے مفتی نے اس پر پہلا پتھر پھینکا۔ اس کے بعد چاروں طرف سے اس بچارے پر پتھروں کی بارش ہونے لگی۔ جو اس وقت تک برابر جاری رہی جب تک کہ وہ پتھروں کے ایک بڑے ڈھیر کے نیچے دب نہ گیا۔ قتل کا یہ وحشیانہ طریقہ کابل کی اعلیٰ ترین عدالت کے حکم سے عمل میں لایا گیا۔ جس نے حکم دیا تھا کہ عوام الناس کی موجودگی میں اسے سنگسار کر کے ہلاک کیا جائے۔ جس ملک میں لوگوں کو ضمیر کی آزادی حاصل نہ ہو اور جہاں انسان کو مذہبی اختلاف کی وجہ سے ایسی وحشیانہ اور انتہائی سزا دی جائے وہ ملک ہرگز مہذب

کہلانے کا دعویٰ نہیں کرسکتا‘‘ (۵۴)

سردار محمود طرزی سابق وزیر خارجہ افغانستان کا بمبئی میں بیان

سردار محمود طرزی جو پیرس میں افغانی سفیر مقرر تھے ۱۹ ستمبر کو وہ بمبئی پہنچے ہیں۔ مولوی نعمت اللہ صاحب شہید کے قتل کے متعلق انہوں نے کہا کہ میرے نزدیک اختلاف عقائد قتل کی وجہ نہیں ہوسکتی کیونکہ کابل میں تمام مذاہب کے لوگوں کو آزادی دی گئی ہے۔ (۵۵)

انگلستان کے اخبار ڈیلی میل کے نامہ نگار کابل کی رپورٹ

مولوی نعمت اللہ خان شہید کا آخری دم تک استقلال

اخبار ڈیلی میل تحریر کرتا ہے......

’’کابل ۲۶ ستمبر۔ چند دن گزرے کابل کی چھاؤنی شیر پور کی حدود میں ایک شخص جس کا نام نعمت اللہ قادیانی تھا۔ جو اپنے مذہبی خیالات عام اسلامی عقائد اور امام ابوحنیفہ کے فیصلہ کے خلاف رکھتا تھا اور قادیانی عقائد کی تلقین کرتا تھا۔ عدالت ماتحت۔ عدالت اپیل اور عدالت اعلیٰ کے علماء کے فتویٰ کے مطابق جو اس پر لگایا گیا۔ سنگسار کر کے ہلاک کر دیا گیا ایک بہت بڑا مجمع اس فتویٰ کو عمل میں لانے کا نظارہ دیکھنے کے لیے جمع ہو گیا۔

’’مگر وہ شخص باوجود اپنے نہایت ہی خوفناک انجام کے جو اس کا انتظار کر رہا تھا۔ نہایت مضبوطی اور پختگی کے ساتھ اپنے عقائد کا اظہار کرتا رہا اور اپنے آخری سانس تک اپنے عقیدہ پر قائم رہا۔ اسی حالت میں کہ وہ اپنے مذہبی عقائد کا اظہار کر رہا تھا۔ اس پر اس کثرت سے پتھروں کی بوچھاڑ برسنی شروع ہوگئی کہ چند لمحوں میں ہی اس کا جسم کلّی طور پر پتھروں کے بہت بڑے تودے کے نیچے دب گیا۔‘‘

کابل کی عدالتوں کی کارروائی کی تفصیل دے کر آخر میں لکھتا ہے:

’’اس کارروائی کے بعد امیر نے ملک کے دستور کے مطابق اس فیصلہ کی بذات خود تصدیق کی جس کے بعد یہ فیصلہ عمل میں لایا گیا‘‘ (۵۶)

۱۲؍اکتوبر ۱۹۲۴ء

سید ممتاز علی صاحب مالک اخبار تہذیب نسواں کا مضمون

مولوی نعمت اللہ خان شہید کے بارہ میں

''بہنوں نے تہذیب میں مولوی نعمت اللہ خان کے سنگسار کئے جانے کی دردناک خبر بڑے رنج وافسوس سے پڑھی ہوگی - ہر چند یہ خبر کئی اخباروں میں شائع ہوئی - مگر مجھے اس کی صداقت میں شبہہ رہا اور کبھی کبھی یہ خیال دِل میں گذرا کہ چونکہ اس زمانہ میں کابل میں بغاوتِ خوست کا فتنہ بپا ہے ممکن ہے مولوی صاحب مرحوم کا کوئی تعلق باغیانِ خوست سے پایا گیا ہو-

''مگر اب متواتر خبروں کے علاوہ عدالت کابل کا وہ فیصلہ بھی شائع ہوگیا ہے جس کے رُو سے ان کے خلاف حکم رجم سنگساری عمل میں لایا گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہاں کی عدالت عالیہ اپیل کے مفتی نے بھی عدالتِ ماتحت کے خونی حکم کو بحال رکھا -

''مہذب دنیا میں جہاں کہیں بھی اس واقعہ ہائلہ کا ذکر سنا گیا ہوگا اس سے سننے والوں کے دل کانپ گئے ہوں گے اور بدن پر رونگٹے کھڑے ہوگئے ہوں گے-

''تہذیب وتمدن کے اس زمانے میں جب کہ دنیا کے کونے کونے میں علم وانسانیت کی روشنی پھیلتی جارہی ہے اور امن وامان قائم کرنے کی کوششیں ہورہی ہیں- افغانستان کے اس فرمانروا کے عہد میں جس کا نام امان اللہ خان ہے یہ ہولناک ظلم ہونا - ایسا واقعہ ہے جس نے خلائق کے دلوں کو حیرت اور خوف سے مرعوب کردیا ہے-

''سوچنا چاہیئے بے چارے نعمت اللہ خان کا کیا قصور تھا- بس یہی نا کہ وہ احمدی عقیدہ رکھتا تھا اور اس عقیدے کا وعظ کہتا تھا؟

''ہم نے مانا کہ اس کا عقیدہ غلط تھا اور اسلام کے عقائد مُسلَّمَہ کے خِلاف تھا- مگر اپنے دِلی یقین کو بدل دینا انسان کے بس کی بات نہیں-

''حدیث شریف میں آیا ہے کہ آدمی کا دِل مقلب القلوب کی اُنگلیوں میں ہے۔ ایسی بے بسی کی حالت کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لکم دینکم ولی دین

تمہارے لئے تمہارا دین میرے لئے میرا دین کابل کی سلطنت میں آخر ہندو بھی تو بستے ہیں عیسائی بھی وہاں جا کر رہتے ہیں۔کسی کے عقائدِ مذہبی سے کچھ تعرض نہیں کیا جاتا......خود اعلیٰ حضرت امیر صاحب کابل نے تخت نشینی کے موقع پر اپنی سلطنت میں ہر قوم کو پوری مذہبی آزادی دینے کا بڑے زور سے اعلان فرمایا تھا۔ ایسے اعلان کے بعد اس قِسم کے دردناک واقعہ کا ظہور میں آنا بے انتہا افسوس کی بات ہے۔

''احمدی فرقے کے مسلمان بالعموم دیندار، امن پسند، مرنج ومرنجاں لوگ ہیں۔عقائد میں ان کا ہم سے کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہومگر اسلام کی خدمت جو یہ لوگ کررہے ہیں سچ تو یہ ہے کہ وہ خدمت ہم مسلمانوں کے کسی اور فرقے سے نہیں ہوسکتی۔ ملکانہ راجپوتوں میں فرائض تبلیغ جس خوبی سے ان خادمان دین نے ادا کئے ہیں وہ اب تک کسی دوسرے فرقے سے ادا نہیں ہو سکے۔ پھر ان خدمات کے علاوہ انگلستان اور امریکہ میں احمدی فرقے کے مبلغین خدماتِ اشاعت اسلام کے باب میں بالکل منفرد ہیں۔ یہ خدمات مسلمانوں کے اور کسی فرقے سے نہیں ہوسکیں اور اب کوئی کرے گا تو انہیں کی تقلید کرنے والا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں جو ثواب ان نیک بندوں کی مساعی جمیلہ کے لئے لکھا گیا ہوگا وہ اب دوسروں کو ملنا مشکل ہوگا...... ایسے مفید و نیک دل گروہ کے مبلغ کو یوں بے دردی سے پتھراؤ کر کے ہلاک کر دیا جائے کتنے شدید وخوفناک ظلم کی بات ہے۔اس واقعہ جانکاہ کا ذرا تصور دل میں لاؤ کہ جس وقت اس بے گناہ مظلوم کو میدان میں کھڑا کر کے اُس پر پتھر مارنے شروع کئے ہوں گے اور وہ اس کے منہ اور آنکھوں پر لگے ہوں گے اور سر کی ہڈیاں ٹوٹ کر ہر طرف خون کی دھاریں فواروں کی طرح چل رہی ہوں گی اس وقت اس عاجز بے بس وبیکس کا کیا حال ہوا ہوگا لکھا ہے کہ اس شدید عذاب سے ان کی روح جسم سے مفارقت کر گئی تو ان کے دلفگار رفیقوں نے پتھروں میں سے

ان کی نعش نکالنی چاہی تو اشقیا نے انہیں اس کی بھی اجازت نہ دی۔

''نعمت اللہ خان پر جو مصائب اور شدائد گزرنی تھیں گزر چکی وہ اب اپنے مالکِ حقیقی کے حضور میں اور احکم الحاکمین کے قدموں میں ہے۔ جہاں شریروں کی شرارت کا کوئی اثر نہیں پہنچ سکتا وہ اب پورے آرام میں ہے۔ مگر منتقم حقیقی کی بارگاہ میں یہ خون رائیگاں نہیں جائے گا...... خاکسار۔سید ممتاز علی''(۵۷)

شیعہ معاصر ذوالفقار اپنے ۸/اکتوبر ۱۹۲۴ء کے پرچہ میں لکھتا ہے کہ

''معاصر فرشتہ اس بات پر سیخ پا ہو رہا ہے کہ ہم امیر افغانستان کو متعصب کہتے ہیں۔ ہمیں اس بات سے انکار نہیں ہوسکتا کیونکہ اس نے مولوی نعمت اللہ ایک احمدی مسلمان کو صرف احمدی ہونے کی وجہ سے قتل کرنے کا بے رحمی کے ساتھ حکم دیا اور وہ سنگسار کر دیا گیا۔ اس لئے کہ وہ احمدی مذہب کی کابل میں تبلیغ کرتا تھا۔ معاصر فرشتہ کا یہ لکھنا کہ وہ احمدی ہونے کی وجہ سے سنگسار نہیں ہوا۔ یہ معاصر کی بے علمی کی دلیل ہے۔

''مولوی نعمت اللہ خان کا مقدمہ اور تینوں عدالتوں کے فیصلہ جات افغانی اور یورپ اور انڈیا کے تمام اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں کہ مولوی نعمت اللہ خان صرف احمدی ہونے کی وجہ سے سنگسار ہوا ہے اور معاصر خدا جانے کس سوراخ میں بیٹھا ہوا یہ راگ رٹ رہا ہے کہ خوست والوں کا جاسوس تھا اس لئے سنگسار ہوا ہے۔

''ہمیں احمدی صاحبان سے مذہباً کوئی اتفاق رائے نہیں ہے مگر انسانی ہمدردی یہ تقاضا کرتی ہے کہ ہم امیر افغانستان کے اس ظالمانہ اور بے رحمانہ فعل پر اظہار رنج اور نفرین کریں اور اس کو متعصب اور مذہبی دیوانہ اور نا قابلِ حکومت اور سلطنت کہیں۔ کسی والیٔ ملک کا یہ فرضِ منصبی نہیں ہے کہ وہ اپنے مذہب سے اختلاف رائے رکھنے والے کمزور کسی فرقہ یا شخص کو موت کے گھاٹ اتارتا جائے اور زبردست قوم کے دباؤ سے دبتا رہے۔

''ہم بحیثیت ایک اخبار نویس ہونے کے امیر افغانستان کے اس فعل کے خلاف یہی الفاظ استعمال کرتے اگر مولوی نعمت اللہ خان کی جگہ پر کوئی ہندو یا سکھ یا یہود و نصاریٰ بھی ہوتا

کیونکہ امیر افغانستان اور اس کے علماء صاحبِ شریعت نہیں ہیں- اس کے مقابلہ میں اسلام کے ۷۲ فرقہ کے مسلمان تصدیق کرتے ہیں کہ امیر اور اس کے علماء اور دیگر اس کے ہم مذہبوں نے شریعت اسلام کو سمجھا ہی نہیں- اندریں حالات وہ کسی کو سنگ باری کی موت مار دینے کا کیا حق رکھتا ہے- جو اس کے مذہب کی تائید نہیں کرتے'' (۵۸)

بمبئی کے اخبار انڈین ڈیلی میل مؤرخہ ۲۰ رستمبر ۱۹۲۴ء میں یہ خبر شائع ہوئی:

''لنڈن ۱۸ رستمبر- آج ایک جلسہ ہوا جو انگریزوں اور ہندوستانیوں پر مشتمل تھا- ایسکس ہال ایسکس سٹریٹ سٹرینڈ لنڈن میں نعمت اللہ خان کے کابل میں سنگسار کئے جانے کے متعلق منعقد ہوا-

''ڈاکٹر والٹر واش نے جو کہ صدر جلسہ تھے بیان کیا کہ ہر وہ شخص جس میں ایک ذرہ بھر بھی انسانیت کا مادہ ہو وہ مذہبی بناء پر تشدد کئے جانے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرے گا- خواہ تشدد کیسا ہی ضعیف کیوں نہ ہو- حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے نعمت اللہ خان کے قتل کے واقعات بیان کر کے فرمایا کہ شہید مرحوم کے خلاف یہ جرم لگایا گیا ہے- کہ وہ اسلام میں احمدیت سے تعلق رکھتا تھا-

''شہید کا جسم اس وقت تک پتھروں کے بڑے ڈھیر کے نیچے دبا ہوا ہے اور اس کے والد کو یہ اجازت افغان گورنمنٹ نے نہیں دی کہ وہاں سے اس کے جسم کو نکال کر با قاعدہ دفن کرے-

''اس کے بعد ایک ریزولیوشن صدر جلسہ کی طرف سے پیش کیا گیا جس کی کرنل ویلکر اور دو ہندوستانی بیرسٹروں نے تائید کی-

''اس ریزولیوشن میں جو بہ اتفاق رائے (سے) پاس ہوا یہ قرار پایا کہ ضمیر کی آزادی ہر انسان کا پیدائشی حق ہے- اور یہ کہ افغان گورنمنٹ کو یہ اطلاع بھیجی جائے کہ یہ مجلس اس گورنمنٹ کے اس فعل کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتی اور نہایت درجہ قابل ملامت سمجھتی ہے تا کہ آئندہ گورنمنٹ کابل ایسے طریق کے اختیار کرنے سے اجتناب کرے جو کہ دنیا کی

مہذب اقوام کی نظر میں حد درجہ قابل نفرین ہے۔

''یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ اس جلسہ کی کارروائی کی اطلاع افغان گورنمنٹ اور لیگ آف نیشن کے پریذیڈنٹ کو دی جائے۔''(۵۹)

بعض مسلمان اخبارات اور متعصب علماء کا ناگوار رویہ

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ناقابلِ تردید ثبوت بہم پہنچائے گئے کہ یہ امر شک وشبہ سے بالا ہے کہ افغانستان کی حکومت نے مولوی نعمت اللہ خان صاحب احمدی کو محض ان کے احمدی عقائد اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان رکھنے کی وجہ سے سنگسار کروا دیا تھا لیکن ہندوستان کے بعض اخبارات جو احمدیت سے عناد رکھتے تھے اپنی دشمنی کے اظہار میں حد سے باہر نکل گئے اور انہوں نے باوجود ہر قسم کے ثبوت موجود ہونے کے مندرجہ بالا حقیقت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور دیانتدرانہ صحافت کے تمام اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر امیر امان اللہ خان کے ظلم وستم کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور قتل کی اس سزا کی ایسی وجوہات تلاش کرنے لگے جن کا وجود ان کے اپنے ذہنوں کی پیداوار تھا۔

اس سلسلہ میں بعض حوالہ جات قابلِ ملاحظہ ہیں:

اخبار زمیندار لاہور اپنے ۱۰ر ستمبر ۱۹۲۴ء کے پرچہ میں لکھتا ہے:

''یہ دعویٰ ہرگز قابل اعتبار نہیں کہ نعمت اللہ خان محض احمدی ہونے کی وجہ سے سنگسار کیا گیا۔ جہاں تک ہمارا قیاس کام دیتا ہے۔ اس کی سنگساری کی وجوہ سیاسی ہوں گی اور وہ کسی ایسی سازش یا کسی ایسے منصوبے میں مصروف پایا گیا ہوگا جس سے حکومت افغانستان کو بالواسطہ یا بلاواسطہ کوئی نقصان پہنچنے کا احتمال ہو''

اسی طرح اخبار سیاست لاہور اپنے ۸ر ستمبر ۱۹۲۴ء کے شمارہ میں لکھتا ہے:

''کیسے خیال میں آ سکتا ہے کہ مولوی نعمت اللہ خان صاحب کو محض میاں محمود صاحب کے مرید ہونے کی وجہ سے قتل کرا دیا گیا ہو......ضرور ہے کہ مولوی نعمت اللہ صاحب نے کوئی

ایسی حرکت کی ہوگی جس کی سزا یہی ہوگی کہ اُن کو سنگسار کرادیا جائے'' (۶۰)

اخبار مسلم راجپوت اپنے ۱۰ر ستمبر ۱۹۲۴ء کے شمارہ میں اس شہادت پر رائے زنی کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''افغانستان میں جب سے امیر امان اللہ خان تخت نشین ہوئے ہیں پہلا سا مذہبی تعصب نہیں رہا- سب مذہب کے لوگوں کو آزادی حاصل ہے- ہندو اور سکھ آزادانہ اپنی مذہبی رسوم ادا کرتے ہیں اور اپنے اپنے عقیدہ کے مطابق عبادت کرتے ہیں کسی قسم کا تعرض نہیں-تو باور نہیں آتا کہ کسی شخص کو محض اس وجہ سے کہ وہ احمدی عقیدہ رکھتا ہے- سنگسار کرنے کا حکم صادر ہوا ہو-ممکن ہے کہ اس سے کوئی اور شدید جرم سرزد ہوا ہو اور احمدی ہونے کی وجہ سے یہ خیال کرلیا گیا ہو کہ اس کو احمدی ہونے کی وجہ سے یہ سزا دی گئی ہے'' (۶۱)

بعد میں اخبار سیاست نے ۸ ستمبر ۱۹۲۴ء کو حکومت افغانستان کو مشورہ دیا کہ

''حکومت افغانستان مرزائیوں کو حدودِ افغانستان سے نکال دے'' (۶۲)

۱۶ر ستمبر ۱۹۲۴ء

مولوی نعمت اللہ صاحب کو شہید کرنے کے بارہ میں جمعیۃ العلماءِ دیوبند کا امیر امان اللہ خان کو تار اور اس کا امیر کی طرف سے جواب

جمعیۃ العلماءِ دیوبند کو ان کے پیغام کے جواب میں امیر کابل نے لکھا ہے:

''آپ کا پیغام برقی مورخہ ۱۶ر ستمبر موصول ہوا جس میں آپ نے ایک فیصلہ شرعی کی تائید کی ہے اور اس سے موافقت کا اظہار کیا ہے-حکومت افغانستان اس تائید اور موافقت کے لئے آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتی ہے'' (۶۳)

۱۰رفروری ۱۹۲۵ء کو افغانستان میں دو احمدیوں قاری نور علی صاحب اور مولوی عبدالحلیم صاحب کی شہادت بذریعہ سنگساری

کابل میں دو اور بیگناہوں کا خون ہمارے دو احمدی بھائی سنگسار کر دیئے گئے

پشاور ۱۲رفروری - '' کابل سے خبر پہنچی ہے کہ......... مذہبی جنون کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ دو سیدھے سادھے قادیانی (احمدی) دکاندار ۱۰رفروری کو سپرنٹنڈنٹ پولیس اور پندرہ کانسٹیبلوں کی موجودگی میں سنگسار کیئے گئے -' (۶۴)

''تفصیلی حالات کا انتظار ہے ہمیں افسوس ہے کہ حکومت کابل اپنے سراسر خلافِ شریعت طرز عمل سے اسلام کو بدنام کر رہی ہے اور اس خدائے قہار و توانا کا خوف نہیں کرتی جو بے گناہوں کے خون کا انتقام لینے والا ذو بطش شدید ہے' (۶۵)

'' کابل میں دو احمدیوں کے سنگسار کیئے جانے کی خبر پہنچنے پر حضور نے مجلس شوریٰ منعقد فرمائی ......

''عصر کے وقت تمام احمدیان قادیان کا ایک جلسہ ہوا جس میں احمدیوں کی مظلومانہ سنگساری پر حکومت کابل کے ظالمانہ فعل پر اظہار ملامت کیا گیا کیونکہ یہ اسلام پر خطرناک حملہ اور اُسے بدنام کرنے والا ہے حکومت کابل اس طرح احمدیت کی بڑھتی ہوئی ترقی کو روک نہیں سکتی خدا کے فضل سے ہر ایک احمدی کو وہ صراط عشق پر ثابت قدم پائے گی - اس مضمون کا ریزولیوشن بہ اتفاق پاس ہوا - اخیر میں حضرت خلیفۃ المسیح نے صبر و سکون کی ہدایت فرمائی'' (۶۶)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا پریس کو پیغام

ایسوسی ایٹڈ پریس کو آج مورخہ ۱۹رفروری ۱۹۲۵ء کو حضور ایدہ اللہ نے مندرجہ ذیل پیغام لکھ کر دیا جو اخبارات کو بھجوایا گیا -

''مولوی نعمت اللہ صاحب کی سنگساری کا زخم ابھی مندمل نہیں ہوا تھا کہ کابل گورنمنٹ نے دو اور احمدی تاجروں کو صرف احمدیت کی وجہ سے ۱۰رفروری کو سنگسار کر دیا

ہے- یہ خلافِ انسانیت فعل جس کا کابل میں بار بار اعادہ کیا جارہا ہے- ضرور کوئی عظیم الشان نتیجہ پیدا کر کے چھوڑے گا-

''میں کابل کی گورنمنٹ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس کا یہ فعل ہم کو سچائی سے پھیر نہیں سکتا ظلم نے کبھی سنجیدگی اور ایمان پر فتح نہیں پائی اور نہ اب وہ فتح پائے گا-

''ہر ایک سچا احمدی سچائی کے قیام اور ضمیر کی آزادی کی بحالی کے لئے اپنی جان دینے کے لئے تیار ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ میری جماعت میں سے ایک شخص بھی حُریّتِ ضمیر کی خاطر جان دینے سے دریغ کرے گا-

''کابل گورنمنٹ بے شک ایک ایک کر کے سب احمدیوں کو سنگسار کر دے مگر وہ دیکھے گی کہ اس کا یہ فعل احمدیت کی اشاعت کا اور زیادہ موجب ہوگا- اس کے یہ افعال مجھے ڈراتے نہیں بلکہ خوش کرتے ہیں کیونکہ گو جو لوگ مارے جارہے ہیں وہ میرے روحانی بیٹے ہیں اور ان کی موت مجھے جسمانی بیٹوں کی موت سے بہت زیادہ صدمہ پہنچاتی ہے مگر پھر بھی میرا دِل فخر سے بھر جاتا ہے- جب میں دیکھتا ہوں کہ بانی سلسلہ کی قوتِ قُدسیہ نے کس طرح ایمان کو ان لوگوں کے دلوں میں راسخ کر دیا ہے اور کس طرح دنیا کو خیالات کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے یہ لوگ اپنی جانیں قربان کر رہے ہیں-

''مگر میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا ابھی اور ساری مہذب دنیا کا فرض ہے کہ وہ اس احسان کے بدلہ میں جو کابل کے احمدی شہداء نے بنی نوع انسان پر حریت ضمیر کے قائم رکھنے کے لئے ایسی ظالمانہ موت قبول کر کے کیا ہے- ان کی اس جان بازی پر صدائے تحسین اور ان کے قانون کے خلاف صدائے نفرین بلند کرے-

''میں ہرگز ہرگز گورنمنٹ کابل یا وہاں کے متعصب ملّانوں کے خلاف کینہ نہیں رکھتا- مگر میں سمجھتا ہوں کہ خود ان کو اُس روحانی اندھے پن سے بچانے کے لئے جس میں وہ مبتلا ہیں- ضروری ہے کہ ان کو یہ محسوس کرایا جائے کہ ہر یک شریف انسان ان کے اس فعل کو ناپسند کرتا ہے اور اس سے بہت شدت سے متاثر ہے-

''پس میں آپ کے اخبار کے ذریعہ سے تمام ان لوگوں سے جو دنیا میں امن کے خواہاں ہیں۔ اور انسانی اخلاق کی درستی کے متمنی ہیں اور حریت ضمیر کی قدر کرتے ہیں اپیل کرتا ہوں کہ وہ کابل گورنمنٹ کے اس خلاف انسانیت فعل کے خلاف ہر ممکن طریق سے صدائے احتجاج بلند کریں اور حریت ضمیر کو جو صدیوں کی جانباز کوششوں کے بعد دنیا کو حاصل ہوئی تھی۔ پاؤں کے نیچے مسلے جانے سے بچائیں۔'' (۶۷)

جماعت احمدیہ کا جلسہ احتجاج

''مندرجہ ذیل ریزولیوشن مرکزی جماعت احمدیہ قادیان نے ایک بھاری جلسے میں بہ اتفاق رائے پاس کیا

''معلوم ہوا ہے کہ دیگر جماعتہائے احمدیہ بھی اس مضمون کے ریزولیوشن پاس کر کے بذریعہ ڈاک اخبارات و گورنمنٹ اور حکومت کابل کو بھیجیں گی۔

''(۱) ہم احمدیان قادیان اس خبر کو سن کر کہ حکومتِ افغانستان نے پھر دو احمدیوں کو صرف مذہبی اختلاف کی وجہ سے سنگسار کر دیا ہے نہایت متأسف ہوئے ہیں اور حکومت افغانستان کے اس ظالمانہ وسفا کانہ فعل پر اظہار ملامت کرتے ہیں کیونکہ یہ اسلام کے سخت خلاف ہے اور شریعت اسلام کو بدنام کرنے والا فعل شنیعہ ہے حکومت افغانستان احمدیت کی روز افزوں ترقی کو ایسی سفیہانہ حرکات سے ہرگز نہیں روک سکتی وہ ہر ایک احمدی کو اس شاہراہ صداقت پر ثابت قدم پائے گی۔

''(۲) یہ ریزولیوشن تمام اخبارات اور گورنمنٹ ہند و گورنمنٹ افغانستان کو بذریعہ تار بھیجا جائے'' (۶۸)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ارشادات

حکومت کابل کی ظالمانہ کارروائیوں پر صبر وسکون سے کام لو

''دو احمدیوں کے کابل میں سنگسار کیئے جانے کی خبر جب قادیان میں پہنچی تو احمدیوں

نے ایک پروٹسٹ میٹنگ کی- حضرت خلیفۃ المسیح بھی تشریف لائے اور میٹنگ کی کارروائی ختم ہونے پر مندرجہ ذیل تقریر فرمائی ......

''یہ بات متواتر تجربات سے ثابت ہو چکی ہے کہ ظالم کے ظلم کا وبال آخر ظالم پر ہی پڑتا ہے- آج تک کوئی ایک نظیر بھی ایسی دنیا میں نہیں ملتی کہ کوئی ظالم ظلم کر کے پھر کامیاب ہو گیا ہو-

''ہمیشہ ظالموں نے اپنے ظلم سے صداقت اور راستی کو دنیا سے مٹانا چاہا مگر وہ اپنے مقصد میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہوئے ...... ہزار ہا سال گزر گئے اور اس میں ہزاروں ہی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ ہمارے دل میں یہ شک اور شبہہ پیدا نہیں ہوسکتا کہ شاید اب کوئی ظالم ظلم کر کے اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکے اور اس کے ظلم سے صداقت اور راستی دنیا سے مٹ جائے ...... کسی کا اپنی طاقت اور قوت کے گھمنڈ میں کسی کو مار ڈالنا یا قتل کر دینا صداقت میں شک اور شبہات کا موجب نہیں بن سکتا اور نہ اس سے ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ ہمارا کیا حال اور انجام ہوگا- صداقت اپنے آپ اپنی جڑ پکڑتی ہے- کسی انسان کی مدد کی وہ محتاج نہیں- جو اپنے پاؤں پر آپ کھڑا ہونے والا ہو- اس کو اس امر کی ضرورت نہیں ہوتی کہ کوئی چھوٹی یا بڑی طاقت اس کی امداد میں کھڑی ہو-

''مجھے اس بات کا خیال نہیں اور نہ ہمارے دلوں میں اس قسم کا خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ جس کام اور جس صداقت کے قیام کے لئے خدا تعالیٰ نے ہمیں کھڑا کیا ہے یا وہ لوگ جو احمدی ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی طرف منسوب ہیں- وہ کامیاب نہیں ہوں گے اور صداقت دنیا میں پھیلنے سے رک جائے گی- بلکہ مجھے یہ خیال آتا ہے کہ امیر کی یہ بالکل بچوں کی سی حرکات ہیں جس طرح بچہ اسکول جانے سے انکار کرتا ہے اور باپ اس کو پکڑ کر اسکول میں لے جاتا ہے کہیں وہ کاٹتا ہے اور کہیں وہ لاتیں مارتا ہے کہیں کپڑے پھاڑتا ہے- یہی حالت حکومت کابل کی ہے وہ لاتیں مارتی اور ہمیں کاٹتی ہے مگر وہ اخلاقی سکول جو اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ کھولا گیا اس میں اس کو ضرور داخل ہونا پڑے گا ...... ان کو بھی اس

اخلاقی اسکول میں داخل ہوئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوگا...... یا گورنمنٹ افغانستان کی مثال اُس نئے بیل کی ہے جو گردن پر جُوا رکھنے سے پہلوتہی کرتا اور دولتیاں چلاتا ہے مگر آخر اُس کو جوئے کے نیچے گردن رکھنی پڑتی ہے۔ پہلے بھی آخر جوتے ہی گئے اور یہ بھی آخر جوتے ہی جائیں گے۔ اور خدا کا کام ان کو بھی کرنا ہی پڑے گا۔ مگر مجھے جو خیال آتا ہے وہ یہ آتا ہے کہ ان کی ان بدبختیوں اور وحشیانہ حرکات اور بے وقوفیوں کا نتیجہ ان کے حق میں کیسا ہوگا۔

''مجھے جس وقت گورنمنٹ کابل کی اس ظالمانہ اور اخلاق سے بعید حرکت کی خبر ملی۔ میں اُسی وقت بیت الدعا میں گیا اور دعا کی کہ الٰہی تو ان پر رحم کر اور ان کو ہدایت دے اور ان کی آنکھیں کھول۔ تا وہ صداقت اور راستی کو شناخت کر کے اسلامی اخلاق کو سیکھیں اور انسانیت سے گری ہوئی حرکات سے وہ باز آ جائیں میرے دل میں بجائے جوش اور غضب کے بار بار اس امر کا خیال آتا تھا کہ ایسی حرکت ان کی حد درجہ کی بیوقوفی ہے۔ امیر اور اس کے اردگرد بیٹھنے والے گذشتہ تاریخ تو جانتے ہوں گے اور تاریخی حالات اس میں انہوں نے پڑھے ہوں گے اگر اس سے بے خبر ہیں تو کم از کم مسلمان کہلانے کی حیثیت سے وہ قرآن تو پڑھتے ہوں گے اور ان حالات کو بھی پڑھتے ہوں گے کہ ظالموں نے اپنے ظلموں سے صادقوں اور راستبازوں کو ذلیل کرنا چاہا۔ اور صداقت اور راستی کے مٹانے کے لئے سر سے پاؤں تک زور مارا۔

''مگر آخر کار مٹائے جانے والے وہی ہوئے جو کہ ظالم تھے۔ انہوں نے اس قرآن میں پڑھا ہوگا کہ ظالموں نے راستبازوں کی جماعتوں کو حقیر اور کمزور سمجھا اور اپنی قوت اور طاقت کے گھمنڈ میں ان کو ہر طرح دکھ دینے کی کوشش کی۔ لیکن خدا نے ان کو یہی جواب دیا کہ تم کیا طاقت رکھتے ہو تم سے پہلے تم سے زیادہ طاقتیں رکھنے والی قومیں گزری ہیں جنہوں نے خدا کے راستبازوں کو نابود کرنا چاہا اور جو صداقت وہ لائے اس کو دنیا سے مٹانا چاہا......مگر باوجود اس کے وہ راستبازوں کا وجود دنیا سے مٹا نہ سکے اور صداقت دنیا میں پھیل کر رہی ......

''اس لئے ان تجربات اور واقعات کی بناء پر اس تقریر کے ذریعہ میں آئندہ آنے

والی نسلوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ طاقت اور قوت کے زمانہ میں اخلاق کو ہاتھ سے نہ دیں کیونکہ اخلاق اصل وہی ہیں جو قوت اور طاقت کے وقت ظاہر ہوں۔ ضعیفی اور ناتوانی کی حالت میں اخلاق اتنی قدر نہیں رکھتے جتنی کہ وہ اخلاق قدر رکھتے ہیں جب کہ انسان برسر حکومت ہو۔

''اس لئے میں آنے والی نسلوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ جب خدا تعالیٰ ان کو ہماری ان حقیر خدمات کے بدلے میں حکومت اور بادشاہت عطا کرے گا تو وہ ان ظالموں کے ظلموں کی طرف توجہ نہ کریں جس طرح ہم اب برداشت کر رہے ہیں وہ بھی برداشت سے کام لیں اور وہ اخلاق دکھانے میں ہم سے پیچھے نہ رہیں بلکہ ہم سے بھی آگے بڑھیں۔'' (۶۹)

ناظر امور عامہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے ۱۹/ فروری ۱۹۲۵ء کو اخبارات کے نام یہ اطلاع بھجوائی گئی کہ کابل کی سنگساریوں کے متعلق جو اطلاع موصول ہوئی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ جو احمدی کابل میں سنگسار کئے گئے ہیں ان کا نام مولوی عبدالحلیم اور قاری نور علی تھا یہ دونوں کابل کے مضافات کے رہنے والے تھے مقدم الذکر ایک عمر رسیدہ آدمی تھے اور ایک بے ضرر عالم دین تھے اور موخر الذکر ایک امن پسند نوجوان تھے قرآن مجید کے حافظ تھے اور کابل شہر میں دوکان کرتے تھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ان کے علاوہ تین اور احمدی زیرِ حراست ہیں اور عدالت افغانیہ کے فیصلے کا انتظار کر رہے ہیں۔ امیر امان اللہ خان نے ان مظالم کی اس لئے اجازت دی ہے کہ وہ باغیوں کی ہمدردی حاصل کر سکے۔ جنکا تعلق قدیم خیالات کے ملّا نوں سے ہے اس بات کی ضرورت ہے کہ تمام مہذب دنیا کی طرف سے ان مظالم کے خلاف صدائے احتجاج بلند ہو۔ تا کہ آئندہ ان ظالمانہ کارروائیوں کا سدِّ باب کیا جا سکے۔ ہم تمام محبانِ امن وانصاف سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ حکومت کابل کی اس ظلم اور تعدیّ کے خلاف آواز اٹھائیں۔ (۷۰)

افغانستان میں تیس احمدی گرفتار کر لئے گئے ہیں اور دو شہید کر دیئے گئے ہیں

پشاور سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ کابل میں مولانا عبدالحلیم ساکن چہار آسیہ اور قاری نور علی صاحب کو ۵؍ فروری ۱۹۲۵ء کو سنگسار کر کے شہید کر دیا گیا ہے اس کے علاوہ تیس اور احمدی احباب اس وقت جیل خانوں میں محبوس ہیں۔ مولانا عبدالحلیم صاحب پرانے مخلص اور فاضل دوست تھے اور ان کو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ نے سلسلہ احمدیہ میں بیعت لینے کے لئے مقرر کیا تھا۔ (۷۱)

خوست کے باغی ملاّؤں ملاّ عبداللہ مشہور بہ ملاّئے لنگ اور اس کے داماد کو جن کی انگیخت پر مولوی نعمت اللہ صاحب کو سنگسار کیا گیا تھا معافی کا وعدہ دے کر کابل لایا گیا تو کچھ عرصہ تو امیر امان اللہ خان نے ان کو عزت و احترام کے ساتھ ٹھہرایا۔ لیکن جب بغاوت رفع ہو گئی اور منگل۔ چمکنی جدران وغیرہ قبائل کو دبا دیا گیا اور اس علاقہ میں مرکزی حکومت کی حکومت دوبارہ قائم ہو گئی اور فوجیں واپس چلی گئیں تو امیر امان اللہ خان کی نیت بدل گئی اور اس نے ان لوگوں سے بھی بدعہدی کی ان ملاّؤں کو امیر امان اللہ خان کے دربار میں پیش کیا گیا تو اس نے ان کی موجودگی میں کہا کہ ’’خدا کا شکر ہے کہ میرا غیور لشکر ان ملعون غدار کتوں کی گردنوں میں پٹہ ڈال کر میرے سامنے لے آیا۔ میں خدا سے دعا گو ہوں کہ آپ ہمیشہ اس قسم کے کتوں کو پکڑ کر شیروں کی طرح اپنے پدرِ عاجز کے پاس لایا کریں۔‘‘

بالآخر امیر امان اللہ خان نے ان کو قتل کرا دیا۔ (۷۲)

امیر امان اللہ خان کی سیاحت بیرون افغانستان

امیر امان اللہ خان افغانستان کی ترقی اور بہبود کی آرزو رکھتے تھے اور افغانستان کو ایک ایسے دستور العمل کے ماتحت چلانا چاہتے تھے جو ساحرانہ کرشمہ گری کے ساتھ ایک قلیل عرصہ میں ایک پس ماندہ ملک کو ترقیات کے میدان میں کہیں سے کہیں لے جائے اور جدید ترقی یافتہ ممالک کی صف میں کھڑا کر دے۔

اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے اوّل یورپین مما لک میں افغانستان کی با قاعدہ سفارتیں قائم کیں- تا کہ حکومت افغانستان کا رابطہ ترقی یافتہ مما لک سے حکومتی لیول پر زیادہ سے زیادہ ہو- دوسرے افغان طلبہ کی ایک بڑی تعداد فرانس، جرمنی، اٹلی، ترکی اور روس وغیرہ مما لک میں مختلف علوم وفنون کی تحصیل کے لئے روانہ کی تا کہ ان کے ملک میں بہت کم عرصہ میں ہر فن وعلم کے ماہرین موجود ہوں اور وہ اس ضمن میں اغیار کا دستِ نگر نہ رہے-

اس کے علاوہ انہوں نے مختلف اوقات میں اپنی حکومت کے بہت سے کارندوں کو مختلف مقاصد کے لئے یورپ کی سیاحت کا موقعہ دیا تا کہ وہ جدید خیالات سے مانوس ہوں اور اپنے کہنہ اور فرسودہ خیالات کو بدل سکیں اور دنیا کے متمدن مما لک کے حالات کو دیکھ کر ان میں بھی اپنے ملک کو جدید لائنوں پر ترقی دینے کا جذبہ اور خواہش پیدا ہو جب ایسے اشخاص کچھ عرصہ باہر قیام کر کے اپنے ملک میں واپس لوٹتے تو نئے خیالات سے متاثر ہو کر نئی نئی تجاویز مُلک کی بہبودی کے لئے بادشاہ کے پاس پیش کرتے تھے- جن میں سے اکثر ایسی ہوتی تھیں کہ امیر امان اللہ خان کو بھی عجیب معلوم ہوتی تھیں اور اسے ان کی حقیقت سمجھنے میں مشکل پیش آتی تھی اس لئے نوبت یہاں تک پہنچی کہ امیر نے محسوس کیا کہ وہ جب تک خود ایک دفعہ یورپ کی سیاحت نہ کر آئیں نہ تو وہ ان جدید امور کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں اور نہ ان پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں- اس لئے اپنی دورِ حکومت کے آخری چند سالوں میں اکثر بیرون مما لک کی سیاحت کا ذکر کیا کرتے تھے-

جہاں تک افغان پبلک کا تعلق تھا وہ بیرون مما لک کے سفر کو ایک بے بنیاد تصور یقین کرتی تھی- کیونکہ اس سے پہلے کبھی افغانستان کا کوئی بادشاہ مغربی مما لک کی سیر کو نہ گیا تھا یہی وجہ تھی کہ امیر امان اللہ نے آخری سالوں میں اپنی توجہ اور وقت ان معترضین کے دلائل کی تردید اور ان کے اعتراضوں کے جوابات میں صرف کیا جو ان کے دورۂ بیرون کے خلاف تھے-

اگرچہ امیر امان اللہ خان افغانستان کے خود مختار بادشاہ تھے لیکن دنیا کے دوسرے

مہذب ممالک کے سامنے اپنے آپ کو محض آئینی بادشاہ ثابت کرنا چاہتے تھے- اسی وجہ سے یورپ روانگی سے قبل مجلس وزاراء اور شورائے مِلّی میں معاملہ پیش کر کے ان کی منظوری کے خواہش مند تھے- دراصل یہ بھی ایک رسمی کارروائی تھی ورنہ بیرونی سیاحت کے متعلق ان کا ارادہ اٹل صورت اختیار کر گیا تھا- انہوں نے یورپ کے تمام سفراء سے استمزاج بھی کر لیا تھا اور سب کی طرف سے ان کو ان کے ملک کا دورہ کرنے کی دعوت بھی موصول ہو چکی تھیں اور وزارت خارجہ نے امیر کے دورہ کا پروگرام بھی طیار کر لیا تھا امیر کے ساتھ جو اہم شخصیات سیاحت پر جا رہی تھیں ان کا انتخاب ہو چکا تھا ان میں ملکہ ثریا صاحبہ، سردار علی احمد جان، سردار محمود خان طرزی اور بعض دیگر سرداران اور افسران شامل تھے- (۷۳)

سیاحت بیرون کے دوران افغانستان میں حفاظتی اور سیاسی انتظامات

امیر امان اللہ خان نے اپنی روانگی کے وقت محمد ولی خان کو اپنی قائمقامی میں سب سے اہم کام پر مامور کیا- محمد ولی خان امیر امان اللہ خان کے خاص آدمی تھے اور اپنی غیر حاضری کے دوران انہیں یہ کھٹکا نہیں تھا کہ محمد ولی خان ان کے خلاف کسی سازش میں شریک ہوسکیں گے چنانچہ ان کو اپنا قائم مقام یا وکیل مقرر کر لیا محمد ولی خان کی افغانستان میں کوئی قومی حیثیت نہیں تھی اور نہ ان کا کوئی قبیلہ تھا کیونکہ یہ افغان نہیں تھے بلکہ سنٹرل ایشیاء سے تعلق رکھنے والے ازبک تھے- وہاں سے بچپن میں امیر عبدالرحمٰن خان کے زمانہ میں پکڑ کر لائے گئے تھے اور غلام بچہ کہلاتے تھے اگرچہ وہ ترکستان کے ایک سرکردہ خان کی اولاد تھے لیکن افغانوں کے زاویہ نگاہ سے وہ صاحبِ قوم شمار نہ ہوتے تھے ان کی وفاداری بادشاہ تک محدود تھی کوئی افغان قبیلہ ان کی پشت پر نہ تھا- محمود خان یاور کو ولایتِ کابل کا گورنر مقرر کیا گیا اس کے ساتھ بادشاہ کو روزانہ خفیہ رپورٹیں بذریعہ وائرلیس بھجوانا بھی ان کے سپرد تھا- ایک سردار محمد عزیز خان- محمد زئی تھے جن کی امیر امان اللہ خان سے کچھ رشتہ داری بھی تھی ان کو وزیر داخلہ سے ہٹا کر وزیر حربیہ مقرر کر دیا گیا- اپنے چھوٹے بھائی سردار حیات اللہ خان کو وزارت عدلیہ سے

وزارت داخلہ میں منتقل کر دیا - وزارتِ عالیہ میر محمد ہاشم خان ایک سیّد مدبّر کے ہاتھوں میں تھی جو بادشاہ کے بڑے خیر خواہ شمار ہوتے تھے -

ایک حفاظتی تدبیر یہ کی گئی کہ تمام دُوَل خارجہ (جہاں جہاں کا دورہ امیر امان اللہ خان نے کرنا تھا) سے وعدہ لیا گیا کہ اگر امیر امان اللہ خان کی سیاحت بیرون کے دوران افغانستان میں کوئی شورش رُونما ہو تو وہ امیر امان اللہ خان کو کم سے کم عرصہ میں افغانستان کی سرحد پر پہنچانے کا اہتمام کریں گے -

اب صرف عُلیا حضرت یعنی امیر امان اللہ خان کی والدہ صاحبہ کا وجود باقی تھا جو شروع حکومت میں اپنے بیٹے کے کاروبار حکومت میں بہت دخیل رہی تھیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ امیر امان اللہ خان بہت تجربہ کار ہو چکا تھا اور اپنی والدہ صاحبہ کے دخل کو ناپسند کرنے لگا تھا اگرچہ امان اللہ خان اپنی والدہ کا احترام بجالانے میں کوئی کوتاہی نہ کرتا تھا لیکن اپنی حکومت کے کام از خود ادا کرنا پسند کرتا تھا - اس وجہ سے اس کی والدہ کی اس سے ناچاقی ہو گئی تھی - اور جس وقت امیر امان اللہ خان بیرونی سیاحت کی تیاریوں میں مصروف تھا وہ اس سے کچھ ناراض تھیں - وہ یہ نہیں چاہتی تھیں کہ ان کا بیٹا اپنی بادشاہت کو خطرہ میں ڈال کر کہیں باہر جائے -

اس لئے اوّل اوّل تو انہوں نے زبان سے روکنے کی کوشش کی اور جب امیر امان اللہ خان نہ مانا تو یہ دھمکی دی کہ وہ اس کی غیر حاضری میں دارالسلطنت کابل میں نہیں رہیں گی بلکہ اپنے آبائی شہر قندھار جا کر سکونت اختیار کر لیں گی لیکن بعد ازاں وہ اپنے بیٹے کے بے حد اصرار پر کابل میں رہنے پر راضی ہو گئیں -

بادشاہ کا مقصد اصرار کر کے ان کو اپنی غیر حاضری میں کابل رہنے پر مجبور کرنے میں یہ تھا کہ اگر اُس کی عدم موجودگی میں اس کی بادشاہت پر کوئی آڑا وقت آیا تو اس کی صاحبِ رسوخ و احترام والدہ اپنے بیٹے کی بادشاہت کی حفاظت میں تمام مخالفوں کے سامنے سینہ سپر ہو کر کھڑی ہو جائیں گی -

ان تمام اقدامات سے واضح ہو جاتا ہے کہ امیر امان اللہ خان نے اپنی غیر حاضری میں اپنی حکومت کی حفاظت کے لئے تمام ممکن قدم اٹھا لئے تھے اور اب امیر بہ کمالِ اطمینانِ خاطر چند ماہ کے لئے کابل سے غیر حاضر رہ سکتا ہے۔(۷۴)

روانگی از افغانستان

۱۹۲۷ء کے آخر میں امیر امان اللہ خان اپنے سٹاف اور رفقاءِ سفر کے ہمراہ بیرونی دورہ پر براستہ قندھار، چمن، کوئٹہ، کراچی روانہ ہوئے پھر دہلی آئے اور کچھ عرصہ دہلی رہ کر بمبئی کی بندرگاہ سے بحری جہاز راجپوتانہ کے ذریعہ یورپ روانہ ہوئے اس سفر میں انہوں نے جن ممالک کا دورہ کیا ان کے ثقافتی، سیاسی، معاشی، صنعتی اور تجارتی حالات کا بغور مطالعہ کیا اور ان امور سے تعلق رکھنے والے ادارہ جات دیکھے اور وہاں کے افسران، وزراء اور سربراہانِ ممالک سے گفتگو کی۔

جن ممالک میں ان کو جانے کا موقعہ ملا ان میں مصر، اٹلی، جرمنی، فرانس، انگلستان، روس اور ترکی تھے۔ ان ممالک میں جو کارروائیاں ہوئیں ان کی تفصیلات لکھنے کا تو یہ موقعہ نہیں لیکن ان ممالک میں اُن کا شان وشوکت سے استقبال ہوا اور ہر ایک حکومت نے اپنی طاقت اور حیثیت کے مطابق حقِ مہمان نوازی ادا کیا اور ان کی وہ عزت کی جو اس سے پہلے ایک مشرقی حاکم کے بارہ میں کسی کے خواب وخیال میں بھی نہیں آ سکتی تھی۔

ہندوستان کے سفر کے دوران امیر امان اللہ خان شاہِ کابل کی طرف سے ملاّؤں سے بیزاری کا اظہار

اخبار الفضل ۲۳ر دسمبر ۱۹۲۷ء لکھتا ہے:

''ہز میجسٹی شاہِ کابل نے سرزمین ہند میں پہلی دفعہ رونق افروز ہونے پر جو پہلی تقریر کراچی میں فرمائی اس میں جہاں رعایا پروری اور اپنی ذاتی حیثیت کے متعلق نہایت زریں خیالات کا اظہار کیا وہاں اس طبقہ اور گروہ کا خاص طور پر ذکر کیا جو ہر ملک اور ہر علاقہ میں

مسلمانوں کے لئے سخت فِتنہ کا باعث بن رہا ہے یعنی مولوی اور ملّاں لوگ۔

''ہزمیجسٹی نے فرمایا

'اگر کوئی برا نہ منائے تو میں ایک خاص بات کہنا چاہتا ہوں جس کی نسبت میں نے کابل اور قندھار میں بھی لوگوں کو سمجھایا تھا اور وہ بات یہ ہے کہ اس زمانہ کے نادان اور ناسمجھ ملاّؤں نے ایک نہایت افسوسناک حالت پیدا کر دی ہے۔ ان ملاّؤں نے لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے بجائے ان کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا...... میں اس قسم کی ملاّئیت سے بیزار ہوں۔ ان لوگوں کا یہ فرض ہے کہ اپنے ملک وقوم کی ترقی کے لئے کوشاں ہوں۔ اور جو ملاّ صرف اپنی اغراض پوری کرنے کا آرزومند ہو وہ کبھی اپنے ملک کی اصل خدمت انجام نہیں دے سکتا'

''ہزمیجسٹی کے یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ وہ نہ صرف اپنے ملک کے ملاؤں سے بیزار ہیں۔ بلکہ ہر ملک کے ایسے ملاؤں سے نفرت رکھتے ہیں۔

''ہم اس جواں ہمت اور جواں بخت تاجدار کے لئے دست بہ دُعا ہیں۔ کہ وہ اپنے ملک کو ایسے ملاّؤں سے پاک وصاف کر سکے۔ تا کہ ایسے افعال کا ظہور ناممکن ہو جائے جو کابل کے لئے باعث بدنامی ہوں''(۷۵)

ہزمیجسٹی شاہِ کابل کا خیر مقدم جماعت احمدیہ کی طرف سے ۱۱ردسمبر ۱۹۲۷ء

حسبِ ذیل تار ہزمیجسٹی شاہِ افغانستان کے پرائیویٹ سیکرٹری کو حضرت مولانا شیر علی صاحب چیف سیکرٹری حضرت امام جماعت احمدیہ کی طرف سے ورودِ ہند کی تقریب میں خیر مقدم کے طور پر ۱۱ دسمبر کو دیا گیا۔

''جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس امام کی طرف سے میں ہزمیجسٹی امیر کابل کی خدمت میں ان کے سرزمین ہند میں (جو کہ جماعت احمدیہ کے مقدس بانی کی جائے پیدائش ہے) ورود کے موقعہ پر نہایت خلوص سے خیر مقدم کہتا ہوں۔

''ہم ہزمیجسٹی کی وفادار احمدی رعایائے افغانستان کے ساتھ اس دعا میں متحد ہیں کہ ہزمیجسٹی کا سفر یورپ نہایت کامیابی کے ساتھ سرانجام پائے اور آپ اپنی مملکت میں سالماً خانماً واپسی تشریف لائیں۔

بہ سفر رفتنت مبارک باد   بَسلامت روی و باز آئی''

شیر علی سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح

امام جماعت احمدیہ قادیان (۷۶)

اخبار انقلاب لاہور کا اداریہ اعلیٰ حضرت شہریار افغانستان اور جماعت احمدیہ

۲۰ دسمبر ۱۹۲۷ء کو اخبار انقلاب لاہور لکھتا ہے کہ

''ہمیں یہ معلوم کر کے بے انتہا مسرت ہوئی کہ جماعت احمدیہ قادیان کے امام صاحب نے اعلیٰ حضرت شہریار غازی افغانستان کے ورود ہند پر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں خیر مقدم کا محبت آمیز پیغام بھیج کر اپنی فراخدِلی کا ثبوت دیا ہے اور قادیان کے جرائد نے اس پیغام کو نہایت نمایاں طور پر شائع کیا ہے۔

''آج سے کچھ مدت پیشتر دو تین احمدیوں کے رجم پر جماعت احمدیہ اعلیٰ حضرت شہریار افغانستان کی حکومت کی سخت مخالف ہو گئی تھی اور اُن دنوں میں امام جماعت اور جرائد قادیان نے نہایت تلخ لہجے میں حکومت افغانستان کے خلاف احتجاج کیا تھا......

''یہ نہایت قابلِ تعریف بات ہے کہ امام جماعت احمدیہ نے اُس ہنگامی وجہ اختلاف کو فراموش کر کے مہمانِ محترم کا خیر مَقدم کیا۔ اس طرزِ عمل کا اثر ایک طرف عام مسلمانانِ ہند پر بہت اچھا ہوگا۔ دوسری طرف افغانستان میں رہنے والے احمدیوں کے تعلقات اپنے بادشاہ اور اس کی حکومت کے ساتھ زیادہ خوشگوار ہو جائیں گے......''(۷۷)

جماعت احمدیہ اور امیر امان اللہ خان شاہ افغانستان کے بارہ میں

ہندو آریہ سماجی اخبار پرکاش کی غلط بیانی اور اس کی تردید

اخبار الفضل مورخہ ۲۳ / دسمبر ۱۹۲۷ء لکھتا ہے کہ

''جماعت احمدیہ کی طرف سے ہز میجسٹی شاہ کابل کا جو خلوصِ دِل سے خیر مقدم کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق نہ صرف ۱۶ / دسمبر کے الفضل میں نمایاں طور پر تار چھپ چکا ہے۔ بلکہ لاہور کے سر برآوردہ اخبارات ''زمیندار'' اور ''انقلاب'' میں بھی اس کا ذکر آ چکا ہے جس سے آریہ اخبار پرکاش کا ایڈیٹر ناواقف نہیں ہوسکتا لیکن ۱۸ / دسمبر کے پرکاش میں لکھتا ہے:

'امیر کابل سفر یورپ پر جاتے ہوئے ہندوستان سے گزرے۔ ہندو مسلمان تمام لوگوں نے آپ کا خیر مقدم کیا۔ لیکن احمدی جو ایسے موقعوں کی ہمیشہ تاک میں رہتے ہیں۔ یہ امر موجب حیرت ہے کہ وہ خاموش رہے۔ وہ نہ خود امیر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نہ خیر مقدم کا تار ہی ارسال کیا حالانکہ تار گھر قادیان میں موجود ہے...... وجہ صاف ہے قادیانیوں کا تو ایک مولوی افغانستان میں محض مذہبی اختلافات رائے کی وجہ سے.................سنگسار کیا گیا تھا...... بھلا قادیانی اس شخص کا خواہ وہ مسلمان ہی اور مقتدر مسلمان کیوں نہ ہو استقبال کیسے کر سکتے ہیں۔'

''معلوم ہوتا ہے۔ پرکاش نے دیدہ دانستہ یہ سطور ایک ناگوار اور رنج افزا واقعہ کی یاد تازہ کرنے اور اسے شہرت دینے کے لئے لکھی ہیں۔ ورنہ جب جماعت احمدیہ کی طرف سے شاہِ کابل کے استقبال کی خبر اخباروں میں شائع ہو چکی ہے تو پرکاش کی غلط بیانی کی اور کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی ......

''بے شک کابل میں ایک نہیں بلکہ کئی احمدیوں کو سنگسار کیا گیا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک اس سنگدلانہ فِعل کے ذمہ وار وہ مولوی اور مُلّاں ہیں جن سے بیزاری کا اعلان حضور شاہِ کابل نے سرزمین ہند پر قدم رکھتے ہوئے سب سے اولین موقعہ پر کر دیا......

''ہم ان حالات اور مشکلات سے اچھی طرح آگاہ ہیں- جن میں یہ واقعات پیش آئے ......

''اسلام نے ہر صاحبِ عزت و اقتدار کی توقیر کرنے اور اس کی شان کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیا ہے- اس لئے ہمارا بھی فرض تھا کہ ہم اپنے ملک میں شاہِ کابل کی تشریف آوری پر اپنے مخلصانہ جذبات کا اظہار کرتے-'' (۷۸)

امیر امان اللہ خان کی شہر بمبئی میں مصروفیات اور بحری جہاز راجپوتانہ کے ذریعہ بیرونی سیاحت کو روانگی

بمبئی میں ۱۶/ دسمبر کو جامعہ مسجد میں امیر امان اللہ خان جمعہ کے لئے تشریف لائے اس وقت پچاس ہزار آدمیوں کا اجتماع تھا- نمازیوں کی درخواست پر ہزمیجسٹی نے خطبہ پڑھا- جس کا موضوع دوسرے مذاہب سے رواداری کا برتاؤ کرنے کے متعلق تھا-

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے سخت شرم کی بات ہے کہ وہ مسئلہ گاؤکشی کے متعلق بھی ہندوؤں کے جذبات کا احترام نہیں کر سکتے-

بعد دوپہر بلدیہ بمبئی کا سپاس نامہ پیش ہوا- اس کا جواب ہزمیجسٹی نے فارسی زبان میں دیا- اور فرمایا کہ مخلصانہ خیر مقدم کے اظہار نے میرے دل پر اثر کیا ہے- جب سے میں نے سرزمینِ ہندوستان پر قدم رکھا ہے- ہر جگہ اخلاص اور محبت کا اظہار کیا گیا ہے اور میں اس سرگرمی اور جوش وخروش کے نظارے کو جو میں نے دیکھا کبھی فراموش نہ کروں گا- اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے تاکید فرمائی کہ فرقہ وارانہ اختلافات کو ترک کر دو- مندر میں پوجا کرو یا مسجد میں عبادت یا گرجے میں دعا- لیکن پھر بھی تم بھائیوں کی طرح زندگی بسر کر سکتے ہو-

۱۷/ دسمبر کو اعلیٰ حضرت شہریار افغانستان کی خدمت میں تین سپاس نامے پیش کئے گئے ایک سپاس نامہ ایرانیوں اور پارسیوں کی طرف سے مشترکہ طور پر پیش کیا گیا-

دوسرا وفد جسے باریابی حاصل ہوئی مسلم سٹوڈنٹس یونین کا وفد تھا اس کے سپاس نامہ

کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے عورتوں کی تعلیم پر زور دیا-

تیسرا وفد ان افغانوں کی طرف سے تھا جو ہندوستان میں مقیم ہو چکے ہیں- اس سپاس نامہ میں اعلیٰ حضرت کی مذہبی رواداری کا شکریہ ادا کیا گیا-

اعلیٰ حضرت نے انہیں تاکید کی وہ ہندوؤں کے ساتھ دوستانہ طور پر رہیں اور اپنے آپ کو عام مسلمانوں بلکہ عام ہندوستانیوں سے علیحدہ قوم تصور نہ کیا کریں-

آپ نے فرمایا کہ افغانستان مذہبی رواداری میں کسی ملک سے پیچھے نہیں اور جاہل مسلمانوں کا اثر روز بروز کم ہو رہا ہے-

۱۷ر دسمبر کو بعد دو پہر حضرت شاہ افغانستان گھوڑ دوڑ میں سرکاری جاہ و جلال کے ہمراہ تشریف لے گئے- تو وہاں اس قدر مجمع تھا جس کی نظیر کورس کی تاریخ میں نہیں ملتی- ہز میجسٹی نے شیو برت گھوڑے کے بازی لے جانے پر مہاراجہ کوہلہ پور کے پرائیویٹ سیکرٹری کو اِروَن کپ عطا کیا اور شاہی جلوس کے ہمراہ رخصت ہو گئے-

اس کے بعد اعلیٰ حضرت گورنر بمبئی کی معیت میں اور علیا حضرت لیڈی اِرون کے ہمراہ باب الہند (India Gate) تشریف لے گئے وہاں گارڈ آف آنر کا معائنہ کرنے کے بعد ہز میجسٹی نے لیڈی اِروَن اور گورنر کو رخصت کیا اور خود موٹر کشتی پر سوار ہو گئے اور بحری جہاز راجپوتانہ کو تشریف لے گئے-

جہاز راجپوتانہ کا ایک حصہ اعلیٰ حضرت بادشاہ غازی اور علیا حضرت ملکہ معظّمہ کے استعمال کے لئے مخصوص کیا گیا تھا-

جہاز باب الہند کے مقابل کھڑا تھا- جب اعلیٰ حضرت جہاز پر سوار ہوئے انڈین میرین (ہندوستانی بحریہ) کے جہازوں نے سلامی کی توپیں سر کیں-

ائیر فورس کے جہاز سر پر حلقہ کئے ہوئے تھے- جب جہاز راجپوتانہ روانہ ہوا تو سب نے سلامی اُتاری- (۷۹)

پیرس میں ملکہ ثریا کا پریس کو انٹرویو

پیرس میں ملکہ ثریا نے ایک پریس انٹرویو دیا- جس میں یہ بیان کیا کہ وہ افغانستان میں پہلی عورت ہے جو عورتوں کی آزادی کے لئے کام کر رہی ہے- باوجود اس کے کہ دقیانوسی مسلمانوں کی طرف سے اس کی شدید مخالفت ہوتی ہے- اس نے بچیوں کے لئے ایک سکول قائم کیا ہے جس میں ۸۰۰ طالبات کے لئے گنجائش رکھی گئی ہے- اور ملکہ کی والدہ کی ہدایات کے ماتحت ان بچیوں کی تربیت یورپین طریق پر کی جارہی ہے(۸۰)

شاہ کابل کا پُرتپاک خیر مقدم جماعت احمدیہ لنڈن کی طرف سے

ہز میجسٹی شاہ کابل اور ملکہ کابل کے لندن میں ورود پر جماعت احمدیہ لندن نے جس میں نومسلم انگریز مرد اور عورتیں بھی شامل تھیں مولانا عبدالرحیم صاحب درد ایم- اے امام مسجد لندن کی قیادت میں حسب استطاعت نہایت پرتپاک خیر مقدم کیا-

اس موقعہ پر نہایت جلی اور خوبصورت انگریزی الفاظ میں ''خوش آمدید'' کا نہایت دل کش اور شاندار بہت بڑا پوسٹر شائع کیا گیا جس کے وسط میں مسجد احمدیہ لندن کی تصویر اسلامی شان ظاہر کر رہی تھی-

علاوہ ازیں ایڈریس بھی پیش کیا جس کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے-

یور میجسٹی! ہم جماعت احمدیہ انگلستان کے ممبران یور میجسٹی اور ہر میجسٹی ملکہ افغانستان کے جزائر برطانیہ میں تشریف آوری کی سعید تقریب پر صدقِ دِل سے خوش آمدید عرض کرتے ہیں-

یُور میجسٹی! آپ کے سفرِ مغرب نے تمام دنیا میں ایک خاص دلچسپی پیدا کر دی ہے اس کی توقع تو پہلے ہی تھی- مگر اس حد سے بڑھی ہوئی دلچسپی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ پہلا موقعہ ہے کہ ایک آزاد اور خودمختار مسلمان بادشاہ نے مغربی حکومتوں کے مراکز کی سرکاری طور پر سیاحت فرمائی-

مزید برآں ہم اس حقیقت کو زیادہ وضاحت سے بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جس طریق

سے مختلف یورپین حکومتوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا ہے اور جو نہ صرف آپ کے شاہانہ اعزاز کے شایاں ہے- بلکہ اس میں دوستانہ مہمان نوازی کی روح بھی پائی جاتی ہے وہ سب یور میجسٹی کی ان عملی اور سرگرم کوششوں کی خوبیوں کا کھلا کھلا اعتراف ہے جو آپ اپنے ملک کو دوسرے مہذب ممالک کا ہم پلہ بنانے کے لئے کر رہے ہیں اور وہ اصلاحات جو اندرونِ ملک جاری فرما رہے ہیں-

جس حیرت انگیز طریق سے یور میجسٹی نے اپنی قوم کی جو کہ پرانی لکیر کی فقیر اور آبائی رسم و رواج عادات و اطوار اور خیالات کی نہایت سختی سے پابند چلی آتی تھی- طرز معاشرت تھوڑے سے عرصہ میں بدل دی ہے- یقیناً یہ ایک ایسا کارنامہ ہے- جس نے یور میجسٹی کے لئے موجودہ زمانہ کے روشن دماغ حکمرانوں کی صفِ اوّل میں ...... جگہ پیدا کر دی ہے-

جس اخلاص اور عقیدت کا ان ممالک کے لوگوں نے جہاں کی یور میجسٹی نے سیاحت فرمائی ہے ثبوت پیش کیا ہے وہ نہ صرف یور میجسٹی کی افغان رعایا کے لئے ہی بلکہ جملہ پیروان اسلام کے لئے بھی باعث افتخار و اطمینان ہے تمام دنیا کے مسلمان یور میجسٹی کو اپنا ایک لیڈر اور حامئی اسلام یقین کرتے ہیں ......

یور میجسٹی اسلام کی تعلیم کی بے شمار خوبیوں میں سے اپنے اثرات اور نتائج کے لحاظ سے غالباً سب سے زیادہ اہم وہ عالمگیر اُخوت اور مساوات کی تعلیم ہے جس میں ایک حکمران اور مزدور برابر سمجھے جاتے ہیں- اور ہم محسوس کرتے ہیں کہ یور میجسٹی اس بیش قیمت اصل کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھتے ہیں- یہ بھی ایک وجہ ہے جس سے ہمارے دلوں میں یور میجسٹی کی توقیر اور بھی زیادہ ہے-

ہمیں وہ الفاظ اچھی طرح یاد ہیں- جو یور میجسٹی نے ہندوستان میں ایک ایڈریس کے جواب میں فرمائے اور جو یہ ہیں:

'میری مملکت میں ہندوستانی افغانوں کے ساتھ محبت و آشتی سے رہتے ہیں- ہندوؤں کو مسلمانوں کے مساوی حقوق حاصل ہیں- اور وہ بھائی بھائی کی طرح رہتے ہیں-

افغانستان میں قوم و مذہب کی کوئی تفریق نہیں- میں اپنے ملک میں ہر ہندوستانی کو خوش آمدید کہتا ہوں اور ہماری مہمان نوازی ہر ایک کے لئے کشادہ ہے'

ان سے بھی زیادہ انمول، ناقابلِ فراموش وہ سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل یور میجسٹی کے حسب ذیل الفاظ ہیں-

'میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند ذوالجلال تمام دنیا کے مسلمانوں سے خوش ہو- وہ ایک دوسرے کو یکساں سمجھیں اور تمام بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردانہ اور برادرانہ سلوک کریں- اور بار بار متنبہ کروں گا کہ مذہبی جنون اور جاہل مُلّا نے تم کو راہِ راست سے بہکا نہ دیں'

مذہبی جنون اور تعصّب نے دنیا کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے اس کے بیان کی یہاں ضرورت نہیں ...... یور میجسٹی اس امر سے ضرور آگاہ ہوں گے کہ مغرب میں یہ غلط خیال موجود ہے کہ اسلام نے اپنی اشاعت کے لئے تلوار کے استعمال کی اجازت دی ہے-

یور میجسٹی ایسی مقتدر ہستی اور مسلم حکمران کی وہ تقریر جس سے ہم نے مذکورہ بالا الفاظ نقل کئے ہیں اس الزام کی پوری طرح تردید کرتی ہے-

مگر ہم پھر عرض کریں گے کہ مغرب میں آپ اسلام کی عالمگیر اخوت پر جتنا بھی زیادہ زور دیں گے اتنا ہی ہمارے اور تمام دنیا کے لئے مفید ہوگا-

اخیر میں ہم دعا کرتے ہیں کہ یور میجسٹی اور ہر میجسٹی ملکہ کا یہ سفر کامیاب ہو- آپ کی قوم اور تمام مسلمانوں کے لئے موجب خیر و برکت اور جاری رہنے والے فوائد کا باعث ہو-

ہم ہیں یور میجسٹی کے نہایت ہی فرمانبردار خدام ممبران جماعت احمدیہ انگلستان-مسجد لندن ۱۳/ مارچ ۱۹۲۸ء (۸۱)

ترکی میں مصطفیٰ کمال- اتاترک سے ملاقات اور گفتگو

ترکی میں قیام کے دوران علاوہ اور مصروفیات کے امیر امان اللہ خان نے صدر جمہوریہ ترکیہ مصطفیٰ کمال سے ایک الگ پرائیویٹ ملاقات کی- گفتگو کا موضوع وہ اصلاحات

تھیں جن کو امیر افغانستان میں جاری کرنا چاہتا تھا چونکہ مصطفیٰ کمال ایک مسلمان انقلابی لیڈر تھا اور چند سال پہلے ترکی میں مذہبی ملاؤں کا زور ختم کر کے اس نے جمہوریہ ترکی میں قومی اور سیاسی بنیادوں پر نیا نظام قائم کیا تھا اس لئے ان سے بات چیت اور مشورہ ایک طبعی تقاضا تھا جسے امیر امان اللہ خان نے پورا کرنا چاہا- اس گفتگو کا مختصر خلاصہ درج کیا جاتا ہے

مصطفیٰ کمال اتاترک نے کہا کہ: اگر آپ ترکی کی طرح اپنے ملک میں اصلاحات نافذ کرنے کا خیال رکھتے ہیں تو اعلیٰ حضرت میرے بھائی کو کامل احتیاط کے ساتھ بہت سے امور متعلقہ کی نسبت پہلے اپنا اطمینان کر لینا چاہئیے -

اُمید ہے کہ اعلیٰ حضرت اس مسئلہ کی نزاکت کو اچھی طرح محسوس کرتے ہوں گے کہ جب پبلک کی ناپسندیدگی کی وجہ سے اصلاحات ناکام ہو رہی ہوں تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ناپسندیدگی بغاوت کا رنگ اختیار کر لیتی ہے-

اس لئے مقدم امر یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ اصلاحات جاری کرنے والا ہردل عزیزی کے اعتبار سے پبلک میں کیا درجہ رکھتا ہے؟ اگر اس کی محبت اور ہردل عزیزی مسلم ہے اگر ایسا ہے تو پبلک اصلاحات سے ناراض ہونے پر بھی بغاوت اور شورش اور فتنہ انگیزی کی جرات نہ کر سکے گی-

امیر امان اللہ خان: میں بغاوت منگل کے دوران بہت حد تک ملاؤں کا زور توڑ چکا ہوں- اب ان میں اتنی طاقت نہیں رہی کہ وہ حکومت افغانستان کے خلاف سر اٹھا سکیں-

مصطفیٰ کمال اتاترک: لیکن اگر ملاؤں کا گروہ اعلیٰ حضرت کے خلاف پبلک کو اکسانے میں کامیاب ہو جائے تو کیا آپ کے پاس اتنی فوجی قوت ہے کہ اسے کچل سکیں-

امیر امان اللہ خان: ہاں میں اپنی فوج کے ذریعہ بآسانی ایسی شورش اور فتنہ کو دبانے میں کامیاب ہو جاؤں گا میں اپنی فوج میں بے حد ہردل عزیز ہوں اور مجھے اپنی فوج کی وفا شعاری پر پورا اعتماد ہے-

مصطفیٰ کمال اتاترک: کیا اعلیٰ حضرت کی سلطنت کے تعلقات ہمسایہ حکومتوں سے خوشگوار ہیں اور وہ بغاوت کی صورت میں آپ کی حکومت کے خلاف ریشہ دوانیوں میں تو مصروف نہ ہو جائیں گے۔

امیر امان اللہ خان: مجھے اس امر پر یقین و تسلی ہے ایسی صورت میں انگریز اور روس دونوں ہی اپنے معاہدوں کا احترام کرتے ہوئے کوئی معاندانہ رویہ اختیار نہ کریں گے۔

مصطفیٰ کمال اتاترک: جب یہ ساری صورتیں اعلیٰ حضرت کی موافقت میں ہیں تو بسم اللہ میرا مشورہ یہی ہے کہ اپنے ملک میں اصلاحات نافذ کیجئے۔

ترکیہ میں اصلاحات کو کبھی بھی خوش آمدید نہیں کہا گیا بلکہ ہم نے بہ نوک سنگین ان کو جاری کیا ہے کسی ملک کے باشندے اپنے پرانے عقائد و خیالات و رسم و رواج کی پابندیوں کو از خود خیر باد نہیں کہا کرتے۔ تا آنکہ حکومت ان پر جبر و قوت استعمال نہ کرے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مصطفیٰ کمال اتاترک سے مشورہ کے بعد امیر امان اللہ خان پہلے سے زیادہ اپنے اس عزم میں مضبوط ہو چکا تھا کہ ان اصلاحات کو جو وہ جاری کرنا چاہتا تھا اگر ضرورت پڑے تو بزور قوت جاری کرے گا اور مخالفت کی پرواہ نہ کرے گا۔ (۸۲)

امیر امان اللہ خان کی وطن واپسی اور افغانستان میں اپنے سفر اور مجوزہ اصلاحات کے بارہ میں بیانات

۱۹۲۸ء میں امیر امان اللہ خان ایران سے براستہ مشہد و ہرات افغانستان میں داخل ہوا۔ کابل میں اس کے آنے کی خوشی میں تین دن تعطیل کی گئی اور شاندار استقبال کیا گیا۔ چراغاں اور دعوتوں کا اہتمام تھا کیونکہ افغان بادشاہ تاریخ میں پہلی دفعہ اتنے یورپین ممالک کی سیاحت کر کے آیا تھا اور اُسے بہت سی باتوں میں حسبِ خواہش کامیابی اور کامرانی حاصل ہوئی تھی اس وجہ سے اہالیان کابل نے یہ خوشی کا موقعہ بہت زور شور سے منایا۔

افغانستان میں ایک لمبے سفر سے واپسی کے بعد امیر امان اللہ خان کی طبعی خواہش تھی

کہ اپنی قوم کو اپنی سیاحت بیرون کے بارہ میں مطلع کرے- یورپین ممالک کے بارہ میں اپنے تأثرات بتائے اور جو اصلاحات وہ اپنے ملک میں جاری کرنا چاہتا تھا ان سے متعارف کروائے-

مختلف استقبالیہ تقریبات کے دوران بادشاہ نے پانچ دن تک ایک لمبی تقریر کی جس میں ان ممالک میں ہونے والے واقعات کا تذکرہ کیا جہاں اسے جانے کا موقعہ ملا تھا اور ان اصلاحات کا تذکرہ کیا جن کو وہ جاری کرنا چاہتا تھا تقریر کے آخر میں امیر امان اللہ نے ایک سپاہی، ایک سرکاری افسر، ایک عام شہری اور ایک طالب علم سے سب کے سامنے معانقہ کیا یہ افراد جن سے معانقہ کیا گیا ان کا انتخاب کر کے گویا اس نے اپنی تمام رعایا کے نمائندگان کو ملحوظ رکھا-

قدامت پسند ملاّؤں اور نئی اصلاحات کے خُوگر امیر امان اللہ خان کے مابین تنازعات

امیر امان اللہ خان کے سفر یورپ کے دوران افغانستان کے ملاّ امیر کے خلاف سازشوں میں مصروف رہے اگرچہ ان کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ کوئی شورش برپا کرسکیں اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ خوست کی بغاوت کے بعد سمتِ جنوبی کے مُلاّؤں کا زور توڑ دیا گیا تھا اور ان کے لیڈروں کو عبرتناک سزائیں دی گئی تھیں-

جب امیر امان اللہ خان واپس آیا تو مُلاّؤں کو معلوم ہو چکا تھا کہ ملکہ ثریا صاحبہ سیاحت یورپ کے دوران پردہ کے اس معیار پر قائم نہیں رہی تھیں جو ملاّؤں کے خیال میں اسلام کی تعلیم اور قرآنی شریعت کے مطابق ہر مسلمان عورت کے لئے لازمی ہے اور اس وجہ سے وہ امیر امان اللہ خان سے ناراض تھے-

افغانستان میں آنے کے بعد بھی ملکہ ثریا صاحبہ کے بارہ میں یہ رپورٹیں ملتی رہتی تھیں کہ وہ مغربی طرز کی پارٹیوں میں شامل ہوتی ہیں جن میں غیر مرد بھی ہوتے ہیں اور ان موقعوں پر ان کا چہرہ بے نقاب ہوتا ہے-

ملاّ ؤں کا ایک وفد امیر امان اللہ خان کو ملا اور انہوں نے اس امر پر احتجاج کیا کہ ملکہ صاحبہ اور دوسری مسلمان خواتین جو ان کے ساتھ ہوتی ہیں وہ غیر مردوں کے سامنے اپنا چہرہ ظاہر کرتی ہیں جب کہ اس کا ڈھانپنا ضروری ہے- بادشاہ نے جواب دیا کہ افغانستان کے دیہات میں اس قسم کا پردہ نہیں ہوتا جیسا ملاّ ؤں کے نزیک مسلم خاتون کے لئے کرنا ضروری ہے- ملاّ ؤں نے جواب دیا کہ دیہات کی غریب عورتوں کو نقاب ترک کرنا پڑتا ہے کیونکہ انہیں کام کرنا پڑتا ہے-

اس پر امیر امان اللہ خان نے جواب دیا کہ جب دیہات کی عورتیں نقاب لینے لگیں گی تو ملکہ بھی نقاب اوڑھ لے گی- بادشاہ کے اس جواب پر مُلا بہت جز بز ہوئے اور ناراضگی کی حالت میں چلے گئے-

یورپ کی سیاحت اور مصطفیٰ کمال اتاترک کی ملاقات کے بعد امیر امان اللہ خان پہلے سے زیادہ اصلاحات کے بارہ میں اپنے عزم میں پختہ ہو چکا تھا یورپین رابطہ سے اس کے اپنے خیالات میں ایک عظیم تغیّر آ گیا تھا اب وہ معاملات ملکی کو کسی اور انداز میں دیکھنے لگا تھا یورپ نے بطور مہمان کے اس کا جس رنگ میں استقبال کیا تھا اس کا قدرتی طور پر اس کی ذات پر یہ اثر پڑا کہ وہ اپنے آپ کو پہلے سے بہت زیادہ ذہین قابل اور صائب رائے والا سمجھنے لگا تھا اور ملک کی ترقی اور اصلاحات کے بارہ میں جو خیالات اور تجاویز اس کے ذہن میں تھیں اب وہ اس کی نگاہ میں اٹل اور ناقابل ترمیم قرار پا چکی تھیں اور ان کے خلاف کوئی امر سننا پسند نہیں کرتا تھا-

ان دنوں میں اس نے وزارت خارجہ میں ایک تقریر کرتے ہوئے اپنے بارہ میں بیان کیا کہ وہ ایک انقلابی بادشاہ ہے اور اپنے ملک کی اصلاحی مہم کو انقلابی جدو جہد کے ساتھ مکمل کرے گا- ایک موقعہ پر وزارت حربیہ میں اس نے نوجوان فوجی افسران کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں اس ملک میں جس انقلاب کے دیکھنے کا خواہش مند ہوں اگر ضرورت پڑی تو تمہاری سنگینوں کے زور سے پیدا کیا جائے گا- ملک کے ملاّ ؤں کے متعلق امیر امان اللہ خان

کی رائے میں بہت تبدیلی آ چکی تھی اور وہ ان کی ذہنیت اور رسوخ کو اپنی قوم کی ذہنی اور معاشرتی ترقی کی راہ میں روک محسوس کرتا تھا اس لئے ان کا زور کم سے کم عرصہ میں توڑ دینا چاہتا تھا۔

ایک مرتبہ جب وزارت خارجہ میں ایک استقبالیہ تقریب منعقد کی گئی اور اس میں بیرون ممالک کے سفیروں اور دوسرے غیر ملکیوں کو مدعو کیا گیا تو افغانستان کے ملاّؤں جن کا اندرون ملک اور سرحدی قبائل پر گہرا اثر تھا کو بھی دعوتی کارڈ بھجوا کر بلوایا گیا جس میں لکھا تھا کہ اعلیٰ حضرت امیر ان کو وزارت خارجہ میں شرفِ باریابی بخشیں گے۔

جب یہ قدیم الخیال ملاّؤں کا گروہ ایک بڑے ہال میں جمع ہوا تو امیر مع اپنے سٹاف اور جملہ سفراء اور مہمانوں کے ٹھیٹھ یورپین لباس میں ہال میں داخل ہوا اور افغانی دستور کے خلاف السلام علیکم کہنے اور مصافحہ ومعانقہ کرنے کے بجائے اپنا ہیٹ اتار کر سب حاضرین کے سلام کا جواب دیا اور مغربی انداز میں ہر ایک سے سادہ طور پر مصافحہ کرتا ہوا گزرتا گیا یہ نیا طریق ملاّؤں کے نزدیک ناقابل برداشت تھا اور انہوں نے امیر کے اس طریق کو اس کی لامذہبیت پر محمول کیا۔

انہی ملاّؤں میں ایک ملاّ صاحب چکنور بھی تھے جن کا افغانستان کے مشرقی قبائل میں بہت اثر ورسوخ تھا اتفاق سے ملاّ صاحب کے ہاتھ میں موٹے دانوں کی ایک تسبیح تھی جس کو وہ اپنے ہاتھ میں پھیرتے جاتے تھے۔ ملاّ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھ کر امیر امان اللہ خان کی بھنویں تن گئیں اور وہ تمسخرانہ انداز میں مُلاّ صاحب کو دیکھنے لگا اور اس کے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے کہ یہ کیا آپ اُونٹ کی مینگنیوں سے کھیل رہے ہیں۔ امیر یہ کہہ کر گزر گیا تو مصاحبوں میں سے کسی نے عرض کیا کہ اعلیٰ حضرت نے یہ کیا کہہ دیا یہ تو ملاّ صاحب چکنور تھے۔ اس پر امیر امان اللہ خان تُرش ہو کر بولا کہ کوئی سا ریچھ ہو پرواہ نہیں میں ان سب کو آدمی بنا دوں گا۔ یہ اور اس طرح کہ اور بہت سے کلمات جو خلوت اور جلوت میں امیر کے منہ سے نکلے تھے ان سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اپنی پسند کی اصلاحات جاری کرنے پر تلا ہوا ہے اور ان کی راہ

میں کوئی مخالفت خواہ وہ بڑے بڑے ملاؤں یا پیروں کی طرف سے ہو برداشت نہیں کرے گا۔

افغانستان کے جشنِ آزادی اور لوئی جرگہ کے انعقاد کا فیصلہ

افغانستان اب اپنی حکومت کے دس سال پورے کر چکا تھا اور اس کا گیارھواں جشن استقلال پغمان میں منایا جانے والا تھا بادشاہ نے فیصلہ کیا کہ اس موقعہ پر تمام افغانستان سے لوئی جرگہ بھی بلایا جائے اور اس میں اصلاحات کا اعلان بھی کر دیا جائے۔

صوبوں کی حکومتوں کو ہدایات ارسال کی گئیں کہ وہ مناسب اشخاص کو جرگہ میں بطور وکیل یا نمائندہ شامل ہونے کے لئے نامزد کریں اور ان کی فہرستیں مرکزی حکومت کو برائے منظوری بھجوائیں۔

لوئی جرگہ میں شامل ہونے والے نمائندگان کے استقبال اور قیام کا بہت اعلیٰ انتظام کیا گیا تھا نمائندگان کی تعداد کئی سو تھی ان سب کے لئے یورپین طرز کے لباس اور بُوٹ مہیا کئے گئے تھے ان کے لئے مہمان نواز مقرر تھے اور کھانے اور فواکہات کا بہت عمدہ انتظام تھا۔ مناسب جیب خرچ کی رقم ان کو روزانہ دی جاتی تھی۔ اور سرکاری موٹروں پر سیر و تفریح کروائی جاتی تھی۔ امیر امان اللہ خان کی طرف سے ان اقدامات کا مقصد تو واضح تھا کہ ان نمائندگان میں ایسی جماعت پیدا کی جائے جو امیر کی جدید اصلاحات کی تائید و حمایت کرے۔

لیکن ہوا یہ کہ وہ نمائندگان جو حاضر تھے امیر کی موجودگی میں تو اس کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے اور اس کے اقدامات کی تائید کرتے رہے اور جب جرگہ سے فارغ ہو کر اپنے علاقوں میں پہنچے تو امیر امان اللہ کے خلاف دہریت اور لامذہبیت کے الزامات لگا کر عوام کو اس کے خلاف اکسانے لگے ان کے اس طریق عمل کی وجہ بعض وزراء حکومت کا رویہ بھی تھا جو بوجوہ امیر امان اللہ سے ناراض تھے ان کو وزارتوں اور عہدوں کی تقسیم پر جو امیر نے کئے تھے اعتراض تھا کیونکہ اس میں ان کے ذاتی اقتدار اور حقوق پر زد پڑتی تھی ان میں باہم بھی رنجش تھی اور بادشاہ سے بھی ناراضگی تھی۔ اس وجہ سے یہ وزراء بھی نمائندگان لوئی جرگہ کو الٹے سیدھے

مشورے دینے لگے کہ جرگہ میں تو بادشاہ کی تائید کرو اور واپس جا کر مخالفت جاری رکھنا۔

لوئی جرگہ کے نمائندگان پر کابل کے بدلے ہوئے ماحول کا منفی اثر

لوئی جرگہ کے نمائندگان جو ایک قدیم خیالات رکھنے والی قوم کے نمائندہ تھے اور ہر جدید تبدیلی ان کے لئے نا قابلِ قبول اور تعجب انگیز تھی انہوں نے جدید خیالات والے بادشاہ کے زیر اثر کابل کے ماحول میں تبدیلی کا مشاہدہ کیا انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کابل اور پغمان میں افغان عورتیں فیشن ایبل یورپین لباس میں بیبا کانہ ادھر ادھر باغوں اور بازاروں میں سیریں کرتی پھر رہی ہیں ان کے چہرے ننگے ہیں اور وہ سنگھار کئے ہوئے ہیں۔

یہ خواتین یا تو شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں یا ان وزراء اور افسران سے تعلق رکھتی تھیں جو جدید خیالات کے تھے اور نئے فیشن اور برہنہ روئی کو پسند کرتے تھے۔ بعض ایسے لوگوں کے خاندانوں سے تھیں جن کا مقصد جدید اطوار اپنا کر بادشاہ کی رضا مندی حاصل کرنا اور اس کا منظور نظر بننا تھا۔ یہ لوگ اس طریق سے حکومت میں عہدے حاصل کرنے کے خواہش مند تھے کابل میں عام مردوں کو بھی یہ ہدایت تھی کہ وہ مغربی لباس اور ہیٹ پہننا شروع کر دیں۔

عورتوں کے لئے یہ امر ضروری کیا گیا کہ وہ پرانے طرز کا برقعہ جس میں سر سے لے کر پاؤں تک تمام جسم ڈھانپا جاتا تھا نہ پہنیں بلکہ اسکی جگہ جدید طرز کا مکتبی برقعہ جو ترکی میں استعمال ہوتا تھا اوڑھیں اسطرح وہ روایتی شلوار جسے دلاق کہا جاتا ہے کے پہننے کی ممانعت تھی۔

ایک حکم یہ جاری کیا گیا تھا کہ جشن استقلال کی تقریبات میں نہ تو وہ مَرد شامل ہو سکتے ہیں جو یوروپین طرز کا لباس نہ پہنے ہوں اور نہ وہ عورتیں جنہوں نے پُرانے طرز کا برقعہ یا دلاق پہنا ہو۔

جشنِ استقلال سے کچھ دن پہلے لوئی جرگہ شروع ہو چکا تھا۔ تا کہ جشن استقلال کے خاتمہ کے ساتھ ہی جرگہ بھی ختم ہو جائے۔

امیر امان اللہ خان خود لوئی جرگہ کا صدر تھا اور جملہ تجاویز حکومت کے اراکین کی طرف سے منظور ہو کر بحث کے لئے پیش ہوتی تھیں ناظم جرگہ کی اجازت سے عام نمائندگان بھی ملک کی خیر و بہبودی کے لئے تجاویز پیش کرنے کے مجاز تھے۔

جیسا کہ پہلے ذکر آ چکا ہے بعض وزیروں اور نمائندگانِ جرگہ میں باہم خفیہ اتحاد اس امر پر ہو چکا تھا کہ جرگہ میں ناگوار امور کو بھی برداشت کر لیا جائے اور بادشاہ کی جدید اصلاحات سے اتفاق کر کے ہاں میں ہاں ملاتے رہیں۔

لیکن جب لوئی جرگہ سے فارغ ہو کر نمائندگان اپنے اپنے حلقہ میں پہنچیں تو عامۃ الناس میں امیر امان اللہ خان اور اس کی اصلاحات کے خلاف زور شور سے ایجی ٹیشن شروع کر دیں۔

اس جرگہ میں جو فیصلے کئے گئے اور جو افغانستان کے علماء پیروں اور عوام کے لئے ناگوار ہو سکتے تھے ان میں سے بعض یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

(الف) بیرق کی تبدیلی، افغانستان کا جھنڈا جس کا رنگ سیاہ تھا اور اس پر مسجد و محراب و ممبر کا نقشہ تھا۔ بادشاہ اس کو بدل دینا چاہتا تھا اب اس کے بجائے بعض یورپین ممالک کی تقلید میں سہ رنگا جھنڈا بغیر کسی نقش کے تجویز کیا گیا تھا۔ نمائندگان چاہتے تھے کہ اس جھنڈے پر ''اللہ'' اور ''محمدؐ'' ضرور لکھا جائے لیکن بادشاہ کو یہ منظور نہ تھا آخر کافی بحث کے بعد بادشاہ نے جھنڈے پر ''اللہ'' لکھوانا منظور کر لیا اور ''محمدؐ'' لکھوانا کسی طرح منظور نہ کیا۔

اس واقعہ سے نمائندگان کے دلوں پر بادشاہ کی لامذہبیت اور دہریت کا نقشہ بیٹھ گیا۔

بادشاہ کا خیال تھا کہ مُلک کی معاشرتی اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ مردوں کو ایک بیوی کی اجازت ہو۔ جب کہ بالعموم امیر لوگ دو دو، تین تین، چار چار بیویاں کر لیا کرتے تھے اس کے علاوہ لونڈیوں کا بھی دستور تھا اور افغانستان کے مذہبی لیڈر لونڈیاں رکھنے کو اسلام کی تعلیم کے مطابق اور جائز قرار دیتے تھے۔ امیر امان اللہ خان نے لونڈی غلام رکھنے کے طریق

کو نا جائز قرار دیا اور اُن کو آزادی دے دی تھی۔

جشنِ استقلال کا افتتاح کرتے ہوئے امیر امان اللہ نے جو تقریر کی اس میں خلاصۃً ان اصلاحات کا ذکر ہے اس تقریر میں امیر نے کہا کہ افغانستان اپنا دس سالہ دور ختم کر چکا ہے۔ اور آج ہم گیارھویں جشن کا آغاز کر رہے ہیں۔ اگر چہ ہم نے اس ختم ہونے والے دور میں بہت کچھ حاصل کیا ہے لیکن بہ ایں ہمہ ہم اُس کا عشر عشیر بھی مکمل نہیں کر سکے جو میرے پیش نظر ہے۔ میرے عزائم پہاڑوں کی مانند بلند ہیں اور مقصد بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ میں افغانستان کو دنیا کی عظیم الشان ترقی یافتہ ممالک کے دوش بدوش لاؤں میں نے گذشتہ دس سالوں میں افغانستان کے فرزندوں کو تعلیم حاصل کرنے یورپ بھیجا اب میں آئندہ سے اس ملک کی بچیوں کو بھی زیادہ سے زیادہ تعداد میں بیرون ممالک میں حصول تعلیم کے لئے بھجواؤں گا۔ تاکہ نہ صرف ہمارے بچے بلکہ ہماری بچیاں بھی زیورِ تعلیم سے آراستہ ہو کر ملک وقوم کی خدمت کرنے کے قابل ہوسکیں کوئی قوم بغیر تعلیم کے ترقی نہیں کرسکتی افغانستان کی ترقی بھی نوجوانوں کے تعلیم یافتہ ہونے پر موقوف ہے میں لڑکیوں کے والدین کو تلقین کرتا ہوں کہ وہ اس مبارک اور اہم کام میں اپنی حکومت کا ہاتھ بٹائیں اور جس وقت اُن کی بچیوں کو بیرون ملک تعلیم کے لئے بھجوایا جائے تو وہ ہرگز پس و پیش نہ کریں۔ لڑکیوں کا پہلا گروپ عنقریب حکومت کے خرچ پر ترکی بھجوایا جائے گا اور بعد ازاں تھوڑے تھوڑے وقفوں سے مزید گروپ بھی بھیجے جائیں گے۔

دوسرا مسئلہ جس کی طرف آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ ایک سے زائد بیویاں کرنے کا ہے میں نے حکم دے دیا ہے کہ آئندہ اس شخص کو حکومت کی ملازمت میں نہ لیا جائے جس کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں کیونکہ جو شخص دو یا زائد بیویاں رکھے گا وہ لامحالہ اپنے اخراجات جائز ذریعہ سے پورا نہ کر سکے گا اور رشوت کے ذریعہ دولت حاصل کرنے پر مجبور ہوگا۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ شریعت میں چار بیویاں تک رکھنے کی اجازت ہے پھر کیا سبب ہے کہ حکومت ہمیں اس سے منع کرتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قرآن میں صرف ایک ہی بیوی رکھنے کا حکم آیا ہے دویا

زیادہ بیویاں رکھنے کی صورت میں ایسی کڑی شرط لگا دی گئی ہے جس پر عمل کرنا انسان کے بس کی بات نہیں اور وہ شرط یہ بیان ہوئی ہے کہ ''بشرطیکہ تم ان میں عدل قائم رکھ سکو'' اس لئے اصل میں خدا کی مرضی یہی ہے کہ ایک مرد ایک وقت میں ایک ہی بیوی پر قانع رہے۔ مردوں کو غور کرنا چاہئے کہ جس طرح وہ دو دو تین تین بیویاں رکھنے کے مشتاق ہیں اسی طرح اگر عورتیں بھی ایک سے زیادہ شوہر بیک وقت رکھنا چاہیں تو کیا وہ اس صورت حال کو برداشت کر سکیں گے؟ پس اگر مرد عورتوں کے اس فعل کو برداشت نہیں کر سکتے تو اس کے بالمقابل عورتیں بھی مردوں کی ایک سے زائد بیویوں کو کیوں برداشت کریں؟

میری حکومت میں عورتیں آج سے بالکل آزاد ہیں اور میرا قانون اُن کے حقوق اور آزادی کی حفاظت کے لئے تیار ہے اور عورتوں کو اختیار ہے کہ اگر اُن پر شوہر ظلم کریں تو وہ عدالت میں ان کے خلاف چارہ جوئی کر کے اگر چاہیں تو طلاق بھی لے سکتی ہیں۔ (۸۳)

امیر امان اللہ خان کی حکومت کے خلاف مخالفت کی ابتداء

امیر امان اللہ خان نے یورپ سے واپسی کے بعد لوئی جرگہ اور گیارھویں یوم استقلال کے موقعہ پر کابل اور پغمان میں اصلاحات جاری کرنے کے بارہ میں جو تقاریر کیں ان کا پہلے ذکر آ چکا ہے۔

وہ نمائندگان جو لوئی جرگہ کی کارروائی کا برا اثر لے کر اپنے وطنوں کو لوٹے اب وہ اپنے تاثرات اور منفی خیالات دور دراز علاقوں میں منتشر بکھرے ہوئے قبائل کو پہنچا رہے تھے جن کو سن کر یہ علم سے نا آشنا قبیلے اپنی حکومت کی لا مذہبیت اور خلافِ شریعت احکام وقوانین پر سخت چین بجبین ہو رہے تھے۔ اس طرح ہر جگہ حکومت کے خلاف ناراضگی بڑھتی جا رہی تھی اور حکومت کے وہ وزیر جو کسی وجہ سے امیر سے ناراض تھے اپنی منافقانہ چالیں چل کر حالات کو سنوارنے کی بجائے بگڑنے میں مدد دے رہے تھے اور انگاروں پر تیل چھڑک رہے تھے وہ اپنے مفاد کی خاطر جرگہ کے نمائندگان سے رابطہ رکھے ہوئے تھے اور ان کو شورش پر اکساتے

رہتے تھے۔

سمت مشرق میں بغاوت کا آغاز

شنواری قبیلہ جو کابل کے جانب مشرق جلال آباد کے قریب آباد ہے اس میں سب سے پہلے بغاوت کا آغاز ہوا اوراس کی وجہ یہ تھی کہ امیر امان اللہ خان کی حکومت افغانستان کی نوجوان دوشیزہ لڑکیوں کو تعلیم کے لئے بیرونی ممالک میں بھجوانا چاہتی تھی جسے عام افغان بے غیرتی سمجھتے تھے۔ ان لڑکیوں میں سے بعض کے والدین نے بہ رضاء و رغبت یا بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنی بچیوں کو باہر بھیجا جانا قبول کرلیا تھا لیکن اکثر اسے ناپسند کرتے تھے۔ ان لڑکیوں کے پہلے گروپ کو موٹروں پر سوار کروا کے ہندوستان کے راستے بیرون ممالک بھجوایا جارہا تھا۔ جب شنواریوں کو اس کا علم ہوا کہ لڑکیوں کی موٹروں کا قافلہ ان کے قبیلہ کے حدود سے گزرے گا تو انہوں نے اپنے ملاّؤں کے اکسانے پر اس قافلہ کو روکنے کا پروگرام بنالیا اورقبیلہ کے سینکڑوں مسلح آدمی سڑک پر آکر بیٹھ گئے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ قافلہ کو روک لیں گے اور حکومت افغانستان پر اپنی ناراضگی واضح کردیں گے تاکہ وہ اس فیصلہ کو بدل دے لیکن چونکہ یہ قافلہ تیز رفتار موٹروں پر سوار تھا اس لئے وقت کا اندازہ کرنے میں غلطی لگی اور قافلہ ان کے ہاتھ نہ آسکا اور شنواریوں کو ایک دل شکن ناکامی کا سامان کرنا پڑا وہ حکومت کے خلاف غیظ وغضب سے بھر گئے۔شنواریوں نے اپنے علاقہ میں واپس جاکر ایک کہرام برپا کردیا اور حکومت کے خلاف تخریب کاری کے منصوبے بنانے لگے ملاّؤں نے ان کا جوش وخروش دیکھ کر بادشاہ کے خلاف اعلانِ جہاد کردیا۔ رفتہ رفتہ یہ خبر اس علاقہ میں متعین فوج میں بھی پھیل گئی اس علاقے میں ایک شنواری پلٹن بھی تھی انہوں نے عوام کے ساتھ مل کر چھاؤنیوں کو لوٹ لیا اس طرح با قاعدہ علم بغاوت بلند کردیا گیا۔

جب شنوار کی بغاوت کی اطلاع کابل میں پہنچی تو حکومت نے مصلحتہً چند دن اس کو پوشیدہ رکھا لیکن بالآخر کابل کے عوام کو اس کی خبر ہوگئی اور جو لوگ حکومت کی جدید اصلاحات

سے تنگ آئے ہوئے تھے اورا سے خلافِ اسلام سمجھتے تھے وہ اس بغاوت پر بہت خوش ہوئے اورعواقب سے قطع نظر کر کے اسے سراہنے لگے۔

امیر امان اللہ خان نے شنواریوں کی بغاوت فِرو کرنے کے لئے یکے بعد دیگرے متعدد سرداروں کولشکر دے کربھجوایا چنانچہ باری باری آقائے شیر احمد خان میر زمان خان کنڑی اورسردار محمود خان یاور کوبھجوایا لیکن بغاوت بڑھتی اورپھیلتی گئی۔ باغیوں نے میر زمان خان کنڑی کوقتل کر دیا۔ کیونکہ وہ ایک ظالم اور بددیانت شخص تھا اورشنواری اس کوخوب جانتے تھے کیونکہ وہ اسی علاقے کا رہنے والا تھا۔ باغیوں نے جلال آباد پرحملہ کر کے اسے لوٹ لیااورشہرکوآگ لگادی اس تمام علاقہ میں طوائف الملوکی پھیل گئی عام طور پرلوٹ ماراور قتل وغارت کا سلسلہ شروع ہوگیا جس میں شنواریوں کے علاوہ دیگر قبائل مثلاً صافی مومند اورآفریدی قبیلہ کے بعض لوگ بھی شامل ہوگئے۔ اب جلال آباد، نملہ، پغمان وغیرہ کے علاقے باغیوں کے پاس تھے اورمرکزی حکومت کا کوئی کنٹرول ان پرنہیں تھا باغیوں کے پاس کافی لوٹا ہوا اسلحہ موجود تھا۔

ایک بات قابل ذکر ہے کہ جب شنواریوں نے جلال آباد کوتباہ کیا تو امیر حبیب اللہ خان کے مقبرہ پربھی حملہ آور ہوئے اوراس کی قبرکوسنگسار کیا۔

امیر امان اللہ خان کواس بغاوت کی وسعت اورتباہ کاری کااحساس ہوٗا اورضرورت محسوس ہوئی کہ وسیع پیمانہ پرلشکر کشی کر کے کسی مناسب اورقابل سردار کوروانہ کیا جائے اس غرض کے لئے اس نے سردارعلی احمد جان کو چنا۔ اگرچہ امیر امان اللہ خان اورسردارعلی احمد جان میں باہم ناراضگی تھی لیکن اس نازک موقعہ پرعلیا حضرت یعنی امیر امان اللہ خان کی والدہ اورسردارعلی احمد جان کی خوش دامن نے اصرار کر کے سردارعلی احمد جان کوراضی کرلیا اوراس نے بغاوت فروکرنے کا بیڑہ اٹھایا وہ ایک لشکر لے کرروانہ ہوااورآگے بڑھ کرجدلک مقام پر اپنا ہیڈکوارٹر قائم کرلیا اورباغیوں کے لیڈروں سے بات چیت شروع کردی۔ باغی امیر امان اللہ خان کے وعدہ معافی پرہتھیار ڈالنے کوتیار نہ ہوئے اس لئے کہ انہیں یہ علم تھا کہ امیر امان

اللہ خان بدعہدی کا عادی ہے- خصوصاً بغاوت سمت جنوبی کے بعد جب بغاوت کے لیڈر اس کے تحریری وعدہ پر کہ اگر وہ بغاوت ترک کر دیں گے تو انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا کابل آ گئے تھے تو ان کے قابو آ جانے کے بعد امیر امان اللہ خان نے اپنے قرآن مجید پر لکھے ہوئے وعدہ کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں کی تھی اور باغیوں کے لیڈروں یعنی ملاّ عبداللہ ملاّئے لنگ اور اس کے داماد ملاّ عبدالرشید ملاّئے دبنگ کو قتل کروا دیا تھا- شنواری باغیوں کا مطالبہ تھا کہ وہ امیر امان اللہ خان کی بادشاہت قبول کرنے کے لئے ہرگز تیار نہ ہوں گے- البتہ اگر کوئی اور بادشاہ مقرر ہو جائے تو اس پر غور کر سکتے ہیں- اس پر سردار علی احمد جان نے امیر امان اللہ خان کے مشورہ کے مطابق اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا اور لوگوں کو اپنی بیعت کے لئے بلایا-

سمت شمالی یعنی جبل السراج اور کوہ دامن کے علاقہ میں شورش کا آغاز اور اس کا سمت مشرقی کی بغاوت پر اثر

ابھی سردار احمد علی جان اور سمت مشرقی کے قبائلیوں میں گفت وشنید جاری تھی کہ حالات نے ڈرامائی انداز میں پلٹا کھایا اور کابل کی سمت شمالی میں ایک اور بغاوت شروع ہو گئی یہ بغاوت ایک تاجک ڈاکو مُسمیٰ حبیب اللہ عُرف بچہ سقاؤ اور سید حسین ڈاکو جو پہاڑی علاقے کا رہنے والا تھا نے شروع کی-

بچہ سقاؤ پہلے حکومت کی فوج میں تھا اس کی پلٹن قطعہ نمونہ کہلاتی تھی اور اس کے تیار کرنے میں ترکی جرنیل جمال پاشا کا ہاتھ تھا- اس نے بغاوت منگل فرو کرنے میں کافی حصہ لیا بعد میں یہ کابل آ گئی کچھ عرصہ بعد بچہ سقاؤ کا جھگڑا بعض فوجی افسروں سے ہو گیا اور اس کے ہاتھ سے چند فوجی مارے گئے- اس پر بچہ سقاؤ فرار ہو گیا اور اپنے علاقے میں جا کر ڈاکہ زنی کا پیشہ اختیار کر لیا- بچہ سقاؤ کا ذکر آگے زیادہ تفصیل سے آئے گا- ہم سمت مشرقی کی بغاوت کا ذکر کر رہے تھے اس علاقہ میں سردار علی احمد جان نے اپنی بادشاہت کا اعلان کیا ہوا تھا اور بعض قبائل کے لوگ جن میں خوگیانی، شنواری، مومند آفریدی وغیرہ تھے اس کے گرد اکٹھے ہونا

شروع ہو گئے تھے کہ اس عرصہ میں یہ خبر آئی کہ باغی بچہ سقاؤ نے اکتوبر ۱۹۲۸ء کے آخر میں کابل پر حملہ کر دیا۔ اگرچہ اس کو پسپا ہونا پڑا لیکن ایک باغی ڈاکو کا کابل پر حملہ کرنا ہی اتنا اہم واقعہ تھا کہ جس سے افغانستان کی حکومت کی رہی سہی وقعت بھی باغیوں کی نظر سے جاتی رہی اور ان کا ایک حصہ بجائے سردار علی احمد جان کی بادشاہت کو تسلیم کرنے کے بچہ سقاؤ کے گن گانے لگا۔ کیونکہ اب بچہ سقاؤ کا دعویٰ خادمِ اسلام ہونے کا تھا اور وہ لوگوں کو یہ یقین دلانے کی کوشش کرتا تھا کہ وہ عام ڈاکو نہیں ہے بلکہ امیر امان اللہ خان کے خلاف مصروفِ جہاد ہے۔

اس طرح شنواریوں کا رویّہ بدل گیا اور سمتِ مشرقی کے دوسرے باغی بھی سردار علی احمد جان کا ساتھ چھوڑ گئے اور اس کو اپنی جان بچانے کے لئے پشاور کی طرف بھاگنا پڑا۔

اسکے بعد سمتِ مشرقی کے ملاّؤں اور قبائیلیوں کا ایک حصہ بچہ سقاؤ کے ساتھ مل گیا۔

افغانستان کے بڑے بڑے پیر اور ملاّ جن سے امیر امان اللہ خان کا واسطہ پڑا

افغانستان کے مختلف علاقوں کے بڑے بڑے ملاّ اور پیر اب تک امیر امان اللہ خان کے خلاف ہو چکے تھے اور ذہنی طور پر ان لوگوں کے ہم آہنگ تھے جو امیر امان اللہ خان کو ہٹانا چاہتے تھے۔

بڑے بڑے ملاّ جن سے امیر امان اللہ خان کا مختلف اوقات اور علاقوں میں واسطہ پڑا ان میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) ملاّ عبداللہ ملاُ ئے لنگ اور اُس کا داماد مُلاّ عبدالرشید انہوں نے امیر امان اللہ خان کے خلاف بغاوت منگل میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ امیر نے صلح کے بہانے ان کو سردار علی احمد جان کی معرفت وعدہ معافی دے کر کابل بلا کر گرفتار کروالیا تھا اور بالآخر ان کو قتل کرا دیا تھا۔

(۲) ملاّ صاحب چکنور جن کا تسبیح کے دانوں والا واقعہ پہلے گزر چکا ہے۔

(۳) ملاّ صاحب شور بازار اور ان کے چھوٹے بھائی صاحبزادہ ملاّ شیر آقا صاحب۔ ملاّ صاحب شور بازار کو امیر امان اللہ خان نے سمت جنوبی کی طرف بغاوت رفع کرنے کے لئے

بھجوایا تھا لیکن وہ اس بات میں بالکل ناکام ثابت ہوئے تھے جب وہ واپس آئے تو ان میں اور بادشاہ کے درمیان مخالفت اور ناراضگی قائم ہوگئی اس لئے ملّا صاحب شور بازار عواقب سے بچنے کے لئے حج کرنے چلے گئے اور جب واپس آئے تو کابل آنے کی بجائے سرہند چلے گئے اور وہاں حضرت مجدد الف ثانی کے مزار کے پاس مقیم ہو گئے تھے اور افغانستان کے حالات کا انتظار کرتے تھے۔ سمت جنوبی میں ان کے کردار اور ناکامی کی وجہ غالبًا یہ ہوسکتی ہے کہ ملّا صاحب شور بازار ایک تجربہ کار اور ہوشیار آدمی تھے انہوں نے امیر امان اللہ خان کے عزائم کو بھانپ لیا تھا اور وہ سمجھ گئے تھے کہ جس قسم کی آزادی اور اصلاحات امیر افغانستان میں نافذ کرنا چاہتا ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ کسی نہ کسی موقعہ پر حکومت اور افغانستان کی روایتی مذہبی لیڈرشپ کا ٹکراؤ ہوگا اور دونوں کے درمیان جو جنگ ہوگی وہ اپنی survival کی جنگ ہوگی جس میں ایک فریق اپنے بچاؤ کے لئے دوسرے فریق کو کالعدم کرنا چاہے گا۔ اس لئے ملا صاحب شور بازار نہیں چاہتے تھے کہ سمت جنوبی کی مذہبی لیڈرشپ یعنی ملاء لنگ اور ملّاء عبدالرشید صلح کروا کے حکومت کے حوالے کر دیں۔

سِمت شمالی میں بچہ سقاؤ کی بغاوت کے حالات

اس کا کچھ ذکر پہلے آچکا ہے اکتوبر ۱۹۲۸ء کے آخر میں اس نے جب کابل پر حملہ کیا تھا تو اگرچہ اس کو پسپا ہونا پڑا تھا لیکن اس حملہ سے عوام پر حکومت امان اللہ کی کمزوری واضح ہو گئی اور اس حملے نے حکومت کے دفاعی انتظامات کو بھی کھوکھلا کر دیا تھا۔ اب سید حسین بھی بچہ سقاؤ کے ساتھ مل چکا تھا اور ان دونوں کے ملنے سے باغیوں کی طاقت میں اضافہ ہو چکا تھا۔ کابل پر حملہ کی پسپائی کے بعد امیر امان اللہ خان کو احساس ہوا کہ اس کے دفاعی انتظامات بہت کمزور ہیں اس نے بعض لوگوں کے مشورہ سے یہ تجویز کی کہ قطعہ نمونہ کی فوج کو دوبارہ قائم کیا جائے کیونکہ یہ ترک جرنیل جمال پاشا کی تربیت یافتہ تھی اور اس کا معیار دوسرے فوجیوں کی نسبت بہت بہتر تھا۔

ایک عام اعلان کے ذریعہ ان سپاہیوں اورافسروں کو دعوت دی گئی کہ وہ اس فوج میں شامل ہو جائیں اس اعلان کو بچہ سقاؤ نے بھی سنا چونکہ وہ بھی اس فوج کا ممبر تھا گو اب وہ باغی اور ڈاکو تھا لیکن اس نے اس فوج میں شامل ہو کر خوست کے علاقہ میں جنرل محمد نادر خان کی سرکردگی میں خدمات ادا کی تھیں۔

اس زمانہ میں سردار احمد علی خان سمت شمالی کا حکومت کابل کی طرف سے والی تھا جس کا ہیڈ کوارٹر جبل السراج میں تھا۔ امیر امان اللہ خان نے اس کو مشورہ کے لئے کابل بلایا اور اسے خفیہ طور پر ہدایات دیں کہ بچہ سقاؤ اور سید حسین سے بات چیت کر کے ان دونوں کو بغاوت کے ختم کرنے پر آمادہ کرے اور اس کے بدلے میں علاوہ معافی کے ان دونوں کو فوج میں کرنل کا عہدہ دیئے جانے کی پیش کش کرے۔ چنانچہ سردار احمد علی خان نے حسبِ ہدایت امان اللہ خان دونوں سے الگ الگ خفیہ بات چیت کی اور ان کو بغاوت ختم کرنے اور فوج میں بھرتی ہونے پر راضی کر لیا۔

دو ڈاکوؤں سے یہ معاہدہ نشان دہی کرتا ہے کہ اس وقت حکومت اپنی کمزوری کی وجہ سے خوف زدہ تھی۔ اب بچہ سقاؤ کی اہمیت بڑھ گئی تھی اور وہ بغیر کسی خوف وخطر کے کھلم کھلا سرائے خوجہ میں بیٹھ کر قطعہ نمونہ کے ساتھ فوجیوں اور کوہ دامن کے رہنے والے دوسرے لوگوں کو سرکاری فوج میں بھرتی کر رہا تھا۔

اس کے علاوہ سردار احمد علی خان جبل السراج میں بھرتی کا کام کر رہا تھا۔

حکومت خوش تھی کہ اس نے ایک تیر سے دو شکار کر لئے ایک تو ڈاکوؤں کی رہزنی سے عوام کو محفوظ کر لیا اور دوسرے حکومت کی فوج اور دفاع کے انتظام میں بھی بہتری پیدا ہو گئی۔ اب سمت مشرقی کے باغیوں پر بھی بخوبی قابو پایا جا سکے گا کابل کے اخبارات بچہ سقاؤ کی تعریفوں میں اپنے صفحات سیاہ کر رہے تھے۔

ادھر بچہ سقاؤ بظاہر تو حکومت سے تعاون کر رہا تھا لیکن اس کے دل میں خدشات باقی تھے کہ کہیں اس موقعہ پر بھی امیر امان اللہ خان بدعہدی نہ کرے۔ اس نے اپنے جی میں یہ

بات ٹھان لی کہ کوئی ایسا طریق اختیار کرے جس سے بادشاہ کا اصل ارادہ اور مقصد معلوم ہو جائے اس غرض سے اس نے ایک روز بادشاہ کو فون کر ڈالا اور جب بادشاہ نے دریافت کیا کہ کون بول رہا ہے تو اس نے جواب دیا کہ میں احمد علی خان سمتِ شمالی کا والی بول رہا ہوں۔ پھر اس نے بادشاہ کو بتایا کہ اس نے بچہ سقاؤ پر قابو پا کر اسے گرفتار کر لیا ہے۔ اس پر بادشاہ نے ایک بار پھر بدعہدی کا ارادہ کر لیا اور جوش سے بھری ہوئی آواز میں جواب دیا کہ ''اس کتے کو فوراً موت کے گھاٹ اتار دو اور اس کا سر کاٹ کر کابل روانہ کرو'' اس طرح بچہ سقاؤ کو بادشاہ کے عزمِ غداری کا علم ہو گیا اس نے فون پر اپنی اصلیت بتا دی اور بادشاہ کو برا بھلا کہتے ہوئے فون بند کر دیا۔

یہ خبر آن کی آن میں کوہ دامن اور جبل السراج کے علاقہ میں پھیل گئی کہ بادشاہ ہم لوگوں سے غداری کرنا چاہتا ہے اور بغاوت جو پہلے نسبتاً محدود تھی تمام سمتِ شمالی میں پھیل گئی۔ ڈاکوؤں نے جبل السراج پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ اور بچہ سقاؤ نے کابل پر حملہ کرنے کا پروگرام بنا لیا۔ حالات اس سرعت سے بدلے اور واقعات کے رخ نے ایسا پلٹا کھایا کہ امیر امان اللہ کو خبر ہونے تک چند دن کے اندر اندر ڈاکوؤں نے کابل کی طرف دھاوا بول دیا شہر آراء کے دروازے سے متصل کابل سے ایک دو فرلانگ سمت شمال میں مکتب حربیہ اور اس کے انگریزی سفارت خانے کے درمیان ایک پہاڑی پر ایک قلعہ ہے جہاں گولہ بارود رکھا جاتا ہے اس لئے اس کو میگزین کا نام دیا جاتا ہے۔

بچہ سقاؤ کی فوج نے انگریزی سفارت خانہ کو گھیر لیا اور سرکاری پہرہ داروں سے بندوقیں چھین کر وہاں اپنے پہرہ دار مقرر کر دیئے۔ پھر قلعہ میگزین کے پہرہ داروں کو قتل کر کے تمام گولہ بارود پر قبضہ کر لیا پھر دفعتہً مکتب حربیہ پر حملہ کر کے اس پر قابض ہو گیا۔

جب اس حملہ کی اطلاع کابل میں ہوئی تو شاہی فوج بھی مقابلہ پر آ گئی اور دونوں فوجوں میں باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی۔

اب بچہ سقاؤ کے قبضہ میں کچھ توپیں بھی آ گئی تھیں اس لئے اس نے کابل پر گولہ

باری بھی شروع کردی - شہر میں دہشت پھیل گئی عوام نے جس طرح بھی ممکن ہوسکا اپنی جانوں اوراموال کومحفوظ کرنے کے لئے ہرکوچہ وبازار میں حفظِ ماتقدم کے لئے دیوار بندیاں کرلیں اور دروازے بند کر کے محصور ہوگئے - تمام وزراء بڑے بڑے سرداراورشاہی خاندان سے تعلق رکھنے والے لوگ اَرک شاہی میں جمع ہوگئے خوف کے مارے بچوں اورعورتوں میں ایک کُہرام مچ گیا -

کابل میں شہر کی حفاظت کے لئے میر غوث الدین خان احمدزئی ایک لشکر جمع کررہا تھا جسکا مقصد امیر امان اللہ خان کی حفاظت اور مدد کرنا تھا اس لشکر کو بادشاہ کی طرف سے بھی اسلحہ دیا گیا تھا - بچہ سقاؤ کے حملہ کرنے پر میر غوث الدین خان چپ کر کے اپنے لشکر سمیت کابل چھوڑکر اپنے وطن روانہ ہوگیا - صبح ہوتے ہوتے اسکے چلے جانے کی شہرت پھیل چکی تھی -

کابل میں امیر امان اللہ خان کے آخری دن دستبرداری اور کابل سے فرار

بادشاہ اپنے آپ کو چاروں طرف سے محصور پاکر اپنے خاندان کے ساتھ تن بہ تقدیر رہنے پر مجبور تھا بادشاہ اور دیگر خاندان شاہی کی بےبسی اور آہ بکا کا عجیب نظارہ تھا - ارک کا محافظ دستہ اورشاہی رسالہ کے کچھ فوجی جو ارک کے آس پاس اور اندر موجود تھے اپنے بادشاہ اور اپنے ملک پر اپنا آخری قطرۂ خون نچھاور کرنے کے لئے تڑپ رہے تھے اور وہ تمام ڈسپلن کو بالائے طاق رکھ کر باہر جا کر بچہ سقاؤ کے فوجیوں پر یک لخت حملہ کرنے کے لئے بے چین ہورہے تھے لیکن امیر امان اللہ خان کی والدہ علیا حضرت ان کی بلائیں لے کران کو روک رہی تھیں اور باچشمِ زاران کو کہہ رہی تھیں کہ خدا کے لئے تم ارک چھوڑ کر نہ جاؤ ہم یہیں اکٹھے مریں گے وہ کون سا دل ہوگا جوان کی یہ حالت دیکھ کرمتاثر ہوئے بغیر رہ سکتا تھا -

شہر سے باہر قریب مقام پر جہاں بچہ سقاؤ کا لشکر موجود تھا شاہی فوج سے لڑائی جاری تھی قلعہ بلند میں جو میگزین تھا بچہ سقاؤ کے ساتھیوں نے اس پر قبضہ کرلیا وہاں سے اسلحہ دوسرے مقامات پر منتقل کرنے لگے تھے-

لڑائی کچھ دن جاری رہی اس دوران میں سرکاری فوجوں نے جوابی حملے کر کے بہت سے مقامات کو سقاویوں سے واپس چھین لیا اور اب زیادہ تر لڑائی کابل سے نسبتاً دور کچھ فاصلے پر ہو رہی تھی امیر امان اللہ خان کی گورنمنٹ نے تمام حالات کا جائزہ لے کر کاظم پاشا ترکی جرنیل کے مشورہ سے سقاویوں پر ایک حملے کا پروگرام بنایا۔

تمام فوج جو کابل یا اس کے نواح میں موجود تھی اس کا کمانڈر محمد عمر خان سور جرنیل کو بنایا گیا جو شمالی سمت کا باشندہ تھا اور ایک بہادر جرنیل مانا جاتا تھا۔ یہ شخص نہایت ظالم اور راشی تھا اور ان جرموں میں کئی مرتبہ ماخوذ بھی ہو چکا تھا اسے قید خانہ سے نکال کر یہ کمان دی گئی تھی۔ محمد عمر خان فوج لے کر باہر نکلا اور قریباً دس میل آگے نکل گیا۔ اس فوج کو دیکھ کر بچہ سقاؤ بھی گھبرا گیا لیکن قدرت نے اس کی مدد کی شاہی فوج میں اختلاف پھیل گیا اس کی وجہ یہ تھی کہ محمد عمر خان سور جرنیل سمت جنوبی کی بغاوت میں سرکاری جرنیل تھا اور بغاوت کو رفع کرنے میں اس نے قبائلیوں پر کافی مظالم کئے تھے بالخصوص منگل قبیلہ کے لوگ اس کے مظالم کا خاص نشانہ بنے تھے۔ ان کا محمد عمر خان سُور جرنیل سے جھگڑا ہو گیا اور بات تو تو میں میں سے بندوقوں تک جا پہنچی میدان جنگ میں اس جھگڑے کی خبر سن کر محمد ولی خان (جو سفر یورپ کے دوران بادشاہ امان اللہ کا کابل میں وکیل تھا) موقعہ پر پہنچ گیا اور مشتعل فریقین کو سمجھا بجھا کر راضی کیا اور تنازع رفع ہو گیا لیکن ذہنوں پر اس کا اثر باقی رہا اسی جھگڑے میں سور جرنیل کو پاؤں پر گولی بھی لگ گئی۔

اس روز رات کو بچہ سقاؤ کے بھائی حمید اللہ نے صرف پچاس آدمیوں کو اپنے ساتھ لے کر سرکاری فوج پر ہر چہار طرف سے شب خون مارا جونہی شبخون پڑا سرکاری فوج کے ایک حصہ نے تو یہ سمجھا کہ باغی لشکر نے ان پر حملہ کر دیا ہے اور ایک حصہ لشکر نے یہ خیال کیا کہ ان کے اپنے قبائلی لشکر نے دن کے تنازع کا بدلہ لینے کے لئے حملہ کر دیا ہے بس پھر کیا تھا۔ سرکاری فوج جو سردی کی وجہ سے آرام سے اپنے خیموں میں پڑی ہوئی تھی ایک عالم اضطراب میں خیموں سے باہر نکل آئی اور اندھیرے میں یہ جان کر کہ چاروں طرف گولیاں چل رہی ہیں

سخت بے دل ہوگئی اور رات کی تاریکی میں جس کا جس طرف منہ اٹھا بھاگ کر فوجی کیمپ سے غائب ہوگیا بھگوڑے اپنا بہت سا سامان اور ہتھیار چھوڑ کر بھاگ گئے۔

صبح بچہ سقاؤ کی فوج کو سینکڑوں بندوقیں۔ گولا بارود، بوٹ کپڑے، خیمے، مشین گنیں اور چند توپیں ہاتھ آ گئیں۔ سردار محمد عمر خان سور کی فوج کی اس تباہ کن اور رسوائی آمیز شکست سے سقایوں کا کابل پر حملہ بہت آسان ہوگیا۔

اس شکست کی اطلاع امیر امان اللہ خان کو رات کے وقت ملی اور اسی خبر کے ملنے پر اس نے افغانستان پر آئندہ حکومت کرنے کی جملہ توقعات کو فراموش کر دیا ان حالات میں جب کہ سمت مشرقی میں بغاوت جاری تھی اور وہاں ابھی تک سکون نہیں ہوا تھا اور دوسری طرف بچہ سقاؤ کی فوج جانب شمالی سے حکومت کے بیرونی دفاع کو توڑ کر کابل آن پہنچی تھی امیر امان اللہ خان کا تذبذب بالکل فطرتی تھا اسے چاروں طرف سے مایوسی گھیرے ہوئے تھی۔ اس کے خیالات کچھ اس قسم کے تھے کہ سمت شمالی کے باغی اگر کل تک کابل کی دیواروں کے ساتھ پہنچ گئے اور پھر انہوں نے کابل پر قبضہ کرلیا تو میرا حشر کیا ہوگا۔ وہ مجھے گرفتار کر کے مار دیں گے مجھے فوراً جان بچا کر کابل سے نکل جانا چاہیے۔ میں اپنے بال بچوں کو قندھار بھجوا چکا ہوں اس لئے سوائے قندھار کے کسی اور مقام کی طرف نہ جانا چاہیے قندھاریوں کو ہم قوم ہونے کی وجہ سے مجھ سے کچھ ہمدردی ہوسکتی ہے۔ اس رات ان خیالات کی وجہ سے امیر امان اللہ خان ایک لمحہ کے لئے بھی آرام نہ کرسکا۔ آخر اس نے اپنے بڑے بھائی سردار عنایت اللہ خان کو بلا کر کابل سے چلے جانے کا عندیہ ظاہر کیا۔ اس نے دستبرداری کے اعلان پر بھی دستخط کر دیئے اور سردار عنایت اللہ خان کو افغانستان کی بادشاہت قبول کرنے پر راضی کرلیا۔

صبح ہوتے ہی امیر امان اللہ خان کابل سے قندھار کی طرف باحسرت یاس رخصت ہو چکا تھا اور امیر عنایت اللہ خان۔ افغانستان کا برائے نام امیر اور بے اختیار بادشاہ تھا۔ امیر امان اللہ خان صبح آٹھ بجے کے قریب چلا آیا تھا۔ اُس وقت ارک کے دروازے بند تھے ایک دو گھنٹوں کے بعد تمام عمائدین واکابرین شہر کو ارک کے اندر طلب کیا گیا اس وقت لوگوں

کومعلوم ہوا کہ امیر امان اللہ خان بادشاہت چھوڑ کر کابل سے جاچکا ہے اور امیر عنایت اللہ خان بادشاہ مقرر ہوا ہے- نئے بادشاہ کی تخت نشینی کی رسم مُلّا صاحب شور بازار کے چھوٹے بھائی نے ادا کی جن کو کچھ دن پہلے امان اللہ خان نے قید خانہ سے رہا کیا تھا-

کابل میں نئے بادشاہ کے تقرر پر توپیں چھوڑیں گئیں تو عوام کو یقین ہو گیا کہ امیر امان اللہ خان کے اقتدار کا دور ختم ہو چکا ہے اس کی حکومت کا آخری سورج ڈوب چکا ہے اور اب امیر عنایت اللہ خان ابن امیر حبیب اللہ خان بادشاہ مقرر ہوا ہے-

امیر عنایت اللہ خان اور بچہ سقاؤ کے درمیان گفت وشنید کے لئے ایک وفد کی ترسیل

جب امان اللہ خان بادشاہت سے دستبردار ہو کر قندھار چلا گیا اور امیر عنایت اللہ خان کی بادشاہت کا اعلان ابھی نہیں ہوا تھا اور ارک سے باہر کے سپاہی اور کابل کے عوام اس سے بے خبر تھے اور نہ ان کو امان اللہ خان کے چلے جانے کا علم تھا- تو ارک میں اس بات پر مشورہ ہوا کہ بچہ سقہ کے پاس ایک وفد بھیج کر اس کو اس تبدیلی سے باخبر کیا جائے اور اس پر زور دیا جائے کہ امیر امان اللہ خان جس کی خلافِ اسلام اصلاحات کی وجہ سے اکثر علماء افغانستان اور پیر صاحبان اس سے ناراض تھے اور اس کو کافر وملحد قرار دیتے تھے اور اس کی حکومت کو ختم کرنا چاہتے تھے اب وہ تو دستبردار ہو کر چلا گیا ہے اور اس کی جگہ سردار معین السلطنت عنایت اللہ خان افغانستان کا بادشاہ بن چکا ہے- ظاہر ہے کہ اب وجہ تنازع باقی نہیں رہی اور بچہ سقاؤ کو امیر عنایت اللہ خان سے تو کوئی شکایت نہیں اس لئے اس کو نئے بادشاہ کے خلاف بغاوت ترک کر دینی چاہیئے اب اس کے لئے لڑائی جاری رکھنے اور مسلمانوں کے قتل سے خون میں ہاتھ رنگنے کا کوئی شرعی عذر باقی نہیں رہا لہٰذا اس کو نئے امیر کی اطاعت کرنی چاہیئے- چنانچہ علماء کا ایک وفد ترتیب دیا گیا جس کا لیڈر ملا شور بازار کا چھوٹا بھائی ملّا شیر آقا تھا- اس وقت گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی لیکن یہ وفد سفید جھنڈا لہراتا ہوا کابل سے نکلا اور

باغ بالا کے پاس سرکاری دفاعی لائن کے قریب آ کر ٹھہر گیا اس وقت تک سرکاری فوجیوں کو فائر بند کرنے کی ہدایت دی جا چکی تھی تا کہ صلح کی گفت وشنید پرامن ماحول میں ہو- ملاّ شیر آ قا نے کابل کا دفاع کرنے والے سپاہیوں کے پاس جا کر موٹر رکوائی اور قریب کے سپاہیوں کو مخاطب ہوکر فارسی زبان میں یہ جملے کہے-

''او بچہ ہا! حالا شما برائے چہ جنگ مے کنید؟ اگر برائے امان اللہ خان جنگ مے کنید من بشما گویم کہ او گریختہ است''

جس کا مفہوم یہ ہے کہ

اے بچو! تم اب کس کے لئے جنگ کر رہے ہو؟ اگر تم امان اللہ خان کے لئے جنگ کر رہے ہو تو میں تم کو کہتا ہوں کہ وہ تو بھاگ چکا ہے-

ملاّ شیر آ قا نے یہ فقرے تو کہہ دیئے اور سپاہیوں کو صاف الفاظ میں بتا دیا کہ امان اللہ خان تو اب بادشاہ نہیں رہا وہ تو کابل سے بھاگ گیا ہے اور تم جنگ کیوں اور کس کی خاطر کر رہے ہو؟ لیکن یہ نہیں بتایا کہ امان اللہ خان کی جگہ اب امیر عنایت اللہ خان معین السلطنت بادشاہ بن چکا ہے اور یہ کہ میں اس کی جانب سے بچہ سقاؤ کے پاس وفد لے کر جا رہا ہوں تا کہ وہ اب جنگ بند کر دے اور نئی حکومت کی ماتحتی قبول کر لے- لیکن یہ اس نے نہیں کہا- ملاّ شیر آ قا کے طلسماتی کلمات نے سرکاری فوج پر فوری طور پر عجیب اثر کیا اور سپاہی یہ جان کر کہ اب کوئی بادشاہ نہیں رہا اور ان کے سر پر کوئی وجود ایسا نہیں جس کی کمان اور جس کی ملازمت میں وہ لڑائی جاری رکھ سکیں اپنے مورچے چھوڑ کر تتر بتر ہو گئیں اور سرکاری دفاع کا خانہ خالی ہو گیا-

دوسری طرف بچہ سقاؤ نے جب دیکھا کہ سرکاری فوج کے فائر بند ہو چکے ہیں اور فوج اپنے دفاعی مورچے چھوڑ کر منتشر ہو گئی ہے اور افراتفری میں بھاگ رہی ہے تو وہ سمجھ گیا کہ قدرت نے اسے اب ایسا موقعہ دیا ہے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھا کر خود امیر بن سکتا ہے- چنانچہ اس نے ملاّ شیر آ قا کی تجاویز ماننے سے صاف انکار کر دیا اور مطالبہ کیا کہ اب عنایت اللہ خان بھی بادشاہت سے دستبردار ہو جائے اب وہ خود افغانستان کا امیر ہے چنانچہ اس نے

اسی روز کابل میں داخل ہوکرارک پر قبضہ کرلیا- اَورامیر عنایت اللہ خان نے دستبرداری کا اعلان کردیا-

بچہ سقاوٴ نے عنایت اللہ خان کو یہ پیش کش کی کہ اگر وہ چاہے افغانستان میں رہ سکتا ہے اس کا وہی درجہ اور مرتبہ بحال رہے گا جو امیر امان اللہ خان کے وقت میں تھا اور اگر افغانستان میں نہ رہنا چاہے تو بحفاظت افغانستان سے باہر جا سکتا ہے اس صورت میں اس کو تین لاکھ روپیہ سے زیادہ باہر لے جانے کی اجازت نہیں ہوگی اوراس کی جملہ جائداد و جاگیر بچہ سقاوٴ کی حکومت ضبط کرلے گی بچہ سقاوٴ کے اس نوٹس کے بعد سردار عنایت اللہ خان نے ایک ڈاکواور باغی کے ماتحت رہنا گوارا نہ کیا اور سرکار انگریزی سے درخواست کی گئی کہ کابل سے نکلنے کے لئے سردار عنایت اللہ خان اوراس کے خاندان کے لئے ہوائی جہازوں کا انتظام کردیں سردار عنایت اللہ خان اورانگریزوں کے مابین ملا شیر آقا ہی کے ذریعے گفتگو ہوئی-

انگریزی سفارت خانے نے بخوشی خاطر یہ امداد دینا قبول کرلی جملہ امور کے طے پانے کے بعد معین السلطنت کی بادشاہت کے تیسرے دن صبح قریباً دس بجے محروم قسمت بادشاہ اوراس کے ہمراہی روتے دھوتے پشاور کی طرف پرواز کر گئے دُرّانی پھریرا جو ارک کے مشرقی برج پر اب تک لہرا رہا تھا اُتار دیا گیا-(۸۴)

دستبردار بادشاہ امان اللہ خان قندھار میں

امان اللہ خان جب سفر کی صعوبتیں اٹھاتا ہوا قندھار پہنچا تو اس سے قندھار کے لوگوں کو بے حد تعجب ہوا-قلعہ قندھار کے محافظین نے چاہا کہ علم شاہی بلند کیا جائے تو امان اللہ خان نے ان کو روک دیا اور قندھار کے خوانین ومعتبرین کی مجلس بلاکر کابل میں گزرا ہوا ماجرا سنایا جس میں بچہ سقاوٴ کے حملے اپنے دستبردار ہونے اور برادر عنایت اللہ خان کے بادشاہ بننے کا تذکرہ تھا-

قندھار میں اس کو ابھی تین دن ہی ہوئے تھے کہ سردار عنایت اللہ خان کی دستبرداری

اور پشاور کی طرف روانگی اور بچہ سقاؤ کے امیر بننے کی خبریں قندھار میں پہنچ گئیں اس پر امان اللہ خان نے دوبارہ اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا اور علم شاہی کو بلند کرنے کا حکم دے دیا امان اللہ خان کے اس اعلان کو بیرونی حکومتوں نے تسلیم نہ کیا اور غالباً اسے امان اللہ خان کی تلوّن مزاجی اور عدم استقلال پر محمول کیا۔ امان اللہ خان نے اپنی فوج تیار کرنے کی کوششیں شروع کر دیں اس نے سردار عبدالعزیز خان بارک زئی کو اپنا وزیر جنگ مقرر کیا جو ایک نہایت مرتشی اور بددیانت افسر تھا اور جس کی بدانتظامی اور رشوت خوری کے سبب حکومت کو سمت مشرقی اور سمت شمالی کے باغیوں کے مقابلہ پر ناکامی ہوئی تھی۔

کچھ فوج اور سامانِ حرب ہرات سے منگوایا گیا اور کچھ اسلحہ ہندوستان کی راہ سے یورپ سے لایا گیا تھا اور اب تک قندھار میں پڑا تھا رفتہ رفتہ بیس پچیس ہزار کے درمیان قبائلی اور سرکاری فوج جمع ہوگئی۔ اس طرح کل تقریباً تیس ہزار کس کا لشکر لے کر امان اللہ خان اپنا کھویا ہوا تخت دوبارہ حاصل کرنے کے لئے جانب کابل روانہ ہوا راستہ میں کچھ مزاحمت ہوئی لیکن بالآخر غزنی پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔

یہاں بچہ سقاؤ کی فوج کا قبضہ تھا لیکن ان کی تعداد بہت تھوڑی تھی اس لئے وہ بجائے کھلے میدان میں آ کر جنگ کرنے کے غزنی میں قلعہ بند ہو گئے اور قریب تھا کہ امان اللہ خان غزنی فتح کر لیتا لیکن عین وقت پر قبیلہ سلیمان خیل کا لشکر سقاویوں کی مدد کے لئے آ گیا اور اس نے ایک گھمسان کی جنگ کے بعد امان اللہ خان کی فوج کو پیچھے دھکیل دیا۔

قبیلہ سلیمان خیل کا لشکر اس لئے سقاویوں کی امداد کے لئے آیا کہ اس قبیلہ کے لوگ ملّا شور بازار کے مرید اور ملا شیر آقا کے ہم نوا تھے۔ چونکہ یہ لوگ امان اللہ خان سے بیزار ہو چکے تھے اور امان اللہ خان بھی ان سے متنفر تھا اس لئے یہ قبیلہ بچہ سقاؤ سے جا ملا تھا اور اس کے ساتھ مل کر سرکاری فوجوں سے لڑ رہا تھا۔

اس شکست سے امیر امان اللہ خان بے دل ہوگیا۔ اس کو ہزار سمجھایا گیا کہ وہ اپنے حامی قبیلہ وردک کے علاقہ میں داخل ہو جائے جو برابر سقاویوں سے جنگ کر رہے ہیں مگر

جان کا خوف امان اللہ خان پر اس قدر غالب آ چکا تھا کہ اس نے اس بیش قیمت مشورہ کو قبول نہ کیا اور اپنی فوج کو مَقّر کی طرف ہٹ جانے کا حکم دے دیا۔ امان اللہ خان مَقر میں بھی نہ ٹھہرا کیونکہ سلیمان خیل اس کے تعاقب میں بڑھ رہے تھے۔

امان اللہ خان کا ہندوستان کی طرف فرار

وہاں سے امان اللہ خان قلات زابل کی طرف ہٹ گیا اور وہاں سے اپنے سب حامیوں کو اسی حال میں چھوڑ کر خفیہ خفیہ انتظام کر کے اپنے اہل وعیال سمیت انگریزی علاقہ چمن میں جا پہنچا اور انگریزوں کی پناہ کا طالب ہوا۔ جب اس کے ہندوستان کی طرف بھاگ جانے کی خبر اس کی اپنی قندھاری فوج کو ملی تو وہ نہایت بد دل اور شکستہ خاطر ہوئی اور امان اللہ خان کو برا بھلا کہتے ہوئے واپس قندھار چلی گئی۔ (۸۵)

امان اللہ خان پہلے تو چمن آیا اور وہاں سے کوئٹہ اور پھر بمبئی پہنچا۔ وہاں چندروز قیام کیا اور پھر بحری جہاز میں ۲۲ جون ۱۹۲۹ء کو اطالیہ کا راستہ لیا جہاں وہ پناہ گزین کے طور پر اپنی وفات تک مقیم رہا۔ (۸۶)

عنایت اللہ خان کی پشاور روانگی

عنایت اللہ خان کی حکومت صرف دوشنبہ وسہ شنبہ ماہ شعبان ۱۳۴۷ھ تک جاری رہی یہ جنوری کا مہینہ ۱۹۲۹ء سن تھا ۵ شعبان ۱۳۴۷ھ بروز چہارشنبہ وہ بذریعہ ملّا شیر آقا مُجدّ دی افغانستان کا تخت ترک کر کے دستبردار ہو گیا۔ اور ۱۶/جنوری ۱۹۲۹ء کو بذریعہ ہوائی جہاز پشاور آ گیا۔

جناب قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت احمدیہ صوبہ سرحد اس وقت گورنمنٹ ہاؤس پشاور میں بعہدہ نظارت مقرر تھے۔ اور کابل سے آنے جانے والے ہوائی جہازوں کی نگرانی ان کے سپرد تھی پشاور ائیرپورٹ پر سفر کرنے والوں کے لئے موٹروں اور لاریوں اور سامان کی نگرانی کا انتظام وہی کرتے تھے ان کا بیان ہے کہ جس دن سردار عنایت اللہ خان نے

پشاور آنا تھا۔ پشاور سے تین بڑے جہاز کابل روانہ ہوئے اور ایک بجے کے قریب واپس آئے۔محترم قاضی صاحب نے عنایت اللہ خان کو دیکھا اس کا قد درمیانہ تھا قریباً ۵۰ سال کی عمر تھی داڑھی سفید اور فرنچ کٹ مشین سے کٹی ہوئی تھی۔ سر پر سفید پگڑی ململ کی بندھی ہوئی تھی۔ جہاز سے اتر کر نہایت حسرت سے آسمان کی طرف نگاہ کی سب ساتھی اور حاضرین سن ہو گئے اور سب پر رقت کی حالت طاری ہو گئی۔ پھر موٹروں پر سوار ہو کر ڈین ہوٹل پشاور کا راستہ لیا۔

حضرت احمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک خادم جس کو افغانستان میں ہونے والے واقعات سے دلچسپی تھی خاموش کھڑا اس نظارے کو دیکھ رہا تھا کہ کس طرح خدائے غیور نے امیر عبدالرحمٰن خان اور اُس کے خاندان کو ان کے ظلم وستم کے باعث سببِ عبرت بنا دیا اور وہ خدائے قدوس کی حمد اور استغفار کر رہا تھا۔

چند دن پشاور رہ کر براستہ کوئٹہ قندھار روانہ ہوا اور قندھار میں ناکام ہو کر واپس بمبئی گیا اور وہاں سے عراق گیا اور پھر ایران میں اقامت اختیار کر لی۔(۸۷)

افغانستان کے بارہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض پیشگوئیاں

اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی و الہام کے ذریعہ افغانستان سے تعلق رکھنے والے بعض امور سے اطلاع دی تھی جن میں ایسے واقعات کا ذکر تھا جو بطور پیشگوئی تھے ان پیشگوئیوں میں سے بعض تو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں پوری ہو چکی ہیں اور ان کے پورا ہونے کا ذکر حضورؑ نے اپنی کتب یا ملفوظات میں کر دیا ہے۔

بعض پیشگوئیاں ایسی ہیں جن میں ایسے امور کا ذکر ہے جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد پیش آئے بالخصوص بعض پیشگوئیاں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہٗ کے زمانے میں پوری ہوئیں۔ اس طرح بعض پیشگوئیاں ایسی ہیں جن کا ظہور بار بار ہوتا رہتا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں پوری ہوئیں اور پھر بعد میں بھی پوری ہوئیں اور انشاء اللہ آئندہ بھی پوری ہوتی رہیں گی ایسی پیشگوئیوں میں سے جن کا

تعلق مولانا نعمت اللہ خان صاحب کی شہادت کے قریب عرصہ سے یا اس زمانہ کے بادشاہ امیر امان اللہ خان سے ہے ان کا تذکرہ بھی اب کیا جائے گا - انشاء اللہ

ظالم کا پاداش کی پیشگوئی

(۱) جب امیر حبیب اللہ خان نے شہزادہ عبداللطیف مرحوم کو شہر کابل میں شہید کروایا تو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک رسالہ تذکرۃ الشہادتین تحریر فرمایا اس رسالہ میں حضور علیہ السلام نے شہید اوّل افغانستان مولوی عبدالرحمٰن خان اور حضرت شہید مرحوم مولوی سید محمد عبداللطیف صاحب کے واقعات شہادت تحریر کر کے یہ فرمایا کہ

''شاہزادہ عبداللطیف کے لئے جو شہادت مقدر تھی وہ ہو چکی اب ظالم کا پاداش باقی ہے'' (۸۸)

''صاحبزادہ مولوی عبدالطیف مرحوم کا اس بے رحمی سے مارا جانا اگرچہ ایسا امر ہے کہ اس کے سننے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے ......لیکن اس خون میں بہت برکات ہیں کہ بعد میں ظاہر ہوں گی اور کابل کی زمین دیکھ لے گی کہ یہ خون کیسے کیسے پھل لائے گا یہ خون کبھی ضائع نہیں جائے گا - پہلے اس سے غریب عبدالرحمٰن میری جماعت کا ظلم سے مارا گیا اور خدا چپ رہا مگر اس خون پر اب وہ چپ نہیں رہے گا اور بڑے بڑے نتائج ظاہر ہوں گے...... ہائے اس نادان امیر نے کیا کیا کہ ایسے معصوم شخص کو کمال بے دردی سے قتل کر کے اپنے تئیں تباہ کر لیا - اے کابل کی زمین تو گواہ رہ کہ تیرے پر سخت جرم کا ارتکاب کیا گیا - اے بدقسمت زمین تو خدا کی نظر سے گر گئی کہ تو اس ظلم عظیم کی جگہ ہے'' (۸۹)

اس عظیم الشان پیشگوئی میں ایک تو امیر حبیب اللہ خان کے متعلق ظلم کی پاداش کا ذکر ہے - یہ پیشگوئی ۱۹۱۹ء میں پوری ہوئی جیسا کہ پہلے مفصل ذکر آ چکا ہے امیر حبیب اللہ خان پغمان کے علاقہ میں جہاں وہ سیر و تفریح کے لئے گیا ہوا تھا اور رات کو اپنے خیمہ میں اپنی بڑی بیگم معروف بہ علیا حضرت کے ساتھ محو استراحت تھا کہ کسی نامعلوم قاتل نے اس کے سر پر

پستول کا فائر کر کے اس کو قتل کر دیا۔ بہت تحقیقات کی گئی لیکن اس کا اصل قاتل ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا اگر چہ بہت سے لوگوں پر شبہات کئے گئے اور بعض لوگوں کو سزائیں بھی دی گئیں لیکن یقینی طور پر کسی پر جرم ثابت نہیں ہو سکا مسبب الاسباب خدا نے ''ظالم کا پاداش'' والی پیشگوئی کے پورا کرنے کے اسباب اپنی جانب سے پیدا فرما دیئے۔ اور ظالم امیر کو بغیر سزا کے نہیں چھوڑا

فاعتبروا یا اولی الابصار

دوسرا واقعہ ظلم کی پاداش کا امیر حبیب اللہ خان کے چھوٹے بھائی سردار نصر اللہ خان سے تعلق رکھتا ہے جو حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب سے شدید دشمنی رکھتا تھا اور دراصل اسی کی کوشش اور تگ ودو سے امیر حبیب اللہ خان ان کو سنگسار کرنے پر راضی ہوا تھا۔ اس کی گرفتاری اور قتل کا ذکر پہلے مفصل آ چکا ہے۔ امیر حبیب اللہ خان کے قتل ہونے کے بعد اس نے جلال آباد کے علاقہ میں دربار منعقد کیا اور حاضر درباریوں اور افسران کی موجودگی میں سردار نصر اللہ خان کی بادشاہت کا اعلان کیا گیا حالانکہ ولی عہد سردار عنایت اللہ خان موجود تھا لیکن اس کا حق سردار نصر اللہ خان نے غصب کر لیا اور اسے محروم کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا لیکن اس کی بادشاہت چند دن رہی امیر امان اللہ خان کو کابل میں بادشاہ بنایا گیا اور فوج اور سرداران کی اکثریت کی امداد اسے حاصل ہوگئی۔ اس پر امان اللہ خان نے ایک اعلان کے ذریعہ سردار نصر اللہ خان سے اس کی دستبرداری کا مطالبہ کیا اور اس کو اور اس کے حامی سرداروں کے متعلق حکم جاری کیا کہ انہیں پابجولان کابل لایا جائے۔ سردار نصر اللہ خان اس حکم کی تعمیل پر مجبور ہوا۔ جب سردار نصر اللہ خان کابل لایا گیا تو اس کو تو ایک برج میں جو ارک کے پاس تھا قید کر دیا گیا اور اس کے ساتھیوں مثلاً مستوفی الملک مرزا محمد حسین بریگیڈیئر کو قتل کروا دیا گیا اور اس کی تمام جائیداد ضبط کر لی گئی۔ مرزا محمد حسین وہ شخص تھا جس کو حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف نے اپنی گرفتاری سے قبل ایک تبلیغی خط لکھا تھا لیکن اس نے دنیا کو ترجیح دی اور حق کے قبول کرنے کی توفیق اس کو نہ ملی۔ سردار نصر اللہ خان کچھ عرصہ قید رہا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ قید میں اس کے حواس مختل ہو گئے تھے کچھ عرصہ بعد اسے امیر امان اللہ خان کے حکم سے دم بند کر کے قتل کر دیا گیا جس طرح اس کے دادا امیر عبدالرحمٰن خان نے افغانستان کے شہید اوّل مولوی عبدالرحمٰن خان کو قید خانہ میں دم بند کر کے شہید کروا دیا تھا- سردار نصر اللہ خان کا ایک بیٹا تھا جسے امیر امان اللہ خان نے خفیہ طور پر قتل کروا دیا-

جب حضرت سید محمد عبداللطیف شہید کا تابوت کابل سے مُلّا میر و صاحب سیّد گاہ لے آئے اور وہاں دفن کر دیا تو کچھ عرصہ کے بعد سردار نصر اللہ خان کو اس کا علم ہو گیا اور اس نے خوست کے حاکم اعلیٰ شاہ محمد اکبر غاصی کو حکم بھجوایا کہ آخون زادہ سید محمد عبداللطیف کا تابوت رات کو نکال کر اسے غائب کر دیا جائے- چنانچہ اس نے کچھ سپاہی بھجوا کر سردار نصر اللہ خان کے حکم کی تعلیم کر دی- اور اب تک معلوم نہیں ہو سکا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کو کہاں دفن کیا گیا اور ان کی قبر اب کہاں ہے-

یہی حال سردار نصر اللہ خان کا ہوا اس کی قبر کا بھی پتہ نہیں چلتا کہ کہاں ہے-

رجم قبر امیر حبیب اللہ خان

جب امیر حبیب اللہ خان ۱۹۱۹ء میں جلال آباد کے علاقہ میں قتل کیا گیا تو سردار نصر اللہ خان نے اس کو جلال آباد کے قریب ایک باغ میں دفن کروا دیا امیر امان اللہ خان کے زمانہ میں جب شنواری قبیلہ نے اس کے خلاف بغاوت کی تو انہوں نے جلال آباد پر بھی حملہ کیا اسے لوٹ لیا اور شہر کو تباہ و برباد کر دیا انہیں دنوں میں باغیوں نے امیر حبیب اللہ خان کی قبر کو سنگسار کیا-

جس طرح امیر حبیب اللہ خان نے اپنی زندگی میں حضرت صاحبزادہ محمد عبداللطیف شہید کو سنگسار کروایا تھا- اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام کر دیا کہ امیر حبیب اللہ خان کی قبر بھی سنگسار کی گئی-

امیر حبیب اللہ خان کے خلاف فتاویٰ کفر

امیر حبیب اللہ خان نے حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف کو سردار نعمت اللہ خان کی

تحریک پر اور قاضیوں اور مفتیوں کے فتاویٰ کی بناء پر کہ نعوذ باللہ آپ کافر ہیں شہید کروایا تھا۔

امیر حبیب اللہ خان ۱۹۰۷ء میں انگریز وائسرائے کی دعوت پر ہندوستان کے دورہ کے لئے آیا۔ ہندوستان میں اس سے بعض امور ایسے سرزد ہوئے کہ افغانستان کے بعض مُلّا اس کے خلاف ہو گئے اور اس کو کافر ملحد اور واجب القتل قرار دینے لگے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا تھی کہ جن ملّاؤں کے فتوؤں پر تکیہ کر کے تم نے ہمارے ایک معصوم بندے کو شہید کروایا تھا اب وہی ملّا تمہارے خلاف بھی اسی طرح کے فتوے دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالغنی اہل حدیث

جب حضرت شہید مرحوم کا مباحثہ کابل میں قرار پایا تو ڈاکٹر عبدالغنی اہل حدیث جو جلال پور جٹاں ضلع گجرات کا باشندہ تھا اور کابل میں اپنے دو بھائیوں مولوی نجف علی اور مولوی محمد چراغ کے ہمراہ مقیم تھا۔ اس کو امیر حبیب اللہ خان نے مباحثہ کا سرپنچ مقرر کیا۔ جب ملّاؤں نے حضرت صاحبزادہ صاحب کے خلاف فتویٰ تکفیر دے دیا اور آپ کیلئے سنگساری کی سزا تجویز کی تو ڈاکٹر عبدالغنی، مولوی نجف علی اور مولوی محمد چراغ نے امیر حبیب اللہ خان اور سردار نصر اللہ خان کے رُوبرو حضرت صاحبزادہ صاحب کے خلاف شدید مخالفانہ باتیں کیں اور ان کو کافر اور واجب القتل قرار دیا۔

عجیب بات ہے کہ باوجودیکہ ڈاکٹر عبدالغنی اور اس کے بھائی امیر حبیب اللہ خان کے ملازم اور سردار نصر اللہ خان کے منظورِ نظر تھے۔ کچھ سالوں کے بعد امیر حبیب اللہ خان ان سے بدظن ہو گیا اور ان کو جیل میں قید کروا دیا جہاں وہ گیارہ سال رہے اور امیر امان اللہ خان کے زمانہ میں انہیں رہائی نصیب ہوئی۔ ڈاکٹر عبدالغنی خان کی بیوی نہایت بے سروسامانی کی حالت میں اپنے وطن واپس آنے کے لئے روانہ ہوئی راستہ میں لنڈی کوتل میں مر گئی وہاں کے مسلمانوں نے چندہ جمع کر کے اس کی تجہیز و تدفین کے اخراجات ادا کئے اور اسے وہاں دفن کر دیا گیا۔ ڈاکٹر عبدالغنی خان کا نوجوان بیٹا عبدالجبار ایک روز شہر کابل میں سودا لے کر گھر

جا رہا تھا تو کسی نا معلوم شخص نے تلوار مار کر اس کا سر تن سے جدا کر دیا-

مولوی نجف علی

اس کے قید کئے جانے کا ذکر پہلے آ چکا ہے یہ امیر حبیب اللہ خان کے زمانہ کا واقعہ تھا- گیارہ سال قید رہنے کے بعد امیر امان اللہ خان کے زمانہ میں رہائی ملی- اَور محمد نادر شاہ کے زمانہ میں اس شخص نے ایک کتاب فارسی نظم میں درۂ نادرہ کے نام سے لکھی جس میں افغانستان کے مُلّاؤں کی مذمت کی تھی- جب امیر محمد نادر شاہ کو اس کا علم ہوا تو اس نے یہ کتاب عدالت عدلیہ کے افسرِ اعلیٰ کو بھجوا دی کہ عدالت اپنی رائے تحریر کرے- انہوں نے بعد مطالعہ فیصلہ کیا کہ یہ شخص کافر اور مرتد ہے کیونکہ اس نے اپنی اس کتاب میں توہین علماء دین کا ارتکاب کیا ہے اور اس کو سنگسار کیا جانا چاہئیے- آخر کار برطانیہ کے سفیر کی سفارش پر اس کو اجازت ملی کہ وہ کابل سے نکل کر ہندوستان چلا جائے اور اس کے ساتھ اس کے بھائی محمد چراغ کو بھی افغانستان سے نکلوا دیا گیا- یہ انجام ان پنجابی اہل حدیث مُلّاؤں کا ہوا جنہوں نے حضرت صاحبزادہ صاحب کے خلاف امیر حبیب اللہ خان کو اکسایا تھا اور آپ کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا تھا جس کے نتیجہ میں بادشاہ نے آپ کو شہید کروا دیا تھا-

قاضی عبدالرزاق خان رئیس مدارس و ملاّئے حضور امیر اور قاضی عبدالرؤف قندھاری نے اپنے ضمیر کے خلاف سردار نصر اللہ خان کے دباؤ میں آ کر حضرت صاحبزادہ صاحب کے خلاف کفر وارتداد کا فتویٰ دیا تھا- جس کے نتیجہ میں امیر حبیب اللہ خان نے ان کی سنگساری کی سزا کی توثیق کی تھی اور قاضی عبدالرزاق نے ہی آپ پر پہلا پتھر چلایا تھا-

کچھ عرصہ بعد قاضی عبدالرزاق امیر کی نظروں سے گر گیا اور اس کی وہ وقعت اور رسوخ باقی نہ رہا جو پہلے تھا- اس ضمن میں ایک واقعہ قابل ذکر ہے امیر حبیب اللہ خان نے اپنے وقت میں جو اصلاحات جاری کی تھیں ان میں یہ بھی ایک حکم تھا کہ لوگ سڑک پر بائیں طرف چلا کریں اور کوئی شخص اس کے خلاف نہ کرے- ایک دن امیر حبیب اللہ خان ایک

سڑک سے گذر رہا تھا کہ اس نے دیکھا مُلّا عبدالرزاق سڑک پر داہنی طرف چلا جا رہا ہے اور ڈیوٹی کا سپاہی اس کو اس سے روک رہا ہے اور وہ رکتا نہیں بلکہ اسے دائیں طرف چلنے پر اصرار کر رہا ہے اس پر امیر حبیب اللہ خان نے مُلّا عبدالرزاق کو ایک ہزار روپیہ جرمانہ کر دیا۔ اس سزا کے بعد وہ کابل سے غائب ہو گیا معلوم نہیں کہاں گیا نہ وہ مدارس کی افسری رہی اور نہ مُلّائے حضور امیر کا عہدہ رہا۔ پھر اس کا حشر کیا ہوا یہ معلوم نہیں ہو سکا۔ اس مُلّا کے انجام کے بارہ میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔

امیر حبیب اللہ کا بڑا بیٹا سردار عنایت اللہ خان تھا جو ولی عہد بھی تھا امیر حبیب اللہ خان کے قتل پر سردار نصر اللہ خان نے پغمان کے علاقہ میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا اور سردار عنایت اللہ خان کو امارت سے محروم کر دیا۔ امیر امان اللہ خان کے عہد میں جب اس کے خلاف بچہ سقاؤ نے بغاوت کی تو امیر امان اللہ خان نے بادشاہت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا اور سردار عنایت اللہ خان سے درخواست کی کہ وہ افغانستان کی باشاہت قبول کر لے اس پر مجبوراً سردار عنایت اللہ خان نے اس کی بات مان لی اور چند دن برائے نام امیر بنا رہا۔ یہاں تک کہ بچہ سقاؤ کے اصرار پر اس کو امارت سے دستبرداری کا اعلان کرنا پڑا اور حکومت بچہ سقاؤ کے حوالہ کرنی پڑی۔ سردار عنایت اللہ خان انگریزوں کے ہوائی جہاز پر پشاور آ گیا پھر کچھ عرصہ ہندوستان اور قندھار ٹھہر کر ایران چلا گیا۔

امیر حبیب اللہ خان اور اس کے بھائی سردار نصر اللہ خان نے اپنے دور حکومت کے آخر میں حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب کے تمام بیٹوں کو شیر پور جیل میں ایک نہایت تکلیف دہ قید میں ڈالے رکھا تھا جو کئی ماہ تک ممتد تھی۔ یہ ۱۹۱۸ء سے ۱۹۱۹ء کا واقعہ ہے۔

پانچ صاحبزادگان جن کو جیل میں ڈالا گیا تھا۔ ان کے نام یہ ہیں صاحبزادہ محمد سعید جان، صاحبزادہ عبدالسلام خان۔ صاحبزادہ محمد عمر جان۔ صاحبزادہ ابوالحسن قدسی اور صاحبزادہ محمد طیب جان۔ سردی کی شدت اور جیل کی تکالیف سے تمام صاحبزادگان بیمار پڑ گئے بلآخر سردار امان اللہ خان کی کوشش سے جو اس وقت والئ کابل تھا صاحبزادگان کو رہائی

ملی- جیل سے نکلنے کے تھوڑے عرصہ بعد ان میں سے دو یعنی صاحبزادہ محمد سعید جان اور صاحبزادہ محمد عمر جان کی وفات ہو گئی اور وہ جیل کی تکالیف کے نتیجہ میں شہید ہو گئے صاحبزادگان کی جیل کے دوران حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب کی ایک زوجہ محترمہ کا انتقال ہو گیا لیکن صاحبزادگان کو باوجود درخواست کے ان کے جنازہ میں شمولیت کی اجازت نہ دی گئی آخر میں صرف صاحبزادہ محمد سعید جان کو اجازت ملی کہ والدہ صاحبہ کی تجہیز و تکفین اور تدفین کا انتظام کر سکیں- گویا امیر حبیب اللہ خان اور سردار نصر اللہ خان کے احکامات کے نتیجہ میں حضرت شہید مرحوم کے دو صاحبزادے بھی درجہ شہادت کو پہنچے- جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے پاداشِ ظلم کی چکی چلائی گئی تو خاندان شاہی کے دو جوان شہزادے قتل کیے گئے پہلے امیر امان اللہ خان نے اپنے چچا سردار نصر اللہ خان کا نوجوان لڑکا قتل کروا دیا- پھر بچہ سقاؤ نے اپنے دور میں امیر حبیب اللہ خان کا بیٹا خفیہ طور پر قتل کروا کے ارک شاہی کی ایک دیوار کے نیچے اس کی نعش دفن کروا دی-

قاضی عبدالرؤف قندھاری-جس نے حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف کی سنگساری کے فتویٰ پر دستخط کیے تھے اس کے اپنے انجام کے متعلق ابھی تک کچھ معلوم نہیں ہو سکا لیکن اس کے بیٹے قاضی عبدالواسع (یا قاضی عبدالرحمٰن) کو جس نے بچہ سقاؤ کے خلاف جنگ میں حصہ لیا تھا- والیٔ کابل ملک محسن نے بچہ سقاؤ کے حکم کے مطابق گرفتار کر لیا اور کابل کے ایک چوک میں نہایت بے رحمی سے ہلاک کروا دیا-

مُلّا عبداللہ معروف بہ مُلّائے لنگ اور اس کے داماد عبدالرشید نے افغانستان کے سمتِ جنوبی میں منگل اقوام کی بغاوت میں امیر امان اللہ خان کے خلاف حصہ لیا تھا اور اس پر فتاوائے کفر و ارتداد لگائے تھے- امیر امان اللہ خان نے اس بغاوت کو رفع کرنے کے لئے سردار احمد علی جان کو بھجوایا تھا- جس نے گفت و شنید کے بعد ان شرائط پر ان مُلّاؤں سے ہتھیار ڈلوائے تھے کہ امیر امان اللہ خان جیسا کہ اس پر الزام لگایا جاتا ہے اگر احمدی نہیں ہے تو چند احمدیوں کو قتل کروائے اس سمجھوتہ میں سردار احمد علی جان بھی شریک تھا اور اسی کی سفارش پر

امیر امان اللہ خان نے اسے قبول کیا تھا - چنانچہ اس سفارش پر عمل کرتے ہوئے امیر امان اللہ خان نے مولوی نعمت اللہ خان صاحب اور قاری نور علی صاحب اور مولوی عبدالحلیم صاحب کو سنگسار کروادیا تھا -

اب ان مُلّاؤں کا انجام یہ ہوا کہ امیر امان اللہ خان نے مقصد براری کے بعد ان مُلّاؤں سے بھی بدعہدی کی اور ان کو گرفتار کر کے قتل کروادیا -

سردار احمد علی جان کو امیر امان اللہ خان نے شنواریوں کی بغاوت کے رفع کرنے کے لئے لشکر دے کر سمت مشرقی بھجوایا تھا لیکن وہ باوجود پوری کوشش کے اس میں ناکام رہا اور بالآخر ہندوستان کی طرف بھاگ گیا وہاں سے پھر سمت جنوبی میں قندھار آ گیا اور امیر امان اللہ خان کی دستبرداری کے بعد اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا - لیکن بچہ سقاؤ سے جنگ کر کے شکست کھا گیا اور اس کے قابو میں آ گیا - بچہ سقاؤ نے اس کو بھی قتل کروادیا -

جب مولوی نعمت اللہ صاحب شہید کو گرفتار کر کے ان پر مقدمہ چلایا گیا تو ان پر کفر کا فتویٰ دینے والے دو مُلّا قاضی عبدالرحمٰن کوہ دامنی اور قاضی عبدالسمیع قندھاری تھے جنہوں نے امیر امان اللہ خان کے حسبِ منشاء ان کے لئے سنگساری کی سزا تجویز کی تھی - قاضی عبدالسمیع کے بارہ میں تو اب تک کچھ معلوم نہیں ہو سکا لیکن قاضی عبدالرحمٰن کوہ دامنی کو بچہ سقاؤ نے اپنے عہدِ حکومت میں ملک محسن کے ذریعہ نہایت بے رحمانہ طریق پر قتل کروادیا -

شاہ غاصی محمد اکبر خان ۱۹۱۰ء کے قریب سمت جنوبی کا گورنر تھا اسی نے سردار نصر اللہ خان کی ہدایت پر امیر حبیب اللہ کے زمانہ میں سیّد گاہ میں حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف شہید کے تابوت کو قبر سے نکلوا کر کسی غیر معلوم جگہ پر دفن کروادیا تھا - یہ شخص نہایت مرتشی اور ظالم شخص تھا - امیر امان اللہ خان کے زمانہ میں اس کو اس کے عہدے سے برطرف کیا گیا اس پر بہت سے الزام رشوت ستانی کے تھے لیکن یہ ان الزامات سے انکار کرتا رہا اور بالآخر اپنی بریت کے لئے جھوٹا حلف اٹھا گیا نتیجتاً ایک مہلک بیماری اس کو لاحق ہو گئی جس سے جاں بحق ہو گیا -

امیر حبیب اللہ خان کے زمانہ میں اس کے سمتِ جنوبی کے گورنر سردار محمد عمر خان

معروف بہ سُور جرنیل نے دو احمدی برادران کو قید میں ڈال دیا تھا ان میں سے ایک کا نام سیّد سلطان شہید تھا قید خانہ میں ان پر بہت سختی کی گئی اور ان کو نانِ نمک کھلا کھلا کر بیمار کر دیا اس کے نتیجہ میں ان کی وفات واقعہ ہوگئی اور اس طرح مقام شہادت کو پہنچے۔ دوسرے صاحب جن کا نام سید حکیم احمدی تھا ان کو بھی قید خانہ میں ڈالا گیا جہاں کی تکالیف کے نتیجہ میں وہ بھی شہید ہو گئے۔ یہ کام سردار محمد عمر خان نے امیر نصراللہ خان کی ہدایت پر کئے تھے اس کا حال پہلے بیان ہو چکا ہے۔ محمد عمر سور جرنیل ظالم اور مرتشی تھا۔ اکثر ہوشیاری اور چالاکی سے سزاؤں سے بچ جاتا تھا آخر امیر امان اللہ خان کے زمانہ میں پکڑا گیا اور قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔

جب بچہ سقاؤ نے کابل پر پہلا حملہ کیا تو اس کے بعد حکومت نے اس کو قید خانہ سے نکال کر باغیوں سے لڑنے کے لئے ایک لشکر دے کر بھجوا دیا لیکن لڑائی میں اس نے شکست فاش کھائی اور میدان جنگ سے بھاگ گیا اور اپنے ماتھے پر ذلت کا داغ لگا لیا پھر اس کو کوئی عہدہ نہیں دیا گیا اور نہ ہی اس کی کوئی عزت افغان سوسائٹی میں باقی رہی۔

تین بکروں کے ذبح کئے جانے کی پیشگوئی

خدا تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بذریعہ الہام خبر دی تھی کہ

شَاتَانِ تُذْبَحَانِ

یعنی دو بکرے یا بکریاں ذبح کی جائیں گی یہ الہام حضورؑ کی زندگی میں ہی پورا ہوا یہ الہام براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۰ وصفحہ ۵۱۱ میں طبع شدہ موجود ہے نیز اس کی تشریح حضورؑ نے اپنی کتاب تذکرۃ الشہادتین کے صفحہ ۶۹ وصفحہ ۷۰ میں فرما دی ہے کہ اس سے مراد مولوی عبدالرحمٰن خان شہید اوّل افغانستان اور حضرت صاحبزادہ سید مولوی محمد عبداللطیف شہید کی شہادت ہے جو حضورؑ کے زمانہ میں علی الترتیب ۱۹۰۱ء و ۱۹۰۳ء میں کابل میں ہوئیں۔

اس کے بعد حضورؑ کو یکم جنوری ۱۹۰۶ء کو الہام ہوا کہ

تین بکرے ذبح کئے جائیں گے

اخبار بدر ۵ رجنوری ۱۹۰۶ء واخبار الحکم ۱۰ رجنوری ۱۹۰۶ء آپ نے فرمایا کہ ''ظاہر پر عمل کر کے ہم نے تین بکرے ذبح کروا دئے ہیں۔''

جیسا کہ بعد کے واقعات سے ظاہر ہوا ہے کہ تین بکروں کے ذبح کئے جانے کی پیشگوئی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ کے زمانہ میں ۱۹۲۴ء اور ۱۹۲۵ء میں کابل میں مولوی نعمت اللہ خان صاحب شہید۔ قاری نور علی صاحب شہید اور مولوی عبدالحلیم صاحب شہید کی سنگساری سے پوری ہوئی۔

افغانستان میں احمدیت پھیل جانے کی عظیم الشان پیشگوئی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب شہید کے بارہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

''عجیب بات یہ ہے کہ ان کے بعض شاگرد بیان کرتے ہیں کہ جب وہ وطن کی طرف روانہ ہوئے تو بار بار کہتے تھے کہ کابل کی زمین اپنی اصلاح کے لئے میرے خون کی محتاج ہے۔ اور درحقیقت وہ سچ کہتے تھے کیونکہ سرزمین کابل میں اگر ایک کروڑ اشتہار شائع کیا جاتا اور دلائل قویّہ سے میرا مسیح موعود ہونا ان سے ثابت کیا جاتا تو ان اشتہارات کا ہرگز ایسا اثر نہ ہوتا جیسا کہ اس شہید کے خون کا اثر ہوا۔ کابل کی سرزمین پر یہ خون اس تخم کی مانند پڑا ہے جو بہت تھوڑے عرصہ میں بڑا درخت بن جاتا ہے اور ہزارہا پرندے اس پر اپنا بسیرا کر لیتے ہیں۔'' (۹۰)

حضور فرماتے ہیں:

''میں نے ایک کشفی نظر میں دیکھا۔ کہ ایک درختِ سرو کی ایک بڑی لمبی شاخ...... جو نہایت خوبصورت اور سرسبز تھی۔ ہمارے باغ میں

سے کاٹی گئی ہے اور وہ ایک شخص کے ہاتھ میں ہے۔ تو کسی نے کہا کہ اس شاخ کو اس زمین میں جو میرے مکان کے قریب ہے اس بیری کے پاس لگا دو جو اس سے پہلے کاٹی گئی تھی اور پھر دوبارہ اُگے گی اور ساتھ ہی مجھے یہ وحی ہوئی کہ کابل سے کاٹا گیا اور سیدھا ہماری طرف آیا اس کی میں نے یہ تعبیر کی کہ تخم کی طرح شہید مرحوم کا خون زمین پر پڑا ہے اور وہ بہت بار ور ہو کر ہماری جماعت کو بڑھا دے گا'' (۹۱)

بعض احمدی بزرگ شعراء کے کلام کا انتخاب مولوی نعمت اللہ خان شہید کے بارہ میں

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ

زندۂ عشق ہوئے داخلِ زنداں ہو کر قربِ دلدار مِلا یار پہ قرباں ہو کر
سنگ ساری نے کیا حُسن دو بالا تیرا خوب تر ہوگئی یہ زلف پریشاں ہو کر
کشتِ اسلام کو سینچا ہے لہو سے اپنے تو نے مخمورِ خم بادۂ عرفاں ہو کر
دیکھنا! کُشتۂ محبوب چلا مقتل کو پابہ جولاں بہ سرِ شوق خراماں ہو کر
سنگ باری سے ترا نور بجھایا نہ گیا ذرہ ذرہ چمک اٹھا مہ تاباں ہو کر
حرف آنے نہ دیا صدق و وفا پر اپنے سہہ لیا جورِ عدا خرّم و خنداں ہو کر
مذہب عشق کی دنیا سے نرالی ہیں رسوم زندگی ملتی ہے اس راہ میں بے جاں ہو کر
سرخرو دونوں جہانوں میں ہوئے تم واللہ داخل میکدۂ بزم شہیداں ہو کر
لوگ کہتے تھے کہ رہِ قُربِ الٰہی کیا ہے نعمت اللہ نے دکھلا دیا قرباں ہو کر
حق بھی مٹتا ہے تعدّی سے کہیں اے ظالم خود ہی مٹ جائے گا تو دست و گریباں ہو کر
تو نے کہلا کے مسلمان وہ غدّاری کی رہ گئے گبر بھی انگشت بہ دنداں ہو کر
ہرگز اس حزب الٰہی سے نہ رکھنا امید ترک کر دیں گے یہ تبلیغ ہراساں ہو کر
سالکِ راہ محبت سے یہ ممکن ہی نہیں جان دینے سے ڈرے عاشق جاناں ہو کر

آرہی ہے یہ ہمیں خونِ شہیداں کی صدا آئے امدادِ خدا ہمت مرداں ہو کر
وہ بھی دن آتے ہیں جب ڈھونڈیں گے شاہانِ جہاں برکتیں رحمتِ مسیحا سے مسلماں ہو کر

(۹۲)

حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہ جہاں پوری

انتخاب کلام

مرحبا اے نعمت اللہ خان ذیشاں مرحبا
مرحبا اے میرے لذت آشنائے قادیاں

ہر طرف چرچا ہے تیرا ہر طرف ہے تیری یاد
گونجتی ہے تیرے قصوں سے فضائے قادیاں

تو نے حق سے منہ نہ پھیرا ہو گیا گو سنگسار
آفریں اے شیرِ میدانِ وفائے قادیان

تونے تازہ کر دیا پھر قصّہٗ عبداللطیفؓ
دیکھ لی کابل نے پھر شانِ وفائے قادیان

سر دیا لیکن سلامت لے گیا سودائے سر
جان دی لیکن نہ دی آنِ وفائے قادیان

(۹۳)

بشیر احمد صاحب ابن حضرت حقانی مرحوم از لاہور

جانِ شیرینت فدائے راہ مولیٰ کردۂ
آفریں بادا بریں رسمے کہ پیدا کردۂ

خویش راہ در دستِ قصّاباں مثالِ گوسفند
دادۂ و ظالماں را خوب رسوا کردۂ

اے شہید- اے نازِ قوم- اے فخرِ ملت- مرحبا
وہ چہ خوش تصدیقِ الہام مسیحا کردۂ
ایں تن خاکی نہ بود آخر حجاب روئے دوست
پارہ پارہ کردۂ ہاں خوش مداوا کردۂ
راز ہائے عشق کاندر سینہ پنہاں داشتی
برسر ہر کوچۂ و بازار افشا کردۂ
خوش بود دامن بہ خوں غلطیدہ لیکن کے رسد
تابہ آں چاک گریباں کاشکارا کردۂ
ہاں بگو احمدؔ کہ بادا گور نعمت عنبریں
ایں چہ افغانہائے سوزاں بے محابا کردۂ
(۹۴)

جناب قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت صوبہ سرحد

انتخابِ کلام

اے شہید امت احمد نبی صد مرحبا
عہدِ بیعت را وفا بنمودی از صدق و صفا
نعمت اللہ خاں تو گشتی ثانئے عبداللطیف
سر فدائے حق نمودی چوں حسینؑ در کربلا
یاد ایامیکہ گفتی جاں فدائے دیں کنم
از عمل ثابت نمودی آنچہ بُد قولِ شما
جاں بدادی و نہ دادی گوھر ایماں ز دست
آنچہ تو کردی ہمیں کردند مردانِ خُدا

می سزد گر بر تو نازَد سر زمینِ پنج شیر
کم بزائد مادرے دُرّے بمثلت بے بہا!
نوجوانِ خوب وضع و خوب شکل و خوب رُو
نیک سیرت پاک خُو و خوش کلام و خوش لقا
سنگ باریدند افغاناں کہ بودے احمدی
وہ چہ خوش ثابت قدم ثابت شدی در ابتلا
صد ہزاراں رحمتے بر عبدرحمان شہید
نیز بر عبداللطیفِ فخر امت باصفا
صد ہزاراں رحمتے بر سید سلطاں شہید
نیز بر رُوحِ سعید و ہم عمر جاں باصفا
صد ہزاراں رحمتے حق بر روانِ پاک تو
نعمت اللہ خاں شہید نوجواں مردِ خدا
آہ نہ گر فتنہ است ظالم عبرت از حالِ پدر
کرد تجدید تظلُم تا بہ بیند خود سزا
خونِ ناحق ریختن گاہے نماندے بے بدل
سنت اللہ ہست باشد بہر ہر فعلِ جزا

(۹۵)

حوالہ جات

(۱) دیکھیں افغانستان کا رَف سکیچ صفحہ

(۲) خط مولوی نعمت اللہ خان صاحب مطبوعہ اخبار الفضل ۱۱ ستمبر ۱۹۲۴ء- سید محمود احمد افغانی کی کتاب تاریخ احمدیت افغانستان بصورت مسوّدہ- عاقبۃ المکذ بین حصّہ اوّل صفحہ ۸۱ حاشیہ مصنفہ جناب قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت احمدیہ صوبہ سرحد

(۳) تذکرۃ الشہادتین مصنفہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں متعدد مقامات پر ان امور کا ذکر ہے- ورسالہ عاقبۃ المکذ بین حصّہ اوّل صفحہ ۴۷ مصنفہ قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت احمدیہ صوبہ سرحد- وکتاب UNDER THE ABSOLUTE AMIR BY Mr.FRANK A. MARTIN. وکتاب زوال غازی امان اللہ خان مصنفہ عزیز ہندی صاحب

(۴) کتاب زوال غازی مصنفہ عزیز ہندی صاحب صفحہ ۱۱' ۲۳ تا ۲۵' ۳۰' مضمون اخبار الفضل ۴ مارچ ۱۹۱۹ء قاضی مظہر الحق صاحب احمدی کوٹ نجیب اللہ A History of Afghanistan by Brig. Gen. Sir Percy Sykes p.p. 265 to 268 کتاب عاقبۃ المکذ بین حصّہ اوّل صفحہ ۶۸' ۲۷' ۵۷' مصنفہ جناب قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت احمدیہ صوبہ سرحد' اخبار پائنیر الہ آباد ۲۳ اپریل ۱۹۱۹ء بحوالہ اخبار الفضل قادیان ۱۰ مئی ۱۹۱۹ء صفحہ ۴

(۵) بحوالہ اخبار الفضل ۱۰ مئی ۱۹۱۹ء صفحہ ۴

(۶) اخبار الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۲۶ء

(۷) A History of Afghanistan by Brig. Gen. Sir Percy Sykes p.p268 to284&p.p358to359، کتاب زوال غازی امان اللہ خان مصنفہ عزیز ہندی صفحہ ۱۱-۹، صفحہ ۳۱۴-۳۱۳

(۸) خلاصہ مفہوم عبارت زوال غازی امان اللہ خان صفحہ ۱۴، ۱۵، کتاب عاقبۃ المکذ بین حصّہ اوّل صفحہ ۸۰ مصنفہ قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت احمدیہ صوبہ سرحد

(۹) خطبہ جمعہ فرمودہ ۷استمبر ۱۹۲۴ء اخبار الفضل ۲۵/ اکتوبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۶

(۱۰) ماخوذ از تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ - درلندن ۷استمبر ۱۹۲۴ء منقول از اخبار الفضل ۲۵/ اکتوبر ۱۹۲۴ء

(۱۱) ماخوذ از تقریر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ - درلندن - مطبوعہ اخبار الفضل ۲۵ /اکتوبر ۱۹۲۴ء

(۱۲) یہ خط ماہ اپریل ۱۹۲۱ء کا لکھا ہوا ہے، اخبار الفضل ۲۵ ستمبر ۱۹۲۴ء

(۱۳) بحوالہ الفضل ۲۵ ستمبر ۱۹۲۵ء صفحہ ۴-۳

(۱۴) ماخوذ از کتاب عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ ۸۱ تا ۸۳ مصنفہ جناب قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت احمدیہ صوبہ سرحد، خاکسار مرتب کتاب ہذا نے بھی عبدالاحد صاحب کابلی سے دو دفعہ یہ واقعہ کہ وہ مولوی نعمت اللہ خان کے ساتھ کابل گئے سنا - سید مسعود احمد

(۱۵) ماخوذ از عاقبۃ المکذبین حصّہ اوّل صفحہ ۸۷-۸۳

(۱۶) ملخص ماخوذ از اخبار الفضل ۱۶ مئی ۱۹۲۴ء صفحہ ۱۲

(۱۷) تقریر سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ درلندن ستمبر ۱۹۲۴ء بحوالہ اخبار الفضل ۲۵/ اکتوبر ۱۹۲۴ء

(۱۸) اخبار الفضل ۱۵ جولائی ۱۹۲۴ء

(۱۹) خط جناب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی از لندن مطبوعہ الفضل ۱۹/ اگست ۱۹۲۴ء صفحہ ۴

(۲۰) اخبار الفضل ۲۹ جولائی ۱۹۲۴ء صفحہ ۲

(۲۱) تقریر درلندن ۷استمبر ۱۹۲۴ء منقول از اخبار الفضل ۲۵/ اکتوبر ۱۹۲۴ء

(۲۲) خطبہ ۱۵/ اگست ۱۹۲۴ء قادیان منقول از اخبار الفضل ۱۱ستمبر ۱۹۲۴ء

(۲۳) اخبار الفضل ۹/ اگست ۱۹۲۴ء

(۲۴) اخبار الفضل ۲۳/ اگست ۱۹۲۴ء صفحہ ۲

(۲۵) منقول از اخبار الفضل ۲۸/ اگست ۱۹۲۴ء

(۲۶) اخبار حقیقت کابل جلد اوّل شمارہ ۱۱، ۱۴ سنہ ۱۳۰۳ ھجری شمسی مطابق ۶ صفر ہجری قمری صفحہ ۶،

بحوالہ اخبار الفضل قادیان ۱۸ ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۵

(۲۷) اخبار الفضل ۴ ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۶

(۲۸) اخبار الفضل ۹ ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ا

(۲۹) الفضل ۱۳ ستمبر ۱۹۲۴ء یوم شنبہ صفحہ ا

(۳۰) منقول از اخبار الفضل ۱۸؍ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۵

(۳۱) خط بھائی عبدالرحمٰن قادیانی از لندن - اخبار الفضل ۱۴؍اکتوبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۱۰

(۳۲) انگریزی سے ترجمہ - الفضل ۱۱ ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۲

(۳۳) یہ تار ۱۱ ستمبر کے الفضل میں شائع ہو چکا ہے - ناقل ۱۶؍اکتوبر ۱۹۲۴ء

(۳۴) الفضل ۱۶؍اکتوبر ۱۹۲۴ء - رپورٹ بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی

(۳۵) ترجمہ از انگریزی - الفضل ۱۱ ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۲

(۳۶) منقول از الفضل ۱۶؍اکتوبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۷

(۳۷) خطبہ فرمودہ ۱۲ ستمبر ۱۹۲۴ء لندن' منقول از اخبار الفضل ۱۴؍اکتوبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۶ - ۵

(۳۸) انگریزی سے ترجمہ - منقول از الفضل ۱۶؍اکتوبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۷

(۳۹) منقول از الفضل ۱۶ ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۴

(۴۰) خطبہ جمعہ حضرت مولانا شیر علی صاحب بیان فرمودہ ۱۵؍اگست ۱۹۲۴ء بحوالہ اخبار الفضل ۲۳ ستمبر ۱۹۲۴ء

(۴۱) انگریزی سے ترجمہ - بحوالہ اخبار الفضل مؤرخہ ۴ نومبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۱، ۲

(۴۲) رپورٹ حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ عرفانی - منقول از اخبار الفضل ۱۴؍اکتوبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۴

(۴۳) الفضل ۲۵؍اکتوبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۳ تا ۵

(۴۴) منقول از اخبار الفضل ۱۴؍اکتوبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۷

(۴۵) خط سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رحمہ اللہ تعالیٰ آمدہ از لندن - مطبوعہ الفضل ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۵

(۴۶)منقول از الفضل ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۵

(۴۷)مکتوب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ از لندن مطبوعہ اخبار الفضل ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۵

(۴۸)منقول از اخبار الفضل مؤرخہ ۱۱ دسمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۴ تا ۷

(۴۹)اخبار الفضل ۹ ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۳-۴

(۵۰)منقول از اخبار الفضل ۱۱/ اکتوبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۳

(۵۱)اخبار الفضل ۱۶ ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۳

(۵۲)منقول از اخبار الفضل مؤرخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۶

(۵۳)اخبار وکیل ۲۷ ستمبر ۱۹۲۴ء -بحوالہ اخبار الفضل ۷/ اکتوبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۷، ۸

(۵۴)اخبار لیڈر الہ آباد ۲۵ ستمبر ۱۹۲۴ء بحوالہ الفضل ۷/ اکتوبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۸

(۵۵)بحوالہ الفضل مؤرخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۸

(۵۶)انگریزی سے ترجمہ -بحوالہ اخبار الفضل ۲۸/ اکتوبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۱

(۵۷)اخبار الفضل ۲۳/ اکتوبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۹

(۵۸)منقول از اخبار الفضل ۱۶/ اکتوبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۲

(۵۹)منقول از الفضل ۲۵ ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۱ و ۲

(۶۰)منقول از الفضل ۱۶/ ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۴

(۶۱)منقول از اخبار الفضل ۱۸/ ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۳

(۶۲)بحوالہ اخبار الفضل -۲۵ ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۴

(۶۳)منقول از اخبار الفضل مورخہ ۲/ اکتوبر ۱۹۲۴ء

(۶۴)سول اینڈ ملٹری گزٹ ۱۳/ فروری ۱۹۲۵ء الفضل ۱۷ فروری ۱۹۲۵ء صفحہ ۸

(۶۵)منقول از اخبار الفضل ۱۷/ فروری ۱۹۲۵ء صفحہ ۸

(۶۶)الفضل ۱۷/ فروری ۱۹۲۵ء صفحہ ۱

(٦٧)اخبار الفضل ۱۹رفروری ۱۹۲۵ء صفحہ۲

(٦٨)الفضل ۱۹رفروری ۱۹۲۵ء صفحہ۲

(٦٩)اخبار الفضل ۱۹رفروری ۱۹۲۵ء صفحہ ٦ وصفحہ ۷

(۷۰)الفضل ۲۱رفروری ۱۹۲۵ء صفحہ۲

(۷۱)بحوالہ اخبار الفضل ۲۱رفروری ۱۹۲۵ء صفحہ۱

(۷۲)زوال غازی امان اللہ خان مصنفہ عزیز ہندی واخبار الفضل ۱۰رفروری ۱۹۲۵ء صفحہ۴

(۷۳)ماخوذ از کتاب زوال غازی مصنفہ عزیز ہندی صفحہ ۱ تا ۸

(۷۴)ماخوذ از زوال غازی مصنفہ عزیز ہندی صفحہ ۱۸ تا صفحہ ۲۷

(۷۵)منقول از اخبار الفضل ۲۳ دسمبر ۱۹۲۷ء صفحہ۳

(۷٦)اخبار الفضل ۱٦ردسمبر ۱۹۲۷ء صفحہ۲

(۷۷)اخبار انقلاب لاہور ۲۰ردسمبر ۱۹۲۷ء الفضل ۲۳ دسمبر ۱۹۲۳ء

(۷۸)اخبار الفضل ۲۳ردسمبر ۱۹۲۷ء صفحہ ۳،۴

(۷۹)بحوالہ اخبار الفضل ۲۳ردسمبر ۱۹۲۷ء صفحہ ۱۲

(۸۰) A History of Afghanistan by Brig- Gen Sir Percy Sykes P.304 الفضل ٦راپریل ۱۹۲۸ء صفحہ ۱-۲

(۸۱)الفضل ٦راپریل ۱۹۲۸ء صفحہ ۱،۲

(۸۲)خلاصۃً از کتاب زوال غازی صفحہ ۳۵ تا ۳۹

(۸۳)ماخوذ از کتاب زوالِ غازی مصنفہ عزیز ہندی از صفحہ ۴۰ تا ۶۰ و A History of Afghanistan by Brig Gen. Percy Sykes P. 310-311, Amanullah Ex King of Afghanistan by Roland Wild, Edition Published by Nisa Traders Quetta. Pakistan P 122, 150 to 155, 164 to 186

(۸۴) Amanullah Ex King of Afghanistan by Roland wild کتاب-published by Nisa Traders Quetta Pakistan P.P. 226-234

زوال غازی خلاصۃً ازصفحہ۲۹۰ تا ۳۵۵- عاقبۃ المکذ بین حصہ اوّل مصنفہ جناب قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت احمدیہ صوبہ سرحد ایڈیشن ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۱۵ تا ۱۲۶- A History of Afghinstan Volume II by Sir Percy Sykes P.P. 311-313

(۸۵) کتاب زوال غازی مصنفہ عزیز ہندی صفحہ ۳۹۸ تا ۴۰۰- Ex King of Afghanistan by Roland Wild, Edition Published by Nisa Traders Quetta. Pakistan P.P. 235-247- A history of Afghnistan P.P. 315-316

(۸۶) عاقبۃ المکذ بین حصہ اوّل مصنفہ جناب قاضی محمد یوسف صاحب صفحہ ۱۲۰- A History of Afghanistan by Sir Percy Sykes P. 136- Ex-King of Afghanistan by Ronald Wild P.P. 250 to 258

(۸۷) خلاصۃً منقول از عاقبۃ المکذ بین حصّہ اوّل صفحہ ۱۲۳ و صفحہ ۱۲۴

(۸۸) تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۵۸ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۶۰

(۸۹) تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۷۲ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۷۴

(۹۰) تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۵۲ و صفحہ ۵۳- روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۵۳ و صفحہ ۵۴

(۹۱) تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۵۶ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۷

(۹۲) اخبار الفضل قادیان ۱۸ ستمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۱ و صفحہ ۲

(۹۳) اخبار الفضل ۱۸ و ۲۰ نومبر ۱۹۲۴ء

(۹۴) اخبار الفضل ۱۳ ستمبر ۱۹۲۴ء

(۹۵) الفضل ۷ اکتوبر ۱۹۲۴ء

ببلیوگرافی

۱-براہین احمدیہ حصہ اول تا پنجم-تذکرۃ الشہادتین

۲-اخبار الفضل قادیان ۱۹۱۹ء تا ۱۹۲۹ء

۳-دعوۃ الامیر مصنفہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ

۴-اخبارات ہندوستان وانگلستان جن میں شہادت اور امیر امان اللہ خان بادشاہ افغانستان کا ذکر ہے جن کے حوالے ساتھ ساتھ درج ہیں-

۵-زبانی روایات مولوی عبدالاحد خان افغان (سید مسعود احمد)

۶-اخبار حقیقت کابل

۷-عاقبۃ المکذ بین مصنفہ جناب قاضی محمد یوسف صاحب امیر صوبہ سرحد

۸-تاریخ احمدیت افغانستان مصنفہ سید محمود احمد افغانی

۹-Under the Absolute Amir By Mr. Frank Martin

۱۰-History of Afghanistan by Brig Genral Sir Percy Sykes

۱۱-Amanullah Ex King of Afghanistan. Nisa Traders (Quetta)

۱۲-The Pathorns by Sir Doyd Caroe (Oxford University Press 1976

رف سکیچ افغانستان صوبہ سرحد صوبہ پنجاب

بخارا
سمرقند
دوشنبہ
ازبکستان
فیض آباد
ماخان
ہنزہ
گلگت
ایران
مزار شریف
بلخ
قندز
چترال
پنجشیر
سیدو
مظفر آباد
سرینگر
ہرات
کابل
جلال آباد
پشاور
صوابی
افغانستان
پاڑہ چنار
کوہاٹ
راولپنڈی
گردیز
غزنی
خوست
ٹل
خرم
بنوں
سرائے نورنگ
لکی
میانوالی
جہلم
دریائے جہلم
دریائے چناب
ربوہ
لاہور
امرتسر
قادیان
قلات
قندھار
ڈیرہ اسماعیل خان
دریائے سندھ
صوبہ سرحد
دریائے راوی
دریائے ستلج
دریائے بیاس
ملتان
کوئٹہ
بہاولپور
صوبہ پنجاب
صوبہ بلوچستان
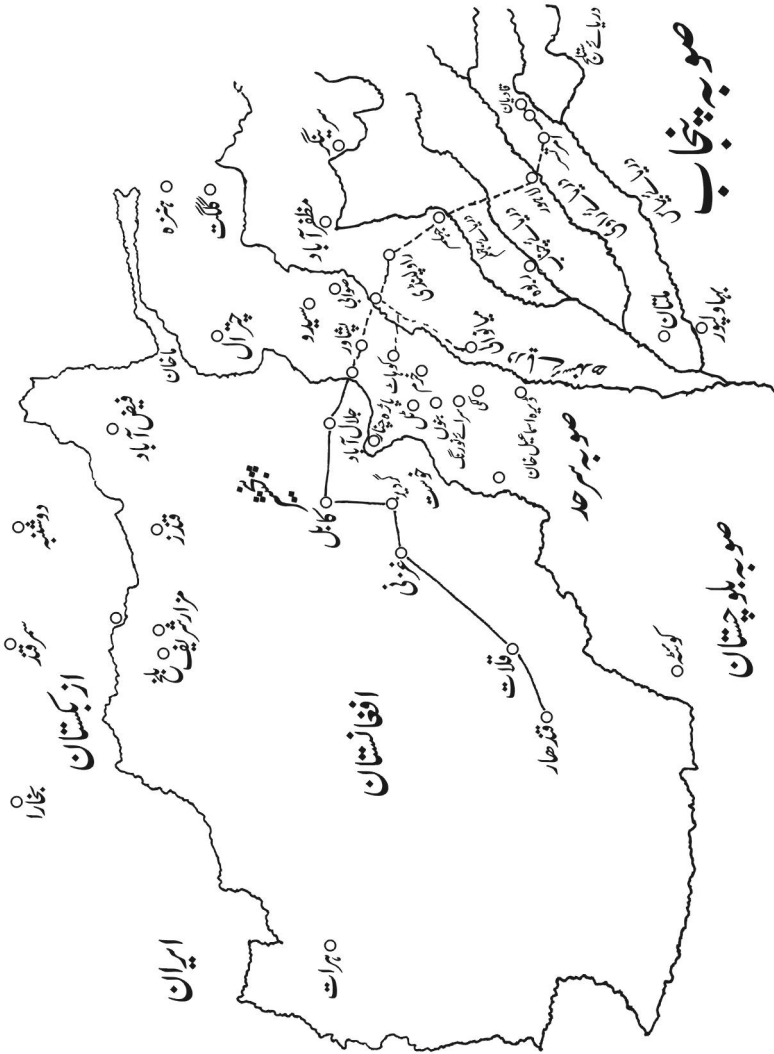
قاری نور علی اور مولوی عبدالحلیم
کی شہادت کے حالات
ان دونوں کو احمدی ہونے کی وجہ سے
۶ فروری ۱۹۲۵ء کو افغانستان میں بہ زمانہ
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سنگسار کیا گیا

کابل میں دو اور بے گناہوں کا خون

ہمارے دو احمدی بھائی سنگسار کر دیئے گئے

اخبار الفضل قادیان ۱۷ فروری ۱۹۲۵ء کے شمارہ میں اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۲۵ء کے حوالہ سے لکھتا ہے:

''پشاور ۱۲ فروری (۱۹۲۵ء) کابل سے خبر پہنچی ہے کہ...... مذہبی جنون کا یہ نتیجہ ہوا کہ دو سید ھے سادھے قادیانی (احمدی) دوکاندار ۱۰ فروری کو سپرنٹنڈنٹ پولیس اور پندرہ کانسٹیبلوں کی موجودگی میں سنگسار کیئے گئے۔'' (صحیح تاریخ ۶ فروری ۱۹۲۵ء ہے۔) (۱)

اس کے بعد اخبار الفضل لکھتا ہے کہ

''تفصیلی حالات کا انتظار ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ حکومت کابل اپنے سراسر خلاف شریعت طرزِ عمل سے اسلام کو بدنام کر رہی ہے۔ اور اس خدائے قہّار کا خوف نہیں کرتی۔ جو بے گناہوں کا انتقام لینے والا ذو بَطْشٍ شدید ہے۔'' (۲)

افغانستان میں تیس اور احمدی گرفتار کر لئے گئے اور دو شہید کر دیئے گئے

اخبار الفضل لکھتا ہے کہ

پشاور سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ کابل میں مولوی عبدالحلیم ساکن چہار آسیہ اور قاری نور علی کو فروری ۱۹۲۵ء کو سنگسار کر کے شہید کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ تیس اور احمدی احباب اس وقت جیل خانوں میں محبوس ہیں۔

مولانا عبدالحلیم صاحب پرانے مخلص اور فاضل دوست تھے اور ان کو حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے سلسلہ احمدیہ میں بیعت لینے کے لئے مقرر کیا تھا۔ (۳)

اخبار الفضل قادیان مزید لکھتا ہے کہ کابل میں دو احمدیوں کے سنگسار کیئے جانے کی خبر پہنچنے پر حضور نے مجلس شوریٰ منعقد فرمائی...... عصر کے وقت تمام احمدیان قادیان کا ایک جلسہ ہوا۔ جس میں دو احمدیوں کی مظلومانہ سنگساری پر حکومت کابل کے ظالمانہ فِعل پر اِظہار

ملامت کیا گیا ......حکومت کابل اس طرح احمدیت کی بڑھتی ہوئی ترقی کو روک نہیں سکتی - خدا کے فضل سے ہر ایک احمدی کو وہ صراط مستقیم پر ثابت قدم پائے گی - اس مضمون کا ریزولیوشن بہ اتفاق پاس ہوا -

اخیر میں حضرت خلیفۃ المسیح نے صبر وسکون کی ہدایت فرمائی - (۴)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا پریس کو پیغام

ایسوسی ایٹڈ پریس کو آج مؤرخہ ۱۹ فروری ۱۹۲۵ء کو حضور نے مندرجہ ذیل پیغام لکھ کر دیا جو اخبارات کو بھجوایا گیا:

''مولوی نعمت اللہ صاحب کی سنگساری کا زخم ابھی مندمل نہیں ہوا تھا کہ کابل گورنمنٹ نے دو اور احمدی تاجروں کو صرف احمدیت کی وجہ سے ......سنگسار کر دیا ہے -

''یہ خلاف انسانیت فعل جس کا کابل میں بار بار اعادہ کیا جا رہا ہے - ضرور کوئی عظیم الشان نتیجہ پیدا کر کے چھوڑے گا - میں کابل کی گورنمنٹ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس کا فعل ہم کو سچائی سے پھیر نہیں سکتا - ظلم نے کبھی سنجیدگی اور ایمان پر فتح نہیں پائی اور نہ اب وہ فتح پائے گا -

''ہر ایک سچّا احمدی سچّائی کے قیام اور ضمیر کی آزادی کی بحالی کے لئے اپنی جان دینے کے لئے تیار ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ میری جماعت میں سے ایک شخص بھی حرّیت ضمیر کی خاطر جان دینے سے دریغ کرے گا - کابل گورنمنٹ بے شک ایک ایک کر کے سب احمدیوں کو سنگسار کر دے مگر وہ دیکھے گی کہ اس کے یہ افعال مجھے ڈراتے نہیں - بلکہ خوش کرتے ہیں - کیونکہ گو جو لوگ مارے جاتے ہیں وہ میرے روحانی بیٹے ہیں اور ان کی موت مجھے جسمانی بیٹوں کی موت سے بہت زیادہ صدمہ پہنچاتی ہے - مگر پھر بھی میرا دل فخر سے بھر جاتا ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ بانئ سلسلہ کی قوتِ قدسیہ نے کس طرح ایمان کو ان لوگوں کے دلوں میں راسخ کر دیا ہے اور کس طرح دنیا کو خیالات کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے یہ لوگ اپنی

جانیں قربان کر رہے ہیں۔

''مگر میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا بھی اور ساری مہذب دنیا کا فرض ہے کہ وہ اس احسان کے بدلہ میں جو کابل کے احمدی شہداء نے بنی نوع انسان پر حریّت ضمیر کے قائم رکھنے کے لئے ایسی ......موت قبول کر کے کیا ہے۔ ان کی اس جانبازی پر صدائے تحسین اور اُن کے قانون کے خلاف صدائے نفرین بلند کرے۔

''میں ہرگز ہرگز گورنمنٹ کابل یا وہاں کے متعصّب مُلّانوں کے خلاف کینہ نہیں رکھتا مگر میں سمجھتا ہوں کہ خود ان کو ان کے روحانی اندھے پن سے بچانے کے لئے جس میں وہ مبتلا ہیں ضروری ہے کہ ان کو یہ محسوس کرایا جائے کہ ایک شریف انسان ان کے اس فعل کو ناپسند کرتا ہے اور اس سے بہت شدّت سے متاثر ہے۔

''پس میں آپ کے اخبار کے ذریعہ سے تمام ان لوگوں سے جو دنیا میں امن کے خواہاں ہیں اور انسانی اخلاق کی درستی کے متمنّی ہیں اور حرّیت ضمیر کی قدر کرتے ہیں۔ اپیل کرتا ہوں کہ وہ کابل گورنمنٹ کے اس خلافِ انسانیت فعل کے خلاف ہر ممکن طریق سے صدائے احتجاج بلند کریں اور حریّت ضمیر کو جو صدیوں کی جانباز کوششوں کے بعد دنیا کو حاصل ہوئی تھی۔ پاؤں تلے مسلے جانے سے بچائیں۔''(۵)

جماعت احمدیہ کا جلسۂ احتجاج

مندرجہ ذیل ریزولیوشن مرکزی جماعت احمدیہ قادیان نے ایک بڑے جلسے میں بااتفاق رائے پاس کیا۔معلوم ہوا ہے کہ دیگر جماعت ہائے احمدیہ بھی اس مضمون کے ریزولیوشن پاس کر کے بذریعہ ڈاک اخبارات و گورنمنٹ ہندوستان اور حکومت کابل کو بھیجیں گی۔

''ہم احمدیان قادیان اس خبر کو سن کر کہ حکومت افغانستان نے پھر دو احمدیوں کو صرف مذہبی اختلاف کی وجہ سے سنگسار کر دیا ہے۔ نہایت متأسف ہوئے ہیں اور حکومت افغانستان کے اس ظالمانہ وسفاکانہ فعل پر اظہار ملامت کرتے ہیں کیونکہ یہ اسلام کے سخت

خلاف ہے اور شریعت اسلام کو بدنام کرنے والا فعل شَنیعہ ہے۔

''حکومت افغانستان احمدیت کی روز افزوں ترقی کو ایسی سفیہانہ حرکات سے ہرگز نہیں روک سکتی وہ ہر ایک احمدی کو اس شاہراہِ صداقت پر صادق قدم پائے گی۔

۲) یہ ریزولیوشن تمام اخبارات اور گورنمنٹ ہند و گورنمنٹ افغانستان کو بذریعہ تار بھیجا جائے۔''(۶)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشادات

''حکومت کابل کی ظالمانہ کارروائیوں پر صبر وسکون سے کام لو...... یہ بات متواتر تجربات سے ثابت ہو چکی ہے کہ ظالم کے ظلم کا وبال آخر ظالم پر ہی پڑتا ہے۔ آج کل کوئی ایک نظیر بھی ایسی دنیا میں نہیں ملتی۔ کہ کوئی ظالم ظلم کر کے پھر کامیاب ہو گیا ہو۔ ہمیشہ ظالموں نے ظلم سے صداقت اور راستی کو دنیا سے مٹانا چاہا مگر وہ اپنے مقصد میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہوئے...... ہزار ہا سال گذر گئے اور اس میں ہزاروں ہی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ ہمارے دل میں یہ شک اور شبہ پیدا نہیں ہو سکتا کہ شاید اب کوئی ظالم ظلم کر کے اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکے اور کہ ظلم سے صداقت اور راستی دنیا سے مٹ جائے...... کسی کا اپنی طاقت اور قوت کے گھمنڈ میں کسی کو مار ڈالنا یا قتل کر دینا صداقت میں شک اور شبہات کا موجب نہیں بن سکتا اور نہ اس سے ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ ہمارا کیا حال اور انجام ہو گا؟ صداقت اپنے آپ اپنی جڑ پکڑتی ہے۔ کسی انسان کی مدد کی محتاج نہیں جو اپنے پاؤں پر آپ کھڑا ہونے والا ہو اس کو اس امر کی ضرورت نہیں ہوتی کہ کوئی چھوٹی یا بڑی طاقت اس کی اِمداد میں کھڑی ہو۔

''مجھے اس بات کا خیال نہیں اور نہ ہمارے دلوں میں اس قسم کا خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ جس کام اور جس صداقت کے قیام کے لئے خدا تعالیٰ نے ہمیں کھڑا کیا ہے یا وہ لوگ جو احمدی ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔

اور صداقت دنیا میں پھیلنے سے رک جائے گی بلکہ مجھے یہ خیال آتا ہے کہ امیر کی یہ بالکل بچوں کی سی حرکات ہیں۔ جس طرح بچہ سکول جانے سے انکار کرتا ہے اور باپ اس کو پکڑ کر اسکول لے جاتا ہے۔ کہیں وہ کاٹتا ہے اور کہیں وہ لاتیں مارتا ہے اور کہیں کپڑے پھاڑتا ہے۔ یہی حالت حکومت کابل کی ہے وہ لاتیں مارتی ہے۔مگر وہ اخلاقی سکول جو اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ کھولا گیا ہے۔ اس میں اس کو ضرور داخل ہونا پڑے گا...... ان کو...... اس اخلاقی اسکول میں داخل ہوئے بغیر کوئی چارہ نہ ہوگا...... یا گورنمنٹ افغانستان کی مثال اس بیل کی ہے جو گردن پر جؤا رکھنے سے پہلوتہی کرتا اور دولتیاں چلاتا ہے مگر آخر اس کو جوئے کے نیچے گردن رکھنی پڑے گی۔ پہلے بھی آخر جوتے گئے اور یہ بھی آخر جوتے ہی جائیں گے اور خدا کا کام ان کو بھی کرنا پڑے گا۔مگر مجھے جو خیال آتا ہے وہ یہ آتا ہے۔ ان کی بدبختیوں اور وحشیانہ حرکات اور بیوقوفیوں کا نتیجہ ان کے حق میں کیسا ہوگا۔

''مجھے جس وقت گورنمنٹ کابل کی اس ظالمانہ اور اخلاق سے بعید حرکت کی خبر ملی۔ میں اس وقت بیت الدعاء میں گیا اور دعا کی کہ الٰہی تو ان پر رحم کر اور ان کو ہدایت دے اور ان کی آنکھیں کھول تا کہ وہ صداقت اور راستی کو شناخت کر کے اسلامی اخلاق کو سیکھیں۔ اور انسانیت سے گری ہوئی حرکات سے وہ باز آئیں میرے دل میں بجائے جوش اور غضب کے بار بار اس امر کا خیال آتا تھا کہ ایسی حرکت ان کی حد درجہ بیوقوفی ہے۔ امیر اور اس کے اردگرد بیٹھنے والے گذشتہ تاریخ تو جانتے ہونگے اور تاریخی حالات اس میں انہوں نے پڑھے ہوں گے۔ اگر اس سے بے خبر ہیں۔ تو کم از کم مسلمان کہلانے کی حیثیت سے وہ قرآن تو پڑھتے ہونگے۔ اور ان حالات کو بھی پڑھتے ہونگے کہ ظالموں نے اپنے ظلموں سے صادقوں اور راستبازوں کو ذلیل کرنا چاہا اور صداقت اور راستی کے مٹانے کے لئے۔ سر سے پاؤں تک زور مارا۔ مگر آخر مٹائے جانے والے وہی ہوئے جو کہ ظالم تھے۔ انہوں نے اسی قرآن میں پڑھا ہوگا کہ ظالموں نے راستبازوں کی جماعت کو حقیر اور کمزور سمجھا اور اپنی قوّت اور طاقت کے گھمنڈ میں ان کو ہر طرح دکھ دینے کی کوشش کی لیکن خدا نے ان کو یہی جواب دیا کہ تم کیا

طاقت رکھتے ہو تم سے پہلے تم سے زیادہ طاقتیں رکھنے والی قومیں گذری ہیں- جنہوں نے خدا کے راستبازوں کو نابود کرنا چاہا اور جو صداقت وہ لائے اس کو دنیا سے مٹانا چاہا......مگر باوجود اس کے وہ راستبازوں کا وجود دنیا سے مٹا نہ سکے اور صداقت دنیا میں پھیل کر رہی......

اس لئے ان تجربات اور واقعات کی بناء پر اس تقریر کے ذریعہ میں آئندہ آنے والی نسلوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ طاقت اور قوّت کے زمانہ میں اخلاق کو ہاتھ سے نہ دیں- کیونکہ اخلاق اصل وہی ہیں جو قوت اور طاقت کے وقت ظاہر ہوں- ضعیفی اور ناتوانی کی حالت میں اخلاق اتنی قدر نہیں رکھتے جتنی کہ وہ اخلاق قدر رکھتے ہیں جبکہ انسان برسر حکومت ہو- اس لئے میں آئندہ آنے والی نسلوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ جب خدا تعالیٰ ان کو ہماری ان حقیر خدمات کے بدلے میں حکومت اور بادشاہت عطا کرے گا تو وہ ان ظالموں کے ظلموں کی طرف توجّہ نہ کریں- جس طرح ہم اب برداشت کر رہے ہیں- وہ بھی برداشت سے کام لیں اور وہ اخلاق دکھانے میں ہم سے پیچھے نہ رہیں-'' (۷)

قاری نور علی صاحب شہید

یہ صوبہ کابل کے رہنے والے تھے- تجارت کرتے تھے- کبابی کہلواتے تھے- یعنی ان کی دوکان کبابوں کی تھی- ان کی قوم تاجک تھی- ان کو امیر امان اللہ خان کے زمانہ میں شیر پور کابل میں سنگسار کر دیا گیا-

ان کے بارہ میں قاضی القضاۃ کے فیصلہ پر عمل کیا گیا اور اسی نے سنگسار کرتے ہوئے پہلا پتھر چلایا-

مولوی عبدالحلیم صاحب شہید

یہ مقام چہار آسیاب، صوبہ کابل کے رہنے والے تھے- ان کو امیر امان اللہ خان کے

زمانہ میں قاضی القضاۃ کے فیصلہ کے مطابق احمدی ہونے کی وجہ سے ۶/فروری ۱۹۲۵ءکو بمقام شیرپور کابل شہید کیا گیا- قاضی القضاۃ نے سنگساری کے وقت پہلا پتھر چلایا-

مولوی عبدالحلیم صاحب کی عمر سنگساری کے وقت ۵۰ سال سے زیادہ تھی- گویا ان کی تاریخ پیدائش ۱۸۷۵ء کے قریب تھی- مولوی سید عبدالحلیم صاحب کے متعلق سید محمود احمد افغانی کی تحقیق ہے کہ آپ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے- اس بارہ میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے- ان کے والد محترم کا نام عبدالقیوم صاحب تھا- جن کی ایک تصنیف کتاب سیف الصارم تھی- عبدالقیوم صاحب، مولوی مرزا عبدالقیوم صاحب کہلاتے تھے-

وزیر خارجہ مملکت افغانستان کے نام احتجاجی تار

اخبار الفضل نے اپنے ۲۴ فروری ۱۹۲۵ء کے پرچہ میں وہ تار درج کی ہے- جو قادیان سے وزیر خارجہ مملکت افغانستان کے نام بھجوائی گئی ہے-

اطلاع موصول ہوئی ہے کہ دو اور احمدی حکومت افغانستان کے حکم سے سنگسار کر دیئے گئے ہیں- اور تیس آدمی زیر حراست ہیں- جو اپنے بارہ میں فیصلہ کا انتظار کر رہے ہیں- اس سے صاف ظاہر ہے کہ حکومت افغانستان باغیوں اور ملاّنوں کو خوش کرنے کے لئے ان مظالم کو روا رکھ رہی ہے-

یاد رہے کہ تمام مہذّب دنیا حکومت افغانستان کے اس وحشیانہ فعل کو کہ اس نے ایک امن پسند سلسلہ کے دو آدمیوں کو سنگسار کیا ہے- نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے- حکومت کابل کو خدا سے ڈرنا چاہئے اور اسے ایسے ظالمانہ اور وحشیانہ افعال سے رکنا چاہئے-

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا وائسرائے ہند کے نام تار

جناب کو مولوی نعمت اللہ صاحب کا واقع تو معلوم ہی ہے- جب ان کو سنگسار کیا گیا اس وقت میں لندن میں تھا اور میں نے وہاں سے آپ کو اس کی طرف توجہ دلائی تھی- اب تازہ خبر ہے کہ فروری ۱۹۲۵ء میں دو اور احمدی تاجر محض احمدیت کی وجہ سے کابل میں سنگسار

کئے گئے ہیں۔

اگر حکومت ہند نعمت اللہ صاحب کی شہادت کے موقعہ پر اس ذمہ داری کو ادا کرتی۔ جو ہر انسان پر ایسے موقعہ پر عائد ہوتی ہے تو میں سمجھتا ہوں ان ظالمانہ افعال کی تکرار نہ ہوتی۔ بے شک کابل گورنمنٹ کا یہ فعل اندرونی انتظام سے تعلق رکھتا ہے لیکن تاریخ اس پر شاہد ہے کہ یورو پین حکومتوں نے اس قسم کے اندرونی امور کے خلاف جو انسانیت کے خلاف تھے احتجاج کیا ہے۔

جب میں لندن میں تھا تو مجھے سیکرٹری آف سٹیٹ کی طرف سے اطلاع ملی تھی کہ گورنمنٹ برطانیہ انفارمل طور پر اس معاملہ کے خلاف پروٹسٹ کرے گی۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس وعدہ کے مطابق کیا کارروائی کی گئی۔ مگر بہرحال یہ تازہ واقعہ بتاتا ہے کہ یا تو کوئی کارروائی نہیں کی گئی...... یا اس کا کابل گورنمنٹ پر کوئی اثر نہیں ہوا

میں ایک دفعہ پھر آپ سے انسانیت کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ اس خلافِ انسانیت فعل کے خلاف کوئی مؤثر کارروائی کریں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ جب ایک حصّہ دنیا میں ایسے صریح ظالمانہ فعل ایک حکومت کی طرف سے ہو رہے ہوں۔ دوسرے لوگ جو طاقت رکھتے ہوں کس طرح بلا اس کے کہ اس کو دور کرنے کی کوشش کریں آرام کی نیند سو سکتے ہیں۔ اگر دنیا کا یہی رویّہ ہے تو امن انصاف اور عدل کبھی بھی دنیا میں قائم نہیں ہو سکے گا۔

آل انڈیا نیشنل کانگریس کے صدر کے نام تار

مولوی نعمت اللہ صاحب کابلی جن کو اکیس اگست ۱۹۲۴ء کو کابل کی گورنمنٹ نے محض مذہب کی وجہ سے سنگسار کر دیا تھا۔ ابھی ان کا غم تازہ ہی تھا کہ کابل میں دو اور احمدی تاجر فروری ۱۹۲۵ء میں محض احمدی ہونے کی وجہ سے سنگسار کر دیئے گئے۔

یہ خلافِ انسانیت فعل...... ایسا بھیانک، ایسا ظالمانہ اور ایسا مکروہ ہے کہ اگر اُس روحانی تعلق کو جو مجھے ان لوگوں سے ہے...... نظر انداز بھی کردوں تب بھی میرا دل اس کے

خیال سے کانپ جاتا ہے-

میرے نزدیک اس خلافِ انسانیت فعل کے ذمہ دار صرف حکّام کابل یا وہ ہندوستان کے مولوی نہیں ہیں- جنہوں نے مولوی نعمت اللہ صاحب کی شہادت پر کابل گورنمنٹ کے فعل کو سراہا تھا- بلکہ ہندوستان کے دوسرے مذہبی لیڈر بھی ہیں جنہوں نے پچھلے اجلاس کانگرس پر نعمت اللہ صاحب کی شہادت کے ظالمانہ فعل کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے انسانی فعل کو بالکل نظرانداز کر دیا تھا- اگر کابل کی حکومت اس امر کو اچھی طرح محسوس کر لیتی کہ باقی دنیا اس کے اس ظالمانہ فعل کو انتہائی درجہ کی نفرت سے دیکھتی ہے-تو وہ یقیناً دوبارہ اس قسم کے کام کرنے کی جرأت نہ کرتی -مگر اس نے اس امر کو دیکھ کر کہ مذہبی اختلاف لوگوں کو ایسا اندھا کر سکتا ہے اور قلیل التعداد ہونے کا جرم بالکل ناقابل معافی ہے- یہ سمجھ لیا کہ احمدیوں کے ساتھ جو کچھ بھی سلوک کیا جائے وہ جائز اور درست ہے- اس سے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا-

ان کا یہ ظالمانہ فعل ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتا - ہم سنگساریوں سے نہیں ڈرتے - کابل گورنمنٹ دیکھ لے گی - کہ اس کی یہ سنگساریاں ہمارے قدم کو اور بھی آگے بڑھائیں گی- اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ صداقت جسے لے کر ہم کھڑے ہوئے ہیں افغانستان میں پھیل کر رہے گی-

مگر میرے نزدیک وہ لیڈر خواہ سیاسی ہوں یا مذہبی جو اس موقع پر اپنی پوری طاقت ان ظالمانہ افعال کے روکنے کے خلاف خرچ نہیں کرتے وہ دنیا کے امن اور صلح کے قیام کو پیچھے ڈال رہے ہیں- ایسے واقعات جب تک دنیا سے مٹائے نہ جائیں تو کوئی صلح نہیں ہو سکتی ظلم اور صلح ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے - پس میں آپ کو اس فرض کی ادائیگی کی طرف توجہ دلا کر اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں ورنہ میں اور میری جماعت اس یقین کے ساتھ کہ آخر ہم ہی جیت کر رہیں گے- اس راستہ پر چلنے کے لئے جس پر ہمارے یہ بھائی گئے ہیں- بالکل تیار ہیں اور یقیناً خدا کی مدد ہمارے ساتھ ہوگی- (۸)

افغانستان کے شہدا کا معاملہ لیگ آف نیشنز کو بھجوایا گیا

جنیوا سوئٹزرلینڈ سے رائٹر نے ۲۰ فروری ۱۹۲۵ء کو یہ تار اخبارات میں شائع کرنے کے لئے بھجوایا

''جماعت احمدیہ کے امام میرزا بشیرالدین محمود احمد نے لیگ آف نیشنز سے پُرزور اپیل کی ہے کہ حال ہی میں حکومت کابل نے پندرہ پولیس کانسٹیبلوں اور سپرنٹنڈنٹ پولیس کی موجودگی میں دو احمدی مسلمانوں کو محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے سنگسار کر دیا ہے۔ اس کے لئے دربارِ افغانستان سے باز پُرس کی جائے۔''(۹)

اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور مؤرخہ ۷ا فروری ۱۹۲۵ء کو رقمطراز ہے

کابل میں دو بیکس قادیانی افغان دوکانداروں کے قتل نے ہندوستان میں خوفناک خیالات کی رو پیدا کر دی ہے۔ اور ضرور ہے کہ غیر ممالک میں بھی اس پر سخت حرف گیری ہو چند ماہ قبل ......نعمت اللہ خان کے سنگسار کئے جانے کی خبر ہندوستان میں پہنچی ......صاف ظاہر ہے کہ کسی نہ کسی طرح افغانستان کے مذہبی متعصّبین نے کابل میں حکومت پر اپنا اثر جما لیا ہے۔

یہ بات اس گفت وشنید پر افسوس ناک روشنی ڈالتی ہے۔ جو کہ خوست کے باغی ملائے لنگ کے پروانہ راہداری اور حفاظت کے ساتھ کابل میں پہنچنے کا باعث ہوئی۔ کابل میں جو دو احمدی دوکاندار قتل کئے گئے ہیں۔ ان کو کسی قسم کی سیاسی وقعت حاصل نہ تھی۔ ان میں اور ان کے ہم پیشہ باقی تاجروں میں صرف یہ فرق ہے کہ وہ قادیانی مذہب سے تعلق رکھتے تھے...... دوسری طرف ہم اس ملاّئے لنگ کو دیکھتے ہیں۔ جو خوست کی بغاوت کا روح رواں تھا کہ اسے کابل میں حفاظت کا عہد دے کر لے جایا گیا......حکومت افغانستان کے سرکاری عمائد نے اسے بڑے راہ ورسم سے خوش آمدید کہا۔ کابل میں ایک مغلوب باغی کی ......اس طرح آؤ بھگت کی گئی۔ گویا وہ گورنمنٹ کا معزز مہمان ہے۔ اس کے بعد سرکاری اخبارات میں خوست سے آنے والے فوجیوں کی فاتحانہ پریڈ کا ذکر شائع ہوا۔ اس پریڈ کے موقع پر ملاّئے لنگ اور

اس کے ساتھی ملا کو ہاتھوں اور پاؤں میں زنجیریں ڈال کر پیش کیا گیا...... پس یہ کہا جا سکتا ہے کہ اب ملاّ لنگ زیرِ حراست ہے- یہ بات یقینی طور پر نہیں کہی جا سکتی کہ اس کو چھوڑ دیا جائے گا -اس خیال سے کہ موسم بہار میں پھر خوست میں بے چینی نمودار نہ ہو (احمدیوں کے) یہ تازہ قتل اس کی بغاوت کی طرف رجحان کو روکنے کے لئے کئے گئے ہیں-

کچھ بھی ہو اس کی حالت نامرغوب ہے- اگر چہ یہ بات یقینی ہے کہ (ملاّ نے) اس پروانہ راہداری اور وعدۂ حفاظت سے اس وقت فائدہ اٹھایا ہوگا جبکہ اس کو پختہ یقین ہو گیا ہو گا کہ اس کی حفاظت کا وعدہ اور ضمانت ایسی پختہ ہے کہ اسے توڑا نہیں جا سکتا...... ہم یہ باور نہیں کر سکتے کہ دو قادیانیوں کا قتل حالات کو درست کر دے گا...... کیونکہ اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ حکومت افغانیہ ان ملاّ نوں سے ڈرتی ہے اور وہ سلطنت کے اسی خوف کی وجہ سے اپنی روش میں قدم آگے بڑھاتے چلے جائیں گے...... پچھلے چند ماہ میں جو گفت وشنید حکومت کے ارباب اختیار نے ان (ملاّ ؤں) سے کی تھی- وہ اس حد تک قابل اعتبار نہیں تھی- جتنا افغان حکومت ظاہر کرتی ہے- ان حالات میں (بغاوت و بے چینی کا) خطرہ خوست کی حدود سے بہت باہر تک پھیلا ہوا ہے-

افغانستان ایک غریب ملک ہے اور اس کا سرکاری خزانہ ظاہری و خارجی زیبائشوں مثلاً لندن ، برلن ، پیرس اور ماسکو کے سفارت خانوں کے اخراجات کی وجہ سے خالی ہو چکا ہے...... امیر امان اللہ خان کی طرف سے تمدنی ، صنعتی اور انتظامی اصلاحات کی کوششیں ہمدردانہ رنگ میں دیکھی جاتی ہیں-لیکن ان قدامت پسند لوگوں کے لئے نا قابل قبول ثابت ہوئیں-(۱۰)

شہیدانِ کابل کی سنگساری کا خونی منظر ایک چشم دید گواہ کا بیان

فضل کریم صاحب سرگودھا بیان کرتے ہیں :

''بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن   خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

''جس شخص نے مجھے واقعات حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب اور مولوی عبداللہ خان صاحب (صحیح نام قاری نور علی ہے) کے بتلائے اس نے مجھ سے یہ وعدہ کیا کہ میں اس کا نام ظاہر نہ کروں۔

''اس نے یہ واقعات خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کئے اور میں جہاں تک ممکن ہے۔ اس کے الفاظ میں بیان کروں گا۔ یہ حالات میں اور میرا ایک عزیز جو احمدی ہے۔سن رہے تھے۔ ہم دونوں اپنے جذبات قابو کئے ہوئے تھے۔ بیان اس کا ایسی طرز پر تھا کہ احمدی تو درکنار کوئی اور سخت سے سخت دل انسان بھی سن کر کانپ جاتا۔ چنانچہ بیان کرنے والے کی ایک قریبی رشتہ دار خاتون پاس بیٹھی سن رہی تھیں۔ان کے آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور بے اختیار وہ الامان الامان اور الٰہی توبہ الٰہی توبہ کرنے لگی۔ کہنے لگی۔ خدا جانے یہ...... کیسے سنگدل اور ظالم ہیں۔کیا انہیں سزا نہیں ملے گی۔ ان کو ذرا رحم نہ آیا کہ انسانوں کو بھیڑ بکرے کی طرح ذبح کر دیا...... بہت بُرا کیا اور کئی گھنٹے تک انکی یہی حالت رہی اور بار بار کانوں پر ہاتھ دھر کر الٰہی توبہ الٰہی توبہ کہتی رہیں۔ (۱۱)

''میری دوکان کے پاس دس پندرہ پولیس والے دو آدمیوں کو گرفتار کئے ہوئے لئے جا رہے تھے۔ ایک ان میں سے نوجوان قریباً تیس سال کا تھا اور ایک عمر رسیدہ پچاس سے زیادہ عمر کا تھا۔ دونوں پابجولاں تھے۔ دونوں کے سروں پر عمامے بدن پر کوٹ شلوار پیروں میں جوتے تھے۔

''پیچھے پیچھے ایک بڑا ہجوم تھا جو کہ...... بڑھتا چلا جا رہا تھا اور لوگ اس میں شامل ہوتے جا رہے تھے۔ اور وہ لوگ آپس میں ہنس ہنس کر اور مسکرا مسکرا کر باتیں کرتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ گویا کہ کسی تماشہ کو دیکھنے جا رہے تھے۔

''منادی کرنے والا جگہ بہ جگہ کھڑا ہو کر اعلان کرتا تھا کہ ان دونوں قادیانیوں کو بحکم قاضی القضاۃ آج بعد نماز عصر سنگسار کیا جائے گا۔ دونوں خاموش تھے چہرے کا رنگ زرد تھا۔

''بڈھے کے ہاتھ میں تسبیح تھی اور کچھ پڑھتا جا رہا تھا۔ میں اپنے چند دوستوں کے

ہمراہ اسی مقام پر گیا - جہاں سنگساری ہوتی تھی یعنی شیر پور چھاؤنی کے مقام پر وہاں جا کر ایک جمّ غفیر دیکھا - اور لوگ جوق در جوق چلے آ رہے تھے -

'' تھوڑی دیر کے بعد قاضی القضاۃ ایک ٹانگے پر آئے - ٹانگے سے اترتے ہی حکم دیا کہ جولان توڑ دیئے جائیں اور مجرمان سے کہا گیا کہ اگر وہ کچھ نوافل یا نماز پڑھنا چاہیں تو پڑھ لیں - دونوں نے دو دو یا چار چار...... رکعت نماز ادا کی - مخلوق ہر طرف پہاڑوں کی ڈھلوان پر اونچی جگہ کھڑی تھی - اور مجرمان نچلی جگہ تھے - بعد نماز...... ان کے عمامے کوٹ اور جوتے اتروا دیئے گئے اور صرف کرتے اور شلواریں بدنوں پر رہنے دیئے گئے - پھر پولیس کے آدمیوں نے دونوں کو دھکیل کر اور نچلی طرف کر دیا - میں نے خود نہیں سنا مگر لوگ کہتے تھے کہ وہ دونوں یہ کہہ رہے تھے کہ روز محشر میں (معلوم) ہوگا کہ کون حق پر تھا -

'' آخر کار قاضی نے پتھر اٹھا کر مارا - اور اس کا مارنا تھا کہ لوگوں نے جو پہلے سے پتھروں سے جھولیاں بھرے کھڑے تھے - بارش کی طرح پتھر برسانے شروع کر دیئے...... میں ان سے پندرہ بیس قدم پر تھا اور بعض لوگ دس پندرہ قدم پر تھے -

'' یہاں پر میں نے ایک سوال کیا کہ کیا...... انہوں نے کوئی چیخ پکار کی تو اس کے جواب میں بیان کرنے والے نے کہا کہ میں ان کے نزدیک ہی تھا مگر کوئی چیخ پکار ان کی نہ سنی جب بڈھے (مولوی عبدالحلیم صاحب) کو پتھر پڑنے شروع ہوئے تو اپنے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ کر سر بسجود ہو گیا - حتّٰی کہ اسی حالت میں وہ آدھا پتھروں کے نیچے دب گیا - پھر ایک پتھر اس کے سر پر ایسا لگا کہ وہ بے قرار ہو کر منہ پر ہاتھ دھرے دوزانو بیٹھ گیا - جیسے کوئی نماز میں بیٹھتا ہے - چہرہ اور سر بالکل لہولہان تھے - آخر اسی حالت میں اس کی جان نکل گئی -

'' دوسرا...... جو کہ نوجوان تھا (قاری نور علی صاحب) کھڑا رہا - مگر جب اسے کوئی پتھر لگتا تو وہ گر پڑتا - پھر کھڑا ہوتا پھر پتھر کھا کر گر پڑتا - پھر اٹھتا پھر گرتا پھر اٹھنے کی کوشش کرتا - پھر سنبھل نہ سکا - آخر کار اسی طرح اس کی بھی جان نکل گئی -

'' دونوں پر اتنے پتھر برسائے گئے کہ دونوں کے جسم نیچے دب گئے اور سوائے

پتھروں کے ڈھیر کے کچھ نظر نہ آ سکتا تھا۔

''سوال کیا کہ کیا آپ نے بھی پتھر پھینکے تھے۔ کہا ہاں میں نے بیس پچیس پھینکے ہوں گے۔ پھر پوچھا کہ وہ پتھر کتنے بڑے بڑے ہوں گے۔ جو لوگوں نے ان پر برسائے۔ کہا کہ بعض دو دو تین تین سیر وزن کے ہونگے۔ پہاڑی ہے۔ اس لئے جو کسی کے ہاتھ آیا وہی دے مارا۔ پھر جب یہ سوال کیا کہ آپ کے پتھر پھینکنے کے وقت کیا خیالات تھے۔ تو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اس وقت تو کچھ اور ہی خیالات تھے۔'' (۱۲)

جناب فضل کریم صاحب سرگودھا مزید لکھتے ہیں کہ ضمناً میں ایک واقعہ بھی بیان کر دیتا ہوں جس کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بھی اپنی ایک تقریر میں ذکر فرمایا تھا:

ایک شخص نے جو شاید راولپنڈی کے علاقے کا رہنے والا ہے۔ اپنے ایک دوست کو کابل سے ...... خط لکھا کہ وہ دونوں قادیانی جن کی سنگساری کے لئے آپ اتنی مدت انتظار کرتے رہے اور اپنی واپسی ہندوستان (کا) التواء کرتے رہے۔ فلاں فلاں تاریخ کو سنگسار کئے گئے۔ میں نے آپ کی طرف سے بھی چار پتھر پھینکے تا کہ آپ بھی اس ثواب سے محروم نہ رہیں۔ آپ کو مبارک ہو۔

جب یہ خبر اس شخص نے پڑھی تو (اپنے) دوستوں سے خوشی خوشی اس کا ذکر کیا۔ اور ہمیں بھی (یعنی احمدی احباب کو) طنزاً یہ خبر سنائی گئی۔ گویا کہ ان لوگوں کو ایک فتح عظیم نصیب ہوئی۔ (اس وقت تک ہمیں قادیان سے اطلاع نہ پہنچی تھی) (۱۳) **اِنّا للّٰه و انّا الیه رَاجِعُون**

مکذبین کا انجام

۱۹۲۹ء میں سردار علی جان کو بچہ سقاؤ کے حکم سے کابل میں، سپاہیوں کی زیر نگرانی پھرایا گیا۔ اور اس کے بعد توپ کے منہ میں ڈال کر اڑا دیا گیا جس سے وہ فوت ہو گیا۔

سردار علی جان کو امیر امان اللہ خان نے خوست کی بغاوت رفع کرنے کے لئے باغیوں کے لیڈر یعنی ملا عبداللہ معروف بہ ملّائے لنگ اور اس کے داماد ملّا عبدالرشید معروف

بہ ملاّ ئے د بنگ سے گفت شنید کرنے کے لئے بھجوایا تھا۔ باغیوں نے مطالبہ کیا کہ امیر امان اللہ خان قادیانی ہوگیا۔ اگر یہ درست نہیں ہے تو اس کو چاہئے کہ اپنے دادا امیر عبدالرحمٰن خان اور والد امیر حبیب اللہ خان کی طرح چند احمدیوں کو قتل کروائے۔ سردار علی جان نے باغیوں کا یہ مطالبہ تسلیم کر کے امیر امان اللہ خان کو اس پر عمل کرنے کا مشورہ دیا۔ جس پر امیر امان اللہ خان نے انصاف کو بالائے طاق رکھتے ہوئے تین احمدیوں کو یعنی مولوی نعمت اللہ خان، مولوی عبدالحلیم اور قاری نور علی کو شہید کروادیا تھا۔

قاضی عبدالرحمٰن کوہ دامنی نے مولوی نعمت اللہ خان شہید کی سنگساری کا فتویٰ دیا تھا۔ اُسے بچہ سقاؤ نے ۱۹۲۹ء میں قتل کروادیا۔

بچہ سقاؤ تاجک قوم سے تعلق رکھتا تھا اور اس کا وطن کوہ دامن کے علاقہ میں خوجہ سرائے تھا۔ (۱۴)

ملّایان خوست جنہوں نے حکومت افغانستان کو احمدیوں کو شہید کرنے کی ترغیب دی تھی۔ ان کے متعلق لکھا ہے کہ

خوست کے باغی ملاّ عبداللہ مشہور بہ ملاّ ئے لنگ اور اس کے داماد ملاّ عبدالرشید ملاّ ئے د بنگ کو جب معافی کا وعدہ دے کر کابل لایا گیا تھا تو کچھ عرصہ تو امیر امان اللہ خان نے ان کو عزت اور احترام کے ساتھ ٹھہرایا لیکن جب بغاوت رفع ہوگئی اور منگل چمکنی جدران وغیرہ قبائل کو دبا دیا گیا اور علاقہ میں مرکزی حکومت افغانستان دوبارہ قائم ہوگئی۔ فوجیں واپس چلی گئیں تو امیر امان اللہ خان نے ان لوگوں سے بھی بدعہدی کی۔ ان ملاّؤں کو دربار میں پیش کیا گیا تو اس نے کہا کہ

’خدا کا شکر ہے کہ میرا غیور لشکر ان ملعون اور غدّار کتّوں کی گردنوں میں پٹہ ڈال کر میرے سامنے لے آیا۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ آپ ہمیشہ اس قسم کے کتوں کو پکڑ کر شیروں کی طرح اپنے پدرِ عاجز کے پاس لایا کریں۔‘

بالآخر امیر امان اللہ خان نے ان کو قتل کروادیا۔ (۱۵)

امیر امان اللہ خان جس نے اپنا تخت بچانے کے لئے احمدیوں سے بدعہدی کی اور تین احمدیوں مولوی نعمت اللہ خان صاحب پنجشیری، مولوی عبدالحلیم صاحب اور قاری نور علی صاحب کو سنگسار کروا کر شہید کروا دیا۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ ۱۹۲۹ء میں باغی ڈاکو حبیب اللہ خان معروف بچہ سقاؤ سے شکست کھا کر اپنے بڑے بھائی امیر عنایت اللہ خان کے حق میں دستبردار ہو کر قندھار کی طرف بھاگ گیا۔ وہاں اگرچہ اس کا لشکر اور حامی موجود تھے۔ لیکن دوبارہ شکست کھائی اور بالآخر اپنے حامی لشکر جو اس کے وطن قندھار سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کو بتائے بغیر خفیہ طور پر پھر فرار کا راستہ اختیار کیا۔

جب امیر امان اللہ خان کابل سے بھاگ کر قندھار پہنچا تو۔ قبیلہ سلیمان خیل بچہ سقاؤ کے ساتھ مل گیا۔ اور امیر امان اللہ خان سے لڑائی کرنے کو لشکر لے کر آ گیا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ قبیلہ ملّا شور بازار کے مرید تھے اور ملّا شیر آقا کے ہمنوا تھے۔ چونکہ یہ لوگ امان اللہ خان سے بیزار ہو چکے تھے اس لئے وہ بھی ان سے متنفر تھا۔ اس سے امان اللہ خان بے دل ہو گیا۔ اس کو ہزار سمجھایا گیا کہ وہ قبیلہ وردک کے علاقہ میں داخل ہو جائے یہ لوگ اس کے حامی تھے اور اب تک سقاویوں سے جنگ کر رہے تھے۔ لیکن امان اللہ خان پر خوف اس قدر غالب آ چکا تھا کہ اس نے یہ مشورہ بھی قبول نہ کیا اور اپنی فوج کو مُقر کی طرف ہٹ جانے کا حکم دیا۔ وہ مُقر میں بھی نہ ٹھہرا کیونکہ قبیلہ سلیمان خیل کا لشکر اس کے تعاقب میں تھا۔ وہاں سے امیر امان اللہ خان قلات زابل چلا گیا۔ اور وہاں سے اپنے سب حامیوں کو اسی حال میں چھوڑ کر خفیہ خفیہ انتظام کر کے اپنے اہل و عیال سمیت بلوچستان میں چمن آیا اور انگریزوں کی پناہ کا طالب ہوا۔ (۱۶)

اس ضمن میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ کابل میں شہر کی حفاظت کے لئے میر غوث الدین خان احمد زئی، ایک لشکر جمع کر رہا تھا۔ جس کا مقصد امیر امان اللہ خان کی حفاظت اور مدد کرنا تھا اس کو بادشاہ کی طرف سے اسلحہ بھی دیا گیا تھا۔ جب بچہ سقاؤ نے کابل پر حملہ کیا تو میر غوث الدین خان احمد زئی نے بجائے اس کے کہ باغیوں کا مقابلہ کرے اپنے لشکر سمیت

کابل چھوڑ کر اپنے وطن روانہ ہو گیا- اس کا وطن سمت جنوبی میں گردیز کے پاس تھا-

نئے بادشاہ امیر عنایت اللہ خان کی تخت نشینی کی رسم ملاّ صاحب شور بازار کے چھوٹے بھائی ملاّ شیر آقا نے ادا کی تھی- کابل میں نئے بادشاہ کے تقرر پر توپیں چھوڑی گئیں تو عوام کو یقین ہو گیا کہ امیر امان اللہ خان کا دور اقتدار ختم ہو چکا ہے-

امیر عنایت اللہ خان نے صلح کی خاطر بچہ سقاؤ کے پاس ایک وفد بھجوایا- جس کا لیڈر ملا شیر آقا تھا- اس وقت افغان فوج اور باغیوں کے درمیان گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی- یہ وفد سفید جھنڈا لہراتا ہوا نکلا اور باغ بالا کے پاس سرکاری دفاعی لائن کے قریب آ کر ٹھہر گیا-

ملاّ شیر آقا نے کابل کا دفاع کرنے والے سپاہیوں کے پاس جا کر اپنی موٹر رکوائی اور قریب کے سپاہیوں کو مخاطب ہو کر فارسی زبان میں کہا-

او بچہ ہا حالا شما برائے چہ جنگ مے کنید؟ اگر برائے امان اللہ خان خان جنگ مے کنید- مَن بشما گویم کہ او گریختہ است

جس کا مفہوم یہ ہے کہ

بچو! تم اب کس کے لئے جنگ کر رہے ہو- اگر تم امان اللہ خان کے لئے لڑ رہے ہو تو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ تو بھاگ چکا ہے-

ملاّ شیر آقا نے یہ فقرے تو کہہ دیئے اور سپاہیوں کو صاف الفاظ میں بتا دیا کہ امان اللہ خان اب بادشاہ نہیں رہا اور کابل سے بھاگ گیا ہے- لیکن اس نے سپاہیوں کو یہ نہیں بتایا کہ اب امان اللہ خان کی جگہ، معین السلطنت عنایت اللہ خان بادشاہ بن چکا ہے- اور یہ کہ میں نئے بادشاہ کی جانب سے بچہ سقاؤ کے پاس وفد لے کر جا رہا ہوں تاکہ اب وہ جنگ بند کر دے اور نئی حکومت کو قبول کر لے-

لیکن ملاّ شیر آقا نے ایسا نہیں کیا- ملاّ کے ان طلسماتی کلمات نے سرکاری فوج پر عجیب اثر کیا اور سپاہی یہ سمجھ کر اب کوئی بادشاہ نہیں رہا اور ان کے سر پر کوئی وجود ایسا نہیں جس کی ماتحتی اور ملازمت میں وہ لڑائی جاری رکھ سکیں- اپنے اپنے مورچے چھوڑ کر تتّر بتّر ہو گئے

اور سرکاری دفاع اس محاذ پر ختم ہو گیا۔

بچہ سقاؤ نے جب دیکھا کہ سرکاری فوج کی طرف سے فائر بند ہو چکے ہیں اور فوج اپنے مورچے چھوڑ کر منتشر ہو گئی ہے۔ تو وہ سمجھ گیا کہ قدرت نے اسے اب ایسا موقعہ دیا ہے کہ اس سے فائدہ اٹھا کر وہ خود امیر بن سکتا ہے۔

چنانچہ جب اس نے سرکاری وفد سے ملاقات کی تو ملاّ شیر آقا کی تجاویز ماننے سے صاف انکار کر دیا اور مطالبہ کیا کہ عنایت اللہ خان بھی دستبردار ہو جائے۔ اب وہ خود افغانستان کا امیر ہے۔

چنانچہ اسی روز باغیوں نے کابل میں داخل ہو کر ارک پر قبضہ کر لیا۔ اور امیر عنایت اللہ خان نے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔

عنایت اللہ خان کی طرف سے سفارت خانہ انگریزی کو درخواست کی گئی کہ عنایت اللہ خان اور اس کے خاندان کے لئے ہوائی جہازوں کا انتظام کر دیں۔ یہ درخواست بھی ملا شیر آقا کے ذریعہ سفیر برطانیہ کو کی گئی۔ انگریزوں نے اسے منظور کر لیا۔

جملہ امور طے پانے کے بعد عنایت اللہ خان نے تیسرے دن صبح قریباً دس بجے روتے دھوتے پشاور کی طرف پرواز کی۔ درّانی پھریرا جو ارک کے مشرقی برج پر لہرا رہا تھا۔ اتار دیا گیا۔ (۱۷)

تین بکروں کے ذبح کئے جانے کی پیشگوئی

اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہاماً خبر دی تھی کہ شَاتَانِ تُذبَحَانِ یعنی دو بکرے یا بکریاں ذبح کی جائیں گی۔ یہ الہام حضورؑ کی زندگی میں مولوی عبدالرحمٰن شہیدؓ اوّل اور حضرت مولانا محمد عبداللطیف صاحب شہیدؓ کی شہادت سے پورا ہوا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف تذکرۃ الشہادتین میں وضاحت سے اس پیشگوئی کا ذکر فرمایا ہے۔

مولوی عبدالرحمٰن خان کی شہادت مئی ۱۹۰۱ء میں اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی جولائی ۱۹۰۳ء میں واقعہ ہوئی - اس کے بعد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یکم جنوری ۱۹۰۶ء کو الہام ہوا کہ

''تین بکرے ذبح کئے جائیں گے-'' (۱۸)

چنانچہ جیسا کہ مفصل لکھا جا چکا ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں ۱۹۲۴ء میں مولوی نعمت اللہ خان صاحب اور ۱۹۲۵ء میں قاری نور علی صاحب اور مولوی عبدالحلیم صاحب کو سنگسار کیا گیا - اور اس طرح خدا کے مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی لفظاً لفظاً پوری ہوئی -

حوالہ جات

(۱)عاقبۃ المکذ بین مصنفہ قاضی محمد یوسف صاحب حصہ اوّل صفحہ ۹۸
(۲)اخبار الفضل قادیان ۱۷فروری ۱۹۲۵ء صفحہ ۸
(۳)الفضل ۲۱فروری ۱۹۲۵ء صفحہ ۱، عاقبۃ المکذ بین مصنفہ قاضی محمد یوسف صاحب حصہ اوّل صفحہ ۹۸
(۴)الفضل ۱۷فروری ۱۹۲۵ء صفحہ ۱
(۵)اخبار الفضل ۱۹فروری ۱۹۲۵ء صفحہ ۲
(۶)اخبار الفضل ۱۹فروری ۱۹۲۵ء صفحہ ۲
(۷)اخبار الفضل ۱۹فروری ۱۹۲۵ء صفحہ ۶ تا ۷
(۸)ماخوز از اخبار الفضل ۲۴فروری ۱۹۲۵ء، صفحہ ۲
(۹)بحوالہ اخبار الفضل ۲۸فروری ۱۹۲۵ء صفحہ ۱
(۱۰)انگریزی سے اردو ترجمہ، بحوالہ اخبار الفضل ۲۶مئی ۱۹۲۵ء، صفحہ ۵
(۱۱)اخبار الفضل قادیان ۱۷دسمبر ۱۹۲۶ء
(۱۲)اخبار الفضل قادیان ۱۷دسمبر ۱۹۲۶ء
(۱۳)تفصیل کے لئے زوال غازی مصنفہ عزیز ہندی ملاحظہ کریں۔
(۱۴)ملخّص از کتاب زوال غازی مصنفہ عزیز ہندی و اخبار الفضل ۱۰فروری ۱۹۲۵ء صفحہ ۴
(۱۵) کتاب زوال غازی مصنفہ عزیز ہندی صفحہ ۳۹۸ تا ۴۰۰، Amanullah Ex King of Afghanistan by Ronald Wild Page 247, A History of Afghanistan by Sir Percy Sykes volume II page 235-247, P.P 315-316
(۱۶) Amanullah Ex. king of Afghanistan, by Ronald Wild (Nisa A History of Traders) Quetta, Pakistan, P.P 226-234, Afghanistan Volume ii by Sir Percy Syek page 311-313. کتاب زوال غازی خلاصہ از صفحہ ۳۵۵-۲۹۰ مصنفہ عزیز ہندی، عاقبۃ المکذ بین حصہ اول مصنفہ جناب قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت احمدیہ صوبہ سرحد ۱۹۳۶ء، صفحہ ۹۸، صفحہ ۱۲۶-۱۱۵ مطبوعہ قادیان
(۱۷)اخبار بدر ۵جنوری ۱۹۰۶ء و اخبار الحکم ۱۰جنوری ۱۹۰۶ء
(۱۸) تذکرہ صفحہ ۵۳۵ ایڈیشن اوّل

باب ششم

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف شہید افغانستان کے شاگرد مولوی عبدالستار خان معروف بہ بزرگ صاحب اور ان کے بھائی مولوی عبدالغفار صاحب اور مُلّا میرو صاحب کے حالات

مولوی عبدالستار خان صاحب کا خاندان-قوم اور وطن

مولوی عبدالستار خان صاحب کے والد صاحب کا نام دیندار خان تھا- وہ موضع بل خیل خوست-صوبہ پکتیا افغانستان کے رہنے والے تھے-

اُن کا قبیلہ منگل تھا جس کی ایک شاخ، شریف زئی سے تعلق رکھتے تھے- بزرگ صاحب کا خیال تھا کہ شریف زئی دراصل سادات میں سے ہیں- آپ کے والد صاحب تو آپ کے احمدی ہونے سے قبل فوت ہو چکے تھے لیکن والدہ صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے قبول احمدیت کا شرف عطاء فرمایا-(۱)

ابتدائی حالات

مولانا عبدالستار خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ دادا اچھے عالم تھے اور لوگوں کو تعلیم دیا کرتے تھے- اُس زمانہ میں دو قسم کے لوگ تھے- ایک وہ جو اچھے عالم تھے وہ شیخان کہلاتے تھے- دوسرے وہ جو طالب علمی کی حالت میں تھے-

مجھے شیخان کو دیکھ کر خیال آیا کہ یہ لوگ صاحب حیثیت معلوم ہوتے ہیں- ان کا لباس بھی اچھا اور سفید ہے- اس لئے مجھے طلبِ علم کا شوق ہوا- اس پر مَیں نے تعلیم حاصل کرنے کے لئے باہر جانے پر کمر باندھی اور میرا ساتھ ان لوگوں سے ہو گیا جن کا تعلق قادری سلسلہ سے تھا-

بالآخر مَیں ایک ایسے مولوی کا شاگرد بن گیا جو حضرت صاحبزادہ محمد عبداللطیف کو جانتا تھا- میرے اس استاد نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی ایسی تعریف کی کہ مجھے ان سے ملنے کا شوق پیدا ہو گیا اور مَیں انہیں ملنے کی خاطر چل پڑا-مَیں ابھی انہیں نہیں مل سکا تھا کہ مستون مقام پر ایک مولوی صاحب کے پاس پہنچ گیا- یہ مقام خوست میں ہے- اس مولوی کے پاس ٹھہر گیا اور اس کی شاگردی اختیار کر لی- اس زمانہ میں حضرت صاحبزادہ صاحب سیّدگاہ میں تھے اور ان کے پاس بکثرت لوگ تعلیم کے لئے آیا کرتے تھے اور قرآن شریف

اور حدیث کا بیان ان کے ہاں ہوتا تھا-

میں ایک دو جمعے اُن کا درس سننے کے لئے جاتا رہا- اُن کے کلام اور وعظ نے میرے دل پر ایسا اثر کیا کہ میں مستون کو چھوڑ کر سیّد گاہ میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے پاس رہنے لگا-

کچھ دنوں کے بعد میرے استاد کا پیغام آیا کہ تم میری اجازت کے بغیر چلے گئے ہو میں تم سے بہت ناراض ہوں- تمہیں ہرگز معاف نہیں کرونگا- اُس وقت میرے دل میں خوف پیدا ہوا کہ یہ میرا استاد ہے کہیں مجھے بد دعا نہ دے- ایک طرف تو صاحبزادہ صاحب سے جدا ہونے کو دل نہیں چاہتا تھا، دوسری طرف اُس استاد کا خوف تھا- آخر مَیں نے حضرت صاحبزادہ صاحب سے بات کی اور سارا واقعہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا:

''اگر کوئی شخص کسی مولوی کی شاگردی اختیار کر لے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ استاد کا غلام بن گیا ہے- یہ آپ کی مرضی ہے جہاں آپ کا دل چاہے تعلیم حاصل کریں-''

یہ بات سن کر میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں رہنے اور تعلیم پانے لگا- میں نے ان سے بہت سے حقائق و معارف سنے- ان کی باتیں میرے دل پر بہت اثر کرتی تھیں-

اُس زمانہ میں جو شیخان خوست میں رہتے تھے وہ پیر صاحب مانکی کے مرید تھے اور اُن کا عقیدہ تھا کہ ان کا پیر آسمان و زمین اور جو کچھ زمین کے نیچے ہے اُس تمام مخلوق کا علم رکھتا ہے- چونکہ میں پہلے اسی عقیدہ پر تھا میں نے اس کا ذکر حضرت صاحبزادہ صاحب سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ:

''یہ بالکل غلط ہے جو بھی پیر و مرشد اس دنیا میں ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور خدا اور اس کے رسول کے حکم کے پابند ہیں اور اس کے قدم بقدم چلتے ہیں- قطبیت، غوثیت، ولایت بزرگی بس یہی ہے اس کے سوا کچھ نہیں-'' (۲)

صاحبزادہ ابوالحسن قدسی بیان کرتے ہیں کہ آپ بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ کی محبت میں کچھ ایسے کھوئے گئے تھے کہ دنیاوی کاروبار کی طرف آپ نے کبھی توجہ نہ دی- روزی کمانے

کی کبھی آپ نے مشقتّ نہ اٹھائی - اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو ہر قسم کی تنگی و شدّت سے بچائے رکھا - بظاہر آمدنی کی کوئی صورت نہ تھی - لوگ خود بخود آپ کی امداد کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے-

آپ حضرت صاحبزادہ صاحب کے مخلص دوستوں میں سے تھے- یہ دوستی کا تعلق اس وقت پیدا ہوا جب خوست کے بدعتی فرقے حضرت صاحبزادہ صاحب کے مخالف ہو گئے کیونکہ آپ ہمیشہ قرآن و حدیث کی اشاعت میں کوشاں رہتے تھے- اور اس کے مطابق عمل کی تلقین کرتے تھے- بدعتی فرقے آپ کے قتل کے درپئے رہتے تھے-

اس وقت بزرگ صاحب نے اپنا گھر بار چھوڑ کر اور سب تعلقات توڑ کر آپ کی صحبت میں رہنا اختیار کر لیا تھا-

جب حضرت صاحبزادہ صاحب سفر پر جاتے تو مولوی عبدالستار خان صاحب ساتھ ہوتے تھے- جب حضرت شہید مرحوم نے کابل جا کر رہائش اختیار کی تو وہ وہاں بھی ساتھ تھے- شہر کابل میں افغانستان کے بڑے بڑے آدمیوں سے ان کی واقفیت پیدا ہو گئی تھی - چنانچہ اعتمادالدولہ سردار عبدالقدوس خان شاہ غاصی ، مستوفی الممالک محمد حسین خان اور مرزا عبدالاحد خان کمیدان آپ سے خوب واقف تھے-

بزرگ صاحب کا قبولِ احمدیت

آپ اپنے احمدی ہونے کے متعلق یوں بیان کرتے تھے کہ جب ابھی صاحبزادہ سید عبداللطیف تک سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ نہیں پہنچا تھا ان دنوں آپ قرآن و حدیث کا درس دیتے تھے تو بیان فرمایا کرتے تھے کہ مہدی کے آنے کا یہی زمانہ ہے کیونکہ اس کی تمام علامات پُوری ہو چکی ہیں- تعجب ہے کہ مہدی کے ظُہور کی کوئی اطلاع نہیں ملی-

جب انگریزوں سے افغانستان کی سرحد کی نشان دہی ہو رہی تھی (یہ ۱۸۹۴ء کا ذکر

ہے۔ مرتب) تو گورنر خوست شیریں دل خان سرحد کے تصفیہ کے لئے جایا کرتے تھے اور ان کے ہمراہ حضرت صاحبزادہ صاحب بھی جاتے تھے۔ ان دنوں ایک موقع پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصنیف آئینہ کمالات اِسلام صاحبزادہ صاحب تک پہنچی۔ آپ نے اس کتاب کو پڑھ کر حضورؑ کے دعویٰ کی تصدیق کی اور اپنے واقف کار لوگوں کو اس بارہ میں سمجھانا شروع کر دیا۔ شیریں دل خان گورنر اور ان کے عملہ کو بھی پیغام پہنچایا۔

بزرگ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ سردار شیریں دل خان اچھے آدمی تھے اور انہوں نے انکار نہیں کیا تھا بلکہ غالباً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی تصدیق کی تھی۔

اس کے علاوہ صاحبزادہ صاحب مرحوم نے سیّدگاہ میں اپنے چند مخلص دوستوں کو جمع کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی اطلاع دی اور سب نے اسے مان لیا۔ مولوی عبدالستار خان صاحب نے اُس وقت کچھ سوالات کئے تھے جن کے حضرت صاحبزادہ صاحب نے تسلی بخش جواب دیئے تھے۔

مولوی عبدالستار خان صاحب کے چھوٹے بھائی مُلاّ میرو صاحب اس بات پر کبھی کبھی طنز کیا کرتے تھے لیکن بزرگ صاحب فرماتے تھے کہ مَیں نے انکار کی وجہ سے نہیں بلکہ مزید اطمینان حاصل کرنے کے لئے کچھ باتیں پوچھی تھیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب قادیان آنے سے قبل اپنے بعض شاگردوں کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھجوایا کرتے تھے اور حضور کی خدمت میں خطوط بھی لکھتے رہتے تھے ان شاگردوں میں مولوی عبدالستار خان صاحب اور مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب شامل تھے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنی اور اپنے بعض شاگردوں کی بیعت کے خطوط بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں لکھ دیئے تھے۔ مولوی عبدالستار خان صاحب بتایا کرتے تھے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی یہ خواہش تھی کہ وہ افغانستان سے ہجرت کر کے مع اہل وعیال قادیان آ جائیں لیکن آپ کا شہید ہونا ہی مقدر تھا۔

جب حضرت صاحبزادہ صاحب شہید ہو گئے تو مولوی عبدالستار صاحب ۱۹۰۴ء میں ہجرت کر کے قادیان آ گئے۔(۳)

قادیان میں قیام کے حالات

صاحبزادہ سید ابوالحسن صاحب قدسی نے مولوی عبدالستار بزرگ صاحب کو اپنے افغانستان سے قادیان آنے کے بعد ۱۹۲۶ء میں پہلی دفعہ دیکھا تھا۔ قدسی صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپ کا قد درمیانہ اور بدن چھریرا تھا۔ پیشانی روشن تھی۔ چہرہ نورانی تھا، داڑھی سفید تھی۔

آپ کی طبیعت میں شیفتگی اور نرمی اور تواضع اور خاکساری تھی۔مسکراتے رہتے تھے مگر کبھی قہقہہ مار کر نہیں ہنستے تھے۔مخلوقِ خدا کی ہمدردی اور دوسروں کی تکالیف کا بے حد احساس تھا...... آپ کو گوشہ نشینی اور گمنامی پسند تھی لیکن اکثر لوگ آپ کی دعا کی قبولیت کا مشاہدہ کر چکے تھے۔ جماعت احمدیہ میں آپ کی شہرت اور آپ سے واقفیت بہت تھی۔

آپ کی مادری زبان پشتو تھی۔ فارسی اور عربی میں بھی گفتگو کر سکتے تھے۔ اُردو زبان بھی خُوب پڑھتے اور سمجھتے تھے مگر بولنے کی زیادہ مَشق نہ تھی۔

آپ نے اپنے حجرہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کا درس جاری کیا ہوا تھا۔ قرآن و حدیث کی تعلیم دیا کرتے تھے اور قرآن مجید کے بعض نہایت لطیف معنے بیان کرتے تھے۔تصوّف کی اکثر کتابوں پر عبور تھا اور صوفیوں کے حالات سے خوب واقف تھے۔ آپ کا تصّوف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رنگ میں رنگین تھا۔ حضور اقدسؑ کی روایات بھی بیان کرتے تھے۔ آپ کا حافظہ بہت اچھا تھا۔ ایک ایک روایت مَیں نے کئی کئی دفعہ آپ سے سنی۔ جہاں تک مجھے علم ہے آپ کی ہر روایت کے الفاظ ہر دفعہ ایک ہی ہوتے تھے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور حضرت مولوی شیر علی صاحب کو آپ سے خاص تعلق تھا۔

آخری بیماری اوروفات

جب آپ بہت ضعیف ہو گئے تو اپنے حجرہ سے کم باہر آتے تھے- نماز کے لئے مسجد میں یا کبھی کبھی بہشتی مقبرہ جانے کے سوا کہیں نہ جاتے تھے- آپ سال بھر بیمار رہے- سخت بیماری کی حالت میں بھی نماز کے پابند رہے- نوافل بھی کثرت سے پڑھتے تھے- مرض کے آخری دنوں میں درود شریف اور یہ دعا بار بار زور سے نماز میں پڑھتے تھے ''**اَللّٰھُمَّ دَمِّرِ الظَّالِمِیْنَ تَدْمِیْرًا- اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ-**''

جب آپ کی حالت نازک ہوگئی تو ایک شخص نے آپ سے کہا: ''آپ کے جدا ہونے سے ہمیں بڑی تکلیف ہوگی-'' آپ نے فرمایا: ''خدا کرے قیامت میں جدا نہ ہوں- اللہ تعالیٰ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت شہید مرحوم سے جدا نہ کرے-''

آخر مؤرخہ ۱۸/اکتوبر ۱۹۳۲ء کو وفات پا کر مقبرۂ بہشتی میں دفن ہوئے- **رَضِیَ اَللّٰہُ وَاَرْضَاہُ بِمَا یَرْضٰی بِہٖ عِبَادہ الْمُقَرَّبِیْن**- آمین (۴)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت مولوی عبدالستار صاحب افغان المعروف بزرگ صاحب جو ایک عرصہ سے مہمان خانہ قادیان کی خاص رونق اور برکت تھے ۱۷/اکتوبر ۱۹۳۲ء مطابق ۱۶ جمادی الآخر ۱۳۵۱ھ کو اس جہان فانی سے رحلت کر کے ہمیشہ کے واسطے مقبرہ بہشتی میں جاگزین ہو گئے- آپ کی وفات ہمارے لئے ایک قومی صدمہ ہے- کیونکہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے خادِم، عالمِ باعمل، صاحبِ کشوف والہامات تھے- آپ کی دعائیں اکثر احباب کے واسطے موجب تشفّی اور برکات ہوتی تھیں- آپ کا درس کئی طالبعلموں کے واسطے حصول علم کا موجب تھا-

''عاجز اکثر آپ کی صحبت میں تسکین اور روحانی راحت حاصل کرنے کے واسطے جا

بیٹھتا تھا۔ افغانی احمدیوں کا آپ کے گرد ہمیشہ ایک مجمع رہتا تھا۔ اور آپ ان کی تعلیم وتربیت وترقی کی طرف خاص توجہ کرتے تھے۔ مرحوم حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کے خاص شاگردوں اور دوستوں میں سے تھے۔

''حضرت شہید مرحوم نے مولوی عبدالستار صاحب کو قادیان بھجوایا تھا تاکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملیں اور آپ کے حالات معلوم کر کے واپس آئیں۔ مولوی عبدالستار صاحب قادیان آئے، کچھ مدّت یہاں رہے...... واپس حضرت شہید مرحوم کے پاس گئے اور تمام حالات قادیان سے انہیں آگاہ کر کے قادیان آنے کا مشتاق بنایا۔

''مَیں اُس وقت ہنوز ریاست جموں کے ہائی سکول میں ملازم تھا مگر قادیان اکثر آتا رہتا تھا۔ اس واسطے ابتداء سے ہی مجھے مرحوم کے ساتھ واقفیت اور محبّت کا تعلق تھا۔ مرحوم ابتدائی زمانہ میں اپنے استاد حضرت شہید مرحوم کے حکم سے کئی بار قادیان آئے ...... حضرت صاحبزادہ صاحب مرحوم ۱۹۰۲ء میں خود ایک قافلہ شاگردان کے ساتھ قادیان آئے تو اس وقت بھی مولوی عبدالستار صاحب وسید احمد نور آپ کے ہمراہ تھے اور ان کے ساتھ ہی خوست واپس گئے تھے۔

پھر ۱۹۰۴ء میں قادیان ایسے آئے کہ ۲۸ سال گذشتہ برابر یہاں مقیم رہے آپ کی عمر بوقت وفات قریباً نوے (۹۰) سال تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت میں بلند مقامات عطا فرمائے اور اپنے قرب میں خاص جگہ دے۔'' (۵)

آپ کے انتقال کے بارہ میں اخبار الفضل رقم طراز ہے:

''نہایت ہی رنج اور افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ حضرت مولوی عبدالستار صاحب افغان المعروف بزرگ صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوّلین صحابہ اور حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کے شاگردانِ خاص میں سے تھے۔ طویل علالت کے بعد ☆ ۱۸؍اکتوبر ۱۹۳۲ء کو ساڑھے آٹھ بجے صبح دنیائے فانی سے رحلت فرما

☆ حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے الفضل ۳۰؍اکتوبر ۱۹۳۲ء صفحہ ۸ پر تاریخِ وفات ۱۷؍اکتوبر ۱۹۳۲ء لکھی ہے۔

گئے-اناللّٰہ و انا الیہ راجعون-

''مرحوم قادیان میں سب سے پہلے ۱۸۹۷ء میں تشریف لائے-اس کے بعد دو تین مرتبہ اپنے علاقہ خوست سے آتے رہے-

''آپ نہایت منکسر المزاج، پاک طینت اور اعمال صالحہ بجا لانے والے انسان تھے-صاحب مکاشفات بھی تھے-آپ عمر بھر مہمان خانہ کے ایک چھوٹے سے حجرہ میں نہایت صبر وشکر کے ساتھ فقیرانہ رنگ میں اقامت گزیں رہے-

''حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے بہت بڑے مجمع کے ساتھ باغ میں آپ کا جنازہ پڑھایا- پھر باغ سے لے کر بہشتی مقبرہ تک نعش کو کندھا دیا- چہرہ دیکھ کر حضور تشریف لے آئے-

''واپسی پر مرحوم کے خصائل حمیدہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کو غصّہ کے وقت اپنے نفس پر بہت قابو تھا- بلکہ اس خصوص میں آپ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب سے بھی بڑھے ہوئے تھے-

''حضور نے یہ بھی فرمایا کہ یہ ان کے روحانی تعلق کا ثبوت ہے کہ جب تک میں ڈلہوزی سے واپس نہیں آیا ان کی وفات نہیں ہوئی پھر آپ نے ایک رؤیا کا ذکر فرمایا جو ڈلہوزی میں دیکھا تھا کہ قادیان میں ایک ایسے شخص کی وفات ہوئی ہے جس سے زمین وآسمان ہل گئے ہیں-مرحوم بہشتی مقبرہ میں دفن کئے گئے-

''اُن کی عمر کا صحیح اندازہ نہیں-اَغلبًا ۷۰ برس کے قریب تھی-

''احباب سے درخواست ہے کہ جنازہ غائب پڑھیں اور آپ کی بلندی درجات کے لئے خصوصیت سے دعا مانگیں-''(۶)

مولوی عبدالستار خان صاحب کے بارہ میں
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشادات

حضور ایک خطبہ جمعہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ایمان کی ادنیٰ علامت یہ ہے کہ اگر مومن بندے کو آگ میں بھی ڈال دو تب بھی وہ ایمان ترک کرنا گوارا نہ کرے۔ جب ادنیٰ سے ادنیٰ بشاشتِ ایمان دل میں پیدا ہو جانے پر انسان کی یہ حالت ہو جاتی ہے اور اس قدر اُس کے اندر عزم اور استقلال راسخ ہو جاتا ہے تو اعلیٰ ایمان پر جو کچھ انسانی قلب کی کیفیت ہوسکتی ہے وہ ظاہر ہے۔ اس قسم کے لوگوں میں سے جو اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف رکھتے ہیں اور جن کی وجہ سے مجھے اس خطبہ کی تحریک ہوئی۔ مولوی عبدالستار صاحب افغان تھے جو ابھی پچھلے ہی ہفتہ فوت ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک غیر ملک سے لاکر اس نعمت سے متمتع کیا وہ سید عبداللطیف صاحب شہیدؓ کے شاگرد تھے اور ان کے ساتھ ہی سلسلہ میں داخل ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کچھ اس قسم کا ایمان اور اخلاص عطا کیا تھا۔ جو بہت ہی کم لوگوں کو میسر آتا ہے۔ مجھے بچپن سے ہی جب وہ قادیان آئے اُن سے اُنس رہا ہے۔ اور میں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی خاص موقعوں پر انہیں دعا کے لئے کہہ دیتے تھے۔ جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعض دفعہ دوسروں کو دعا کے لئے کہہ دیتے اور جیسا کہ ہر مومن دوسرے مومن کو اپنے لئے دعا کی تحریک کرتا ہے۔

''چونکہ اللہ تعالیٰ کے مامورین میں کبر نہیں ہوتا اور وہ خدا کی استغناء ذاتی سے واقف ہوتے ہیں اس لئے دعا کے موقع پر وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم مامور ہیں اور دوسرا غیر مامور۔ بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ سارے ہی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور نہ معلوم اس وقت اللہ تعالیٰ کس منہ کی دعا قبول کرلے۔

''مولوی عبدالستار صاحب کے متعلق میرا ایک تجربہ ہے جس کا میرے قلب پر آج

تک اثر ہے- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا مقام عطا فرمایا تھا کہ وہ صحیح الہام پاتے تھے-حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہٗ کے زمانہ میں جب مَیں نے دیکھا کہ جماعت میں تبلیغ کا پہلو نہایت کمزور ہورہا ہے تو اس وقت مَیں نے تجویز کی کہ ہم ایک ایسی جماعت بنائیں جس کا فرض ہو کہ وہ دنیا میں تبلیغ کرے- میں نے اس تجویز کا علم اس وقت کسی کو نہ دیا- یہاں تک کہ اپنے گہرے دوستوں سے بھی اس کا ذکر نہ کیا-

''جہاں تک میرا خیال ہے صرف میں نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کر دیا تھا لیکن بالکل ممکن ہے میں نے ان سے بھی ذکر نہ کیا ہو- کیونکہ مجھ پر اثر یہی ہے کہ میں نے ابھی اس تجویز کا کسی سے ذکر نہیں کیا تھا- پھر میں نے بعضوں کو استخارہ کے لئے اور بعض کو دعا کے لئے کہا جنہیں مُجملاً بتا دیا کہ کوئی دینی بات ہے اس کے لئے دعا کریں- اس سے زیادہ میں نے کسی کے سامنے وضاحت نہ کی-

''مولوی عبدالستار خان صاحب افغان کو بھی میں نے لکھا کہ میرے دل میں ایک مقصد ہے آپ اس کے لئے دعا کریں اور اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ معلوم ہو تو اس سے مجھے مطلع کریں- دو تین روز کے بعد انہوں نے مجھے جواب دیا- اگرچہ مَیں نے انہیں کچھ نہیں بتایا تھا کہ میرے دل میں کیا مقصد ہے آیا وہ میرا ذاتی کام ہے یا دینی اور اگر دینی کام ہے تو کیا؟ لیکن جواب میں اوّل انہوں نے مختلف الہامات لکھے جو سارے کے سارے تبلیغ کے متعلق تھے اور پھر ایک رؤیا لکھی کہ ایک میدان میں تمام لوگ کھڑے ہیں اور مفتی محمد صادق صاحب بھی وہیں ہیں- پھر لکھا آپ نے یہ کہنے کے بعد (اُنہیں) کسی پہاڑی سرد علاقہ میں تبلیغ کے لئے بھیج دیا- گویا جو تبلیغ کا نقشہ میرے ذہن میں تھا وہ خدا تعالیٰ نے سارے کا سارا بتا دیا- پھر جزئیات بھی بتا دیں جو اب تک پوری ہو رہی ہیں-

''چنانچہ مفتی محمد صادق صاحب کو عرصہ تک باہر تبلیغ کے لئے مَیں نے بھیج دیا اور اب بھی پہاڑوں پر انہیں مختلف کاموں کے لئے بھیجنا پڑتا ہے-

''بعض اور امور میں بھی میرا اُن کے متعلق تجربہ ہے مگر اس واقعہ کا میرے دل پر

خاص اثر ہے- اُس زمانہ میں مجھے تبلیغ کی کمی کا اس قدر احساس تھا اور میرے دل پر اس قدر اثر تھا کہ وہ دیوانگی کی حد کو پہنچا ہوا تھا- یہ رؤیا میرے لئے بہت اُمید افزا ثابت ہوئی اور پھر خدا تعالیٰ نے تبلیغ کے لئے راستے کھول دیئے- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور مولوی صاحب کا بہت بڑا درجہ تھا-

''ان کی وفات سے دو اڑھائی مہینے پہلے کی بات ہے مَیں نے ڈلہوزی میں ایک رؤیا دیکھا کہ کوئی شخص نہایت گھبرائے ہوئے الفاظ میں کہتا ہے ' دوڑو! دوڑو! قادیان میں ایک ایسا شخص فوت ہوا ہے جس کے فوت ہونے سے آسمان و زمین ہل گئے ہیں-' جب میری نظر اٹھی تو میں نے دیکھا کہ واقعی آسمان ہل رہا تھا اور مکان بھی ہل رہے ہیں گویا ایک زلزلہ آیا ہے-

''میرے قلب پر اس کا بڑا اثر ہؤا مَیں گھبرا کر پوچھتا ہوں کہ کون فوت ہؤا ہے؟ ......اس رؤیا کے سات آٹھ دن بعد تار پہنچا کہ حضرت ام المومنین سخت بیمار ہیں- اُس وقت تار کے پہنچنے پر میں نے بعض دوستوں کو جن میں ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اور غالبًا مولوی شیر علی صاحب بھی تھے بتایا کہ میں نے اس طرح رؤیا دیکھا ہے جس کی وجہ سے مجھے گھبراہٹ ہے شاید اس سے مُراد حضرت اُم المومنین ہی ہوں میں فوراً روانہ ہو گیا لیکن میرے آنے تک بہت حد تک انہیں صحت ہو گئی تھی- پھر جلد ہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُنہیں کامل صحت ہو گئی-

''اس کے چند ہی دنوں کے بعد مولوی عبدالستار صاحب بیمار ہو گئے اور مجھے ان کی بیماری کی اطلاع پہنچی- گو میں اس عرصہ میں ان کی صحت کے لئے دعا کرتا تھا مگر دل میں خدشہ تھا کہ اس خواب سے مراد انہی کی وفات نہ ہو- اور اب جب کہ وہ فوت ہو چکے ہیں- مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ رؤیا انہی کے متعلق تھی جو پوری ہو گئی-

''جب کوئی شخص ایسا فوت ہوتا ہے جو مقبول الٰہی ہو تو ان کی وفات کا زمین و آسمان پر اثر ضرور ہوتا ہے- حدیثوں میں بھی اس قسم کا مضمون آتا ہے کہ جب مومن بندے کی جان نکالنے کا وقت آتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کو بہت تَردُّد ہوتا ہے- تردّد اور پھر اللہ تعالیٰ کا تردّد یقیناً زمین و آسمان کو ہلا دینے والا ہوتا ہے-

''میں نے ذکر کیا تھا کہ بعضوں کے لئے الہام ٹھوکر کا موجب ہو جاتا ہے اور مَیں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں سے کئی لوگ ایسے ہیں جو الہام کو اپنی شہرت کا ذریعہ بنانا چاہتے ہیں اور اس طرح انہیں ٹھوکر لگ جاتی ہے۔مگر مولوی عبدالستار صاحب کو کثرت سے الہامات ہوتے تھے۔باوجود اس کے انہوں نے کبھی الہامات کو اپنی بڑائی کا ذریعہ نہ بنایا۔

''خلافت کی اطاعت اور سلسلہ کے نظام کا احترام ان کے اندر پورے طور پر پایا جاتا تھا اور وہ ہمیشہ اپنے آپ کو سلسلہ کا جزو سمجھتے تھے۔ میں نے انہیں دیکھا کہ اگرچہ وہ عبادات کی کثرت اور صحت کی کمزوری کی وجہ سے مُنحنی اور کمزور رہتے تھے۔مگر جب کبھی کوئی ایسا واقعہ ہوا جس میں غیروں سے مقابلہ کی ضرورت پیش آئی وہ باوجود کمزوری کے جوانوں کی طرح وہاں پہنچ جاتے ابھی پچھلے دنوں میری موجودگی میں سکھوں سے جب فساد ہوا تو ایک نوجوان پٹھان نے بتلایا کہ میں کمرے سے کوئی چیز تلاش کر رہا تھا۔مولوی صاحب کہنے لگے کیا کام ہے۔ میں نے کہا کہ سکھوں سے احمدیوں کی لڑائی ہوگئی ہے۔آپ اس وقت بیمار اور سخت کمزور تھے سنتے ہی گھبرا کر چارپائی پر ہلنے لگے اور کہنے لگے پھر تم یہاں کیا دیکھ رہے ہو جلدی کیوں نہیں جاتے ......

''وہ اپنے آپ کو نظام سے بالا نہیں سمجھتے تھے......مَیں نے ان میں ہمیشہ یہ خوبی دیکھی کہ وہ اطاعت اور سلسلہ کے نظام کا احترام پوری طرح ملحوظ رکھتے تھے۔

''پٹھانوں کے لئے تو ان کا وجود ایک نعمتِ غیر مترقبہ تھا۔وہی انہیں پڑھایا کرتے اور وہی لڑائی جھگڑے کے موقع پر انہیں نصیحت کرتے اور سمجھاتے۔غرض بغیر اس کے کہ افغانستان سے آنے والے احمدیوں کی خبرگیری کے لئے ہمیں کچھ کرنا پڑتا وہ خود ہی ان کی تعلیم وتربیت کا انتظام کر دیتے۔ پھر خدا نے ان کو توکل کا مقام عطا فرمایا تھا۔وہ نہایت ہی سیر چشم واقع ہوئے تھے۔اتنے عرصہ میں کہ وہ قادیان میں رہے۔ مجھے یاد نہیں کہ انہوں نے کبھی ایک دفعہ بھی اپنی ذاتی ضروریات کے لئے مجھے کسی قسم کی تحریک کی ہو۔اور میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے ایسے سامان پیدا فرما دیا کرتا تھا کہ خود بخود ان کی ضروریات پوری ہو جاتیں کیونکہ وہ شخص

جو خدا پر توکل کرتا ہے- اللہ تعالیٰ اس کے لئے لوگوں کے دلوں میں خود الہام کرتا ہے کہ وہ اس کی مدد کریں-غرض اللہ تعالیٰ الہام کے ذریعہ ان کی امداد بھی کرا دیتا تھا-

''میں نے الہام کے بارہ میں جس قدر اپنی جماعت کے اشخاص دیکھے ہیں ان میں سے میں نے انہیں زیادہ ثابت قدم غیر متزلزل اور مضبوط دیکھا..................

''الہام ہماری جماعت میں سے اور بھی بہت سے لوگوں کو ہوتے ہیں مگر بعض ان میں سے ایسے ہیں جو ایک وقت میں آ کر ٹھوکر کھا جاتے ہیں اور پھر توکئی ایسے بھی ملہم ہیں جو مجھے دھمکیاں دینے لگ جاتے ہیں- وہ خیال کرتے ہیں کہ چونکہ مَیں نے کبھی اپنے الہامات یا کشوف بیان نہیں کئے اس لئے مجھے الہامات ہوتے ہی نہیں اور اس طرح وہ اپنے کشوف اور الہامات سنا سنا کر مجھے ڈرانا چاہتے ہیں-

''حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن شریف کا جو علم دیا ہے اس کے ماتحت انسانوں کی دھمکیاں مجھ پر اثر ہی نہیں کرتیں- چاہے دھمکی دینے والا ملہم کے لباس میں آئے، چاہے مامور کے لباس میں، چاہے بادشاہ کے لباس میں اور چاہے فقیر کے لباس میں-

''مَیں جانتا ہوں کہ کلام اور کلام کے پانے والوں کے کیا درجے اور مراتب ہوتے ہیں اور مَیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان درجوں کو خوب سمجھتا ہوں- اس لئے مجھ پر ہمیشہ وہی چیز اثر کرتی ہے اور اُتنا ہی اثر کرتی ہے جو اثر والی ہو اور جتنی اُس میں تاثیر پائی جاتی ہو- اس سے اوپر اور نیچے مجھ پر کوئی چیز اثر نہیں ڈال سکتی-

''مولوی عبدالستار صاحب افغان کو مَیں نے دیکھا ہے کہ انہیں کثرت سے الہامات ہوتے تھے- مگر باوجود اس کے وہ خلافت کا انتہائی ادب کرتے اور سوائے ایک دفعہ کے میرے اور ان کے درمیان کبھی غلط فہمی پیدا ہونے کا موقع نہیں آیا- وہ بھی اس طرح کہ ایک شخص نے میرے پاس بیان کیا کہ مولوی صاحب ایسی ایسی باتیں بیان کرتے ہیں-

''مَیں نے کہا کہ مولوی صاحب ایسا تو نہیں کہتے ہوں گے، تمہیں غلطی لگی ہو گی- چنانچہ اس کے فوراً بعد مولوی صاحب کو پتہ لگا تو انہوں نے میرے پاس تردید کی اور کہا کہ مَیں

نے کوئی ایسی بات نہیں کہی ......

''پس مَیں تاریخ میں جماعت کے ایک نیک اور اچھے شخص کے نمونے کو قائم کرنے کے لئے یہ خطبہ کہہ رہا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کو بھی آپ کا اتنا خیال تھا کہ جن چند لوگوں کو آپ نے امام الصّلوٰۃ کے طور پر مقرر کیا ہوا تھا اُن میں سے ایک آپ بھی تھے۔ غرض جہاں مَیں چاہتا ہوں کہ تاریخ میں ان مخلص اور خدا رسیدہ لوگوں کے نام رہ جائیں وہاں مَیں نوجوان احمدیوں اور نئے احمدی بننے والوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس قسم کا اخلاص اور ایمان پیدا کریں اور انہیں اللہ تعالیٰ پر ایسا یقین معرفت اور توکل ہو کہ اللہ تعالیٰ ان سے براہ راست ہمکلام ہو اور وہ اس مقام پر کھڑے ہوں کہ ان کی وفات آسمان اور زمین کو ہلا دینے کا موجب ہو............

''یاد رکھو کہ یقین کے مقام پر وہ شخص ہوتا ہے جو کامل تعشّق، کامل عبودیت اور کامل توکل پیدا کرتا ہے اور یہاں تک اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق میں گُداز ہو جاتا ہے۔'' (۷)

بعض روایات

☆ حضرت بزرگ صاحب نے بیان کیا کہ:

ایک دفعہ یورپ سے کسی شخص نے کوئی کھانے کی چیز از قسم حلوہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھجوائی۔ حضور نے اسے اپنے موجود احباب میں تقسیم کر دیا۔ مولوی عبدالستار خان صاحب اُس وقت موجود نہ تھے حضور نے ان کے لئے دُگنا حصہ رکھ لیا۔ جب وہ حاضر خدمت ہوئے تو انہیں ان کا حصہ دے دیا۔ مولوی صاحب ان دنوں جسم میں درد اور کھانسی کے عارضہ سے بیمار تھے۔ وہ حلوہ کھانے سے ان کی شکایت جاتی رہی اور وہ بالکل تندرست ہو گئے۔ (۸)

☆ مکرم محمد فاضل ابن نور محمد سکنہ کبیر والا، ضلع ملتان (حال ضلع خانیوال) بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ قادیان گئے۔ اُس وقت موسم سرما تھا۔ اُن کے پاس اوڑھنے کو کوئی کپڑا نہ

تھا۔ ان دنوں مولوی عبدالستار خان صاحب کابلی بھی موجود تھے۔ ہم دونوں حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مطب میں سوئے۔ حضرت مولانا حکیم صاحب نے انہیں دو لحاف دے دئے۔ رات کو اٹھ کر دونوں تہجد پڑھتے تھے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صبح کو جب سیر کے لئے تشریف لے جاتے تو دونوں سردی کی وجہ سے پہلے ہی دھوپ میں جا بیٹھتے تھے......حضور جب باہر تشریف لاتے تو ہماری طرف دیکھتے تھے۔ جب ہماری نظریں اٹھتیں تو حضور اپنی نظریں نیچی کر لیتے تھے۔ اُس وقت مولوی عبدالستار خان صاحب کی حالت ایک مجذوب کی سی تھی۔ ان میں جذبہ محبت انتہاء تک پہنچا ہوا تھا۔ (۹)

☆ اخبار الحکم ۲۴ رنومبر ۱۹۰۱ء رقم طراز ہے کہ

خوست علاقہ غزنی سے حضرت اقدسؑ کے ایک مخلص مُرید مولوی عبدالستار صاحب مع اپنے تین رفیقوں کے تشریف لائے۔

مولوی عبدالستار صاحب کی زبانی ہمیں معلوم کر کے ازبس افسوس ہوا کہ ہمارے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک مخلص دوست مولوی عبدالرحمٰن صاحب جو اس علاقہ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اشاعت کا موجب ہوئے کسی ناخداترس کے اشارہ سے شہید کیئے گئے۔ **اِنّا لِلّٰہ وَاِنّا اِلیہ رَاجِعُون**۔ (۱۰)

☆ بزرگ صاحب نے بیان کیا کہ حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب کی شہادت کے بعد میرا دل گھبرا رہا تھا بوقت خواب میری زبان پر جاری ہوا

"آتش عشق آمد وَ گرد و جوارِ من بسوخت"

کابل کے بارہ میں (القاء ہوا)

"قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ قَتَلُوْهُ"

☆ بزرگ صاحب نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت شہید مرحوم نے فرمایا کہ میری زبان پر جاری ہوا کہ درویشان سنگ برمیدارند۔ یعنی جو درویش ہوتے ہیں اگر اُن پر پتھر

برسائے جائیں تو پرواہ نہیں کرتے -

☆ بزرگ صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ امیر حبیب اللہ خان کو میں نے خواب میں دیکھا تو میری زبان پر آیا - اِنِّی لَاَظُنُّکَ یَافِرعونُ مَثْبُوْرًا اے فرعون میں تجھے ہلاک شدہ یقین کرتا ہوں -

☆ بزرگ صاحب نے بیان کیا کہ ابھی آپ کو شہید نہیں کیا گیا تھا کہ میری زبان پر یہ جاری ہوا عَقَروا النّاقۃَ وَعَصَوُا الرسُولَ لَوْتُسَوَّ بِھِم الْاَرضُ لَکَانَ خَیرًا لَّھُمْ -

☆ بزرگ صاحب نے بیان کیا کہ کابل کے بارہ میں اِلقاء ہوا خَرِبتِ الخیبرَ و ھَلَکَتِ الاعداء فَغَشٰھَا مَاغَشّٰی فِبَایِّ اٰلآءِ رَبِّکَ تَتَمارٰی -

☆ بزرگ صاحب نے بیان کیا کہ جب حضرت شہید مرحوم کی لاش کو قبر سے نکالا گیا - تو اُن کی زبان پر یہ جاری ہوا -

وَجَاؤُا بِاَمْرٍ عَظیمٍ فَاَغْرقنَاھُم اَجْمعین - (۱۱)

<u>وضاحت از مرتب</u>: یہ اُس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب سردار نصر اللہ خان برادر امیر حبیب اللہ خان کے حکم پر والی خوست سردار محمد اکبر خان شاہ غاصی چند سپاہی لے کر رات کو سیّد گاہ آیا اور حضرت شہید مرحوم کا تابوت اُس مقام سے جہاں اُن کو مُلّا میرو نے کابل سے لا کر دفن کیا تھا - نِکال کر غائب کر دیا - (سید مسعود احمد)

☆ بزرگ صاحب نے بیان کیا کہ قادیان میں قیام کے دوران ایک مرتبہ حضرت شہید مرحوم نے بیان کیا کہ قادیان میں وہی آرام سے رہتا ہے جو درود شریف بہت پڑھتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہل بیت سے محبت رکھتا ہے - مسجد مبارک میں اللہ تعالیٰ نے مکہ اور مدینہ کی برکتیں نازل کی ہیں - جب منارۃ المسیح مکمل ہو جائے گا تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کمالات اور فیضان کا نزول ہوگا - (۱۲)

☆ بزرگ صاحب نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت صاحبزادہ صاحب کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے - آپ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ ملائکہ نے میرے سبب بہت سے لوگوں کو قتل

کیا ہے میں کیا کروں میں نے تو قتل نہیں کیئے - (۱۳)

☆ بزرگ صاحب نے بیان کیا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں بارہا آسمان پر گیا ہوں اور لوگ جو سات آسمان بتاتے ہیں اس سے کہیں زیادہ آسمان ہیں- میں نے حضرت مرزا صاحب کو آسمان میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر دیکھا ہے-(۱۴)

☆ بزرگ صاحب نے بیان کیا کہ صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ مَیں جنت میں بہت دفعہ داخل ہوتا ہوں اور میوے کھاتا ہوں اور مَیں چاہتا ہوں کہ تمہارے واسطے بھی پھل لاؤں- مے خواہم از جنت چیز ہا برائے شما آوردم-مگر مجھے اجازت نہیں-(۱۵)

☆ بزرگ صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ مَیں جو باتیں لوگوں کو سناتا ہوں اس سے بہت کم درجہ کی باتوں پر لوگ مارے جاتے ہیں خدا کی قدرت میں اگر کوئی بات سناتا ہوں تو کوئی اعتراض مجھ پر نہیں کر سکتا - پھر فرمایا کہ یاد رکھو کہ جب خدا تعالیٰ کو میرا مارنا منظور ہوگا تو یہ حکمت مجھ سے چھینی جائے گی -(۱۶)

☆ بزرگ صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ ہم نے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کو پہچانا تھا - اُس کے دروازے کی زنجیر کھٹکھٹاتے تھے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں کھٹکھٹانے کی ترکیب بتائی ہے کہ اس طرح کھٹکھٹاؤ تو دروازہ کھولا جائے گا -(۱۷)

☆ بزرگ صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ شہید مرحوم نے فرمایا کہ پہلے بھی کبھی کبھی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بُروز مجھ پر آتا تھا-مگر مقدر یہ تھا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملوں گا تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی مجھ سے جدا نہیں ہوں گے-سو اب بالکل یہی حالت ہے-حضورؐ مجھ سے جدا نہیں ہوتے -(۱۸)

☆ سید احمد نور نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت صاحبزادہ صاحب نے مولوی عبدالستار خان صاحب سے کہا کہ میرے چہرے کی طرف دیکھو- مولوی صاحب دیکھنے لگے لیکن دیکھ نہ سکے اور نظریں نیچی ہو گئیں- حضرت صاحبزادہ صاحب کا چہرہ سورج کی طرح روشن تھا، اسے

دیکھنے سے آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔ مولوی عبدالستار خان صاحب نے **سُبْحَانَ اللّٰہ، سُبْحَانَ اللّٰہ** کہنا شروع کر دیا۔ (۱۹)

☆ بزرگ صاحب نے بیان کیا کہ میں ...... گواہی کے طور پر خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جو آسمان و زمین کا مالک ہے اور جو قادرِ مطلق خدا ہے کہ میں نے احمد قادیانی اور محمد عربی علیہما الصلوٰۃ والسلام کو ایک وجود میں دیکھا۔ اور بار بار دیکھا۔ کہ کوئی فرق ان دونوں وجودوں میں نہیں پایا...... حضرت صاحبزادہ مولانا عبداللطیف شہید مرحوم نے بھی یہی فرمایا تھا۔ (۲۰)

☆ بزرگ صاحب بیان کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت شہید کو بڑی محبت تھی۔ ان کا رنگ عاشقانہ رنگ تھا۔ جب وہ حضور کی مجلس میں بیٹھتے تھے تو ان کی حالت اَور کی اَور ہو جاتی تھی۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جس رنگ میں دیکھا ہے اس رنگ میں کسی نے نہیں دیکھا چنانچہ آپ کا ایک شعر بھی اس کی تصدیق کرتا ہے۔

عطرے نورے دہم اعظم سرمۂ چشم کرم
برقے تیغے روئے خُوباں لشکرِ شاہِ ارم

(۲۱)

صاحبزادہ صاحب جب حضور کی مجلس میں بیٹھتے تو حضور کے پاؤں دبایا کرتے تھے۔ (۲۲)

☆ بزرگ صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ صاحبزادہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے باغ کی طرف سیر کو جا رہے تھے تو راستہ میں مجھے اور عبدالجلیل سے کہا کہ میرے ماتھے کی طرف دیکھو کہ تم اس کو دیکھنے کی طاقت رکھتے ہو۔ جب ہم نے دیکھا تو وہ ایسا چمکتا تھا جیسے آفتاب۔ ہماری آنکھیں خیرہ ہو گئیں اور ہم نے نظر نیچی کر لی۔

ایک مرتبہ رات کے وقت بھی ایسا واقعہ ہوا۔ آپ مہمان خانہ کی کوٹھڑی میں تشریف

رکھتے تھے- اور یہ زمانہ ان کے کمال عشق کی حالت کا تھا- جب مَیں نے اور عبدالجلیل نے نظر کی تو ایک بہت بڑے روشن ستارے کی طرح معلوم ہوا- بلکہ اس سے بھی زیادہ- ہمارے ساتھ وزیر محمد (وزیری ملاّ) بیٹھا ہوا تھا- اُس نے کہا کہ مجھے نظر نہیں آیا- اس پر آپ نے فرمایا شما تقویٰ نہ دارید یعنی تمہیں تقویٰ نصیب نہیں-(۲۳)

☆ بزرگ صاحب نے بیان کیا کہ جب صاحبزادہ عبداللطیف قادیان سے خوست واپس جا رہے تھے تو راستہ میں مَیں نے کہا کہ وہاں آپ کو قتل کر ڈالیں گے-

اس پر آپ نے فرمایا

''من میرم''

اور یہ بھی کہا

''موت با من نہ آئید''

جب آپ شہید ہو گئے تو رؤیا میں مجھے ان کی زیارت ہوئی-مَیں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ تو کہتے تھے کہ

''موت با من نہ آئید-''

انہوں نے جواب میں فرمایا:

''کارہائے خدا ازیں ہم عظیم است-''(۲۴)

<u>نوٹ از مرتب:</u> صاحبزادہ صاحب کے اس قول کی وضاحت کہ موت مجھ پر نہ آئے گی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد سے ہوتی ہے-حضورؑ فرماتے ہیں:

''اولیاء اللہ اور وہ خاص لوگ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوتے ہیں وہ چند دنوں کے بعد پھر زندہ کئے جاتے ہیں- جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ یعنی تم ان کو مردے مت خیال کرو جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں وہ تو زندے ہیں- پس شہید مرحوم کا اسی مقام کی طرف اشارہ تھا-''(۲۵)

☆ بزرگ صاحب بیان کرتے ہیں کہ واقعہ سنگساری کے متعلق (رؤیا میں) مَیں نے

دریافت کیا کہ آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔

فرمایا

مجھے کوئی دکھ نہیں ہوا اور مَیں نے کوئی تکلیف محسوس نہیں کی۔(۲۶)

☆ بزرگ صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ایک دفعہ (سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کی مجلس میں کہا کہ لوگ قرآن کریم کی ان آیات کو متشابہات میں سے سمجھتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی صفات کے بارہ میں آئی ہیں۔ مگر میرے لئے اس قسم کی آیت متشابہ ہیں جیسے رب العالمین۔مَیں عالم کو مانتا ہوں اس لئے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ورنہ مَیں اسے دیکھتا نہیں۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسکرائے اور فرمانے لگے وجودی اسی مقام سے پھسل گئے ہیں کیونکہ جب وہ فانی ہوکر عالم کو نہیں دیکھ سکتے تو انکار کر دیتے ہیں۔(۲۷)

☆ بزرگ صاحب نے فرمایا کہ

ایک دفعہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پوچھا کہ بعض صوفیاء کہتے ہیں کہ ادراک کنہہ باری تعالیٰ محال ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ممکن ہے۔ ان میں سے کون سا فریق حق پر ہے۔ آپ نے فرمایا ادراک کنہہ باری تعالیٰ کے یہ معنی نہیں کہ یہ معلوم کیا جائے کہ خدا تعالیٰ کیا چیز ہے اور یہ ناممکن ہے۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا تھا کہ مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے رسول ہوکر آیا ہوں۔ تو فرعون نے سوال کیا کہ **وَمَا رَبُّ الْعَالَمِیْن** خدا کیا چیز ہے۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا **رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا اِنْ کنتم مُّوْقِنِیْنَ** یعنی آسمانوں اور زمین کا اور سب کا وہ رب ہے بشرطیکہ تم یقین کرو۔ تو فرعون نے کہا کہ **اَلَاتسمعُون**۔ یعنی اے لوگو تم سنتے ہو؟ اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ رب العالمین کیا چیز ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا **رَبُّکُمْ وَرَبُّ اٰبَاءِ کُمُ الْاَوَّلِیْنَ** یعنی تمہارا اور تمہارے باپ دادوں کا بھی وہی رب ہے۔ اس پر فرعون کہنے لگا **ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون** کہ یہ رسول یقیناً مجنون ہے کیونکہ مَیں ذات باری تعالیٰ کی کنہہ پوچھتا ہوں اور وہ افعال باری تعالیٰ بیان کرتا ہے۔

یہ بیان کر کے حضورؑ نے فرمایا

کنہہ معلوم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کا احاطہ کیا جائے اور یہ نہیں ہوسکتا -

اگر ایسا ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام افعال باری تعالیٰ سے کیوں جواب دیتے -

دلیل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَيُدْرِكُ الْاَبْصَار (۲۸)

☆ بزرگ صاحب نے بیان کیا میں نے دیدار باری تعالیٰ کے متعلق ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے بھی سوال کیا تھا میں پسند کرتا ہوں کہ میں اُس جواب کو بھی بیان کر دوں - حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے فرمایا تھا کہ رویت (دیدار) الگ چیز ہے اور ادراک الگ چیز ہے اور دلیل میں یہ آیت (بیان) فرمائی -

فَلَمَّا تَرَآءَ الجَمْعَانِ قَالَ اصْحَابُ مُوسىٰ اِنَّا لَمُدْرَكُوْن - قَالَ كَلَّا اِنَّ مَعِىَ رَبِّىْ سَيَهْدِين - (سورہ الشعراء آیت ۶۲)

فرمایا - دیکھو اس آیت شریف میں دو باتیں ہیں ایک رویت اور دوسرا ادراک - دیدار تو تراء کے لفظ سے ثابت ہے لیکن ادراک ثابت نہیں ہوتا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کلّا نہیں ہم مدرک نہیں - یہاں کلّا سے دیدار کی نفی مراد نہیں تھی اس سے معلوم ہوا ادراک اور ہے اور دیدار اور - دیدار کے معنی ہیں دیکھنا اور ادراک کے معنی ہیں احاطہ کرنا - اگر دونوں کے ایک ہی معنی ہوتے تو موسیٰ علیہ السلام لفظ کلّا کہہ کر انکار کیونکر کرتے (۲۹)

☆ بزرگ صاحب فرماتے تھے کہ میں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتا تو میرے منہ سے بے اختیار نکلتا تھا

اللھم صل علی محمد

اور مجھے اس بات کا خیال بھی نہ ہوتا تھا کہ آپ سوائے رسول کریم کے کوئی اور آدمی ہیں (۳۰)

☆ بزرگ صاحب فرماتے تھے کہ کرم دین کا مقدمہ جب بہت لمبا ہو گیا تو حضرت مسیح

موعود علیہ السلام گورداسپور ہی میں مقیم ہو گئے- مقدمے کے آخری ایام میں مَیں بھی گورداسپور چلا گیا تھا- ان دنوں میں کچھ بیمار تھا- جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت ہوئی تو آپ نے بہت محبت سے میرا حال دریافت فرمایا اور فرمایا

تم بیمار معلوم ہوتے ہو

حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے بھی فرمایا کہ چہرے کا رنگ متغیر ہے-

حضورؑ کی عادت تھی کہ کوئی چھوٹا آدمی بھی ملنے کے لئے آتا تھا تو یوں اس کا حال دریافت فرماتے تھے جیسے کسی بڑے آدمی کا حال دریافت کیا جاتا ہے- پرسان حال کے وقت آپکا لہجہ نہایت شیریں ہوا کرتا تھا- الغرض مَیں بھی وہیں مقیم ہو گیا-

ایک دن بذریعہ ڈاک ایک جرمن عورت نے حضورؑ کو حلوہ بھیجا اور ساتھ ہی ایک خط لکھا کہ آپ سچے مسیح ہیں اور آپ وہی مسیح ہیں جس کا وعدہ دیا گیا تھا-

حلوہ بہت ہی مقوی چیزوں سے بنا ہوا تھا- حضور کی عادت تھی کہ جب آپ کے پاس کوئی چیز آتی تھی تو اس کو اپنے دوستوں میں بھی تقسیم فرمایا کرتے تھے اور اس میں ہر چھوٹے بڑے کا خیال رکھا کرتے تھے اگرچہ اس وقت میں وہاں موجود نہ تھا مگر حضور نے میرے لئے بھی حلوے میں سے عام تقسیم سے دُگنا حصہ رکھوایا- جب میں نے اس حلوے کو کھایا تو میری بیماری اس حلوے سے دور ہوگئی-

مقدمہ کے متعلق ایک اور بات

مقدمہ کرم دین میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر لوگوں کو فرمایا کرتے تھے کہ یہ مقدمہ ہمارے حق میں ہوگا- یہ مقدمہ دو سال تک لمبا ہو گیا- اور اس کی طوالت کی وجہ سے طبیعتیں تنگ ہو رہی تھیں کہ کب فیصلہ ہو- ایک دن کشفی حالت میں میری زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے -**انا لتنصر رسلنا**- میں نے اس کشفی حالت میں ہی کہا کہ مدد کب دی جائے گی تو جواب میں یہ الفاظ جاری ہوئے -**الیوم ننصر رسلنا**-

میں نے حضرت اقدس کو اس کشف کی اطلاع دے دی تھی - خدا کے فضل کی یہ بات ہے کہ اسی دن اس مقدمہ کا فیصلہ ہو گیا - جو ہمارے حق میں تھا - (۳۱)

☆ بزرگ صاحب نے بیان کیا کہ کرم دین کے مقدمہ سے واپسی پر حضورؑ نے بعض کو حکم دیا کہ تم چھینہ سٹیشن پر اتر کر قادیان پہنچو اور بعض کو یکّوں پر اپنے ساتھ آنے کا حکم دیا اور بعض کو (سامان والے) گڈوں کے ساتھ آنے کا حکم دیا - مَیں پیدل روانہ ہو گیا - نہر کے قریب جب ہم پہنچے تو حضورؑ کا رتھ آ گیا - حضورؑ ...... جب واپس آ رہے تھے تو ہم نے ...... چادر تان کر حضورؑ کے لئے سایہ کر دیا اور حضورؑ سایہ میں چلنے لگے - حضورؑ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ تم پیدل کیوں آ رہے ہو تم کو یکّہ پر سوار ہونا چاہیئے - مَیں نے عرض کی کہ حضور مَیں پیدل چل سکتا ہوں - نہر کے دوسری طرف (حضرت) خلیفہ اوّلؓ اور بہت سے اصحاب یکّوں پر انتظار کر رہے تھے - حضرت خلیفہ اوّلؓ کو جب معلوم ہوا کہ حضورؑ نے ایسا فرمایا ہے تو (انہوں) نے مجھے بلایا اور حکم دیا کہ یکّے پر بیٹھو اور فرمایا کہ...... تم کو لازماً بیٹھنا پڑے گا - چنانچہ مَیں بیٹھ گیا - (۳۲)

☆ بزرگ صاحب نے بیان کیا کہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے نکاح کی تقریب پر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے خطبہ پڑھا اور خطبہ میں حضرت نواب صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ کے بخت آپ کے دادا صدر جہاں سے بہت اچھے ہیں - کیونکہ ان کے نکاح میں ایک بادشاہ کی لڑکی آئی تھی اور آپ کے نکاح میں ایک نبی کی لڑکی آئی ہے - حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس وقت خود بھی تشریف فرما تھے - (۳۳)

<u>وضاحت از مرتب</u>: مالیرکوٹلہ کے ایک بزرگ شیخ صدر جہاں تھے بادشاہ بہلول لودھی ان کو ملا تو اس نے اپنی بیٹی کی شادی شیخ صدر جہاں سے کر دی - سید مسعود احمد مرتب رسالہ ھذا

☆ بزرگ صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام بیمار ہوئے - مَیں بھی حضورؑ کی عیادت کے لئے گیا - حضورؑ ایک لوہے کی چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے - حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ چارپائی کے دوسری طرف بیٹھے تھے -

مَیں جب اندر داخل ہوا تو ایک کرسی پر بیٹھ گیا- میرے بعد میاں چراغ الدین صاحب مرحوم لاہوری تشریف لے آئے- وہ میرے پیچھے ایک کرسی پر بیٹھ گئے- پھر مولوی محمد احسن صاحب امروہوی تشریف لائے تو ان کے لئے اندر سے ایک چھوٹی سی چارپائی لائی گئی- وہ اس پر بیٹھ گئے- ان کے پاس ایک کتاب تھی- انہوں نے اس کتاب کو کھول کر کہا کہ یہ کتاب حسن اشعری ہے اور اس میں ایک جگہ سے یہ پڑھا کہ نبوت تشریعی منع ہے مطلق نبوت منع نہیں-

اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا چہرہ متغیر ہو گیا- حضورؑ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک یہ کہنا کہ مطلق نبوت جاری ہے کفر ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شریعت بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی اور برکت بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی- نہ کوئی اپنی شریعت لاسکتا ہے اور نہ کوئی اپنی برکت سے نبوت کا دعویٰ کرسکتا ہے- بلکہ یہ سب کچھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہوسکتا ہے-(۳۴)

☆ ایک دفعہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور مولوی محمد احسن صاحب مسجد مبارک میں داخل ہوئے- بحث یہ تھی کہ مولوی عبدالکریم صاحب نے ایک مضمون سلسلہ کے مخالفوں کے متعلق لکھا تھا- مولوی محمد احسن صاحب کہتے تھے کہ آپ نے یہ مضمون بہت سخت لکھا ہے- مولوی عبدالکریم صاحب فرماتے تھے کہ مَیں نے تو کہا تھا کہ مجھ سے مضمون مت لکھواؤ- مَیں سخت لکھوں گا- یہ گفتگو بڑھتے بڑھتے تیز ہوگئی- اتنے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے- آپؑ نے دیکھتے ہی فرمایا

لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

اس پر وہ دونوں خاموش ہو گئے- تب حضور دونوں کو نصیحت فرمانے لگے جس میں اختلاف سے اپنی نفرت کا اظہار فرمایا(۳۵)

<u>نوٹ</u>: اس مضمون کی روایت سیرت المہدی مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ میں بھی درج ہے لیکن دونوں میں الفاظ اور راویوں کا اختلاف ہے- سید مسعود احمد مرتب رسالہ ھٰذا

☆ بزرگ صاحب بیان کرتے ہیں کہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ (یعنی حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید) مجھے خواب میں نظر آئے تو مَیں نے انہیں پہلے سے زیادہ خوش پایا۔معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرتؑ کی ملاقات کا نتیجہ تھا۔(۳۶)

مولوی عبدالغفار خان صاحب صحابی برادرِ اکبر بزرگ صاحب

آپ منگل قوم کی شریف زئی شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔موضوع بل خیل، خوست، صوبہ پکتیا کے رہنے والے تھے۔حضرت صاحبزادہ صاحب کی شہادت کے بعد قادیان ہجرت کر کے آ گئے تھے۔ان کے بیٹے عبداللہ خان صاحب صحابی قادیان میں بطور محافظ مختلف دفاتر میں کام کرتے رہے۔تقسیم ملک کے بعد قادیان میں بطور درویش مقیم رہے۔عبداللہ خان صاحب کے بیٹے عبدالرحیم عادل صاحب پاکستان میں مقیم ہیں۔

مولوی عبدالغفار خان صاحب کے افغانستان میں قیام کے دوران حالات

جب حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب شہید ۱۹۰۳ء میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مل کر اپنے وطن واپس گئے تو سیّدگاہ۔خوست آنے کے کچھ عرصہ کے بعد آپ نے علی الاعلان تبلیغ احمدیت کا آغاز کر دیا۔اور علاوہ مقامی طور پر تبلیغ کرنے کے سردارانِ کابل کو تبلیغی خطوط لکھے۔ان میں سے ایک خط مستوفی الملک برگیڈئیر مرزا محمد حسین خان کوتوال کے نام تھا۔دُوسرا خط سردار شاہ غاصی عبدالقدوس خان اعتماد الدولہ کو لکھا۔تیسرا خط مرزا عبدالرحیم خان دفتری کو۔چوتھا خط حاجی باشی شاہ محمد کو اور پانچواں خط قاضی القضاۃ عبدالعزیز کے نام تھا۔

ان خطوط میں آپ نے تحریر فرمایا کہ میں حج کے ارادہ سے روانہ ہوا تھا۔لیکن ہندوستان میں میری ملاقات حضرت مرزا غلام احمد صاحب سے ہوئی جو قادیان میں رہتے ہیں۔انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس زمانہ کی اصلاح کے لئے

مبعوث کیا گیا ہوں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خدمت کے لئے بھیجا گیا ہوں اور قرآن شریف اور احادیث کے مطابق وقتِ مقرّرہ پر آیا ہوں- میں نے قادیان میں چند ماہ گزارے ان کا دعویٰ سنا ان کے افعال اور اقوال کو غور سے دیکھا- میں نے انہیں سچّا پایا-

ان کے ماننے سے مجھے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل ہؤا- سو میں آپ کو آگاہ کرتا ہوں کہ یہ وہی ہے جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد آنے کی پیشگوئی فرمائی تھی اور جس کے آنے کا لوگ انتظار کیا کرتے تھے- میں اُس پر ایمان لے آیا ہوں آپ کو چاہیئے کہ اُسے مان لیں تا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں آپ کی بہتری اسی میں ہے- میرا فرض آپ کو یہ پیغام پہنچانا تھا- میں اپنے فرض سے سُبکدوش ہوتا ہوں-

یہ خطوط آپ نے مولوی عبدالغفار خان صاحب کو دیئے جو انہیں لے کر بلا توقّف کابل روانہ ہو گئے اس وقت سردی کا موسم تھا اور برف پڑی ہوئی تھی لیکن مولوی عبدالغفار صاحب نے اس کی پرواہ نہ کی اور حسبِ ہدایت حضرت صاحبزادہ صاحب فوراً کابل روانہ ہو گئے- مولوی عبدالغفار خان صاحب ان تمام لوگوں کو خوب جانتے تھے کیونکہ وہ اس سے قبل حضرت صاحبزادہ صاحب کی معیت میں چند سال کابل رہ چکے تھے- انہوں نے یہ پانچوں خطوط مکتوب الیھم کو پہنچا دیئے-

مُستوفی الملک مرزا محمد حسین خان نے اپنے نام خط وصول کر کے مولوی عبدالغفار خان صاحب سے کہا کہ تم واپس چلے جاؤ خط کا جواب صاحبزادہ صاحب کو ڈاک کے ذریعہ بھجوا دیا جائے گا-

مولوی عبدالغفار خان صاحب نے واپس آ کر حضرت صاحبزادہ صاحب سے عرض کی کہ مجھے تو ان خطوں کا کوئی جواب نہیں ملا البتہ مرزا محمد حسین خان نے یہ کہا تھا کہ تم واپس چلے جاؤ جواب ڈاک کے ذریعہ بھجوا دیا جائے گا- یہ سُن کر حضرت صاحبزادہ صاحب نے

فرمایا کہ مجھے تو خطرہ معلوم ہوتا ہے۔

یہ تمام خطوط امیر حبیب اللہ خان اور اس کے چھوٹے بھائی سردار نصر اللہ خان کو پہنچا دیئے گئے۔ نتیجۃً حکومت کابل نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو خوست سے بلوا کر توقیف خانہ میں ڈال دیا اور پھر جولائی ۱۹۰۳ء کو ان کو سنگسار کر دیا گیا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی شہادت کے بعد مولوی عبدالغفار صاحب ۱۹۰۴ء میں قادیان آ گئے اور یہیں رہنے لگے۔ ان کے بیٹے عبداللہ خان صاحب بھی قادیان آ گئے اور شرفِ صحابیت حاصل کیا۔ مولوی عبدالغفار صاحب کی بیٹی۔ عائشہ صاحبہ کچھ عرصہ خوست میں رہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قادیان آ گئیں۔ ان کی شادی مولوی غلام رسول خان افغان صحابی شیر فروش سے ہوئی تھی۔ مولوی عبدالغفار خان صاحب قادیان میں بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔(۳۷)

خاکسار مرتب رسالہ ھٰذا سید مسعود احمد خاکسار نے قادیان اور ربوہ میں مولوی غلام رسول صاحب افغان اور محترمہ عائشہ صاحبہ کو دیکھا ہے اسی طرح عبداللہ خان صاحب سے بھی بارہا ملاقات کی ہے۔ یہ تینوں بہت مخلص اور نیک وجود تھے ہمارے استاد مولوی محمد شہزاد خان صاحب افغان مولوی غلام رسول صاحب کے داماد تھے۔)

ملّا میرو صاحب صحابی برادرِ اصغر بزرگ صاحب

ان کا نام محمد مہروز خان (یا) امیر احمد خان تھا یہ دونوں نام مختلف روایات میں درج ہیں۔ ملّا میرو کے والد صاحب کا نام دیندار خان تھا جو احمدیت سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔ ان کا وطن بل خیل، خوست صوبہ پکتیا افغانستان تھا۔ آپ کی قوم منگل تھی اس کی ایک شاخ شریف زئی سے آپ کا تعلق تھا

جب حضرت صاحبزادہ صاحب کی شہادت کے بعد ان کی اولاد اور خاندان کے دوسرے افراد کو حکومت کابل کے حکم پر خوست سے گرفتار کر کے فوجی پہرہ میں کابل لے جایا

گیا۔ تو ملّا میرواز خود ان کے پیچھے پیچھے کابل آ گئے۔

کابل کے قریب آ کر ان کو سید احمد نور ملے اور انہوں نے بتایا کہ حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب کو سنگسار کر دیا گیا ہے اور یہ کہ سید احمد نور صاحب نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو بعض آدمیوں کی مدد سے رات کے وقت پتھروں سے نکال کر خفیہ طور پر کابل کے ایک قبرستان میں دفن کر دیا ہے۔ اس طرح ملّا میرو اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے خاندان کو آپ کی شہادت کا علم ہوا۔

اس واقعہ کے قریباً ایک سال کے بعد ملّا میرو صاحب حضرت صاحبزادہ صاحب کا تابوت کابل سے نکال کر ان کے گاؤں سیّدگاہ میں لے آئے اور وہاں ان کو دفن کر دیا۔

ملّا میرو کے بارہ میں صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی صاحب نے ایک مضمون ان کی وفات پر اخبار الفضل میں لکھا تھا جو درج کیا جاتا ہے۔

ایک گمنام فدائے احمدیّت کی وفات محمد میرو صاحب افغان کی زندگی کا ایک عظیم الشان واقعہ

اُن فدایان ملت میں سے جن کی سرگذشت قوم کے نوجوانوں کے لئے سبق آموز ہوتی ہے ایک یہ شخص بھی ہے جس کے حالات صدق وصفاء شجاعت وایثار کا اس وقت میں ذکر کرنا چاہتا ہوں اور جس کا نام نامی محمد میرو صاحب تھا۔

یہ جناب مولوی عبدالستار صاحب افغان (عرف بزرگ صاحب) کے برادرِ خورد تھے آپ والد بزرگوارم (حضرت سید عبداللطیف صاحب شہید) کے مخلص دوستوں میں سے تھے اور آپ ہی کے ذریعہ انہوں نے دعویٰ سنتے ہی احمدی ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت مبارک میں رہنے کا شرف حاصل کیا۔

قد وقامت اور حلیہ

آپ کا قد لمبا پتلا خوش نما چہرہ ڈاڑھی چھوٹی اور باریک تھی۔ بدن کے اعضاء مضبوط

تھے لیکن کثرتِ زدوکوب اور قیدوں کی وجہ سے جو آپ احمدیت کی وجہ سے حکامِ افغانستان کے ہاتھوں کئی سال تک بھگتتے رہے- آپ کے قویٰ میں ضعف اور اضمحلال پیدا ہو گیا تھا- نیز پیٹھ کبڑی ہوگئی تھی- آپ کی طبیعت میں جوانمردی سنجیدگی اور بشاشت ودیعت کی گئی تھی- میں نے آپ کو ملتے وقت ہمیشہ مسکراتے ہوئے دیکھا- آپ آخری عمر میں ہجرت کر کے قادیان دارالامان تشریف لے آئے تھے اور نہایت گمنامی اور فقر کی حالت میں زندگی بسر کرتے رہے- مگر ساتھ ہی ہمیشہ خوش وخرم نظر آتے- باوجود اس کے کہ انہیں ضروریات بھی پیش آتیں لیکن انہوں نے استغنائے قلبی کے سبب کبھی کسی پر اپنی احتیاج کو ظاہر نہ ہونے دیا-

قرآن کریم سے ان کو بے حد محبت تھی دن رات نہایت شیریں لہجہ میں تلاوت کرتے- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض فارسی نظمیں ان کو یاد تھیں جنہیں اکثر پڑھا کرتے-

تبلیغ احمدیت کا اتنا جوش تھا کہ اپنی وفات سے پیشتر کسی شخص کو بہ سبب قدیم دوست ہونے کے تبلیغ کرنے کے لئے پشاور گئے وہیں نمونیا ہو گیا اور پھر اس بیماری میں وہاں سے واپس قادیان روانہ ہو گئے جب قادیان تشریف لائے تو پہلے مرض کی کچھ تخفیف ہو گئی تھی- پھر بیماری نے عود کیا حتّٰی کہ ایک ہفتہ کے بعد مؤرخہ ۷ دسمبر ۱۹۳۱ء کو فوت ہو گئے انا للہ و انا الیہ راجعون- ۸ دسمبر کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے جنازہ پڑھایا اور آپ بہشتی مقبرہ میں اپنے آقا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزارِ مبارک کے شرقی جانب دفن ہوئے- مرحوم کی کوئی اولاد نہیں صرف بیوی زندہ ہے...... یوں تو آپ کی زندگی کا ہر ایک شعبہ اس قابل ہے کہ تاریخ احمدیت کے صفحہ پر سنہری حروف میں ثبت رہے لیکن اس وقت مختصراً ان میں سے ایک اہم واقعہ سپردِ قلم کر کے پیش کر دیتا ہوں-

اس بات سے تو غالباً اکثر احمدی بھائی واقف ہوں گے کہ جس وقت والدِ بزرگوارم (سید عبداللطیف صاحب) کابل میں شہید کئے گئے تو کچھ مدت کے بعد آپ کی نعش پتھروں سے نکال کر کابل کے کسی قبرستان میں دفن کر دی گئی تھی ہم (یعنی والد صاحب کا خاندان) کو

اس وقت ترکستان جلا وطن کر دیا گیا تھا اور ہم میں سے کسی کو سوائے آپ کی شہادت کے اور کسی بات کا علم نہ تھا اس وقت جناب محمد میر و صاحب سیّد گاہ (جو ہماری اصلی جائے پیدائش کا نام ہے) خوست میں رہا کرتے تھے۔

چونکہ وہ فطرتاً شجاع اور بہادر تھے اور احمدیت کے رنگ نے تو اور بھی ان کو دلیر بنا دیا تھا۔ پھر جذبہ محبت تھا جو آپ کے دل میں اپنے پیارے دوست کے متعلق تھا۔ ان حالات میں آپ نے وفاداری کا ایسا نمونہ پیش کیا۔ جو نہایت ہی قابل تعریف تھا۔ محمد میرو صاحب نے فیصلہ کیا کہ نعش کو سرزمینِ کابل سے لا کر سیّد گاہ میں دفن کرنا چاہئیے۔ آپ کے اس ارادہ کا اور کسی کو علم نہ تھا۔ آپ سفر کی ضروریات مہیا کر کے کابل روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر کسی واقفِ کار دوست سے مزار کا پتہ لگایا اور ایک دوسرے سپاہی کی مدد سے تابوت کو نکال لیا۔ پھر اپنی پشت پر اٹھا کر کہیں دور کسی تنہائی کی جگہ میں رکھ آئے۔

چونکہ اس سے تھوڑی مدت ہی پیشتر کابل میں سخت ہیضہ پڑ چکا تھا اس لئے کوئی کرایہ دار کسی نعش کو اس وقت تک لے جانے کے لئے تیار نہ تھا۔ جب تک یہ ثابت نہ ہو جاتا کہ متوفی مرض ہیضہ سے فوت نہیں ہوا اور محمد میرو صاحب کے لئے یہ ثبوت بہم پہنچانا ایک امرِ ناممکن تھا۔

آپ یہ فرمایا کرتے تھے جب میں کسی سواری ملنے سے مایوس ہو گیا تو ایک دفعہ یہ ارادہ کیا کہ تابوت کو میں خود اپنی پشت پر سیّد گاہ پہنچا دوں۔ (کابل سے سیّد گاہ تک ایک مضبوط آدمی کے لئے چار روز کا راستہ ہے) اور یہ کام میرے لئے کوئی مشکل نہیں تھا لیکن بعد میں خیال آیا کہ اگر میں نے ایسا کیا تو راز افشاء ہو جائے گا اور میرے راستے میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔ جب مجھے ہر طرف سے ناکامی نظر آئی اور میں کثرت غم والم سے بے تاب ہو رہا تھا تو رات کو خواب میں مجھے حضرت شہید صاحب شان و شوکت کے ساتھ نہایت عمدہ کپڑے پہنے نظر آئے۔ میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور آنکھ سے ایک ایسا اشارہ کیا جس سے مجھے اطمینان حاصل ہو گیا۔ صبح کو اٹھا تو دل بالکل مطمئن ہو چکا تھا فوراً شہر کو چلا۔ شہر پہنچتے ہی ایک خچر والا ملا اور وہ فوراً تابوت لے جانے پر طیار ہو گیا۔ دوسرے دن تابوت لے کر ہم چل

پڑے آخر تابوت کو خوست پہنچا کر سیّد گاہ میں دفن کر دیا گیا اور قبر کو زمین کے ساتھ ہموار رہنے دیا تا کہ مخالفوں کو پتہ نہ چلے۔ نعش کو سیّد گاہ میں دفن ہوئے جب کافی عرصہ گزر گیا تو والد صاحب کے بعض دوستوں نے یہ مشورہ دیا کہ اب قبر کو چھپائے رکھنے کی ضرورت نہیں اس کو نمایاں کر دیا جائے۔

نوٹ از مرتب: یہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے زمانہ کا واقعہ ہے اور مشورہ دینے والوں میں عجب خان صاحب تحصیلدار آف زیدہ بھی تھے انہوں نے قبر کو پختہ اور نمایاں بنانے کے لئے کچھ رقم بھی بھجوائی تھی عجب خان صاحب اس وقت کوہاٹ میں ملازم تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے وصال کے بعد عجب خان صاحب غیر مبائعین میں شامل ہو گئے تھے۔

محمد میرو صاحب نے ایسا ہی کیا قبر ظاہر ہوتے ہی جب لوگ کثرت سے فاتحہ خوانی کے لئے آنے لگے۔ بعض اشرار نے اس واقعہ کی رپورٹ کابل میں (سردار نصر اللہ خان کو۔ سید مسعود احمد) کر دی۔ اور وہاں سے نعش کو نکالنے اور نعش کو لانے والے کو سخت سزا دینے کا حکم ہوا۔

محمد میرو صاحب پر مظالم

اس پر حاکم خوست نے نعش مبارک کو نکلوایا اور اس کو لانے والے یعنی محمد میرو صاحب کو بلا کر طرح طرح کے عذاب دیئے۔ آپ کو اس قدر مارا پیٹا گیا کہ آپ کا تمام بدن زخمی ہو گیا۔ اس کے بعد آپ کو گدھے پر باندھ کر بیس بائیس دن تک تمام علاقہ میں پھرایا جاتا رہا۔ اسی اثناء میں مُلّا اور محتسب لوگ آپ پر ایسے ظلم کرتے رہے جن کے ذکر سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کوئی آپ کے منہ پر تھوکتا کوئی پتھر مارتا کوئی گالی دیتا۔ آخر کانوں میں کیلیں گاڑ کر آپ کو خوست کے ایک بازار کے دروازہ پر ایک تختہ کے ساتھ دھوپ میں لٹکا دیا گیا۔ چند دن تک یہی سلوک کیا گیا۔ پھر قید خانہ میں گھسیٹ کر لے جایا گیا اور قید بامشقت کی سزا دی گئی ایک لمبے عرصہ تک جیل میں رکھا گیا۔

ملّا محمد میرو صاحب کی حضرت صاحبزادہ صاحب کے خاندان سے ہمدردی

جب جناب محمد میرو صاحب قید سے رہا ہو گئے تو اس وقت ہم (یعنی حضرت سید عبداللطیف صاحب شہید کا خاندان) ترکستان میں جلاوطنی کی حالت میں تھے۔ افغانستان کی حکومت میں جو جائدادیں تھیں وہ حکومت نے ضبط کر لی تھیں اور سوائے اس کے بنوں علاقہ انگریزی میں جہاں ہماری کچھ جائداد ہے وہاں سے کسی قدر آمدنی آتی۔ اس سے ہمارا گذارا ہوتا اور کوئی گزارا کی صورت نہ تھی۔ اس وقت ہماری یہ حالت تھی کہ لوگ حکومت کے خوف کی وجہ سے ہمارا نام تک لینا اپنے لئے مضر سمجھتے اور جو دوست تھے ان میں سے بھی اکثر کئی سرگردانیوں میں گرفتار ہو چکے تھے۔ اس وقت محمد میرو صاحب ہی کا وجود تھا جس کو ہماری ہمدردی اور خدمت کا احساس تھا۔ قریباً پندرہ سال تک وہ ہمارے خرچ وغیرہ کا انتظام کرتے رہے۔ بنوں جا کر ہماری زمین کی آمدنی لے کر ترکستان پہنچا دیتے راستے کی دُوری برفوں اور پہاڑوں کی مشکلات آپ کے راستہ میں حائل نہ ہوسکتی تھیں۔ اور ایک مدت دراز تک وہ ان دور دراز سفروں کو پیدل طے کرتے رہے۔ پھر جب ہم کابل کے جیل خانوں میں تھے وہاں بھی آپ ہی کا وجود ہمارے لئے نہایت مفید ثابت ہوا۔ اور ہم خدا کے فضل سے آپ کی کوشش سے نہایت باآبرو اور عزّت کے ساتھ رہتے۔

خلاصہ یہ کہ جب تک ہمیں ضرورت تھی اس وقت تک انہوں نے ہمیں نہ چھوڑا۔ اور جس وقت ہم کو شاہ امان اللہ خان نے اپنے ملک میں آنے کی اجازت دی اور ہم سیدّ گاہ میں آ گئے (یہ ۱۹۱۹ء کا واقعہ ہے مرتب) اس وقت انہوں نے کہا اب عمر کے آخری حصہ کو قادیان میں ہی ختم کرنا چاہئیے چنانچہ وہ قادیان آ گئے اور پھر آخری دم تک قادیان میں ہی رہے۔

جاں نثاری کی مثال

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں ایسی جاں نثاری کی مثالوں کے

ہوتے ہوئے کیا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ کی جماعت میں بھی ایسے وجود ہیں جو کہ صحابہ کی طرح خدا کی راہ میں جاں نثاری کرنے والے ہیں اور آپ کی جماعت کی قوتِ ایمانی اور قربانی کا نمونہ صحابہ کی قربانیوں کا نمونہ ہے مبارک ہے وہ جماعت جس میں ایسے مخلص اور جاں نثار اصحاب ہوں جو خدا کی راہ میں بڑی سے بڑی مصیبتوں کی کوئی پرواہ نہ کریں اور جنہیں جادۂ صدق سے کوئی چیز ہٹا نہ سکے احباب خاص طور پر محمد میرو صاحب کے لئے دعا مغفرت کریں اور ان کی روح کو ثواب پہنچائیں۔(۳۸)

حوالہ جات

(۱) اخبار الفضل ۱۷؍نومبر ۱۹۳۲ء صفحہ ۹ مضمون صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی صاحب

(۲) شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصّہ دوم صفحہ ۱ تا صفحہ ۳

(۳) اخبار الفضل ۲۰؍اکتوبر ۱۹۳۲ء صفحہ ۲ مضمون صاحبزادہ سید ابوالحسن قدسی صاحب

(۴) الفضل ۱۷؍نومبر ۱۹۳۲ء صفحہ ۹

(۵) الفضل ۳۰؍اکتوبر ۱۹۳۲ء صفحہ ۸

(۶) اخبار الفضل مورخہ ۲۰؍اکتوبر ۱۹۳۲ء صفحہ ۲

(۷) خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... فرمودہ ۲۶؍اکتوبر ۱۹۳۲ء مطبوعہ روزنامہ الفضل ۳؍نومبر ۱۹۳۲ء

(۸) اخبار الفضل ۱۷؍نومبر ۱۹۳۲ء صفحہ ۲

(۹) ملخّص از رجسٹر روایات صحابہ جلد نمبر ۷ صفحہ ۲۳۶

(۱۰) اخبار الحکم ۲۴؍نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۵

(۱۱) رسالہ شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصّہ دوم صفحہ ۲۴ - ۲۶؍دسمبر ۱۹۲۱ء کو شائع ہوا بار اوّل

(۱۲) شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصّہ دوم صفحہ ۱۹-۲۰ بار اوّل

(۱۳) شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصّہ دوم صفحہ ۲۰ بار اوّل

(۱۴) اخبار الحکم ۱۴ دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۲

(۱۵) اخبار الحکم ۱۴؍دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۲

(۱۶) شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصّہ دوم صفحہ ۱۶ بار اول ۱۹۲۱ء

(۱۷) چشم دید واقعات شہید مرحوم حصّہ دوم صفحہ ۱۷ بار اوّل

(۱۸) شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصّہ دوم صفحہ ۱۷

(۱۹) شہید مرحوم کے چشمدید واقعات حصّہ اول صفحہ ۶

(۲۰) شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصّہ دوم صفحہ ۲۹ و ۳۰

(۲۱) اخبار الحکم ۲۱/ مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۴

(۲۲) الحکم ۱۴/ دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۱

(۲۳) الحکم ۱۴/ دسمبر ۱۹۳۵ء

(۲۴) تذکرۃ الشہادتین - روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۵۷

(۲۵) الحکم ۱۴/ دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۱

(۲۶) الحکم ۲۱/ مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۴

(۲۷) الحکم ۲۱/ مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۴

(۲۸) الحکم ۲۱ مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۴

(۲۹) الحکم ۲۱ مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۴

(۳۰) الحکم ۲۱ مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۴

(۳۱) اخبار الحکم ۲۱ مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۴

(۳۲) الحکم ۲۶ مئی ۱۹۳۵ء صفحہ ۵

(۳۳) الحکم ۲۱ مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۳

(۳۴) الحکم قادیان، ۲۱/ مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۳

(۳۵) الحکم ۲۱/ مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۳، ۴

(۳۶) الحکم ۱۴/ دسمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۴

(۳۷) شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ اول صفحہ ۱۲ و صفحہ ۱۳

(۳۸) الفضل ۱۷ جنوری ۱۹۳۲ء صفحہ ۹